اثمار الهداية

علی الهدایۃ

ھدایہ رابع

۱۱۵۱ھ - ۵۹۳ھ

احادیث کا عظیم ذخیرہ

شارح

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

جلد ثالث عشر

ناشر

مدرسہ ثمرۃ العلوم

گھُٹّی، جھارکھنڈ، انڈیا

نام کتاب.........................اثمار الھدایہ جلد۱۳
نام شارح.....................مولانا ثمیر الدین قاسمی
ناشر............................ مدرسہ ثمرۃ العلوم گھُٹّی
نگراں.......................مولانا مسلم قاسمی سینپوری
طباعت بار اول.....................نومبر ۲۰۱۴ء
پرنٹر..........................ایچ، ایس، پرنٹر، دہلی،
قیمت.............................دو جلدیں 12 پونڈ

شارح کا پتہ
Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street , Old trafford
Manchester,England -M16 9LL
Tel 00 44(0161) 2279577

ناشر کا پتہ
مولانا ابوالحسن صاحب ناظم مدرسہ ثمرۃ العلوم
At Sirsi PO Kusmahara
Via Mahagama
Dist Godda Jharkhand
INDIA Pin 814154
Tel 0091 9955 864985

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معذرت

قاعدے کے اعتبار سے ہدایہ جلد ثانی میں کتاب الطلاق کے بعد کتاب العتاق سے آخیر تک کی شرح لکھنی چاہئے تھی ،اسی طرح ہدایہ جلد ثالث میں کتاب االوکالۃ کے بعد کتاب الدعوی کی شرح لکھنی چاہئے تھی ، لیکن ذہن میں یہ بات رہی کہ جن حصوں کو مدارس میں زیادہ پڑھایا جاتا ہے ان حصوں کی شرح پہلے لکھی جائے اور انکو شائع کر کے طلبہ اور اساتذہ کے ہاتھوں میں دے دی جائے ،تاکہ وہ اس سے استفادہ کریں، اور درمیان کے جن حصوں کو نہیں پڑھاتے ہیں یا کم مدرسوں میں پڑھاتے ہیں ان کی شرح بعد میں لکھی جائے ،تاکہ اگر کسی وجہ سے نہ لکھ سکا تو طلبہ کا زیادہ نقصان نہ ہو چنانچہ اسی جذبہ کی وجہ سے ہدایہ جلد ثانی میں سے کتاب العتاق سے کتاب الوقف تک دو جلدیں ابھی تک نہیں لکھی ، ہدایہ جلد ثالث میں کتاب الدعوی سے کتاب الشفعہ تک دو جلدیں نہیں لکھی ،اور ابھی ہدایہ جلد رابع میں کتاب الجنایات سے کتاب الخنثی ۔آخیر تک دو جلدیں نہیں لکھ رہا ہوں ،گویا کہ درمیان سے چھ جلدیں چھوڑ دیں۔

اگر اساتذہ اور طلبہ نے تقاضہ کیا اور صحت وعافیت کے ساتھ زندگی باقی رہی تو ان شاء اللہ ان [٦] چھ جلدوں کو بھی لکھنے کی کوشش کروں گا تاکہ اثمار الھدایہ ناقص نہ رہے پوری ہو جائے اس شرح کی مکمل جلدیں ۱۵ ہوں گی ان شاءاللہ

خوشخبری

خوشی کی بات یہ ہے کہ عام مدارس میں ہدایہ کا جتنا حصہ پڑھایا جاتا ہے اس کی شرح ۹ جلدوں میں پوری کر چکا ہوں ،اور طلبہ اور اساتذہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت پیش کر رہا ہوں

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی اس کو نجات کا ذریعہ بنائے اور قبولیت سے نوازے اور باقی ٦ جلدوں کو پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین

احقر ثمیر الدین قاسمی غفرلہ

ملنے کے پتے

مولانا مسلم صاحب دہلی۔امام مسجد بادل بیگ
بازارسرکی والان5005
حوض قاضی، دہلی
Pin 110006
Tel 09891 213348

ثاقب بک ڈپو
مقام، پوسٹ دیوبند ضلع سہارنپور
یوپی۔انڈیا
پین کوڈ 247554
Tel 09412 496688

شارح کا پتہ

Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street , Old trafford
Manchester,England -M16 9LL
Tel 00 44(0161) 2279577

مدرسہ ثمرۃ العلوم، گھٹّی

ضلع گڈّا، جھارکھنڈ، انڈیا

حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب دامت برکاتہ، کا گاؤں گھٹّی ہےاس میں کافی زمانے سےمکتب چل رہا ہےجس میں دو اساتذہ خدمت انجام دیتے ہیں، گاؤں کے سبھی بچے اس میں دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں، یہ طلبہ کم وبیش ۷۰ ہوتے ہیں، اور للہ رقم سےاس کے اخراجات پورے کئے جاتے ہیں۔ الحمد للہ اس میں پڑھے ہوئے طلبہ کئی درجن حافظ اور عالم بنے اور ملک کے مختلف گوشے میں خدمت انجام دے رہے ہیں، اس مکتب کی وجہ سے اس گاؤں کی دینی فضا کافی اچھی ہے۔

یہاں کے ذمہ دار حضرات کی دیرینہ خواہش تھی کہ اس مکتب کی جانب سے حضرت مولانا کی کتاب شائع ہو، تاکہ یہ مکتب بھی اس عظیم کار خیر میں شامل ہو جائے، چنانچہ اسی خدمت کے جذبے سے اثمار الھدایہ جلد ثالث عشرۃ شائع کی جارہی ہے، اور اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ اس کو شرف قبولیت سے نوازے۔ اور اجر آخرت کا ساماں ہو جائے، آمین یارب العالمین

ناظم، مدرسہ ثمرۃ العلوم، گھٹّی

۸/۳ / ۲۰۱۴ء

﴿خصوصیات اثمار الهدایۃ﴾

(۱)	ھدایہ کے ہر مسئلے کے لئے تین حدیث تین حوالے لانے کی کوشش کی گئی ہے، اوراس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے
(۲)	پھر صاحب ھدایہ جو حدیث لائے ہیں وہ کس کتاب میں ہے اس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے تا کہ صاحب ھدایہ کی حدیث پر اشکال باقی نہ رہے۔اور یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث ہے، یا قول صحابی، یا قول تابعی۔
(۳)	طلباء کے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسئلے کا محاوری اور آسان ترجمہ پیش کیا ہے۔
(۴)	کمال یہ ہے کہ عموما ہر ہر مسئلے کو چار مرتبہ سمجھایا ہے، تا کہ طلباء مسئلہ اور اسکی دلیل بھی آسانی سے سمجھ جائیں
(۵)	مسائل کی تشریح آسان اور سلیس اردو میں کی ہے۔
(۶)	وجہ کے تحت ہر مسئلے کی دلیل نقلی قرآن اور احادیث سے مع حوالہ پیش کی گئی ہے۔
(۷)	حسب موقع دلیل عقلی بھی ذکر کر دی گئی ہے۔
(۸)	امام شافعیؒ کا مسلک انکی، کتاب الام، کے حوالے سے لکھا گیا اور حدیث کی دلیل بھی وہیں سے ذکر کی گئی ہے
(۹)	کونسا مسئلہ کس اصول پر فٹ ہوتا ہے وہ اصول بھی بیان کیا گیا ہے۔
(۱۰)	لغت کے تحت مشکل الفاظ کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔
(۱۱)	لفظی ابحاث اور اعتراض و جوابات سے دانستہ احتراز کیا گیا ہے تا کہ طلباء کا ذہن پریشان نہ ہو۔
(۱۲)	جو حدیث ہے اس کے لئے 'حدیث' اور جو قول صحابی یا قول تابعی ہے اس کے لئے قول صحابی، یا قول تابعی لکھا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون حدیث ہے اور کون قول صحابی، یا قول تابعی ہے۔
(۱۳)	حدیث کے حوالے کے لئے پورا باب لکھا۔پھر بیروتی کتابوں کا صفحہ نمبر لکھا اور بیروتی یا سعودی کتابوں کا احادیث نمبر لکھ دیا گیا تا کہ حدیث نکالنے میں آسانی ہو۔
(۱۴)	پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان بھی لکھ دئے گئے ہیں تا کہ دونوں اوزان میں بآسانی موازنہ کیا جا سکے۔
(۱۵)	کتاب الشفعۃ میں بہت سارے مسئلے اصول پر ہیں، میں نے ہر جگہ اصول لکھا ہے تا کہ اصول یاد ہو جائے اور مسئلہ سمجھنے میں بھی آسانی ہو۔

هم اثمار الهدایہ ہی کو کیوں پڑھیں ؟

(۱)	اس شرح میں ہر جگہ اصول لکھے گئے ہیں جن سے مسئلہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور اصول بھی یاد ہو جاتے ہیں
(۲)	اس شرح میں ہر مسئلے کے تحت تین حدیثیں، تین حوالے ہیں جس سے دل کو سکون ہو جاتا ہے کہ کس مسئلے کے لئے کون سی حدیث ہے۔
(۳)	کوشش کی گئی ہے کہ احادیث صحاح ستہ ہی سے لائی جائے، تاکہ حدیث مضبوط ہوں۔
(۴)	صاحب ھدایہ جو حدیث لائے ہیں اس کی مکمل دو تخریج پیش کی گئی ہے۔
(۵)	ایک ایک مسئلے کو چار چار بار مختلف انداز سے سمجھایا ہے، جس سے مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔
(۶)	بلا وجہ اعتراض و جوابات نہیں لکھا گیا ہے۔
(۷)	سمجھانے کا انداز بہت آسان ہے۔
(۸)	پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان مثلاً گرام وغیرہ کو لکھ دیا گیا ہے، جس سے پرانا اور نیا دونوں وزنوں سے واقفیت ہوتی ہے۔
(۹)	امام شافعیؒ کا مسلک انکی کتاب الام سے نقل کیا گیا ہے، اور انکی دلیل بھی صحاح ستہ سے دی گئی ہے۔

فہرست مضامین اثمار الھدایہ جلد ثالث عشر

نوٹ: جس فصل پر لے حاشیہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ فصل حاشیہ سے شروع ہو رہا ہے مسئلہ نمبر سے شروع نہیں ہو رہا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿نقل احادیث میں ترتیب کی رعایت﴾

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

ھدایہ پڑھانے کے زمانے میں ذہین طلباء کبھی کبھی اشکال کرتے تھے کہ ہر مسئلے کے ثبوت کے لئے حدیث بیان کریں، صرف دلیل عقلی سے لوگ مطمئن نہیں ہوتے، وہ کہتے کہ ہماری مسجدوں میں شافعی، مالکی اور حنبلی لوگ ہوتے ہیں، ان کے سامنے مسئلہ بیان کرتا ہوں تو وہ نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسئلہ آیات قرآنی سے بنتا ہے یا حدیث سے۔ زیادہ سے زیادہ قول صحابہ اور اس سے بھی نیچے اتریں تو قول تابعی یا فتوی تابعی پیش کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہر مسئلے کے لئے آیت قرآنی یا احادیث پیش کیا کریں! طلباء کی پریشانی اپنی جگہ بجا تھی۔ واقعی شافعی، حنبلی اور مالکی حضرات مسئلے کے لئے احادیث ہی مانگتے ہیں۔ اور وہ بھی صحاح ستہ سے، وہ دلیل عقلی سے مطمئن نہیں ہوتے۔ اس لئے یہ ناچیز بھی پریشان تھا اور دل میں سوچتا رہتا کہ اگر موقع ہو تو ھدایہ کے ہر مسئلے کے ساتھ باب، صفحہ اور حدیث کے نمبرات کے ساتھ پوری حدیث نقل کردی جائے تا کہ طلباء کو سہولت ہو جائے اور دوسرے مسلک والوں کو مطمئن کر سکے۔ کسی کو اصلی کتاب دیکھنا ہو تو وہاں سے رجوع کرے۔ حدیث، باب اور احادیث کے نمبرات لکھنے سے طلباء کو بھی پتہ چل جائے کہ یہ مسئلہ کس درجے کا ہے۔ اگر آیت سے ثابت ہے تو مضبوط ہے۔ صحاح ستہ کی احادیث سے ثابت ہے تو اس سے کم درجے کا ہے۔ اور دار قطنی اور سنن بیہقی میں وہ احادیث ہیں تو اس سے کم درجے کا مسئلہ ہے۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق کے قول صحابی یا قول تابعی سے ثابت ہے تو وہ مسئلہ اس سے کم درجے کا ہے۔ اس لئے ایسے مسئلے میں دوسرے مسلک والوں سے زیادہ نہ الجھیں تا کہ اتحاد کی فضا قائم رہے۔ برطانیہ میں ایک پریشانی یہ ہے کہ ایک ہی مسجد میں شافعی، حنبلی، مالکی اور حنفی سبھی موجود ہوتے ہیں۔ اور ہر مسلک والے اپنے اپنے مسلک کے اعتبار سے نماز ادا کرتے ہیں اس لئے مسئلے کی حیثیت معلوم نہ ہو تو یہاں الجھاؤ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ناچیز کے ذہن میں بار بار تقاضا آتا رہا۔ حسن اتفاق سے کچھ سالوں سے فرصت مل گئی جس کی وجہ سے اس تمنا کو پوری کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ طلباء کی خواہش کے مطابق ہر مسئلے کو نمبر ڈال کر علیحدہ کیا۔ اور پوری کوشش کی ہے کہ اس کے ثبوت کے لئے آیت قرآنی اور احادیث پیش کی جائیں

﴿احادیث لانے میں ترتیب﴾

نمبر ڈال کر جس ترتیب سے کتاب لکھی جا رہی ہے اسی ترتیب سے احادیث نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، یعنی ہر مسئلے کے تحت آیت لکھنے کی کوشش کی، اگر آیت نہیں ملی، تو بخاری شریف سے حدیث لانے کی کوشش کی، اگر بخاری شریف میں حدیث نہیں ملی تب مسلم شریف سے حدیث لانے کی کوشش کی اور اس میں بھی نہیں ملی تب ابو داود شریف اور ترمذی شریف سے، اسی طرح نمبر وار ترتیب رکھی ہے، مسئلے کے لئے حدیث نہیں ملی تب قول صحابی لایا ہوں اور قول صحابی بھی نہیں ملا تو قول تابعی لایا ہوں ،

اور وہ بھی نہیں ملا تب اصول پیش کیا ہوں۔ اور اصول کے لئے حدیث لایا ہوں اور اس پر مسئلے کو متفرع کیا ہوں۔ کتاب البیوع میں اصول کی ضرورت زیادہ پڑی ہے اس لئے ان جلدوں میں اصول زیادہ لایا گیا ہے۔

ایسا نہیں کیا کہ حدیث تلاش کئے بغیر قول صحابی لے آیا۔ چنانچہ اگر کسی مسئلے کے تحت صرف قول تابعی مذکور ہے اور حدیث کا حوالہ نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں نے حدیث تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن نہ ملنے پر قول تابعی ذکر کیا۔ یا کسی مسئلے کے ثبوت کے لئے قول تابعی بھی ذکر نہ کر سکا تو اس کا معنی یہ ہوا کہ بہت تلاش کے باوجود قول تابعی بھی نہ ملا جس سے مجبور ہو کر بیاض چھوڑ دیا۔ اور اہل علم سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر ان کو حدیث یا قول صحابی یا قول تابعی مل جائے تو ضرور اس کی اطلاع دیں۔

کوشش کی ہے کہ حضرت امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مسلک بھی ذکر کر دیا جائے۔ اور ان کی دلیل بھی اسی ترتیب سے، پہلے آیت پھر صحاح ستہ کی کتابوں سے حدیث لائی جائے اور وہاں نہ ملے تو قول صحابی یا قول تابعی ذکر کیا جائے۔ تاکہ طلباء ان کے مسلک اور ان کے مستدلات سے واقف ہو جائیں۔ وہ بھی ہمارے امام ہیں، بلکہ سر کے تاج ہیں۔ صاحب ہدایہ نے ہر جگہ ان حضرات کا نام بڑے احترام سے لیا ہے اور ان کے دلائل دریا دلی سے پیش کئے ہیں۔ ناچیز نے بھی انہیں کی اتباع کی ہے۔ اور ہر جگہ ان کا مسلک اور ان کے دلائل شرح وبسط سے بیان کئے ہیں۔

﴿گذارش﴾

تحقیق مسائل اور ان کے دلائل بحر بیکراں ہے اس کی تہ تک پہنچنا آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے اہل علم کی خدمت میں مؤدبانہ اور عاجزانہ گذارش ہے کہ جن مسائل کے دلائل چھوٹ گئے ہیں اگر ان کو دلائل مل جائیں تو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کا اضافہ کر دیا جائے۔ اسی طرح جہاں غلطی اور سہو نظر آئے اس کی نشاندہی کریں، اس کی بھی اصلاح کروں گا اور تہ دل سے شکر گذار رہوں گا۔

﴿شکریہ﴾

میں اپنی اہلیہ محترمہ کا تہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر قسم کی سہولت پہنچا کر فراغت دی اور اشاعت کتاب کے لئے ہمہ وقت متمنی اور دعا گو رہی اور مزید ھدایہ کی چھ جلدوں کے اختتام کے لئے دعا گو ہے۔ خداوند کریم ان کو دونوں جہانوں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے اور جنت الفردوس سے نوازے، حضرت مولانا مسلم قاسمی صاحب سینپوری سلمہ نے کتاب کی چھپائی کے وقت نگرانی کی ہے میں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔ خداوند قدوس ان حضرات کو پورا پورا بدلہ عطا فرمائے اور جنت الفردوس سے نوازے۔ حضرت مولانا عبد الرؤف صاحب باٹلی، اور حضرت مولانا مرغوب صاحب ڈیوزبری صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ وہ کتاب لکھنے کے دوران کئی اہم علماء کو ساتھ لیکر گھر پر آتے رہے اور تسلی دیتے رہے اور اہم مشورے سے نوازتے رہے۔ کتاب الرہن لکھنے کے دوران بار بار طبیعت خراب ہوتی رہی، ایسے موقع پر حضرت گھر تشریف لاتے اور بہت ڈھارس

بندھاتے ،جس سے دل کوسکون بھی ہوتا اور مزید لکھنے کی ہمت بھی ہوتی اللہ تعالی ان حضرات کو دونوں جہانوں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے ۔امین یارب العالمین

اثمار الھدایہ کی ابھی ٦ جلدیں باقی رہتی ہیں، دعا کریں کہ اللہ پاک ان جلدوں کو پوری فرمادے اوراس درمیان صحت وعافیت عطا فرمائے

اللہ تعالی اس کتاب کو قبولیت سے نوازے اور ذریعۂ آخرت بنائے ۔اس کے طفیل سے ناچیز کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور کمی کوتاہی کو معاف فرمائے ۔آمین یارب العالمین ۔

ثمیر الدین قاسمی غفرلہ	Samiruddin Qasmi
سابق استاد حدیث جامعہ اسلامیہ مانچسٹر	70 Stamford Street, Oldtrafford,
وچیرمین مون ریسرچ سینٹر، یوکے	Manchester ,England, M16 9LL
۸/۳ / ۲۰۱۴ء	Tel (0044) 0161 2279577

﴿كتاب إحياء الموات﴾

(٣٤٩) قَالَ الْمَوَاتُ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِهِ مِنْ الْأَرَاضِي﴾ لِ لانْقِطَاعِ الْمَاءِ عَنْهُ أَوْ لِغَلَبَةِ الْمَاءِ عَلَيْهِ أَوْ مَا أَشْبَهَ ذَلِكَ مِمَّا يَمْنَعُ الزِّرَاعَةَ) سُمِّيَ بِذَلِكَ لِبُطْلَانِ الِانْتِفَاعِ بِهِ. (٣٥٠)قَالَ فَمَا كَانَ

﴿ كتاب احياء الموات ﴾

ضروری نوٹ: جوزمین ویسے ہی پڑی ہوئی ہواور کوئی آدمی کاشت نہ کررہا ہواس کو مردہ زمین کہتے ہیں۔اس زمین کو آباد کرنے کو احیاء الموات، یعنی مردہ زمین کو زندہ کرنا، کہتے ہیں۔

وجہ:(۱)اس کا ثبوت اس حدیث میں ہے۔**عن عائشة عن النبی ﷺ قال من اعمر ارضا ليست لاحد فهو احق قال عروة قضى به عمر فی خلافته.. وقال عمر من احيا ارضا ميتة فهی له** ۔(بخاری شریف، باب من احیا ارضا میتۃ،ص ۳۷۵،نمبر ۲۳۳۵ر ترمذی شریف، باب ذکر فی احیاء ارض الموات،ص ۳۳۴،نمبر ۱۳۷۸)اس حدیث میں ہے کہ کوئی مردہ زمین آباد کرلے تو وہ اس کی ہو جائے گی۔

ترجمہ:(۳۴۹)موات وہ زمین ہے جس سے فائدہ نہ اٹھایا جاسکتا ہو۔

ترجمہ : لِ اس سے پانی منقطع ہونے کی وجہ سے یا اس پر پانی کے غلبہ کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے جو کاشتکاری کو روکتا ہو۔مردہ زمین اس لئے کہا کہ اس سے فائدہ اٹھانا ناممکن ہے۔

تشریح :موات اس زمین کو کہتے ہیں جس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ہو۔یا اس وجہ سے کہ وہاں پانی کی رسائی نہیں ہے۔یا اس وجہ سے کہ اس پر بار بار سیلاب آتا ہے اور پانی بہت زیادہ ہوتا ہے۔یا اور کوئی وجہ ہو جس کی وجہ سے کاشتکاری کرنا دشوار ہو تو اس زمین کو مردہ زمین،بنجر زمین اور موات زمین کہتے ہیں۔

لغت:موات:مردہ زمین۔الزراعۃ : کاشتکاری۔

نوٹ: یہ شرطیں ہوں تو یہ مردہ زمین ہے[۱] ذمی، یا مسلمان کی ملکیت نہ ہو، کیونکہ اگر وہ ذمی یا مسلمان کی ملکیت ہو تو وہ زمین مردہ نہیں ہے۔[۲]وہ گاوں سے دور ہو، کیونکہ اگر وہ گاؤں سے دور نہیں ہے تو وہ گاؤں والوں کی چراگاہ بن جائے گی،اس لئے اس کو زندہ کرنے سے مالک نہیں ہوگا۔[۳] پانی کے آنے کی وجہ سے یا پانی کے منقطع ہونے کی وجہ سے بنجر اور ویران ہوگئی ہو تو اس زمین کو مردہ[موات]زمین کہتے ہیں اور اس کو جو کوئی آباد کرے وہ اس کا مالک بن جائے گی،امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ امیر المومنین کی اجازت سے مالک بنے گا اور صاحبین کے نزدیک بغیر امیر المومنین کی اجازت کے بھی صرف آباد کرنے سے مالک بن جائے گا۔

ترجمہ :(۳۵۰)اور جو زمین اس میں سے پرانی ہو کہ اس کا کوئی مالک نہ ہو یا زمانۂ اسلام میں مملوک ہو لیکن اس کا کوئی

مِنْهَا عَادِيًّا لَا مَالِكَ لَهُ أَوْ كَانَ مَمْلُوكًا فِي الْإِسْلَامِ لَا يُعْرَفُ لَهُ مَالِكٌ بِعَيْنِهِ وَهُوَ بَعِيدٌ مِنْ الْقَرْيَةِ بِحَيْثُ إِذَا وَقَفَ إِنْسَانٌ مِنْ أَقْصَى الْعَامِرِ فَصَاحَ لَا يُسْمَعُ الصَّوْتُ فِيهِ فَهُوَ مَوَاتٌ﴾ ۱؎ قَالَ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ –: هَكَذَا ذَكَرَهُ الْقُدُورِيُّ، وَمَعْنَى الْعَادِيِّ مَا قَدُمَ خَرَابُهُ.

خاص مالک کا علم نہ ہو، اور وہ گاؤں سے اتنی دور ہو کہ کوئی آدمی اس گاؤں کی آخری آبادی میں کھڑا ہو کر آواز دے، تو اس زمین تک آواز سنائی نہ دے، تو اس کو مردہ زمین کہتے ہیں۔

ترجمه: ۱؎ مصنف فرماتے ہیں کہ قدوری نے ایسا ہی ذکر کیا ہے، اور عادی کا مطلب یہ ہے کہ جس کا ویران ہونا ایک زمانے سے ہو۔

نوٹ: مصنفؒ اس متن کے تحت میں پانچ باتیں بیان کر رہے ہیں [۱] کون سی زمین مردہ شمار کی جائے گی، اور اس کو آباد کرنے سے آباد شمار ہوگی۔ [۲] اس زمین کا مالک بننے کے لئے امام کی اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں [۳] اس زمین پر عشر لازم کیا جائے گا یا خراج لازم کیا جائے گا۔ [۴] زندہ کر کے چھوڑ دیا اور دوسرے نے آباد کیا تو وہ مالک بنے گا یا نہیں [۵] اس زمین کا راستہ کس زمین سے نکالا جائے گا، یہ پانچ باتیں اس متن کے شرح میں بیان کی جارہی ہیں۔

تشریح: موات زمین کی یہ دوسری اور تیسری تعریف ہے کہ موات زمین کس کو کہیں گے۔ فرماتے ہیں کہ، جو زمانۂ عادی کی طرح پرانی لگتی ہو اور اس کا کوئی مالک معلوم نہ ہو۔ یا زمانۂ اسلام میں اس کا کوئی مالک تو بنا تھا لیکن اس وقت مالک کا دور دور تک سراغ نہیں مل سک رہا ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ آبادی سے اتنی دور ہو کہ آبادی کے آخری حصے پر کھڑا ہو کر کوئی زور سے چلائے تو اس مردہ زمین تک آواز نہ جاتی ہو تو ایسی زمین کو، موات، مردہ زمین، کہتے ہیں۔ ایسی زمین کو امام کی اجازت سے آباد کرے گا تو آباد کرنے والا اس کا مالک ہو جائے گا۔ آبادی سے اتنی دور ہونے کی شرط اسلئے لگائی کہ آبادی سے قریب والی زمین آباد نہ بھی ہو تو وہ گاؤں والے کی چراگاہ بنے گی، قبرستان بنے گی، اس میں گھوڑ دوڑ کا میدان ہوگا، اور گاؤں والے کی بہت سی ضروریات میں کام آئے گی۔ اسلئے اس زمین کو موات قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ اسکو آباد کرنے سے کوئی اس کا مالک ہوگا

وجه: (۱) عن جابر بن عبد الله عن النبی ﷺ من احیا ارضا دعوة من المصر او رمیة من المصر فهی لـه. (مسند احمد، مسند جابر بن عبد اللہ، ج رابع، ص ۳۳۷، نمبر ۱۴۴۹۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمین گاؤں سے تیر پھینکنے کے مطابق دور ہو تب اس کو آباد کرے تو مالک ہوگا۔ اور وہ زمین موات قرار دی جائے گی۔ (۲) ایسی زمین آباد کرنے سے مالک بنے گا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عائشة عن النبی ﷺ قال من اعمر ارضا لیست لاحد فهو احق قال عروة قضی به عمر فی خلافته وقال عمر من احیا ارضا میتة فهی له۔ (بخاری شریف، باب من احیا ارضا میتة، ص ۳۷۵، نمبر ۲۳۳۵ / ترمذی شریف، باب ذکر فی احیاء ارض الموات، ص ۳۳۴، نمبر ۱۳۷۸) اس حدیث میں ہے کہ کوئی مردہ زمین آباد کرلے تو وہ اس کی ہو جائے گی۔ (۳) عن سعید بن زید عن النبی ﷺ قال من احیی أرضا میتة

٢ وَالْـمَرْوِيُّ عَنْ مُحَمَّدٍ – رَحِمَهُ اللَّهُ – أَنَّهُ يَشْتَرِطُ أَنْ لا يَكُونَ مَمْلُوكًا لِمُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ مَعَ انْقِطَاعِ الارْتِفَاقِ بِهَا لِيَكُونَ مَيْتَةً مُطْلَقًا، فَأَمَّا الَّتِي هِيَ مَمْلُوكَةٌ لِمُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ لا تَكُونُ مَوَاتًا، وَإِذَا لَمْ يُعْرَفْ مَالِكُهُ تَكُونُ لِجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ، ٣ وَلَوْ ظَهَرَ لَهُ مَالِكٌ يُرَدُّ عَلَيْهِ، وَيَضْمَنُ الزَّارِعُ نُقْصَانَهَا، ٤ وَالْبُعْدُ عَنِ الْقَرْيَةِ عَلَى مَا قَالَ شَرَطَهُ أَبُو يُوسُفَ؛ لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ

فهي له و ليس لعرق ظالم حق ۔(ترمذی شریف، باب ذکر فی احیاء ارض الموات، ص ۳۳۴، نمبر ۱۳۷۸/ابوداؤد شریف، باب فی احیاء الموات، ص ۴۵۰، نمبر ۳۰۷۳) اس حدیث میں ہے کہ مردہ زمین کو زندہ کرے وہ اس کی ملکیت ہو جائے گی ۔(۴)و قال عمر من احیا أرضا میتة فهی له ۔(بخاری شریف، باب من احیا ارضا میتة، ص ۳۷۵، نمبر ۲۳۳۵)اس قول صحابی میں بھی ہے کہ جس نے مردہ زمین زندہ کیا یہ زمین اسی کی ہوگی۔

لغت :عادیا: قوم عاد سے مشتق ہے، قوم عاد بہت پرانے زمانے میں موجود تھی، اس لئے عادی کہہ کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ زمین بہت پرانی ہے اواس کے مالک کا پتہ نہیں چلتا ہے۔اقصی: آبادی کے آخری کنارے پر۔عامر: آبادی، گاؤں کا آخری حصہ۔صاح: پکارے، چیخے۔قدم: پرانے زمانے سے ہو۔خراب: ویران ہونا۔

ترجمہ :٢ امام محمدؒ سے روایت یہ ہے کہ شرط یہ ہے کہ کسی مسلمان، یا ذمی کی ملکیت نہ ہو، اور اس زمین سے فائدہ اٹھانا منقطع ہو، تا کہ مطلق مردار ہو، اور جو زمین مسلمان، یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ مردہ زمین نہیں ہے، اور جب اس کے مالک کا پتہ نہیں ہوا تو یہ زمین مسلمانوں کی جماعت کی ہوئی۔

تشریح :امام محمدؒ نے فرمایا مردہ زمین ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ زمین مسلمان یا ذمی میں سے کسی کی ملکیت نہ ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ یہ بنجر ہو اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا ہو، تیسری بات یہ فرمائی کہ وہ زمین کسی کی ملکیت نہیں ہے تو یہ جماعت مسلمین کی ملکیت شمار کی جائے گی۔

ترجمہ : ٣ اگر اس زمین کے مالک کا پتہ چل گیا تو یہ زمین اس کو واپس کر دی جائے گی اور اس پر کاشت کرنے سے نقصان ہوا ہو تو اس کا نقصان ادا کرنا ہوگا۔

تشریح :مردہ زمین تھی اس کے مالک کا پتہ نہیں تھا اس لئے دوسرے نے اس کو آباد کیا، اب اس کے مالک کا پتہ چلا تو یہ زمین پہلے مالک کو واپس کر دی جائے گی، اور اس میں کاشت کرنے کی وجہ سے نقصان ہوا ہو تو کاشت کرنے والا اس نقصان کو ادا کرے گا، کیونکہ اس نے ہی نقصان کیا ہے۔۔۔زارع: کھیتی کرنے والا، کاشت کرنے والا۔

ترجمہ : ٤ زمین گاؤں سے بہت دور ہو یہ امام ابو یوسفؒ کی شرط ہے، اس لئے کہ ظاہر یہ ہے کہ جو گاؤں سے قریب ہوگا وہ غیر آباد نہیں ہوگا اس لئے دور ہونے پر حکم لگایا جائے گا۔

،اور امام محمدؒ نے اعتبار کیا اس زمین سے گاؤں والوں کا نفع اٹھانا حقیقت میں منقطع ہو گیا ہو، اگر چہ وہ گاؤں سے قریب ہو، ایسے

مَا يَكُونُ قَرِيبًا مِنْ الْقَرْيَةِ لا يَنْقَطِعُ ارْتِفَاقُ أَهْلِهَا عَنْهُ فَيُدَارُ الْحُكْمُ عَلَيْهِ. وَمُحَمَّدٌ – رَحِمَهُ اللَّهُ – اعْتَبَرَ انْقِطَاعَ ارْتِفَاقِ أَهْلِ الْقَرْيَةِ عَنْهَا حَقِيقَةً، وَإِنْ كَانَ قَرِيبًا مِنْ الْقَرْيَةِ، كَذَا ذَكَرَهُ الْإِمَامُ الْمَعْرُوفُ بِخُوَاهَرْ زَادَهْ – رَحِمَهُ اللَّهُ –، وَشَمْسُ الْأَئِمَّةِ السَّرْخَسِيُّ – رَحِمَهُ اللَّهُ – اعْتَمَدَ عَلَى مَا اخْتَارَهُ أَبُو يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – ۵ ثُمَّ مَنْ أَحْيَاهُ بِإِذْنِ الْإِمَامِ مَلَكَهُ، وَإِنْ أَحْيَاهُ بِغَيْرِ إذْنِهِ لَمْ يَمْلِكْهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –، وَقَالَا: يَمْلِكُهُ) لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ» وَلِأَنَّهُ مَالٌ مُبَاحٌ سَبَقَتْ يَدُهُ إلَيْهِ فَيَمْلِكُهُ

ہی ذکر کیا اس امام نے جو خواہر زادہ کے مشہور ہے، اور شمس الائمہ سرخسیؒ نے اس پر اعتماد کیا ہے جسکو امام ابو یوسفؒ نے ذکر کیا

تشریح: امام ابو یوسفؒ نے یہ فرمایا کہ گاؤں سے کافی دور ہو اور کسی کی ملکیت نہ ہو تو وہ مردہ زمین ہے، کیونکہ جو قریب ہوگی وہ گاؤں والوں کے لئے چراگاہ کا کام آئے گی اس لئے وہ مردہ زمین نہیں ہو سکتی۔

اور امام محمدؒ کے یہاں دور ہونا ضروری نہیں ہے، اگر وہ زمین گاؤں سے قریب ہے لیکن، بنجر ہے اور کسی کی ملکیت نہیں ہے تب بھی مردہ بن سکتی ہے، اور کوئی آباد کرلے تو اس کی ملکیت بن جائے گی امام خواہر زادہ نے اسی قول کو لیا ہے، اور امام شمس الائمہ سرخسی نے امام ابو یوسفؒ کے قول کو لیا ہے۔

ترجمہ: ۵ پھر اگر امام کی اجازت سے آباد کیا تو وہ اس کا مالک بن جائے گا، اور اگر اس کی اجازت کے بغیر آباد کیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مالک نہیں بنے گا، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مالک بن جائے گا، کیونکہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو مردہ زمین کو زندہ کرے گا وہ اس کا مالک بن جائے گا، اور اس وجہ سے کہ یہ مباح مال ہے جس نے پہلے لے لیا وہ اس کا مالک بن جائے گا جیسے کہ لکڑی اور شکار کے بارے میں ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ امام کی اجازت سے زمین آباد کیا تو وہ مالک بنے گا اور بغیر اجازت کے آباد کیا ہے تو مالک نہیں بنے گا، اور صاحبینؒ کی رائے ہے کہ بغیر امام کی اجازت کے آباد کیا ہے تب بھی مالک بن جائے گا۔

وجہ: (۱) امام ابو حنیفہؒ کا نظریہ ہے کہ یہ زمین مال غنیمت کی طرح امام کی اور جماعت مسلمین کی ہے اس لئے امام کی اجازت ضروری ہے (۲) اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ عن ابن عباس رفعه الى النبی ﷺ انه نهى عن بيع المغنم حتى يقسم۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما جاء عن النبی ﷺ ان المغانم احلت لہ، ج سادس، ص ۵۰۷، نمبر ۳۳۳۱۷) اس حدیث میں ہے کہ مال غنیمت کو تقسیم کرنے سے پہلے نہ بیچے، جس سے پتہ چلا کہ یہ مال غنیمت جماعت مسلمین کا ہے اس لئے اس میں امام کی اجازت ضروری ہے

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ جو مردہ زمین کو آباد کرے وہ اس کا مالک بن جائے گا اس لئے وہ اس زمین کا مالک

كَمَا فِي الْحَطَبِ وَالصَّيْدِ. ٦ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – قَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «لَيْسَ لِلْمَرْءِ إِلَّا مَا طَابَتْ نَفْسُ إمَامِهِ بِهِ »٧ وَمَا رَوَيَاهُ يَحْتَمِلُ أَنَّهُ إذْنٌ لِقَوْمٍ لَا نَصْبٌ لِشَرْعٍ، ٨ وَلِأَنَّهُ مَغْنُومٌ لِوُصُولِهِ إلَى يَدِ الْمُسْلِمِينَ بِإِيجَافِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ

بن جائے گا، صاحبین کی حدیث یہ ہے۔ عن سعید بن زید عن النبی ﷺ قال من احیی أرضا میتة فھی له و لیس لعرق ظالم حق۔ (ترمذی شریف، باب ذکر فی احیاء ارض الموات، ص ۳۳۴، نمبر ۱۳۷۸/ ابوداؤد شریف، باب فی احیاء الموات، ص ۴۵۰، نمبر ۳۰۷۳) اس حدیث میں ہے کہ مردہ زمین کو زندہ کرے وہ اس کی ملکیت ہو جائے گی (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ زمین شکار، اور جلانے کی لکڑی کی طرح ہو گئی، کہ یہ ہر ایک کے لئے مباح چیز ہے جو بھی اس کو لیگا وہ مالک بن جائے گا، اس لئے امام کی اجازت کے بغیر بھی وہ مالک ہو جائے گا، اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ عن ابیھا اسمر بن مضرس قال أتیت النبی ﷺ فبایعته فقال من سبق الی مالم یسبقه الیه مسلم فھو له (ابوداود شریف، باب فی اقطاع الارضین، ص ۴۵۰، نمبر ۳۰۷۱) اس حدیث میں ہے کہ کسی مسلمان نے نہ لیا ہو وہ لے لے تو وہ اس کا مالک بن ئے گا

لغت: حطب: اندھن کی لکڑی۔

ترجمہ: ٦ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل حضورؐ کا قول ہے جب تک امام نہ چاہے آدمی کے لئے اچھی چیز نہیں ہے۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تک امام نہ چاہے آدمی کے لئے مالک بننا اچھی بات نہیں ہے، نوٹ یہ حدیث طبرانی میں ہے، لیکن مجھے نہیں ملی۔

ترجمہ: ٧ صاحبینؒ نے جو حدیث روایت کی ہے اس میں یہ احتمال ہے کہ کسی خاص قوم کو مالک بننے کی اجازت دی ہے، یہ عام شریعت نہیں ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے صاحبین کی پیش کردہ حدیث کی یہ تاویل پیش کی ہے، کہ اس حدیث میں یہ احتمال ہے کہ کسی خاص قوم کو کہا تھا کہ تم مردہ زمین کو آباد کرو گے تو تم اس کا مالک بن جاوگے، یہ عام شریعت نہیں ہے کہ کوئی بھی مردہ زمین کو آباد کرے تو بغیر امام کی اجازت کے وہ اس کا مالک بن جائے۔ نوٹ: صاحبین کی حدیث کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عام ہے، کسی خاص قوم کے لئے مخصوص نہیں ہے۔

ترجمہ: ٨ اور اس لئے کہ یہ مردہ زمین مال غنیمت کی چیز ہے، کیونکہ گھوڑے اور اونٹ کو دوڑانے [یعنی حملہ کرنے] کی وجہ سے یہ زمین ہاتھ آئی ہے اس لئے امام کی اجازت کے بغیر کسی کو حق نہیں ہے کہ اس کا مالک بن جائے، جیسے کہ تمام غنیمت کے مال میں ہوتا ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے یہ دلیل عقلی ہے کہ یہ زمین مال غنیمت میں سے ہے، کیونکہ اس پر گھوڑے اور اونٹ دوڑانے اور اس پر حملہ کرنے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے، اس لئے جس طرح اور مال غنیمت میں امام کی اجازت کے بغیر

يَخْتَصَّ بِهِ بِدُونِ إِذْنِ الْإِمَامِ كَمَا فِي سَائِرِ الْغَنَائِمِ. ۹ وَيَجِبُ فِيهِ الْعُشْرُ؛ لِأَنَّ ابْتِدَاءَ تَوْظِيفِ الْخَرَاجِ عَلَى الْمُسْلِمِ لَا يَجُوزُ إِلَّا إِذَا سَقَاهُ بِمَاءِ الْخَرَاجِ؛ لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ إِبْقَاءُ الْخَرَاجِ عَلَى اعْتِبَارِ الْمَاءِ. ۱۰ فَلَوْ أَحْيَاهَا، ثُمَّ تَرَكَهَا فَزَرَعَهَا غَيْرُهُ فَقَدْ قِيلَ الثَّانِي أَحَقُّ بِهَا؛ لِأَنَّ الْأَوَّلَ مَلَكَ اسْتِغْلَالَهَا لَا رَقَبَتَهَا، فَإِذَا تَرَكَهَا كَانَ الثَّانِي أَحَقَّ بِهَا. وَالْأَصَحُّ أَنَّ الْأَوَّلَ يَنْزِعُهَا مِنْ

مالک بننا درست نہیں، اس میں بھی امام کی اجازت کے بغیر مالک بننا درست نہیں ہے۔

وجہ: اس حدیث میں ہے کہ امام کے تقسیم کئے بغیر چیز کا مالک نہیں بنا۔ **فقال معاذ غزونا مع رسول الله ﷺ خیبر فاصبنا فیها غنما فقسم فینا رسول الله ﷺ طائفة وجعل بقیتها فی المغنم** . (ابوداؤد شریف، باب فی بیع الطعام اذا فضل عن الناس فی ارض العدو، ص۳۹۲، نمبر۲۷۰۷)

نوٹ: آج کل طریقہ یہی ہے کہ کورٹ میں جب تک آدمی کے نام پر زمین کی رجسٹری نہیں ہوتی آدمی اس کا مالک نہیں بنتا، گویا کہ امام ابوحنیفہؒ کے مسلک پر عمل ہو رہا ہے۔

لغت: ایجاف الخیل والرکاب: ایجاف کا ترجمہ ہے دوڑانا۔ یہ محاورہ ہے، جنگ میں حملہ کرتے وقت گھوڑے اور اونٹ کو دوڑایا جاتا ہے، یہاں مراد ہے کہ جنگ کی وجہ سے یہ مال ہاتھ آئے۔ مغنوم: غنیمت کی چیز۔

ترجمہ: ۹ اس زمین میں عشر لازم ہوگا، اس لئے کہ ابتداء میں مسلمان پر خراج کا وظیفہ جائز نہیں ہے، ہاں اگر خراج کے پانی سے سیراب کیا تو اس وقت خراج کا باقی رکھنا پانی کی وجہ سے ہے۔

تشریح: اس مردہ زمین پر عشر لازم ہوگا، کیونکہ ابتدائی طور پر مسلمان پر خراج لازم کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر خراج کے پانی سے سیراب کیا تو اس پانی کی وجہ سے اس پر خراج لازم کیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ: ۱۰ اگر مردہ زمین کو زندہ کیا پھر اس کو چھوڑ دیا، اس لئے دوسرے نے اس میں کھیتی کی، تو بعض حضرات نے فرمایا کہ دوسرا آدمی اس زمین کا زیادہ حقدار ہوگا، اس لئے کہ پہلا آدمی صرف اس کے غلے کا مالک بنا اصل زمین کا مالک نہیں بنا، پس جب پہلے والے نے چھوڑ دیا تو دوسرا آدمی اس زمین کا زیادہ حقدار ہوگا، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ پہلا آدمی دوسرے سے زمین نکال کر واپس لیگا، اس لئے زندہ کرنے کی وجہ سے پہلا آدمی اس کا مالک بن گیا، جیسا کہ حدیث نے اس کا ثبوت دیا، اس لئے کہ حدیث میں لام کے ساتھ اضافت ہے جو تملیک کے لئے آتا ہے، اور پہلے آدمی کی ملکیت چھوڑنے کی وجہ سے زائل نہیں ہوئی۔

تشریح: ایک آدمی نے مردہ زمین کو زندہ کیا، لیکن اس کو گورمنٹ کے یہاں رجسٹری نہیں کروایا، اب اس زمین میں کچھ دنوں تک کاشتکاری نہیں کی، اس دوران دوسرے آدمی نے اس میں کاشتکاری کی، تو بعض حضرات نے فرمایا کہ دوسرا آدمی اس زمین

الثَّانِي؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهَا بِالْإِحْيَاءِ عَلَى مَا نَطَقَ بِهِ الْحَدِيثُ، إِذْ الْإِضَافَةُ فِيهِ فَاللَّامُ التَّمْلِيكِ وَمِلْكُهُ لَا يَزُولُ بِالتَّرْكِ. ۱۱ وَمَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً ثُمَّ أَحَاطَ الْإِحْيَاءُ بِجَوَانِبِهَا الْأَرْبَعَةِ مِنْ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَلَى التَّعَاقُبِ؛ فَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّ طَرِيقَ الْأَوَّلِ فِي الْأَرْضِ الرَّابِعَةِ لِتَعَيُّنِهَا لِتَطَرُّقِهِ وَقَصَدَ الرَّابِعُ

کا زیادہ حقدار ہے، اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ پہلا آدمی صرف اس زمین کے غلے کا مالک بنا تھا، اصل زمین کا مالک نہیں بنا تھا ، اور جب اصل زمین کا مالک نہیں بنا تو دوسرا آدمی اس زمین کا مالک بن سکتا ہے۔

بعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ پہلا آدمی اس زمین کا مالک بن چکا ہے، کیونکہ حدیث میں ہے **عن النبی ﷺ قال من احیی أرضا میتة فهي له** (ترمذی شریف، نمبر ۱۳۷۸/ ابوداؤد شریف، نمبر ۳۰۷۳) ترجمہ، جس نے مردہ زمین زندہ کیا تو وہ اسی کا ہے، اس حدیث میں ,لام، تملیک کے لئے ہے اس لئے پہلا آدمی زندہ کرنے کی وجہ سے مالک بن گیا، اس لئے دوسرے آدمی کے قبضے سے نکالے گا اور پہلا آدمی مالک بن جائے گا، اور اس میں کاشتکاری چھوڑنے کی وجہ سے اس کی ملکیت زائل نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۱۱ کسی نے مردہ زمین کو زندہ کیا، پھر اس کے چاروں جانب سے چار آدمی باری باری زمین زندہ کرنے لگے تو امام محمدؒ سے روایت ہے کہ پہلے والے کا راستہ چوتھے والے کی زمین میں ہوگا، راستہ بنانے کے لئے وہی زمین متعین ہونے کی وجہ سے، کیونکہ چوتھے آدمی نے اس کا حق باطل کرنے کی کوشش کی ہے۔

تشریح: کسی آدمی نے مردہ زمین کو آباد کیا، ابھی اس کا راستہ چاروں طرف کی زمین میں ہے اب تین آدمیوں نے تین طرف سے زمین آباد کی، اور تین طرف سے اس پر باڑھ لگائی ، اب جو چوتھا آدمی ہے اس کی زمین کی طرف راستہ بنے گا، کیونکہ تین آدمیوں کے آباد کرتے وقت راستے کا پروبلم نہیں تھا، وہ چوتھی طرف راستہ نکالکر اس میں چل سکتا تھا، اس لئے کہ وہ زمین ابھی بھی مردہ ہے، اب چوتھا آدمی جب آباد کرنے لگا، اور اس پر باڑھ لگانے لگا تو اب راستے کا پروبلم کھڑا ہوا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ اس چوتھے نے راستہ بند کیا اس لئے اسی کی زمین میں راستہ نکالا جائے گا۔

نوٹ: اوپر کا مسئلہ اس وقت ہے کہ تین آدمیوں نے پہلے آباد کیا ہو اور چوتھا آدمی اب آباد کر رہا، لیکن اگر چاروں آدمی ایک ساتھ آباد کر رہے ہوں تو پھر چاروں آدمیوں میں راستہ نکال سکتا ہے، یا ایک آدمی زمین کے چاروں طرف آباد کر رہا ہے تو اس کو چاروں طرف راستہ نکالنے کا حق ہوگا، کیونکہ چاروں طرف ایک ساتھ راستے کا پروبلم کھڑا ہوا ہے۔

لغت: احاط: احاطہ کیا، باڑھ لگایا۔ احیاء: زندہ کرنا، زمین کو آباد کرنا۔ تعاقب: باری باری کر کے، یکے بعد دیگرے۔ تطرق: راستہ نکالنا۔

ترجمہ: (۳۵۱) موات کا ذمی مالک ہوگا آباد کرنے سے جیسے مسلمان مالک ہوتا ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ ملک کا سبب آباد کرنا ہے، یہ اور بات ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے یہاں امام کی اجازت شرط ہے، اس

إِبْطَالَ حَقِّهِ. (۳۵۱) قَالَ وَيَمْلِكُ الذِّمِّيُّ بِالْإِحْيَاءِ كَمَا يَمْلِكُهُ الْمُسْلِمُ ﴿۱﴾ لِأَنَّ الْإِحْيَاءَ سَبَبُ الْمِلْكِ، إِلَّا أَنَّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – إِذْنُ الْإِمَامِ مِنْ شَرْطِهِ فَيَسْتَوِيَانِ فِيهِ كَمَا فِي سَائِرِ أَسْبَابِ الْمِلْكِ حَتَّى الِاسْتِيلَاءِ عَلَى أَصْلِنَا (۳۵۲) قَالَ وَمَنْ حَجَرَ أَرْضًا وَلَمْ يَعْمُرْهَا

لئے مسلمان اور ذمی امام سے اجازت لینے میں دونوں برابر ہیں، جیسے کہ ملک کے اور اسباب میں امام کی اجازت کی ضرورت پڑتی ہے۔

تشریح: مسلمان مردہ زمین کو آباد کرلے تو وہ اس کا مالک ہوجاتا ہے اسی طرح ذمی امام کی اجازت سے مردہ زمین آباد کرلے تو وہ بھی مالک ہوجائے گا۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ امام کی اجازت سے مالک ہوگا، جیسے کہ مسلمان امام کی اجازت سے زمین کا مالک بنتا ہے۔

وجہ: (۱) دارالاسلام میں ٹیکس ادا کرنے کے بعد ذمی کا حق بھی مسلمان کی طرح ہوتا ہے اس لئے وہ بھی مسلمان کی طرح زمین کا مالک ہوجائے گا۔ (۲) اس قول صحابی میں اس کا اشارہ ہے۔ **قال (ابن عباس) انهم اذا ادوا الجزية لم تحل لكم اموالهم الا بطيب انفسهم** (مصنف عبد الرزاق، ما یحل من اموال اہل الذمۃ ج سادس، ص ۴۷، نمبر ۱۰۱۳۷)

ترجمہ: ۲؎ یہاں تک کہ ہمارے قاعدے کے مطابق مسلمان کے مال پر کافر کا قبضہ ہوجائے تو وہ مالک ہوجائے گا۔

تشریح: استیلاء: کا ترجمہ ہے غالب آجانا۔ حربی کافر مسلمان کے مال پر قابض ہوجائے تو وہ اس مال کا مالک بن جاتا ہے، جس طرح مسلمان حربی کافر کے مال پر قابض ہوجائے تو وہ اس مال کا مالک بن جاتا ہے۔ اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ مسلمان اور ذمی کا حق ایک قسم کا ہے، اس جزئیہ سے صاحب ہدایہ نے استدلال کیا ہے کہ ذمی بھی مردہ زمین کو آباد کرے گا تو وہ اس کا مالک بن جائے گا، جیسے مسلمان مردہ زمین کا مالک بن جاتا ہے۔

ترجمہ: (۳۵۲) کسی نے زمین میں پتھر کا نشان لگایا اور اس کو تین سال آباد نہیں کیا تو امام اس کو اس سے لے لے گا اور دوسرے کو دے دے گا۔

ترجمہ: ۱؎ پہلے آدمی کو اس لئے دیا تھا کہ اس کو آباد کرے اور اس کا نفع مسلمانوں کو عشر اور خراج کے طور پر، اور جب یہ نفع حاصل نہیں ہوا تو مقصد حاصل کرنے کے لئے دوسرے کو دے دے گا۔

نوٹ: اس متن کی شرح میں دو باتیں بیان کر رہے ہیں [۱] ایک ہے زمین کے چاروں طرف پتھر لگا کر نشان لگانا، اس سے یہ پتہ چلے گا یہ زمین فلاں کی ہے۔ [۲] دوسرا ہے اس کو سیراب کر کے، یا اس میں کاشت کر کے اس کو آباد کرنا، یہ آباد کرے گا تو مالک بنے گا، اور تین سال تک آباد نہیں کیا تو وہ زمین اس سے لیکر دوسرے کو دے دی جائے گی۔

تشریح: کسی نے مردہ زمین پر چاروں طرف سے پتھر کا نشان لگایا اور گویا کہ اس پر قبضہ کیا لیکن تین سال تک اس کو باضابطہ آباد نہیں کیا بلکہ ویران رکھا تو امام اب اس کو لیکر دوسرے کو دے دے گا۔

ثَلاثَ سِنِينَ أَخَذَهَا الْإِمَامُ وَدَفَعَهَا إِلَى غَيْرِهِ﴾ ١ لِأَنَّ الدَّفْعَ إِلَى الْأَوَّلِ كَانَ لِيَعْمُرَهَا فَتَحْصُلُ الْمَنْفَعَةُ لِلْمُسْلِمِينَ مِنْ حَيْثُ الْعُشْرُ أَوِ الْخَرَاجُ. فَإِذَا لَمْ تَحْصُلْ يَدْفَعُ إِلَى غَيْرِهِ تَحْصِيلًا لِلْمَقْصُودِ، ٢ وَلِأَنَّ التَّحْجِيرَ لَيْسَ بِإِحْيَاءٍ لِيَمْلِكَهُ بِهِ؛ لِأَنَّ الْإِحْيَاءَ إِنَّمَا هُوَ الْعِمَارَةُ وَالتَّحْجِيرُ الْإِعْلَامُ، سُمِّيَ بِهِ لِأَنَّهُمْ كَانُوا يُعَلِّمُونَهُ بِوَضْعِ الْأَحْجَارِ حَوْلَهُ أَوْ يُعَلِّمُونَهُ لِحَجْرِ غَيْرِهِمْ عَنْ إِحْيَائِهِ فَبَقِيَ غَيْرَ مَمْلُوكٍ كَمَا كَانَ هُوَ الصَّحِيحُ. ٣ وَإِنَّمَا شَرَطَ تَرْكَ ثَلَاثِ سِنِينَ لِقَوْلِ

وجه :(۱) حضورؐ نے بلال ابن حارث کو مردہ زمین دی تھی۔ انہوں نے اس کو کئی سال آباد نہیں کیا تو جتنی زمین آباد نہیں کر رہے تھے اتنی زمین ان سے لیکر دوسرے کو دے دیا۔ عن الحارث بن بلال بن الحارث عن ابیه ان رسول الله ﷺ اخذ من المعادن القبلية الصدقة و انه اقطع بلال بن الحارث العقيق اجمع فلما كان عمر قال لبلال ان رسول الله ﷺ لم يقطعك لتحجره عن الناس لم يقطعك الا لتعمل قال فاقطع عمر بن الخطاب للناس العقيق. (سنن للبیہقی، باب من اقطع قطیعۃ اوتحجر ارضاثم لم یعمرھا اولم یعمر بعضھا، ج سادس، ص ۲۴۶، نمبر ۱۱۸۲۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ صرف نشان لگائے اور آباد نہ کرے تو ان سے لے لیا جائے گا (۲) یہ زمین اس لئے اس لئے دی گئی تھی تا کہ اس کو آباد کرے اور اس کا عشر، یا خراج حکومت کو دے، لیکن جب یہ نہیں کیا تو اس سے زمین چھین لی جائے گی، اور دوسرے کو دے دی جائے گی۔

ترجمه :٢ اس لئے کہ پتھر سے نشان لگانا زمین کو آباد کرنا نہیں ہے کہ اس سے اس کو مالک بنا دیا جائے، اس لئے کہ زندہ کرنا وہ آباد کرنا ہے اور پتھر لگانا علامت کے لئے ہے، تحجیر اس کو اس لئے کہا کہ لوگ اس زمانے میں زمین کے ارد گرد پتھر رکھ کر علامت لگاتے تھے، یا اس لئے کہ دوسروں کو آباد کرنے سے روکا جائے، اس لئے یہ زمین مملوک نہیں ہوئی، جیسے پہلے مملوک نہیں تھی، صحیح بات یہی ہے۔

تشریح :زمین آباد نہیں کی تو کیوں واپس لیگا اس کی دلیل عقلی ہے۔ زمین کے ارد گرد پتھر لگا کر علامت لگانے سے زمین کا مالک نہیں بنا، زمین کا مالک تو اس کو آباد کرنے کے بعد بنے گا، پچھلے زمانے میں لوگ اس لئے یہ علامت لگاتے تھے کہ کوئی دوسرا اس کو آباد نہ کر لے۔

لغت : تحجیر: حجر سے مشتق ہے، پتھر کا باڑھ لگا کر علامت لگانا یہ فلاں کے قبضے میں ہے۔ احیاء: آباد کرنا، زندہ کرنا۔ العمارة: آباد کرنا، تعمیر کرنا۔

ترجمه :٣ تین سال تک چھوڑ دینے کی شرط لگائی حضرت عمرؓ کے قول کی وجہ سے، کہ باڑھ لگانے والے کو تین سال کے بعد حق نہیں ہے۔

عُمَرَ – رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ –: لَيْسَ لِمُتَحَجِّرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ سِنِينَ حَقٌّ. ۴؎ وَلِأَنَّهُ إِذَا أَعْلَمَهُ لَا بُدَّ مِنْ زَمَانٍ يَرْجِعُ فِيهِ إِلَى وَطَنِهِ وَزَمَانٍ يُهَيِّءُ أُمُورَهُ فِيهِ، ثُمَّ زَمَانٍ يَرْجِعُ فِيهِ إِلَى مَا يَحْجُرُهُ فَقَدَّرْنَاهُ بِثَلَاثِ سِنِينَ؛ لِأَنَّ مَا دُونَهَا مِنْ السَّاعَاتِ وَالْأَيَّامِ وَالشُّهُورِ لَا يَفِي بِذَلِكَ، وَإِذَا لَمْ يَحْضُرْ بَعْدَ انْقِضَائِهَا فَالظَّاهِرُ أَنَّهُ تَرَكَهَا. ۵؎ قَالُوا: هَذَا كُلُّهُ دِيَانَةً، فَأَمَّا إِذَا أَحْيَاهَا غَيْرُهُ قَبْلَ مُضِيِّ

تشریح: اورتین سال کی قیداس قول صحابی میں ہے۔عن عمر ابن شعیب عن ابیه ان رسول الله انه قطع لاناس من مزینة او جهینةارضا لم یعمروها فجاء قوم فعمروها فخاصمهم الجهنیون او المزنیون الی عمر بن الخطابؓ فقال لو کانت منی او من ابی بکر لرددتها و لکنها قطیعة من رسول الله ، ثم قال من کانت له ارض ثم ترکها ثلاث سنین فلم یعمرها فعمروها قوم آخرون فهم احق بها ۔(کتاب الخراج لابی یوسفؒ، فصل فی ذکر القطائع ، فصل، ص۶۱ ، پی ڈی ایف فائل سے)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ تین سال کے بعد اس کو حق نہیں رہے گا۔

ترجمہ: ۴؎ اوراس لئے کہ جب اس پر علامت لگائی تو اس کے بعد اتنا زمانہ ہونا چاہئے کہ اپنا وطن جائے، پھراتنا زمانہ ہونا چاہئے کہ وہاں معاملے کی تیاری کرے، پھر اتنا زمانہ ہو کہ بارھ لگائی ہوئی زمین کے پاس واپس آئے ،اس لئے ہم نے تین سال کا اندازہ لگایا ہے،اس لئے کہ اس سے کم تو کچھ گھنٹے اور مہینے ہیں، جو آباد کرنے کے لئے کافی نہیں ہے،اور جب یہ زمانہ گزرنے کے بعد بھی واپس نہیں آیا،تو ظاہر یہ ہے کہ اس نے اس زمین کو چھوڑ دیا ہے [اس لئے اب اس کو واپس لیکر دوسرے کو دے دیا جائے گا]

تشریح: اس زمانے میں اسلامی حکومت اتنی لمبی تھی کہ پیدل چل کر طے کرنے میں ایک سال لگتا تھا،اس لئے فرمایا کہ زمین پر باڑھ لگانے کے بعد ایک سال تک اس کے وطن جانے میں ، دوسرا سال وطن سے آنے میں اور ایک سال تک کاشتکاری کی تیاری میں لگے گا اس لئے ہم نے تین سال تک کا اندازہ لگایا، اب تین سال میں واپس نہیں آیا اور زمین کو آباد نہیں کیا تو اندازہ یہ ہے کہ اس زمین کو چھوڑ دیا ہے اس لئے اس کے بعد اس زمین کو دوسروں کو دے دی جائے گی۔

ترجمہ: ۵؎ علماء نے فرمایا کہ یہ تین سال کی مدت دیانۃ ہے، لیکن اگر دوسرے نے اس مدت گزرنے سے پہلے ہی آباد کر لیا تو وہ اس کا مالک بن جائے گا اس لئے کہ اس نے زندہ کیا [آباد کیا] نہ کہ پہلے نے ، جیسے بھاؤ پر بھاؤ کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر کر لیا تو بیع ہو جائے گی۔

نوٹ: یہ جو تین سال کی مدت متعین کی یہ دیانۃ ہے، لیکن اگر اس سے پہلے ہی کسی نے اس زمین کو آباد کر لیا تو وہ مالک بن جائے گا، کیونکہ پہلے نے آباد نہیں کیا ، بلکہ دوسرے نے آباد کیا ہے اس لئے یہ دوسرا مالک بنے گا۔اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ کسی کے بھاؤ پر بھاؤ کرنا مکروہ ہے، لیکن بھاؤ کر کے خرید لیا تو دوسرا آدمی مالک بن جائے گا۔ ایسے ہی یہاں دوسرا آدمی

هَـذِهِ الْمُدَّةِ مَلَكَهَا لِتَحَقُّقِ الْإِحْيَاءِ مِنْهُ دُونَ الْأَوَّلِ وَصَارَ كَالِاسْتِيَامِ فَإِنَّهُ يُكْرَهُ، وَلَوْ فُعِلَ يَجُوزُ الْعَقْدُ. ﴿۶﴾ ثُـمَّ التَّـحْجِيرُ قَدْ يَكُونُ بِغَيْرِ الْحَجَرِ بِأَنْ غَرَزَ حَوْلَهَا أَغْصَانًا يَابِسَةً أَوْ نَقَّى الْأَرْضَ وَأَحْـرَقَ مَـا فِيهَـا مِـنْ الشَّـوْكِ أَوْ خَـضَدَ مَا فِيهَا مِنْ الْحَشِيشِ أَوْ الشَّوْكِ، وَجَعَلَهَا حَوْلَهَا وَجَعَلَ التُّرَابَ عَلَيْهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يُتِمَّ الْمُسَنَّاةَ لِيَمْنَعَ النَّاسَ مِنْ الدُّخُولِ، أَوْ حَفَرَ مِنْ بِئْرٍ ذِرَاعًا أَوْ ذِرَاعَيْنِ، وَفِي الْأَخِيرِ وَرَدَ الْخَبَرُ. ﴿۷﴾ وَلَـوْ كَـرَبَهَا وَسَقَاهَا فَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ إحْيَاءٌ، وَلَوْ فَعَلَ أَحَـدَهُـمَـا يَـكُونُ تَحْجِيرًا، وَلَوْ حَفَرَ أَنْهَارَهَا وَلَمْ يَسْقِهَا يَكُونُ تَحْجِيرًا، وَإِنْ سَقَاهَا مَعَ حَفْرِ

مالک بن جائے گا۔۔۔۔استیام: ساوم سے مشتق ہے، بھاؤ پر بھاؤ کرنا۔

ترجمہ :﴿۶﴾ پھر علامت لگانے کبھی پتھر کے علاوہ سے بھی ہوتا ہے [۱] مثلا اس طرح زمین کے ارد گرد خشک لکڑیاں لگادیں ۔[۲] یا زمین کو صاف کیا اور اس میں جو کانٹے ہیں اس کو جلا دیا [۳] زمین میں گھاس اور کانٹے ہیں اس کو کاٹ دیا اور اس کو زمین کے ارد گرد ڈال دیا اور اس پر مٹی ڈال دی بغیر اس کے کہ باندھ کو پورا بنائے، تا کہ لوگ داخل ہونے سے باز رہیں [۴] یا زمین میں ایک دو ہاتھ کنواں کھود دیا، اور آخیر کے بارے میں حدیث وارد ہوئی ہے

تشریح : مردہ زمین پر علامت لگانے ایک طریقہ پہلے بتایا کہ زمین کے چاروں طرف پتھر کا باڑھ بنادے، اب اس کے علاوہ چار طریقہ اور بتا رہے ہیں [۱] ایک ہے زمین کے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کا باڑھ بنادے۔[۲] دوسرا ہے زمین کو صاف کر کے اس کے کانٹے کو جلا دینا [۳] زمین پر گھاس پھونس کھڑا ہو اس سب کو کاٹ کر چاروں طرف ڈال دے اور اس پر تھوڑی تھوڑی مٹی ڈال دے تا کہ اس میں لوگ نہ گھسیں، اور اگر بڑا باڑھ لگایا تو وہ آباد کرنے کے درجے میں ہوگا ۔[۴] زمین میں گہرا کنواں کھودے گا تو آباد کرنے کے درجے میں ہوگا، لیکن اگر ایک دو ہاتھ کھودے تو یہ تحجیر اور علامت کے درجے میں ہوگا، یہ کنواں کھودنے کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ حدیث وارد ہوئی ہے، لیکن مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔

لغت :غرز: لکڑی گاڑنا۔ نقی الارض: زمین کو صاف کیا۔ شوک: کانٹا۔ حصد: گھاس کو کاٹنا۔ حشیش: گھاس۔ شوک: کانٹا۔ مسناۃ :اونٹ کی کوہان کی طرح بند ھ باندھنا۔ ورد الخبر : حدیث وارد ہوئی ہے۔

ترجمہ :﴿۷﴾ اور اگر زمین کو جوتا، اور اس کو سیراب بھی کیا تو امام محمد کی روایت ہے کہ یہ آباد کرنا ہو گیا، اور اگر ایک کام کیا تو تحجیر ہوگی، اور اگر زمین میں چھوٹی چھوٹی نالی بنائی اور اس سے زمین کو سیراب نہیں کیا تو تحجیر ہوگی، اور نالی کھودنے کے ساتھ سیراب بھی کر دیا تو آباد کرنا ہوگا، اس لئے کہ دونوں کام پائے گئے، اور اگر زمین کے ارد گرد دیوار بنادیا، یا کوہان نما باڑھ لگا دیا کہ جس سے زمین سے پانی نہ جا سکے تو یہ آباد کرنا شمار کیا جائے گا، اس لئے کہ یہ تعمیر کرنے کے درجے میں ہے، ایسے ہی اگر بیج بو دیا تو آباد کرنے کے درجے میں ہوگا۔

الْأَنْهَارِ كَانَ إِحْيَاءً لِوُجُودِ الْفِعْلَيْنِ، وَلَوْ حَوَّطَهَا أَوْ سَنَّمَهَا بِحَيْثُ يَعْصِمُ الْمَاءَ يَكُونُ إِحْيَاءً؛

تشریح : یہاں سے چار صورتیں بیان کررہے ہیں جن سے زمین کو آباد کرنا، اور احیاء کرنا شمار کیا جائے گا۔[۱] زمین کو جوتا اور اس کو سیراب بھی کر دیا تو امام محمدؒ کی رائے ہے کہ اس سے زمین کا آباد کرنا ہوگا، لیکن صرف ایک کیا مثلا صرف سیراب کیا، یا صرف زمین کو جوتا تو اس سے تحجیر ہوگی، آباد کرنا نہیں ہوگا۔[۲] اگر زمین کے اندر چھوٹی چھوٹی نالی بنایا تو تحجیر ہوگی، اور اس سے زمین کو سیراب بھی کر دیا تو اس سے آباد کرنا ہوگا، کیونکہ دو کام پائے گئے۔[۳] اگر زمین کے چاروں طرف دیوار بنا دیا، یا اتنا بڑا باڑھ بنایا کہ زمین کا پانی باہر نہ جا سکتا ہو تو اس سے آباد کرنا ہوگا، کیونکہ یہ زمین میں تعمیر کرنا ہوا، اور زمین میں تعمیر کرنے سے آباد کرنا شمار کیا جاتا ہے۔[۴] اگر زمین میں بیج بو دیا تو اس سے آباد کرنا ہوگا۔

وجه : اس حدیث میں ہے کہ زمین میں دیوار بنانے سے اس کا احیاء کرنا ہوتا ہے، حدیث یہ ہے۔ **عن سمرة عن النبی ﷺ قال من احاط حائطا علی ارض فھی له** (ابوداود شریف، باب فی احیاء الموات، ص ۴۵۱، نمبر ۳۰۷۷) اس حدیث میں ہے کہ مردہ زمین میں دیوار بنانے سے اس کو زندہ کرنا ہوا اور وہ زمین اس کی ہو جائے گی۔

لغت : کرب: زمین کو جوتنا۔ سقا: سقی سے مشتق ہے، زمین کو سیراب کرنا۔ حوط: حائط سے مشتق ہے، اونچی دیوار گھیرنا۔ سنم: کوہان کی طرح زمین کے چاروں طرف باڑھ بنانا۔ یعصم: محفوظ کرنا، روکنا۔ بذر: بیج بونا، دانے ڈالنا۔

ترجمه : (۳۵۳) اور نہیں جائز ہے آباد کرنا اس کا جو آبادی کے قریب ہو، اور چھوڑ دی جائے گی گاؤں والے کی چراگاہ کے لئے اور ان کی کٹی ہوئی کھیتی ڈالنے [کھلیان بنانے] کے لئے۔

تشریح : آبادی اور گاؤں کے قریب جو خالی زمین ہے اس کو کسی کو آباد کرنے کے لئے نہ دی جائے۔

وجه : وہ گاؤں والوں کے فائدے کے لئے ہے۔ مثلا ان کے جانور چرانے کے لئے، اور کٹی ہوئی کھیتی ڈالنے اور سکھانے کے لئے ہے۔ اس لئے اس کو کسی کو نہ دیا جائے (۲) حدیث میں ہے۔ **عن جابر بن عبد الله عن النبی ﷺ من احیا ارضا دعوة من المصر او رمیة من المصر فھی له** ۔ (مسند احمد، مسند جابر بن عبداللہ، ج رابع، ص ۳۳۷، نمبر ۱۴۴۹۶) اس حدیث میں ہے کہ گاؤں سے ایک عنوہ یا تیر گیرنے کی دوری پر مردہ زمین آباد کرے۔ (۳) اس حدیث میں ہے کہ جو زمین عام مسلمانوں کے کام کی ہو وہ کسی کو نہ دے۔ **قال بابن المتوکل انه وفد الی رسول الله فاستقطعه الملح، قال ابن المتوکل الذی بمأرب فقطعه له فلما ان ولی قال رجل من المجلس أتدری ما قطعت له، انما قطعت له الماء العد قال فانتزع منه** ۔ (ابوداود شریف، باب فی اقطاع الارضین، ص ۴۴۹، نمبر ۳۰۶۴) اس حدیث میں نمک کا تیار کان حضورؐ نے کسی کے لئے خاص کر دیا جو عامة المسلمین کے لئے کام آنے والا تھا تو آپ نے اس کو واپس لے لیا، اس لئے مسلمانوں کے کام آنے والی زمین کو آباد نہ کرے۔ (۴) حدیث میں ہے کہ جس زمین پر کسی کا حق نہ ہو اس کو آباد کرنے سے مالک ہوگا، یہاں اس زمین پر عامة المسلمین کا حق ہے اس لئے اس کو آباد کرنے سے مالک نہیں بنے گا،

لِأَنَّهُ مِنْ جُمْلَةِ الْبِنَاءِ، وَكَذَا إِذَا بَذَرَهَا (٣٥٣)قَالَ وَلَا يَجُوزُ إِحْيَاءُ مَا قَرُبَ مِنْ الْعَامِرِ وَيُتْرَكُ مَرْعًى لِأَهْلِ الْقَرْيَةِ وَمَطْرَحًا لِحَصَائِدِهِمْ ﴾١ لِتَحَقُّقِ حَاجَتِهِمْ إلَيْهَا حَقِيقَةً أَوْ دَلَالَةً عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، فَلَا يَكُونُ مَوَاتًا لِتَعَلُّقِ حَقِّهِمْ بِهَا بِمَنْزِلَةِ الطَّرِيقِ وَالنَّهْرِ. ٢ عَلَى هَذَا قَالُوا: لَا يَجُوزُ لِلْإِمَامِ أَنْ يَقْطَعَ مَا لَا غِنًى بِالْمُسْلِمِينَ عَنْهُ كَالْمِلْحِ وَالْآبَارِ الَّتِي يَسْتَقِي النَّاسُ مِنْهَا لِمَا

اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن عائشة عن النبی ﷺ قال من اعمر ارضا ليست لاحد فهو احق ۔(بخاری شریف، باب من احیا ارضا میتة، ص ۳۷۵، نمبر ۲۳۳۵)(۵) سمعت عكرمة يقول قال رسول الله ﷺ ان الله جعل للزرع حرمة غلوة بسهم.قال يحيى قالوا : والغلوة ما بين ثلث مائة ذراع وخمسين الى اربع مائة (سنن للبیہقی ، باب ما جاء فی حریم الابار، ج سادس، ص ۲۵۷، نمبر ۱۱۸۷۳)اس حدیث میں ایک غلوہ یعنی ساڑھے تین سو ہاتھ کی دوری تک آباد کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔تا کہ گاؤں کے لوگ اس زمین کو رفاہ عام میں استعمال کریں۔

اصول: رفاہ عام کی جگہ کو آباد کرنے سے وہ مالک نہیں بنے گا، کیونکہ اس کے ساتھ عامۃ المسلمین کا حق متعلق ہے۔

لغت :مرعی : چرنے کی جگہ، رعی سے مشتق ہے، حصائد :کٹی ہوئی کھیتی، العامر :آبادی۔ مطرحا: طرح کا اسم مفعول ہے کھیتی ڈالنے کی جگہ، کھلیان۔

ترجمہ :١ حقیقت میں لوگوں کو اس کی ضرورت ہے، یا ضرورت کی دلیل ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا، اس لئے یہ زمین مردہ نہیں ہوگی، کیونکہ عامۃ المسلمین کا حق اس کے ساتھ متعلق ہو گیا، اس لئے یہ راستہ اور نہر کی طرح ہو گیا۔

تشریح :امام محمدؒ نے فرمایا کہ حقیقت میں اس زمین کی لوگوں کو ضرورت ہو، یا ابھی ضرورت نہ ہو، لیکن ہو سکتا ہے کہ ضرورت پڑ جائے اس لئے گاؤں سے بہت دور ہو جیسا کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا، اس لئے یہ زمین کسی کی ملکیت قرار نہ دی جائے، جیسے راستہ اور نہر کسی کی ملکیت قرار نہیں دی جاتی ہے۔

ترجمہ :٢ اسی قاعدے پر علماء نے فرمایا ہے کہ مسلمان کو جسکی ضرورت ہے جیسے نمک کا کان اور کنواں جس سے لوگ پانی پلاتے ہیں اس کو کسی کے لئے خاص کرنا امام کے لئے جائز نہیں ہے، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کیا۔

تشریح :اوپر یہ قاعدہ گزرا کہ جو زمین عامۃ المسلمین کی ضرورت کی چیز ہے اس کو کسی کے لئے خاص کرنا امام کے لئے جائز نہیں ہے، جیسے نمک کا کان اور کنواں، وغیرہ۔

لغت :غنی: جسکی ضرورت ہو۔ یقطع: کوئی زمین کسی کے لئے خاص کر دینا، ٹکڑا کرنا۔ ملح: نمک کا کان۔ ابار: بیر کی جمع ہے، کنواں۔

ترجمہ:(٣٥۴) کسی نے جنگل میں کنواں کھودا تو اس کے لئے اس کا حریم ہے۔

ذَكَرْنَا. (۳۵۴)قَالَ وَمَنْ حَفَرَ بِئْرًا فِي بَرِّيَّةٍ فَلَهُ حَرِيمُهَا۞ ا وَمَعْنَاهُ إِذَا حَفَرَ فِي أَرْضٍ مَوَاتٍ بِإِذْنِ الْإِمَامِ عِنْدَهُ أَوْ بِإِذْنِهِ وَبِغَيْرِ إِذْنِهِ عِنْدَهُمَا؛ لِأَنَّ حَفْرَ الْبِئْرِ إِحْيَاءٌ. (۳۵۵)قَالَ فَإِنْ كَانَتْ لِلْعَطَنِ فَحَرِيمُهَا أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا۞ ا لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «مَنْ حَفَرَ بِئْرًا فَلَهُ مِمَّا حَوْلَهَا أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا عَطَنًا لِمَاشِيَتِهِ» ثُمَّ قِيلَ: الْأَرْبَعُونَ مِنْ كُلِّ الْجَوَانِبِ. وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ مِنْ

لغت:: کنواں کے چاروں طرف جوجگہ چھوڑ دیتے ہیں تا کہ اس میں کوئی دوسرا کنواں نہ کھودے اس کو کنواں کا حریم کہتے ہیں ۔یہ اس لئے ہوتا ہے تا کہ پہلے کنویں کے قریب کوئی کنواں کھودے تو اس کا پانی دوسرے میں نہ چلا جائے اور پہلا کنواں سوکھ نہ جائے ۔یا دوسرے کنویں کی گندگی پہلے کنواں میں نہ پہنچ جائے ۔اس لئے اس کے قریب بغیر اجازت کے دوسرا کنواں کھودنے نہیں دیا جائے گا ۔ بریۃ: جنگل ۔

تشریح : کوئی آدمی جنگل میں کنواں کھودے تو اس کو حریم رکھنے کی اجازت ہوگی ۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دوسرے کو نقصان نہ پہنچے، لا ضرر ولا ضرار.

ترجمہ: ا اس کا معنی یہ ہے کہ مردہ زمین میں کنواں کھودا امام کی اجازت سے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ کے نزدیک بغیر اس کی اجازت کے، اس لئے کہ کنواں کھودنا اس زمین کو زندہ کرنا ہے ۔

تشریح : کنواں کھودنا اس زمین کو زندہ کرنا ہے، اب یہاں بھی اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ امام کی اجازت سے کنواں کھودے، اور صاحبینؒ کے نزدیک بغیر اس کی اجازت کے کنواں کھود سکتا ہے، اس کھودنے سے وہ آدمی کنواں کا مالک بن جائے گا ۔

ترجمہ:(۳۵۵) پس اگر وہ کنواں پانی پلانے کے لئے ہو تو اس کا حریم چالیس ہاتھ ہے ۔

ترجمہ: ا حضورؐ کے قول کی وجہ سے جس نے کنواں کھودا تو اس کے ارد گرد چالیس ہاتھ ہوگا اونٹ کو پانی پلانے کے لئے ۔

تشریح : اگر کنواں اونٹ کو پانی پلانے کے لئے ہے تو اس کا حریم چالیس ہاتھ ہے ۔اور اگر کھیتوں کو سیراب کرنے کے لئے ہے تو اس کا حریم ساٹھ ہاتھ ہے ۔اور اگر چشمہ ہے تو اس کا حریم پانچ سو ہاتھ ہے ۔ کیونکہ چشمہ کا پانی پھسلتا اور پھیلتا ہے ۔

وجہ: (۱) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے ۔عن عبد الله بن مغفل ان النبی ﷺ قال من حفر بئرا فله اربعون ذراعا عطنا لماشیته (ابن ماجہ شریف، باب حریم البئر ،ص ۳۵۶، نمبر ۲۴۸۶) اس سے معلوم ہوا کہ اونٹ کو پانی پلانے والے کنویں کے لئے حریم چالیس ہاتھ ہوگا ۔ ۔عطن : اونٹ کو پانی پلانا ۔

ترجمہ :۲ پھر کہا گیا ہے کہ چاروں طرف ملا کر چالیس ہاتھ ہو، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ہر جانب سے چالیس چالیس ہاتھ ہوں، اس لئے کہ زمین میں نرمی ہے، اس لئے چالیس ہاتھ سے کم میں دوسرا کنواں کھودے گا تو پانی دوسرے میں چلا جائے گا

كُلِّ جَانِبٍ؛ لِأَنَّ فِي الْأَرَاضِي رَخْوَةً وَيَتَحَوَّلُ الْمَاءُ إِلَى مَا حُفِرَ دُونَهَا ۳ وَإِنْ كَانَتْ لِلنَّاضِحِ فَحَرِيمُهَا سِتُّونَ ذِرَاعًا، وَهَذَا عِنْدَهُمَا. وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا لَهُمَا قَوْلُهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - «حَرِيمُ الْعَيْنِ خَمْسِمِائَةِ ذِرَاعٍ. وَحَرِيمُ بِئْرِ الْعَطَنِ أَرْبَعُونَ ذِرَاعًا، وَحَرِيمُ

تشریح : اس بارے میں اختلاف ہے، بعض نے فرمایا کہ کنواں کے چاروں طرف دس دس ہاتھ حریم ہو اور چاروں طرف کو ملا کر چالیس ہاتھ ہو، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ہر جانب چالیس چالیس ہاتھ ہو اور چاروں کو ملا کر اسی ہاتھ زمین چھوڑی جائے، اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ زمین میں چھوٹے چھوٹے سوراخ ہوتے ہیں اور زمین نرم ہوتی ہے اس لئے چالیس ہاتھ کے اندر دوسرا کنواں کھودا تو پہلے کنواں کا پانی دوسرے میں چلا جائے گا اور پہلا کنواں سوکھ جائے گا، اس لئے ہر طرف چالیس چالیس ہاتھ جگہ چھوڑ دے، تاکہ ایک کنویں کا پانی دوسرے میں نہ جائے، اور اس خالی جگہ میں اونٹوں کو بٹھا کر پانی پلایا جائے۔۔۔رخوۃ :نرم زمین۔

ترجمہ :۳ اور اگر کھیت سیراب کرنے کے لئے ہو تو اس کا حریم ساٹھ ہاتھ ہو، اور یہ صاحبینؒ کے نزدیک ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک چالیس ہاتھ ہی ہے، صاحبینؒ کی دلیل، حضور علیہ السلام کا قول چشمے کا حریم پانچ سو ہاتھ ہو اور اونٹ کو پلانے والے کنواں کا حریم چالیس ہاتھ ہو اور کھیت سیراب کرنے والے کنواں کا حریم ساٹھ ہاتھ ہو۔

لغت : ناضح: جس اونٹنی پر پانی لا کر سیراب کیا جائے، یا چھڑکاؤ کیا جائے اس اونٹنی کو ناضح، کہتے ہیں، یہاں ایسا کنواں مراد ہے جس سے کھیت کو سیراب کیا جائے، چڑس، یا رہٹ میں اونٹ باندھ کر کنواں سے پانی نکالتے ہیں اور اس سے کھیت کو سیراب کرتے ہیں، اس کی رسی لمبی ہوتی ہے اس لئے اس کا حریم ساٹھ ہاتھ ہونا چاہئے۔

تشریح :اگر کھیت کو پانی پلانے کے لئے کنواں ہے تو صاحبینؒ کے یہاں اس کا حریم ساٹھ ہاتھ ہو اور امام ابو حنیفہؒ کے یہاں چالیس ہاتھ۔

وجہ :صاحبین کی دلیل یہ حدیث ہے جس کی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا۔عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ حریم البئر البدی خمسۃ و عشرون ذراعا وحریم البئر العادیۃ خمسون ذراعا وحریم العین السائحۃ ثلاث مائۃ ذراع وحریم عین الزرع ست مائۃ ذراع. (دار قطنی، کتاب فی الاقضیۃ والاحکام وغیر ذلک ،ج رابع ،ص ۱۴۱،نمبر ۴۴۷۳،سنن للبیہقی ،باب ما جاء فی حریم الآبار، ج سادس ،ص ۲۵۷،نمبر ۱۱۸۶۹) اس سے معلوم ہوا کہ بیر عادیہ یعنی کھیتی میں پانی پلانے والے کنویں کے لئے حریم پچاس ہاتھ ہوگا۔(۳) اور بیہقی کے اثر میں یہ بھی اضافہ ہے نواحیھا کلھا جس سے معلوم ہوا کہ کنویں کے چاروں طرف پچاس پچاس ہاتھ حریم ہونا چاہئے (۴) یوں بھی کھیتی سیراب کرنے کیلئے اونٹ چاروں طرف گھومتا ہے، اور اس کی رسی لمبی ہوتی۔اس لئے چاروں طرف پچاس پچاس ہاتھ حریم چاہئے

ترجمہ :۴ اور اس لئے ساٹھ ہاتھ حریم ہو کہ پانی پلانے کے لئے، کبھی جانور کے چلنے کی ضرورت ہوتی ہے، اور رسی لمبی

بِئْرِ النَّاضِحِ سِتُّونَ ذِرَاعًا » ۴ وَلِأَنَّهُ قَدْ يُحْتَاجُ فِيهِ إِلَى أَنْ يُسَيِّرَ دَابَّتَهُ لِلاسْتِقَاءِ، وَقَدْ يَطُولُ الرِّشَاءُ وَبِئْرُ الْعَطَنِ لِلاسْتِقَاءِ مِنْهُ بِيَدِهِ فَقَلَّتْ الْحَاجَةُ فَلَا بُدَّ مِنْ التَّفَاوُتِ. ۵ وَلَهُ مَا رَوَيْنَا مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ، وَالْعَامُّ الْمُتَّفَقُ عَلَى قَبُولِهِ وَالْعَمَلِ بِهِ أَوْلَى عِنْدَهُ مِنْ الْخَاصِّ الْمُخْتَلَفِ فِي قَبُولِهِ وَالْعَمَلِ بِهِ، ٦ وَلِأَنَّ الْقِيَاسَ يَأْبَى اسْتِحْقَاقَ الْحَرِيمِ؛ لِأَنَّ عَمَلَهُ فِي مَوْضِعِ الْحَفْرِ،

ہوتی ہے، اور اونٹ کو پانی پلانا ہاتھ سے ہوتا ہے، اس لئے ضرورت کم پڑی، اس لئے دونوں کے حریم میں تفاوت ضروری ہے۔

تشریح : یہ صاحبینؒ کی دلیل عقلی ہے، کہ کھیت سیراب کرنے کے لئے جانور کو رہٹ میں کاندھنا پڑتا ہے، اور اس کی رسی لمبی ہوتی ہے اس لئے ساٹھ ہاتھ حریم چاہئے، اور اونٹ کو ہاتھ سے پانی نکال کر پلاتے ہیں اس لئے اس کی رسی چھوٹی ہوتی ہے اس لئے اس کے لئے چالیس ہاتھ حریم سے کام چل جائے گا۔

وجہ : اس حدیث میں ہے کہ جتنی لمبی رسی ہوگی اتنا ہی لمبا حریم ہوگا، اور کھیت میں پانی والے رہٹ کی رسی لمبی ہوتی ہے اس لئے اس کا حریم بھی لمبا ہونا چاہئے، حدیث یہ ہے۔ **عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ حریم البئر مد رشائها** ۔ (ابن ماجہ شریف، باب حریم البئر، ص ۳۵٦، نمبر ۲۴۸٦)

ترجمہ : ۵ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل وہ حدیث ہے جو ہم نے روایت کی، بغیر کسی تفصیل کے، اور وہ حدیث جو عام ہو اور اس پر سب کا اتفاق ہو اس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے، اس حدیث سے جو خاص ہو اور اس پر عمل کرنے میں اختلاف ہو۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جو حدیث ہم نے اوپر پیش کی۔ **عن عبد الله بن مغفل ان النبی ﷺ قال من حفر بئرا فله اربعون ذراعا عطنا لماشیته** (ابن ماجہ شریف، باب حریم البئر، ص ۳۵٦، نمبر ۲۴۸٦) اس حدیث میں کنواں کا حریم چالیس ہاتھ بتایا ہے، اور یہ حدیث متفق علیہ ہے اس لئے اس پر عمل کرنا اولی ہے، اور جو حدیث صاحبینؒ نے پیش کی وہ مختلف فیہ ہے اس لئے اس کو ہم نے چھوڑ دیا۔

ترجمہ : ٦ اور اس لئے کہ حریم کا مستحق ہو قیاس اس کا انکار کرتا ہے، اس لئے کہ جتنی جگہ کھودا ہے اتنا ہی جگہ زندہ کرنا ہوا اور اتنی ہی جگہ کا وہ مستحق ہوگا، اس لئے دونوں حدیثیں جس متفق ہیں اس میں قیاس چھوڑ دیا، اور جہاں دونوں حدیثوں کا تعارض ہے وہاں قیاس کو لے لیا۔

تشریح : قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ کنواں کھودنے والے کو کچھ بھی حریم نہیں ملنا چاہئے، کیونکہ جتنی زمین میں کنواں کھودا ہے اتنے ہی کو آباد اور زندہ کیا ہے اس لئے اس کو صرف کنواں تک کی زمین ملنی چاہئے، اس سے زیادہ ملنا خلاف قیاس ہے، اس جس حدیث سے متفق طور پر حریم کا ثبوت ملا، یعنی چالیس ہاتھ، اتنے میں قیاس چھوڑ دیا، اور اتنا حریم دے دیا، اور جس حدیث میں اختلاف ہے، یعنی ساٹھ ہاتھ اس میں قیاس پر عمل کیا اور ساٹھ ہاتھ حریم نہیں دیا۔

وَالِاسْتِحْقَاقُ بِهِ، فَفِيمَا اتَّفَقَ عَلَيْهِ الْحَدِيثَانِ تَرَكْنَاهُ وَفِيمَا تَعَارَضَا فِيهِ حَفِظْنَاهُ؛ ٧ وَلِأَنَّهُ قَدْ يُسْتَقَى مِنَ الْعَطَنِ بِالنَّاضِحِ وَمِنْ بِئْرِ النَّاضِحِ بِالْيَدِ فَاسْتَوَتِ الْحَاجَةُ فِيهِمَا، ٨ وَيُمْكِنُهُ أَنْ يُدِيرَ الْبَعِيرَ حَوْلَ الْبِئْرِ فَلا يَحْتَاجُ فِيهِ إِلَى زِيَادَةِ مَسَافَةٍ: (٣٥٦) قَالَ وَإِنْ كَانَتْ عَيْنًا فَحَرِيمُهَا خَمْسِمِائَةِ ذِرَاعٍ ١ لِمَا رَوَيْنَا، ٢ وَلِأَنَّ الْحَاجَةَ فِيهِ إِلَى زِيَادَةِ مَسَافَةٍ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ

لغت: یابی: انکار کرتا ہے۔ ترکناہ: یعنی قیاس کو چھوڑ دیا۔ حفظناہ: قیاس کو محفوظ کیا، یعنی اس پر عمل کیا۔

ترجمہ: ٧ اور اس لئے کہ اونٹ کو پانی پلانے والے کنواں سے کبھی کھیت کو سیراب کیا جاتا ہے، اور کھیت کو سیراب کرنے والے کنواں سے ہاتھ سے پانی پلایا جاتا ہے، اس لئے ضرورت میں دونوں کنوئے برابر ہو گئے۔

تشریح: یہ صاحبین کو جواب ہے، فرماتے ہیں کہ جو کنواں اونٹ کو پانی پلانے کے لئے ہے اس سے کبھی کھیت کو بھی پانی پلایا جاتا ہے، اور جس کنواں سے اونٹ کو پانی پلایا جاتا ہے اس سے کبھی کھیت کو بھی پانی پلایا جاتا ہے اس لئے دونوں کی ضرورتیں برابر ہو گئیں، اس لئے دونوں حریم چالیس ہاتھ ہی ہونا چاہئے۔

لغت: یستقی: سیراب کرتا ہے، عطن: اونٹ کو پانی پلانا۔ ناضح: کھیت کو سیراب کرنا۔

ترجمہ: ٨ ممکن ہے کہ اونٹ کنواں کے چاروں طرف گھومے اس لئے زیادہ مسافت کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح: یہ بھی صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ سیراب کرنے کے کنواں میں اونٹ کے لئے لمبی رسی ہوتی ہے اس لئے ساٹھ ہاتھ حریم چاہئے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، اونٹ کنواں کے چاروں طرف گھومے گا تو زیادہ ہاتھ کی ضرورت نہیں پڑے گی اس لئے کھیت سیراب کرنے والے کنوں کے لئے بھی چالیس ہاتھ ہی حریم چاہئے۔

ترجمہ: (٣٥٦) اور اگر چشمہ ہو تو اس کا حریم پانچ سو ہاتھ ہونا چاہئے۔

ترجمہ: ١ اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے روایت کی۔

وجہ: (١) چشمے کا حریم پانچ سو ہاتھ ہو اس کی ایک دلیل اوپر کی حدیث گزری۔ **عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ... وحریم العین السائحۃ ثلاث مائۃ ذراع وحریم عین الزرع ست مائۃ ذراع**. (دارقطنی، کتاب فی الاقضیۃ والاحکام وغیر ذلک، ج رابع، ص ١٤١، نمبر ٤٤٧٣، سنن للبیہقی، باب ماجاء فی حریم الآبار، ج سادس، ص ٢٥٧، نمبر ١١٨٦٩) اس حدیث میں ہے کہ چشمے کا حریم چھ سو ہاتھ ہو (٢) اور دوسرا قول تابعی یہ ہے **وقال الزھری وسمعت الناس یقولون حریم العیون خمسمائۃ ذراع**. (سنن للبیہقی، باب ماجاء فی حریم الآبار، ج سادس، ص ٢٥٧، نمبر ١١٨٦٩) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ چشمے کے لئے پانچ سو ہاتھ حریم ہونا چاہئے۔

ترجمہ: ٢ اور اس لئے کہ چشمے میں زیادہ مسافت کی ضرورت پڑتی ہے، اس لئے کہ چشمہ کھیتی کرنے کے لئے نکالا جاتا

تُسْتَخْرَجُ لِلزِّرَاعَةِ فَلَا بُدَّ مِنْ مَوْضِعٍ يَجْرِي فِيهِ الْمَاءُ وَمِنْ حَوْضٍ يَجْتَمِعُ فِيهِ الْمَاءُ. وَمِنْ مَوْضِعٍ يُجْرَى فِيهِ إلَى الْمَزْرَعَةِ فَلِهَذَا يُقَدَّرُ بِالزِّيَادَةِ، وَالتَّقْدِيرُ بِخَمْسِمِائَةٍ بِالتَّوْقِيفِ. ٣ وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ خَمْسُمِائَةِ ذِرَاعٍ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ كَمَا ذَكَرْنَا فِي الْعَطَنِ، ٤ وَالذِّرَاعُ هِيَ الْمُكَسَّرَةُ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ. ٥ وَقِيلَ إنَّ التَّقْدِيرَ فِي الْعَيْنِ وَالْبِئْرِ بِمَا ذَكَرْنَاهُ فِي أَرَاضِيهِمْ لِصَلَابَةٍ بِهَا وَفِي أَرَاضِينَا رَخَاوَةٌ فَيُزَادُ كَيْ لَا يَتَحَوَّلَ الْمَاءُ إلَى الثَّانِي فَيَتَعَطَّلَ الْأَوَّلُ.

ہے اس لئے اتنی جگہ ضروری ہے جس میں پانی جاری ہو سکے، اور حوض ضروری ہے جس میں پانی جمع ہو سکے، اور اتنی جگہ اور ہو کہ حوض سے کھیتی میں پانی جا سکے، اس لئے زیادہ مقدار کو متعین کیا، اور پانچ سو ہاتھ جو متعین کیا وہ حدیث کی وجہ سے ہے۔

تشریح : چشمہ کا حریم پانچ سو ہاتھ اس لئے کہ چشمہ کھیتی سیراب کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے، اس لئے اتنا لمبا چوڑا ہو کہ یہ تین کام ہو سکے [۱] چشمہ کا پانی جاری ہو سکے [۲] یہ پانی حوض میں جمع ہو تو حوض کے لئے بھی جگہ ہو [۳] حوض سے یہ پانی کھیت میں جا سکے تو حوض اور کھیت کے درمیان کی جگہ بھی چاہئے، اس لئے سب ملا کر پانچ سو ہاتھ اس کا حریم چاہئے، جسکو اوپر کی حدیث میں ذکر کیا گیا ہے۔

ترجمہ : ٣ اور صحیح بات یہ ہے کہ چشمے کے ہر ہر جانب پانچ پانچ سو ہاتھ حریم چاہئے، جیسا کہ اونٹ کو پلانے والے کنواں کے بارے میں ذکر کیا۔

تشریح : چشمے کے صرف ایک جانب پانچ سو ہونا کافی نہیں ہے بلکہ ہر ہر جانب پانچ پانچ سو ہاتھ حریم چاہئے، جیسے اونٹ کو پلانے والے کنواں کے بارے میں ذکر کیا ہے۔

ترجمہ : ٤ ہاتھ سے مکسرہ ہاتھ مراد ہے، جسکو ہم نے پہلے بیان کیا۔

تشریح : کتاب الطہارۃ میں حوض کی بحث میں بیان کیا دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو۔ مکسرۃ: 18 انچ لمبا ہاتھ کو مکسرہ ہاتھ کہتے ہیں، اور دوسرا ہاتھ زمین ناپنے کا پہلے رائج تھا اس کو مساحت کا ہاتھ کہتے تھے، وہ 42 انچ کا ایک ہاتھ ہوتا ہے، وہ ہاتھ یہاں مراد نہیں ہے۔

ترجمہ : ٥ کہا گیا کہ جو اندازہ چشمے اور کنواں کے بارے میں بیان کیا یہ صاحب قدوری کی زمین کے بارے میں ہے، اس کے سخت ہونے کی وجہ سے، اور ہماری زمین میں نرمی ہے اس لئے اس سے زیادہ ہاتھ حریم ہونا چاہئے، تا کہ پانی ایک حوض سے دوسرے کی طرف منتقل نہ ہو جائے، اور پہلا حوض بیکار ہو جائے۔

تشریح : چشمے کے لئے یہ بتایا کہ اس کا حریم پانچ سو ہاتھ ہو، اور کنواں کا حریم چالیس ہاتھ۔ لیکن یہ صاحب قدوری کی زمین کے بارے میں ہے، کیونکہ انکی زمین سخت تھی اس لئے یہ مقدار چل جائے گی، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ ہماری زمین

(۳۵۷)قَالَ فَمَنُ أَرَادَ أَنُ يَحْفِرَ فِي حَرِيمِهَا مُنِعَ مِنهُ ﴿۱﴾ كَيُ لَا يُؤَدِّيَ إِلَى تَفُوِيتِ حَقِّهِ وَالْإِخَلَالِ بِهِ، وَهَذَا لِأَنَّهُ بِالْحَفْرِ مَلَكَ الْحَرِيمَ ضَرُورَةً تُمَكِّنُهُ مِنُ الِانْتِفَاعِ بِهِ فَلَيُسَ لِغَيُرِهِ أَنُ يَتَصَرَّفَ فِي مِلُكِهِ؛ ۲ فَإِنُ احُتَفَرَ آخَرُ بِئُرًا فِي حَرِيمِ الْأَوَّلِ لِلْأَوَّلِ أَنُ يُصُلِحَهُ وَيَكُبِسَهُ تَبَرُّعًا، وَلَوُ أَرَادَ أَخُذَ الثَّانِي فِيهِ قِيلَ: لَهُ أَنُ يَأْخُذَهُ وَيَكُبِسَهُ؛ لِأَنَّ إِزَالَةَ جِنَايَةِ حَفُرِهِ بِهِ كَمَا فِي الْكُنَاسَةِ يُلُقِيهَا فِي دَارِ غَيُرِهِ فَإِنَّهُ يُؤُخَذُ بِرَفُعِهَا، ۳ وَقِيلَ يُضَمِّنُهُ النُّقُصَانَ ثُمَّ يَكُبِسُهُ بِنَفُسِهِ

نرم ہے اور پانی جلدی خشک ہو جاتا ہے اس لئے ہماری زمین میں ان چیزوں کا حریم زیادہ ہونا چاہئے تاکہ جلدی خشک نہ ہو۔

لغت: ۔صلابۃ: سخت۔رخاوۃ: نرم زمین۔

ترجمہ: (۳۵۷) کوئی کنواں کے حریم کے اندر کنواں کھودنا چاہئے تو اس کو اس سے روکا جائے گا۔

ترجمہ: ۱ تاکہ اس کا حق فوت نہ ہو اور اس میں خلل واقع نہ ہو، اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ کنواں کھودنے کی وجہ سے اس کے حریم کا بھی مالک بن گیا، کیونکہ اس کو نفع حاصل کرنے کی بھی ضرورت ہے، اس لئے غیر کو اس کی ملک میں تصرف کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

تشریح: مثلا زید نے کنواں کھودا، اب اس کے حریم کے اندر عمر کنواں کھودنا چاہے تو اس کو روکا جائے گا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ کنواں کھودنے کی وجہ سے زید اس کے حریم کا مالک بن چکا ہے، اب دوسرا آدمی اس کے حریم میں کنواں کھودے گا تو اس کا پانی خشک ہو جائے گا، اور یہ اپنے کنواں سے نفع نہیں اٹھا سکے گا، اس لئے دوسرے اس کی ملکیت میں تصرف کرنے کا حق نہیں ہے۔

لغت: تفویۃ الحق: حق کو فوت کرنا۔ اخلال: خلل ڈالنا۔

ترجمہ: ۲ اگر دوسرے نے پہلے کے حریم کے حد میں کنواں کھود دیا، تو پہلے کو حق ہے کہ اس کی اصلاح کرے اور اس کو پاٹ دے، احسان کرتے ہوئے، اور اگر دوسرے سے مواخذہ کرنا چاہے تو کہا گیا ہے کہ اس سے پاٹنے کا مطالبہ کیا جائے گا اس لئے کہ اس کے کھودنے کی جنایت کا ازالہ اسی طرح ہو سکتا ہے، جیسے کہ کسی نے کچرا دوسرے کے گھر میں ڈال دیا تو اس کو اٹھانے کا مواخذہ کیا جا سکتا ہے۔

تشریح: کسی نے زید کے کنواں کے حریم میں کنواں کھود ہی لیا تو اس کو پٹنے کی تین ترکیب پیش کی جا رہی ہے۔[۱] احسان کرتے ہوئے خود بغیر کسی معاوضے کے اس کنواں کو پاٹ دے۔[۲] دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کھودنے والے سے کہے کہ وہ پاٹ دے، جیسے کسی نے زید کے گھر میں کوڑا ڈال دیا تو اس سے کہا جائے گا کہ کوڑا اٹھا کر صاف کر دے۔

لغت: یکبس: کنواں پاٹ دے۔ کناسۃ: کوڑا کرکٹ۔ یوخذ: مواخذہ کیا جا سکتا ہے

كَمَا إِذَا هَدَمَ جِدَارَ غَيْرِهِ، وَهَذَا هُوَ الصَّحِيحُ ذَكَرَهُ فِي أَدَبِ الْقَاضِي لِلْخَصَّافِ. وَذَكَرَ طَرِيقَ مَعْرِفَةِ النُّقْصَانِ، ۴؎ وَمَا عَطِبَ فِي الْأَوَّلِ فَلَا ضَمَانَ فِيهِ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ، إِنْ كَانَ بِإِذْنِ الْإِمَامِ فَظَاهِرٌ، وَكَذَا إِنْ كَانَ بِغَيْرِ إِذْنِهِ عِنْدَهُمَا. ۵؎ وَالْعُذْرُ لِأَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ جَعَلَ فِي الْحَفْرِ تَحْجِيرًا وَهُوَ بِسَبِيلٍ مِنْهُ بِغَيْرِ إِذْنِ الْإِمَامِ، وَإِنْ كَانَ لَا يَمْلِكُهُ بِدُونِهِ، ۶؎ وَمَا عَطِبَ فِي الثَّانِيَةِ

ترجمه :۳؎ [۳] اور کہا گیا ہے کہ کنواں کھودنے والے کو نقصان کا ضامن بنائے پھر خود ہی اس کے کنواں کو پاٹ دے، جیسے کہ کوئی دوسرے کے دیوار کو گرا دے، اور یہی صحیح ہے حضرت خصافؒ نے ادب القاضی میں اس کو ذکر کیا، اور نقصان کے پہچاننے کا طریقہ بیان کیا۔

تشریح : یہ تیسرا طریقہ ہے کہ پہلے کنواں والا دوسرے سے اپنا نقصان کی رقم لے لے اور پھر خود ہی اس کے کنواں کو پاٹ دے، اور نقصان کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ مثلا کنواں کی قیمت پہلے دس ہزار درہم تھی، جب دوسرے نے اس کے حریم میں کنواں کھودا تو اس کی قیمت چھ ہزار ہوگئی تو یہ چار ہزار درہم کھودنے والے سے لیگا، اور خود ہی اس کے کنواں کو پاٹ دے گا ۔اس کی ایک مثال بیان کی مثلا زید کی دیوار عمر نے گرا دی تو زید عمر سے اپنی دیوار کی قیمت لیگا، پھر اس دیوار کو خود ہی بنالیگا، اسی طرح نقصان لیگا اور خود اس کے کنواں کو پاٹ دے۔

ترجمه :۴؎ اور کوئی آدمی پہلے کنواں میں گر کر ہلاک ہو گیا تو پہلے کنواں والے پر ضمان نہیں ہے اس لئے کہ وہ تعدی کرنے والا نہیں ہے، اگر امام کی اجازت سے کنواں کھودا ہے تب تو ظاہر ہے [کہ وہ مالک بن گیا]، اور اگر بغیر امام کی اجازت سے ہو تو صاحبین کے نزدیک پھر بھی مالک ہو جائے گا۔

تشریح : اگر پہلے والے کنواں میں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو اس کنواں بنانے والے پر اس کا ضمان نہیں ہے، کیونکہ اگر امام کی اجازت سے کنواں کھودا ہے تب تو سب کے نزدیک اس کا مالک بن گیا، اور اس نے کوئی تعدی نہیں کی ہے اس لئے اس پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا، اور امام کی اجازت کے بغیر کنواں کھودا ہے تب بھی صاحبینؒ کے نزدیک وہ کنواں کا مالک بن گیا اس لئے بھی تعدی نہیں ہوئی۔

ترجمه :۵؎ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے عذر یہ ہے کہ کنواں کھودنے کو تحجیر قرار دیا جائے، اور تحجیر امام کی اجازت کے بغیر بھی کر سکتا ہے، یہ اور بات ہے کہ تحجیر سے کنواں کا مالک نہیں بنے گا۔

تشریح : پہلے والے نے بغیر امام کی اجازت کے کنواں کھودا تو یوں سمجھو کہ اس نے تحجیر کی، اور تحجیر امام کی اجازت کے بغیر بھی کر سکتا ہے، اس سے کنواں کا مالک نہیں بنے گا، لیکن اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ کھودنے والے نے کوئی تعدی نہیں کی اس لئے اس میں کسی کے گرنے سے کھودنے والے پر اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔

فَفِيهِ الضَّمَانُ؛ لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِيهِ حَيْثُ حَفَرَ فِي مِلْكِ غَيْرِهِ، ۷ وَإِنْ حَفَرَ الثَّانِي بِئْرًا وَرَاءَ حَرِيمِ الْأَوَّلِ فَذَهَبَ مَاءُ الْبِئْرِ الْأَوَّلِ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ فِي حَفْرِهَا، وَلِلثَّانِي الْحَرِيمُ مِنْ الْجَوَانِبِ الثَّلَاثَةِ دُونَ الْجَانِبِ الْأَوَّلِ لِسَبْقِ مِلْكِ الْحَافِرِ الْأَوَّلِ فِيهِ(٣٥٨) وَالْقَنَاةُ لَهَا حَرِيمٌ بِقَدْرِ مَا يُصْلِحُهَا﴾ ١ وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْبِئْرِ فِي اسْتِحْقَاقِ الْحَرِيمِ. وَقِيلَ هُوَ عِنْدَهُمَا. ٢ وَعِنْدَهُ لَا حَرِيمَ لَهَا مَا لَمْ يَظْهَرْ الْمَاءُ عَلَى الْأَرْضِ؛ لِأَنَّهُ نَهْرٌ فِي التَّحْقِيقِ فَيُعْتَبَرُ

لغت:بسبیل منہ:بغیر امام کی اجازت تحجیر کرسکتا ہے۔تحجیر: پتھر لگا کر زمین کو اپنے لئے روکنا۔

ترجمہ: ٦ اور اگر دوسرے کنواں میں گر کر کوئی آدمی ہلاک ہوا تو اس میں ضمان ہے،اس لئے کہ دوسرے کے حریم میں کنواں کھود کر تعدی کی ہے[اس لئے اس دوسرے کنواں کھودنے والے پر ضمان لازم ہوگا۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۷ اور اگر دوسرے نے پہلے کے حریم سے دور کنواں کھودا جسکی وجہ سے پہلے کنواں کا پانی سوکھ گیا تو دوسرے پر کوئی ضمان نہیں ہے،اس لئے دوسرا آدمی کوئی تعدی کرنے والا نہیں ہے،اور دوسرے آدمی کو تین جانب حریم ملے گا اور پہلے کنواں کی جانب حریم نہیں ملے گا،اس لئے کہ پہلے کنواں کھودنے کی ملکیت ہے۔

تشریح: دوسرے آدمی نے پہلے کنواں کے حریم سے ہٹ کر کنواں کھودا،جسکی وجہ سے پہلے کنواں کا پانی سوکھ گیا تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہے، کیونکہ اس نے اسکے حریم سے ہٹ کر کنواں کھودا ہے اس لئے اس نے پہلے کنواں والے پر کوئی تعدی نہیں کی ہے،البتہ یہ بات ہوگی کہ اس دوسرے آدمی کو تین جانب حریم ملے گا،اور پہلے کنواں کی جانب حریم نہیں ملے گا، کیونکہ اس طرف کوئی خالی زمین نہیں ہے،اور جو تھوڑی سی زمین ہے وہ پہلے کنواں والے کا حریم ہے۔

ترجمہ: (٣٥٨) کاریز کے لئے اتنا حریم ہوگا جو اس کے مناسب ہے۔

ترجمہ: ١ امام محمدؒ کی رائے ہے کہ یہ حریم کے مستحق ہونے میں کنواں کے حکم میں ہے،اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ بات دونوں کے یہاں ہے

تشریح: زمین کے نیچے نیچے نالی جاتی ہو اور اوپر سے پٹی ہوئی ہو اس کو قناۃ،اور کاریز، کہتے ہیں،اس کے حریم کے بارے میں تین روایتیں ہیں [١] پہلی روایت یہ ہے کہ اس کے مناسب جتنا حریم ہوسکتا ہو اتنا حریم ہوگا،اس کو اس زمانے کے امام متعین کریں گے، پہلے سے کوئی متعین ہاتھ نہیں ہے [٢] دوسری روایت امام محمدؒ سے ہے کہ یہ کنواں کی طرح ہے،اس کا حریم چالیس ہاتھ ہوگا،اور یہی بات امام ابو یوسفؒ سے بھی منقول ہے،تو گویا کہ یہ حکم صاحبین کا ہوگیا۔

ترجمہ: ٢ امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ جب تک اس کا پانی زمین پر ظاہر نہ ہو اس کا کوئی حریم نہیں ہے،اس لئے کہ وہ

بِالنَّهْرِ الظَّاهِرِ. قَالُوا: وَعِنْدَ ظُهُورِ الْمَاءِ عَلَى الْأَرْضِ هُوَ بِمَنْزِلَةِ عَيْنٍ فَوَّارَةٍ فَيُقَدَّرُ حَرِيمُهُ بِخَمْسِمِائَةِ ذِرَاعٍ (٣٥٩) وَالشَّجَرَةُ تُغْرَسُ فِي أَرْضٍ مَوَاتٍ لَهَا حَرِيمٌ أَيْضًا حَتَّى لَمْ يَكُنْ لِغَيْرِهِ أَنْ يَغْرِسَ شَجَرًا فِي حَرِيمِهَا ؛ لِأَنَّهُ يَحْتَاجُ إِلَى حَرِيمٍ لَهُ يَجِدُ فِيهِ ثَمَرَهُ وَيَضَعُهُ فِيهِ وَهُوَ مُقَدَّرٌ بِخَمْسَةِ أَذْرُعٍ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، بِهِ وَرَدَ الْحَدِيثُ. (٣٦٠)قَالَ :وَمَا تَرَكَ الْفُرَاتُ

حقیقت میں نہر ہے اس لئے ظاہری نہر کا اعتبار کیا جائے ،اور یہ بھی فرمایا کہ زمین پر اس کا پانی ظاہر ہو جائے تو وہ جوش مارنے والا فوارہ کی طرح ہوگا ،اور اس کے حریم کا اندازہ پانچ سو ہاتھ ہوگا۔

تشریح :[٣] یہ تیسری روایت ہے جو امام ابو حنیفہؒ سے ہے،وہ فرماتے ہیں کہ کاریز بھی زمین کے اندر کا نہر ہے اور نہر کا کوئی حریم نہیں ہوتا اسی طرح اس کا بھی کوئی حریم نہیں ہوگا ،اور جہاں اس کا پانی زمین پر نکلنا شروع ہوا وہاں یہ چشمہ بن گیا اس لئے وہاں اس کا حریم چشمے کی طرح پانچ سو ہاتھ ہو جائے گا۔

ترجمه :(٣٥٩) اور درخت جو مردہ زمین میں بوئے اس کا بھی حریم ہے یہاں تک کہ اس کے حریم میں دوسرے آدمی کے لئے بونا جائز نہیں ہے۔

ترجمه :١ اس لئے کہ اس کو بھی حریم کی ضرورت ہے جس پر کھڑا ہو کر پھل توڑے،اور اس میں پھل رکھے،اور وہ پانچ ہاتھ کا اندازہ ہے ہر جانب سے،اور اس کے بارے میں حدیث وارد ہے۔

تشریح :مردہ زمین میں درخت بویا تو اس کا حریم درخت کے چاروں جانب سے پانچ پانچ ہاتھ ہے،تا کہ اس پر کھڑا ہو کر پھل توڑے، پھر اس میں پھل رکھے اور سوکھائے۔اس حریم میں کسی اور کے لئے درخت بونا جائز نہیں ہے۔

وجه :(١)صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن ابی سعید الخدری قال اختصم الی رسول الله ﷺ رجلان فی حریم نخلة فی حدیث احدهما فأمر بها فذرعت فوجد ت سبعة أذرع و فی حدیث آخر فوجدت خمسة اذرع فقضی بذالک ۔(ابوداود شریف،باب فی القضاء،ص٥٢٢،نمبر٣٦٤٠)اس حدیث میں ہے،درخت کی شاخ کے برابر حریم تھا اس کو ناپا تو ایک کا حریم سات ہاتھ نکلا اور دوسرے درخت کا حریم سات ہاتھ نکلا ۔(٢)عن عبادة بن صامتؓ قال قضی رسول الله فی النخلة و النخلتین و الثلاث فیختلفون فی حقوق ذالک فقضی ان لکل نخلة مبلغ جریدها حریما ۔(مستدرک للحاکم،باب کتاب الاحکام،ج رابع ص١٠٩،نمبر٧٠٤٠)اس حدیث میں ہے کہ جہاں تک شاخیں پہنچے وہاں تک اس کا حریم ہے۔

لغت:یجدفیه ثمرة :اس زمین میں کھڑا ہو کر پھل توڑے۔یضعه فیه:اس میں پھل سکھانے کے لئے رکھے۔

ترجمه :(٣٦٠)جو زمین فرات اور دجلہ نہر نے چھوڑ دی اور پانی اس سے ہٹ گیا۔پس اگر اس کا اس طرف لوٹنا ممکن

أَوْ الدِّجْلَةُ وَعَدَلَ عَنْهُ الْمَاءُ وَيَجُوزُ عَوْدُهُ إلَيْهِ لَمْ يَجُزْ إحْيَاؤُهُ ﴿١ لِحَاجَةِ الْعَامَّةِ إلَى كَوْنِهِ نَهْرًا (٣٦١) وَإِنْ كَانَ لَا يَجُوزُ أَنْ يَعُودَ إلَيْهِ فَهُوَ كَالْمَوَاتِ إذَا لَمْ يَكُنْ حَرِيمًا لِعَامِرٍ ﴿١ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِي مِلْكِ أَحَدٍ، لِأَنَّ قَهْرَ الْمَاءِ يَدْفَعُ قَهْرَ غَيْرِهِ وَهُوَ الْيَوْمَ فِي يَدِ الْإِمَامِ. (٣٦٢) قَالَ: وَمَنْ كَانَ لَهُ نَهْرٌ فِي أَرْضِ غَيْرِهِ فَلَيْسَ لَهُ حَرِيمٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إلَّا أَنْ يُقِيمَ بَيِّنَةً عَلَى ذَلِكَ، وَقَالَا:

ہوتو اس کا آباد کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :ل اس لئے کہ لوگوں کو اس کی ضرورت پڑے گی کہ وہ دوبارہ نہر بنے گا۔

تشریح :فرات یا دجلہ ندی مثلا ایک جگہ سے بہہ رہی تھی۔اور وہاں چھوڑ کر دوسری جگہ بہنا شروع کر دیا تو اندازہ لگائے کہ دوبارہ اپنی جگہ پر آنے کا انداز ہے یا نہیں۔اگر دوبارہ اپنی جگہ پر آنے کا انداز ہے تو اس جگہ کو آباد کرنے کیلئے دینا جائز نہیں ہے

وجہ: نہر بہنے کے لئے چاہئے ورنہ اتنا پانی کس راستے سے جائے گا۔اس لئے یہ عوام کے فائدے کی جگہ ہے اس لئے اس کو آباد کرنے نہ دی جائے۔

ترجمہ :(۳۶۱)اور اگر نہیں ممکن ہے کہ اس کی طرف لوٹے تو وہ موات کی زمین کی طرح ہے۔اگر کسی آباد کرنے والے کا حریم نہ ہوتو۔

ترجمہ:ل اس لئے کہ کسی کی ملکیت نہیں ہے اس لئے کہ پانی کا قبضہ دوسرے کے قبضے کو دفع کرتا ہے،اور یہ جگہ ابھی امام کے قبضے میں ہے

تشریح : دجلہ یا فرات، یا گنگا، جمنا جیسی ندی کا پانی ہٹ گیا تھا اور دوبارہ اس جگہ پر آنے کا امکان نہیں ہے تو وہ موات زمین کی طرح ہے۔جو اس کو آباد کرے گا وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔لیکن اس میں دو شرطیں ہیں۔ایک تو یہ کہ وہ جگہ کسی آباد کرنے والے کا حریم نہ ہو۔مثلا کسی کا باندھ وغیرہ نہ ہو۔اور دوسری شرط یہ ہے کہ امام کی اجازت سے آباد کیا ہو۔

وجہ: امام کی اجازت کی شرط پہلے گزر چکی ہے۔اور دوسرے کا حریم نہ ہو اس لئے کہا کہ اس پر کسی کا قبضہ ہوتو وہ زمین موات کے حکم میں نہیں ہوئی۔

ترجمہ :(۳۶۲) جس کی نہر ہو دوسرے کی زمین میں تو اس کے لئے حریم نہیں ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک مگر یہ کہ اس پر بینہ ہو۔اور صاحبین کے نزدیک اس کے لئے نہر کی پٹری ہوگی جس پر چل سکے اور اس پر مٹی ڈال سکے۔

تشریح :ایک تو یہ ہے کہ موات زمین میں نہر کھودے۔اس وقت نہر کے ساتھ حریم بھی لازمی ہوگا ورنہ نہر کی مٹی کہاں ڈالے گا۔یہاں یہ مسئلہ ہے کہ دوسرے کی زمین میں کسی کی نہر کا ثبوت ہوا تو نہر کی ثبوت کی وجہ سے کیا اس کو حریم کی جگہ بھی مل جائے گی یا نہیں؟ تو امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ بغیر بینہ کے حریم کی جگہ نہیں ملے گی۔

لَهُ مُسْنَاةُ النَّهْرِ يَمْشِي عَلَيْهَا وَيُلْقِي عَلَيْهَا طِينَهُ ﴾ ﴿ قِيلَ هَذِهِ الْمَسْأَلَةُ بِنَاءً عَلَى أَنَّ مَنْ حَفَرَ نَهْرًا فِي أَرْضٍ مَوَاتٍ بِإِذْنِ الْإِمَامِ لَا يَسْتَحِقُّ الْحَرِيمَ عِنْدَهُ. وَعِنْدَهُمَا يَسْتَحِقُّهُ؛ لِأَنَّ النَّهْرَ لَا يُنْتَفَعُ بِهِ إِلَّا بِالْحَرِيمِ لِحَاجَتِهِ إِلَى الْمَشْيِ لِتَسْيِيلِ الْمَاءِ، وَلَا يُمْكِنُهُ الْمَشْيُ عَادَةً فِي بَطْنِ النَّهْرِ وَإِلَى إِلْقَاءِ الطِّينِ، وَلَا يُمْكِنُهُ النَّقْلُ إِلَى مَكَان بَعِيدٍ إِلَّا بِحَرَجٍ فَيَكُونُ لَهُ الْحَرِيمُ اعْتِبَارًا

وجہ:(۱)دوسرے کی زمین ہے اس لئے نہر کے ثبوت سے حریم کا ثبوت ہونا ضروری نہیں جب تک کہ اس کے لئے بینہ نہ ہو (۲) اور چونکہ حدیث میں کنویں اور چشمے کے لئے حریم کا ثبوت ہے ،نہر کے لئے حریم کا ثبوت نہیں ہے اس لئے ایک کو دوسرے پر قیاس کر کے دوسرے کی زمین میں حریم کا ثبوت نہیں کریں گے۔

اصول:اس اصول پر ہے کہ دوسرے کی زمین پر بغیر بینہ کے حریم ثابت نہیں ہوگا۔

فائدہ : صاحبین فرماتے ہیں کہ نہر کا ثبوت ہو گیا تو پتلی سی پٹری کا ثبوت اس کے لوازم میں سے ہے۔ورنہ نہر والا پانی پلانے کے لئے چلے گا کہاں؟ نہر کی مٹی کھودنی ہوگی تو کہاں ڈالے گا۔اس لئے پتلی پٹری اور بند تو لازمی طور پر دینا ہوگا جو اس کی ضرورت کی ہو۔

وجہ:(۱) کسی چیز کا ثبوت اس کے لوازم کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے پٹری دینا ہوگا (۲) حدیث گزر چکی ہے **وحريم العين السائحة ثلاث مائة ذراع وحريم عين الزرع ست مائة ذراع** ۔(دار قطنی، کتاب الاقضیۃ والاحکام، ج رابع ،ص ۱۴۲،نمبر ۴۴۷۳) کہ چشمے کے لئے تین سو ہاتھ اور چھ سو ہاتھ حریم ہے۔تو نہر بھی چشمے کی قسم ہے اس لئے اس کے لئے بھی حریم کا ثبوت ہوگا۔ہدایہ کی لمبی بحث کا حاصل یہی ہے

اصول :ان کا اصول یہ ہے کہ کوئی چیز ثابت ہوگی تو اس کے لوازم بھی خود بخود ثابت ہو جائیں گے۔کیونکہ وہ ضروری ہیں۔

لغت:مسناۃ : سیلاب اور پانی روکنے کے لئے بند، پٹری۔

ترجمہ :ا کہا گیا ہے کہ یہ مسئلہ اس بنیاد پر ہے کہ جس نے مردہ زمین میں امام کی اجازت سے نہر کھودا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ حریم کا مستحق نہیں ہوگا ،اور صاحبینؒ کے نزدیک حریم کا مستحق ہوگا ، صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ حریم کے بغیر نہر سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا ، کیونکہ پانی جاری کرنے کے لئے اس حریم پر چلنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ عادۃ نہر کے پیٹ میں نہیں چل سکتا ،اور حریم پر نہر کی مٹی کو ڈالنے کی ضرورت ہے ، کیونکہ مٹی کو نہر سے دور مقام پر لیجا کر ڈالنا ممکن نہیں مگر بہت مشقت سے ،اس لئے کنواں پر قیاس کرتے ہوئے اس کو حریم ملے گا۔

تشریح :نہر کے اوپر چلنا مشکل ہے اس لئے نہر کے لئے پٹری ،اور بند چاہئے ،اسی طرح نہر بھر جاتا ہے تو اس کی مٹی نکال کر ڈالنے کے لئے پٹری چاہئے جس پر مٹی ڈالے اسلئے صاحبین کے یہاں نہر کا حریم ہوگا۔جیسے کنواں کے لئے حریم ہوتا ہے

بِالْبِئْرِ. ٢ وَلَهُ أَنَّ الْقِيَاسَ يَأْبَاهُ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ، وَفِي الْبِئْرِ عَرَفْنَاهُ بِالْأَثَرِ، وَالْحَاجَةُ إِلَى الْحَرِيمِ فِيهِ فَوْقَهَا إِلَيْهِ فِي النَّهْرِ؛ لِأَنَّ الِانْتِفَاعَ بِالْمَاءِ فِي النَّهْرِ مُمْكِنٌ بِدُونِ الْحَرِيمِ، وَلَا يُمْكِنُ فِي الْبِئْرِ إِلَّا بِالِاسْتِقَاءِ وَلَا اسْتِقَاءَ إِلَّا بِالْحَرِيمِ فَتَعَذَّرَ الْإِلْحَاقُ. ٣ وَوَجْهُ الْبِنَاءِ أَنَّ بِاسْتِحْقَاقِ الْحَرِيمِ تَثْبُتُ الْيَدُ عَلَيْهِ اعْتِبَارًا تَبَعًا لِلنَّهْرِ، وَالْقَوْلُ لِصَاحِبِ الْيَدِ، ٤ وَبِعَدَمِ اسْتِحْقَاقِهِ تَنْعَدِمُ

ترجمہ :٢ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ قیاس حریم ملنے کا انکار کرتا ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا تھا، اور کنواں میں جو حریم ملا وہ حدیث میں اس کا ثبوت ہونے کی وجہ سے ملا، اور منواں میں نہر کی بنسبت حریم کی ضرورت زیادہ ہے، اس لئے کہ نہر کے پانی سے فائدہ اٹھانا بغیر حریم کے بھی ہوسکتا ہے، اور کنواں سے فائدہ نہیں ہوگا مگر پانی پلانے سے، اور حریم کے بغیر پانی نہیں پلایا جاسکتا اس لئے نہر کو کنواں کے ساتھ ملانا متعذر رہے۔

تشریح : یہاں تین باتیں کہہ رہے ہیں[١] ایک بات یہ ہے کہ۔ پہلے بتا چکے ہیں کہ حریم کا ملنا خلاف قیاس ہے، [٢] اور کنواں میں جو حریم دیا گیا وہ حدیث کی بنا پر دیا گیا ہے۔ [٣] تیسری بات یہ ہے کہ نہر کو کنواں کے ساتھ لاحق کرنا متعذر رہے، اس لئے کہ کنواں سیراب کرنے کے لئے ہوتا ہے، اور بغیر لمبی رسی کے سیراب نہیں ہوتا اس لئے وہاں حریم ضروری ہے، اور نہر میں تو بغیر حریم کے بھی اس کا پانی کھیت میں پلایا جاسکتا ہے اس لئے یہاں حریم کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ :٣ بنا کی وجہ یہ ہے کہ حریم کے مستحق ہونے کی وجہ سے اس پر قبضہ ثابت ہو گیا، کیونکہ حریم نہر کے تابع ہے، اور قبضہ والے کی بات مانی جاتی ہے۔

تشریح : یہاں سے صاحب ہدایہ ایک لمبی بات بیان کر رہے ہیں، میں اس کو سمجھانے کی کوشش کروں گا، شاید سمجھا سکوں۔ نہر کے حریم کا دو حصہ ہوتا ہے، ایک حصہ جو نہر کے ساتھ ہوتا ہے، وہ نہر کا پانی روکنے کے لئے ہوتا ہے اس بارے میں اختلاف نہیں ہے، کیونکہ وہ حصہ نہر والے کا ہی ہے، دوسرا حصہ زمین کے طرف ہوتا ہے اور اس پر درخت لگایا جاسکتا ہو اس بارے میں اوپر کا اختلاف ہے، صاحبینؒ کے یہاں یہ حصہ نہر والے کا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے یہاں زمین والے کا ہے۔

یہ صاحبین کی دلیل ہے، انکے یہاں نہر والے کو اس کا حریم ملے گا، اس لئے کہ حریم پر نہر والے کا قبضہ ہوا، اور بات قبضے والے کی مانی جاتی ہے، اس لئے حریم نہر والے کا ہوگا۔

ترجمہ :٤ اور حریم کے مستحق نہ ہونے کی وجہ سے نہر والے کا قبضہ ختم ہو گیا اور ظاہر میں زمین والے کی گواہی ہے، جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے، اس لئے یہ حریم زمین والے کا ہوگا۔

تشریح ؛ یہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے کہ نہر والا حریم کا مستحق نہیں بنا تو اس کا قبضہ بھی نہیں ہوا، اور ظاہری حالت گواہی دے رہی ہے کہ یہ حریم کی جگہ زمین والے کی ہو، اس کی دلیل آگے بیان کی جارہی ہے۔

الْيَـدُ، وَالـظَّـاهِـرُ يَشْهَـدُ لِـصَـاحِبِ الْأَرْضِ عَلَى مَا نَذْكُرُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، ۵ وَإِنْ كَانَتْ مَسْـأَلَةً مُبْتَـدَأَةً فَلَهُمَا أَنَّ الْحَرِيمَ فِي يَدِ صَاحِبِ النَّهْرِ بِاسْتِمْسَاكِهِ الْمَاءَ بِهِ، وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ صَـاحِبُ الْأَرْضِ نَقْضَهُ. ٦ وَلَـهُ أَنَّـهُ أَشْبَـهُ بِـالْأَرْضِ صُـورَةً وَمَعْنًى، أَمَّا صُورَةً فَلِاسْتِوَائِهِمَا، وَمَعْنًى مِنْ حَيْثُ صَلَاحِيَّتُهُ لِلْغَرْسِ وَالزِّرَاعَةِ، ٧ وَالـظَّاهِرُ شَاهِدٌ لِمَنْ فِي يَدِهِ مَا هُوَ أَشْبَهُ بِهِ. كَـاثْـنَيْنِ تَنَازَعَا فِي مِصْرَاعِ بَابٍ لَيْسَ فِي يَدِهِمَا، وَالْمِصْرَاعُ الْآخَرُ مُعَلَّقٌ عَلَى بَابِ أَحَدِهِمَا

ترجمه :۵ اوراگر مسئلہ شروع سے لیا جائے تو صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ حریم نہر والے کے قبضے میں ہے، کیونکہ حریم ہی کی وجہ سے ندی میں پانی رکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ زمین والا حریم کو توڑنے کا مالک نہیں ہوتا۔

تشریح :مسئلہ کو شروع سے لیا جائے تو صاحبین کی دلیل اس طرح بنے گی کہ، کہ حریم پر نہر والے کا قبضہ ہے، کیونکہ حریم ہی کی وجہ سے نہر کا پانی نہر میں روکتا ہے، اور زمین والا اس کو توڑ نہیں سکتا، جب زمین والا اس کو توڑ نہیں سکتا تو اس سے معلوم ہوا کہ حریم نہر والے کا ہے۔

لغت :استمساک الماء: پانی کو روکنا۔نقض: توڑنا۔

ترجمه :٦ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ حریم زمین کے مشابہ ہے، صورت کے اعتبار سے بھی اور معنی کے اعتبار سے بھی ،صورت کے اعتبار سے یہ ہے کہ زمین اور حریم دونوں برابر معلوم ہوتے ہیں، اور معنی کے اعتبار سے یہ ہے کہ زمین اور حریم دونوں پر کاشتکاری ہوسکتی ہے۔

تشریح : یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے دلیل ہے، حریم صورت کے اعتبار سے زمین کے مشابہ ہے، کیونکہ نہر گہرا ہوتا ہے اور حریم زمین کے برابر ہوتا ہے اور زمین ہی کی طرح ہوتا ہے، اس لئے حریم صورت کے اعتبار سے زمین کے مشابہ ہوا، اور جس طرح زمین میں کاشتکاری ہوسکتی ہے، اسی طرح حریم پر بھی کاشتکاری ہوسکتی ہے اس اعتبار سے بھی حریم معنوی اعتبار سے زمین کے مشابہ ہوا۔

ترجمه ٧ جس کے زیادہ مشابہ ہو ظاہر اسی کا شاہد ہوگا، جیسے دو آدمی کواڑ کے ایک پٹ کے بارے میں جھگڑا کر رہا، جوان دونوں کے قبضے میں نہیں ہے اور دوسرا پٹ ایک آدمی کے دروازے پر لگا ہوا ہے تو اس پٹ کا فیصلہ بھی اسی آدمی کے لئے ہوگا جس کے دروازے پر ایک پٹ لگا ہوا ہے۔

تشریح : یہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے۔کواڑ کے دو پٹ ہوتے ہیں، مثلا زید کے دروازے پر ایک پٹ لگا ہوا ہے، اور اسی پٹ کی طرح ایک اور پٹ ہے جس پر زید اور عمر کا جھگڑا ہے تو یہ پٹ زید کو دیا جائے گا، کیونکہ اسی کے مشابہ زید کے پاس ایک پٹ موجود ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسرا پٹ بھی زید ہی کا ہے۔اسی طرح نہر کا جو حریم ہے وہ زمین والے کے مشابہ

يُقْضَى لِلَّذِي فِي يَدِهِ مَا هُوَ أَشْبَهُ بِالْمُتَنَازَعِ فِيهِ، ٨ وَالْقَضَاءُ فِي مَوْضِعِ الْخِلَافِ قَضَاءُ تَرْكٍ، ٩ وَلَا نِزَاعَ فِيمَا بِهِ اسْتِمْسَاكُ الْمَاءِ إِنَّمَا النِّزَاعُ فِيمَا وَرَائَهُ مِمَّا يَصْلُحُ لِلْغَرْسِ، ١٠ عَلَى أَنَّهُ إِنْ كَانَ مُسْتَمْسِكًا بِهِ مَاءُ نَهْرِهِ فَالْآخَرُ دَافِعٌ بِهِ الْمَاءَ عَنْ أَرْضِهِ، ١١ وَالْمَانِعُ مِنْ نَقْضِهِ تَعَلُّقُ حَقِّ صَاحِبِ النَّهْرِ لَا مِلْكُهُ. كَالْحَائِطِ لِرَجُلٍ وَلِآخَرَ عَلَيْهِ جُذُوعٌ لَا يَتَمَكَّنُ مِنْ نَقْضِهِ

ہےاس لئے یہ حریم بھی زمین والے کا ہونا چاہئے ،نہر والے کا نہیں ہونا چاہئے۔

لغت :مصراع الباب: دروازے کا ایک پٹ۔

ترجمہ :٨ جس مسئلے کے بارے میں ابھی اختلاف چل رہا ہے اس میں ترک اور چھوڑنے والا فیصلہ ہے۔

تشریح : فیصلے کی دو قسمیں ہوتی ہیں [۱] ایک فیصلہ وہ ہوتا ہے جس میں کسی کو حق دیا جاتا ہے، اور دوسرا فیصلہ وہ ہوتا ہے جس میں کسی چیز کو چھوڑنے کا حکم دیا جاتا ہے، یہاں جو حریم کے بارے اختلاف چل رہا ہے، اس میں صاحبینؒ کے یہاں زمین والے کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ نہر کے حریم کو چھوڑ دے، اور امام ابو حنیفہؒ کے یہاں نہر والے کو حکم دیا جا رہا ہے کہ حریم کا حق چھوڑ دے۔ اس لئے یہاں ترک کا قضاء ہے۔

ترجمہ ٩ جتنے حریم سے پانی رکتا ہو اس بارے میں جھگڑا نہیں ہے، جھگڑا اس میں ہے جس پر درخت لگانے کی صلاحیت ہو

تشریح :نہر کے حریم کا دو حصہ ہوتا ہے، ایک حصہ جو نہر کے ساتھ ہوتا ہے، وہ نہر کا پانی روکنے کے لئے ہوتا ہے اس بارے میں اوپر کا اختلاف نہیں ہے، کیونکہ وہ حصہ نہر والے کا ہی ہے، دوسرا حصہ زمین کی طرف ہوتا ہے اور اس پر درخت لگایا جا سکتا ہو اس بارے میں اوپر کا اختلاف ہے، صاحبینؒ کے یہاں یہ حصہ نہر والے کا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے یہاں زمین والے کا ہے۔

ترجمہ:١٠ یہ بات بھی ہے کہ جہاں حریم نہر کے پانی کو باہر بہنے سے روکتا ہے، تو یہ بھی ہے کہ زمین میں جانے سے بھی روکتا ہے۔

تشریح :یہ صاحبینؒ کو جواب دیا جا رہا ہے، حریم کی دو حیثیت ہیں [۱] حریم نہر کی حفاظت کرتا ہے کہ اس کے پانی کو باہر جانے سے روکتا ہے، اس لئے نہر والے کا حریم ہونا چاہئے [۲] دوسری حیثیت یہ ہے کہ زمین میں پانی جانے سے روکتا، اور کھیتی برباد ہونے سے روکتا ہے اس لئے یہ کھیت کی حفاظت کر رہا ہے، اس اعتبار سے یہ حریم کھیت والے کا ہونا چاہئے۔

لغت : مستمسکا به:نہر کے پانی کو نہر میں روکے رکھتا ہے۔ دافع بہ الماء: پانی کو زمین میں جانے اور کھیتی برباد ہونے سے روکتا ہے۔

ترجمہ :١١ اور کھیت والا حریم کو توڑ نہیں سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ نہر والے کا حق متعلق ہے، اس کی ملکیت نہیں ہے جیسے ایک آدمی کی دیوار ہو اور دوسرے آدمی کی اس دیوار پر شہتیر رکھی ہوئی ہو تو دیوار کو نہیں توڑ سکتا، چاہے اس کی ملکیت

وَإِنْ كَانَ مَلَكَهُ ۱۲؎ وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ نَهْرٌ لِرَجُلٍ إلَى جَنْبِهِ مُسَنَّاةٌ وَلِآخَرَ خَلْفَ الْمُسَنَّاةِ أَرْضٌ تَلْزَقُهَا، وَلَيْسَتْ الْمُسَنَّاةُ فِي يَدِ أَحَدِهِمَا فَهِيَ لِصَاحِبِ الْأَرْضِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ . وَقَالَا: هِيَ لِصَاحِبِ النَّهْرِ حَرِيمًا لِمُلْقَى طِينِهِ وَغَيْرِ ذَلِكَ. ۱۳؎ وَقَوْلُهُ وَلَيْسَتْ الْمُسَنَّاةُ فِي يَدِ أَحَدِهِمَا مَعْنَاهُ: لَيْسَ لِأَحَدِهِمَا عَلَيْهِ غَرْسٌ وَلَا طِينٌ مُلْقًى فَيَنْكَشِفُ بِهَذَا اللَّفْظِ مَوْضِعُ الْخِلَافِ، أَمَّا إذَا كَانَ لِأَحَدِهِمَا عَلَيْهِ ذَلِكَ فَصَاحِبُ الشُّغْلِ أَوْلَى، لِأَنَّهُ صَاحِبُ يَدٍ. ۱۴؎ وَلَوْ كَانَ عَلَيْهِ غَرْسٌ لَا يُدْرَى مَنْ غَرَسَهُ فَهُوَ مِنْ مَوَاضِعِ الْخِلَافِ أَيْضًا. وَثَمَرَةُ الِاخْتِلَافِ أَنَّ

کیوں نہ ہو۔

تشریح : یہ بھی صاحبین کو جواب ہے۔زید کی دیوار پر عمر کی شہتیر رکھی ہوئی ہے تو زید اس دیوار کو نہیں توڑ سکتا، حالانکہ اس کی ملکیت ہے، کیونکہ اس دیوار کے ساتھ عمر کا حق متعلق ہو گیا، اسی طرح حریم کھیت والے کا ہے لیکن اس حریم کو کاٹ اس لئے نہیں سکتا کہ اس کے ساتھ نہر والے کا حق متعلق ہو گیا، کیونکہ حریم کے توڑنے سے اس کا سب پانی باہر بہہ جائے گا۔۔۔جذوع: لکڑی کی کڑی جس پر چھپر کا مدار رہتا ہے، شہتیر۔

ترجمہ :۱۲؎ اور جامع صغیر میں یہ ہے کہ ایک آدمی کا نہر ہو، اس کے پہلو میں ایک بند ہو اور بند کے پیچھے اس کے ساتھ کسی کی زمین ہو، اور یہ بند کسی کے قبضے میں نہ ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ بند زمین والے کا ہو گا، اور صاحبینؒ نے کہا کہ یہ نہر والے کا ہو گا، اس پر مٹی ڈالنے کے لئے اور اور اس کے علاوہ کے کام کے لئے۔

تشریح: جامع صغیر کی یہ عبارت مسئلے کی وضاحت کے لئے بیان کی ہے۔۔۔مسناۃ: بند۔

ترجمہ :۱۳؎ جامع صغیر کی عبارت میں ,لیست المسناۃ فی ید احدھما، ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اس بند پر کسی کا لگا یا درخت نہ ہو، اور نہ کسی کی ڈالی ہوئی مٹی ہو، تا کہ اس لفظ سے اختلاف کا مقام صاف ہو جائے۔اور اگر دونوں میں سے کسی ایک کا اس پر درخت یا مٹی ہو تو جس نے بند کو مشغول کیا تو مشغول کرنے والا زیادہ حقدار ہے، اس لئے کہ وہ قبضہ والا ہے

تشریح :جامع صغیر کی عبارت میں یہ ہے کہ اس بند پر کسی کا قبضہ نہ ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ بند پر کسی کا لگا یا ہوا درخت بھی نہیں ہے، اور نہ اس پر کسی کا ڈالی ہوئی مٹی ہے، تو اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ کے یہاں یہ بند کھیت والے کا ہو گا، اور صاحبینؒ کے یہاں یہ بند نہر والے کا ہو گا، لیکن اگر اس بند پر کسی کی ڈالی ہوئی مٹی ہو، یا کسی کا لگا یا ہوا درخت ہو تو پھر یہ بند اسی کا ہو جائے، کیونکہ اس کے قبضے کی علامت موجود ہے۔

ترجمہ :۱۴؎ اور اگر بند پر درخت ہے، لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہ درخت کس نے لگایا ہے، تو یہ بھی اختلاف کی جگہ ہے، اختلاف کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک درخت لگانے کا حق زمین والے کو ہو گا، اور صاحبینؒ کے نزدیک نہر والے کو

وِلَايَةَ الْغَرْسِ لِصَاحِبِ الْأَرْضِ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمَا لِصَاحِبِ النَّهْرِ. ۱۵ وَأَمَّا إِلْقَاءُ الطِّينِ فَقَدْ قِيلَ إِنَّهُ عَلَى الْخِلَافِ، وَقِيلَ إِنَّ لِصَاحِبِ النَّهْرِ ذَلِكَ مَا لَمْ يُفْحِشْ. ۱۶ وَأَمَّا الْمُرُورُ فَقَدْ قِيلَ يُمْنَعُ صَاحِبُ النَّهْرِ عِنْدَهُ، وَقِيلَ لَا يُمْنَعُ لِلضَّرُورَةِ. ۱۷ قَالَ الْفَقِيهُ أَبُو جَعْفَرٍ: آخُذُ بِقَوْلِهِ فِي الْغَرْسِ وَبِقَوْلِهِمَا فِي إِلْقَاءِ الطِّينِ. ۱۸ ثُمَّ عَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ حَرِيمَهُ مِقْدَارُ نِصْفِ النَّهْرِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ مِقْدَارُ بَطْنِ النَّهْرِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ. وَهَذَا أَرْفَقُ بِالنَّاسِ.

ہوگا۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمه :۱۵ بند پر مٹی ڈالنا تو کہا گیا کہ اوپر والے اختلاف پر ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نہر والے کو مٹی ڈالنے کا حق ہے جب تک کہ بہت زیادہ نہ ہو۔

تشریح :نہر پر مٹی ڈالنے کا حق کس کو ہوگا، اس بارے میں بھی اختلاف ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نہر والے کو مٹی ڈالنے کا حق ہوگا، تا کہ نہر سے مٹی نکال کر بند پر ڈالتا رہے۔

ترجمه :۱۶ بہر حال بند پر چلنے کا حق، تو کہا گیا کہ نہر والے کو اس پر چلنے سے روکا جائے گا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ضرورت کی بنا پر چلنے سے نہیں روکا جائے گا۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمه :۱۷ فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ درخت لگانے کے سلسلے میں امام ابو حنیفہؒ کا قول لیا جائے گا [یعنی زمین والے کو درخت لگانے کا حق ہوگا] اور مٹی ڈالنے کے بارے میں صاحبین کا قول لیا جائے گا [یعنی نہر والے کو مٹی ڈالنے کا حق ہوگا]

تشریح :فقیہ ابو جعفرؒ ہندوانی سے منقول ہے کہ بند پر درخت لگانے کا حق زمین والے کو ہوگا، کیونکہ درخت لگانا اسی کا پیشہ ہے، اور مٹی ڈالنے کا حق نہر والے کو ہوگا، کیونکہ اسی کو نہر سے مٹی نکال کر بند پر ڈالنے کی ضرورت پڑے گی۔

ترجمه:۱۸ امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ نہر کا حریم نہر کے اندرونی حصہ سے آدھا ہوگا، ہر جانب سے، اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ نہر کے اندرونی حصے کے برابر ہوگا ہر جانب سے اور اس میں لوگوں کے لئے آسانی ہے۔

تشریح :نہر کے حریم کی چوڑائی کتنی ہو اس بارے میں امام ابو یوسفؒ سے روایت یہ ہے کہ جتنی چوڑائی نہر کی ہے اس کا آدھا حصہ نہر کا حریم ہوگا، اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ جتنی چوڑائی نہر کے اندرونی حصے کی ہے اتنا ہی حریم کی چوڑائی ہونی چاہئے، یہ نہر والے کو حق ملے گا، اور اس روایت میں لوگوں کو ناپنے میں آسانی ہوگی۔

﴿فصل فی مسائل الشرب﴾

﴿فصول فی مسائل الشرب﴾

﴿فصل فی المیاہ﴾

ضروری نوٹ:اس فصل میں پانی پلانے کے بہت سارے مسائل بیان کئے جائیں گے۔

نوٹ:پانی کا ذخیرہ کرنے کے لئے چھ قسم کی چیزیں ہوتی ہیں

[۱] مٹکے میں پانی ہو۔اس پانی کو دوسروں کو پینے سے روک سکتا ہے۔

[۲] کنواں میں پانی ہو۔آدمی اور جانور کو اس پانی کو پینے سے نہیں روک سکتا،البتہ کھیت سیراب کرنے سے روک سکتا ہے۔

[۳] نالی میں پانی ہو۔آدمی اور جانور کو پینے سے نہیں روک سکتا،البتہ کھیت سیراب کرنے سے روک سکتا ہے،کیونکہ یہ پانی اس کے مالک کے لئے محفوظ ہے

[۴] نہر کا پانی۔کھیت سیراب کرنے سے نہیں روک سکتا،وہ پانی جس کھیت کے پاس سے گزرے گا وہ کھیت والا اس سے سیراب کرے گا،یہ پانی اس کے مالک کے لئے مخصوص اور محفوظ نہیں ہے۔البتہ اس سے دوسرا نہر،یا نالی بغیر اجازت کے نہیں نکال سکتا۔

[۵] جمنا اور گنگا جیسے ندی کا پانی،اس پانی سے نہر بھی نکال سکتا ہے اور اس کا پانی دور دور تک لیجا سکتا ہے،اس کا پانی کسی کے لئے مخصوص نہیں ہے۔

[۶] سمندر کا پانی،یہ پانی کسی کے لئے خاص نہیں ہے اس سے بڑی نہر اور بڑی ندی نکال کر پانی دور دور تک لیجا سکتا ہے۔

نوٹ:یہ چھ قسم کے پانی ہیں اور اس کے چھ قسم کے احکام ہیں،پورے مسائل شرب میں اس کو غور سے دیکھیں۔یہاں مصنف سے بات بہت لمبی ہوگئی ہے۔

سب کی دلیل یہ حدیث ہے (۱) **عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یمنع فضل الماء لیمنع بہ الکلأ**۔(ابوداود شریف،باب فی منع الماء،ص ۵۰۲،نمبر ۳۴۷۳)اس حدیث میں یہ ہے کہ جو پانی بچ جائے اس سے کسی کو روکنا جائز نہیں ہے۔(۲) **عن رجل من المھاجرین من اصحاب النبی ﷺ قال غزوت مع النبی ﷺ ثلاثا اسمعہ یقول ، المسلمون شرکاء فی الثلاث فی الماء و الکلأ و النار** (ابوداود شریف،باب فی منع الماء،ص ۵۰۲،نمبر ۳۴۷۷/ابن ماجۃ شریف،باب المسلمون شرکاء فی الثلاث،ص ۳۵۴،نمبر ۲۴۷۲)اس حدیث میں ہے کہ تمام مسلمان پانی میں شریک ہیں۔

ا وَإِذَا كَانَ لِرَجُلٍ نَهْرٌ أَوْ بِئْرٌ أَوْ قَنَاةٌ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَمْنَعَ شَيْئًا مِنَ الشَّفَةِ، وَالشَّفَةُ الشِّرْبُ لِبَنِي آدَمَ وَالْبَهَائِمِ اعْلَمْ أَنَّ الْمِيَاهَ أَنْوَاعٌ: مِنْهَا مَاءُ الْبِحَارِ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنَ النَّاسِ فِيهَا حَقُّ الشَّفَةِ وَسَقْيِ الْأَرَاضِي، حَتَّى إنَّ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَكْرِيَ نَهْرًا مِنْهَا إلَى أَرْضِهِ لَمْ يُمْنَعْ مِنْ ذَلِكَ، وَالِانْتِفَاعُ بِمَاءِ الْبَحْرِ كَالِانْتِفَاعِ بِالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالْهَوَاءِ فَلَا يُمْنَعُ مِنَ الِانْتِفَاعِ بِهِ عَلَى أَيِّ وَجْهٍ شَاءَ، ٢ وَالثَّانِي مَاءُ الْأَوْدِيَةِ الْعِظَامِ كَجَيْحُونَ وَسَيْحُونَ وَدِجْلَةَ وَالْفُرَاتِ لِلنَّاسِ فِيهِ حَقُّ الشَّفَةِ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَحَقُّ سَقْيِ الْأَرَاضِي، فَإِنْ أَحْيَا وَاحِدٌ أَرْضًا مَيْتَةً وَكَرَى مِنْهُ نَهْرًا لِيَسْقِيَهَا. إنْ كَانَ لَا يَضُرُّ بِالْعَامَّةِ وَلَا يَكُونُ النَّهْرُ فِي مِلْكِ أَحَدٍ لَهُ ذَلِكَ؛ لِأَنَّهَا مُبَاحَةٌ فِي الْأَصْلِ إذْ قَهْرُ الْمَاءِ يَدْفَعُ قَهْرَ غَيْرِهِ، وَإِنْ كَانَ يَضُرُّ بِالْعَامَّةِ فَلَيْسَ لَهُ ذَلِكَ؛ لِأَنَّ دَفْعَ الضَّرَرِ

ترجمہ: ا کسی شخص کا نہر، یا کنواں، یا کاریز ہوتو اس کو منہ سے پینے سے روکنا جائز نہیں ہے، اور منہ سے پینا انسان کے لئے اور جانور کے لئے ہے،

یقین کریں کہ پانی کی کئی قسمیں ہیں [۱] اس میں سے سمندر کا پانی، ہر ایک کو اس میں منہ سے پانی پینے کا حق ہے، اور کھیت کو سیراب کرسکتا ہے، یہاں تک کوئی اس سے نہر کھود کر اپنی زمین تک لیجانا چاہئے تو اس سے روکا نہیں جائے گا۔ اور سمندر کے پانی سے نفع اٹھانا، جیسے سورج، چاند، اور ہوا سے نفع اٹھانا ہے اس لئے کسی بھی طریقے سے نفع اٹھانے سے نہیں روکا جائے گا۔

لغت: قناۃ: کاریز، اوپر سے بند نالی۔ شفۃ: ہونٹ، انسان اور جانور جو پانی پیتا ہے وہ مراد ہے، چاہے منہ لگا کر پئے، یا گلاس سے پئے۔

تشریح: پانی کے لئے ذخیرہ اندوزی کے کئی طریقے ہیں، اس میں ایک سمندر کا پانی ہے اس سے پانی پی بھی سکتا ہے، اور نہر نکال کر اپنے کھیتوں میں بھی لیجا سکتا ہے، یہ سورج اور چاند سے فائدہ حاصل کرنے کی طرح ہر ایک کے لئے عام ہے، اس کا پانی کسی کے لئے مخصوص نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲ دوسرا پانی۔ بڑی ندی کا پانی ہے، جیسے جیحون، سیحون، دجلہ، اور فرات ندی، سب لوگوں کو اس میں پینے کا حق ہے، اور زمین کو سیراب کرنے کا بھی حق ہے، اس طرح کہ مردہ زمین کو اس کے پانی سے زندہ کرے، اور اس سے نہر کھود کر لے جائے تا کہ کھیت کو سیراب کرے، لیکن شرط یہ ہے کہ عام آدمی کو اس سے نقصان نہ ہو، کیونکہ یہ نہریں کسی کی ملکیت میں نہیں ہیں، اور اصل میں مباح ہے، اس لئے کہ پانی کا قبضہ سب کے قبضے کو ختم کر دیتا ہے، اور اگر اس سے نہر نکالنے سے عام آدمی کو نقصان ہو تو اس کو نہر نکالنے کا حق نہیں ہوگا، اس لئے کہ ان لوگوں سے نقصان دفع کرنا واجب ہے، اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ جب اس طرف کا کنارہ ٹوٹے گا تو پانی نہر کی جانب بہہ پڑے گا، جس سے بستی اور زمین ڈوب جائے گی۔

عَنۡهُمۡ وَاجِبٌ، وَذَلِکَ فِي أَنۡ يَمِيلَ الۡمَاءُ إلَى هَذَا الۡجَانِبِ إذَا انۡكَسَرَتۡ ضِفَّتُهُ فَيُغۡرِقَ الۡقُرَى وَالۡأَرَاضِي، وَعَلَى هَذَا نَصۡبُ الرَّحَى عَلَيۡهِ؛ لِأَنَّ شَقَّ النَّهۡرِ لِلرَّحَى كَشَقِّهِ لِلسَّقۡيِ بِهِ. ٣ وَالثَّالِثُ إذَا دَخَلَ الۡمَاءُ فِي الۡمَقَاسِمِ فَحَقُّ الشَّفَةِ ثَابِتٌ. وَالۡأَصۡلُ فِيهِ قَوۡلُهُ – عَلَيۡهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «النَّاسُ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ: الۡمَاءِ، وَالۡكَلَإِ، وَالنَّارِ» وَأَنَّهُ يَنۡتَظِمُ الشِّرۡبَ، وَالشُّرۡبُ

تشریح :دوسری قسم ہے بڑی ندی کا پانی، جیسے گنگا اور جمنا، یہ پانی کسی کی ملکیت نہیں ہے اس لئے اس سے منہ سے پی سکتا ہے، اس سے کھیت سیراب کر سکتا ہے، اور اس سے نہر بھی نکال سکتا ہے، لیکن نہر نکالنے میں شرط یہ ہے کہ کسی کو نقصان نہ ہو، کیونکہ لوگوں کو نقصان سے بچانا ضروری ہے، نقصان کی صورت یہ ہے جس جانب ندی کا کنارہ توڑا اس طرف پانی بہہ پڑے گا اور اس سے لوگوں کا گاؤں اور زمین ڈوب جائے گی۔

لغت :ضفۃ: ندی کا کنارہ۔قھر الماء یدفع قھر غیرہ :پانی کا قہر اور اس کا غلبہ دوسرے کا غلبہ ختم کر دیتا ہے، یعنی وہ زمین کسی کی ملکیت نہیں رہتی۔

ترجمہ :٣ پانی کی تیسری قسم یہ ہے کہ وہ وہ تقسیم میں داخل ہو چکا ہو، اس میں پینے کا حق رہے گا، اور اصل اس میں حدیث ہے لوگ تین چیزوں میں شریک ہیں، پانی، اور گھاس، اور آگ، یہ لفظ کھیت میں پانی پلانے کو بھی شامل ہے، لیکن کھیت میں پانی پلانے کو خاص کر لیا گیا، اس لئے دوسرا یعنی منہ سے پانی پینا باقی رہا۔

لغت :شُرب، اور شِرب، دو لفظ آتا ہے شُرب، ش، کے پیش کے ساتھ، اس کا ترجمہ ہے انسان اور جانور کا منہ سے پانی پینا، کنواں اور حوض کے پانی میں اس کی اجازت ہے۔ دوسرا لفظ ہے شِرب، ش کے کسرے کے ساتھ، اس کا ترجمہ ہے، کھیت کو سیراب کرنا، کنواں اور حوض کے پانی میں بغیر مالک کے اجازت کے یہ نہیں کر سکے گا، کیونکہ کنواں اور حوض سوکھ جائے گا۔احراز: یہ منطقی لفظ ہے۔ اپنی ملکیت میں محفوظ کر لینے کو، احراز، کہتے ہیں۔ مقاسمہ: کنواں میں پانی نکالنے میں باری لگ جائے کہ صبح کو زید پانی نکالے اور شام کو عمر پانی نکالے، اس کو مقاسمہ، کہتے ہیں،

تشریح :تیسری قسم کنواں اور حوض کا پانی ہے، انسان اور جانور کو اس سے پانی پینے سے نہیں روک سکتا، لیکن کھیت کو پانی پلانے سے روکا جا سکتا ہے۔

وجہ :(١) جانور اور انسان کو پینے سے نہیں روک سکتا اس کے لئے یہ حدیث ہے جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا۔ عن رجل من المهاجرين من اصحاب النبی ﷺ قال غزوت مع النبی ﷺ ثلاثا اسمعه يقول ، المسلمون شركاء فی الثلاث فی الماء و الكلأ و النار (ابو داود شریف، باب فی منع الماء، ص۵۰۲، نمبر ۳۴۷۷/ ابن ماجۃ شریف، باب المسلمون شرکاء فی الثلاث، ص۳۵۴، نمبر ۲۴۷۲) اس حدیث میں ہے کہ تمام مسلمان پانی میں شریک ہیں۔ (٢) لیکن

خُصَّ مِنْهُ الْأَوَّلُ وَبَقِيَ الثَّانِي وَهُوَ الشَّفَةُ، ۴ وَلِأَنَّ الْبِئْرَ وَنَحْوَهَا مَا وُضِعَ لِلْإِحْرَازِ. وَلَا يُمْلَكُ الْمُبَاحُ بِدُونِهِ كَالظَّبْيِ إذَا تَكَنَّسَ فِي أَرْضِهِ، ۵ وَلِأَنَّ فِي إبْقَاءِ الشَّفَةِ ضَرُورَةً؛ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ لَا يُمْكِنُهُ اسْتِصْحَابُ الْمَاءِ إلَى كُلِّ مَكَانٍ وَهُوَ مُحْتَاجٌ إلَيْهِ لِنَفْسِهِ وَظَهْرِهِ؛ فَلَوْ مُنِعَ عَنْهُ أَفْضَى إلَى حَرَجٍ عَظِيمٍ، ۶ وَإِنْ أَرَادَ رَجُلٌ أَنْ يَسْقِيَ بِذَلِكَ أَرْضًا أَحْيَاهَا كَانَ لِأَهْلِ النَّهْرِ أَنْ يَمْنَعُوهُ عَنْهُ أَضَرَّ بِهِمْ أَوْ لَمْ يَضُرَّ؛ لِأَنَّهُ حَقٌّ خَاصٌّ لَهُمْ وَلَا ضَرُورَةَ. وَلِأَنَّا لَوْ أَبَحْنَا

کھیت کوسیراب کرنے سے روکا جائے گا، اس لئے کہ یہ پانی اس کے مقاسمہ میں داخل ہے، مقاسمہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک دن کسی دوسرے کی باری ہواور دوسرے دن اس کو پانی لینے کی باری ہواس کو مقاسمہ، کہتے ہیں۔ اس آیت میں مقاسمہ کا ثبوت ہے۔ قال ھذہ ناقۃ لھا شرب و لکم شرب یوم معلوم ۔ (آیت ۱۵۵، سورۃ الشعراء ۲۶) (۳) بغیر اجازت کے کنواں سے کھیت سیراب کرے گا تو پانی سوکھ جائے گا اور پینے کے لئے بھی کنواں میں پانی نہیں رہے گا، اس لئے کھیت سیراب کرنے کی گنجائش نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۴ اور اس لئے کہ کنواں احراز کرنے کے لئے وضع نہیں کیا گیا ہے، اور احراز اور محفوظ کرنے کے مباح چیز کا مالک نہیں ہوتا، جیسے ہرن نے کسی زمین میں گھر بنالیا[تو جب تک اس کو پکڑے گا نہیں مالک نہیں ہوگا۔

تشریح: ،کنواں کے پانی کو منہ سے پینے کی اجازت کیوں ہے اس کی دلیل ہے۔ احراز کا ترجمہ ہے کسی چیز کو قبضہ کر کے محفوظ کر لینا، کنواں پانی کو محفوظ کر کے قبضہ کرنے کے لئے نہیں ہے اس لئے کنواں میں جو پانی ہے وہ محفوظ نہیں ہے اس لئے بغیر اجازت کے دوسرا آدمی بھی پی سکتا ہے۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں، کہ ہرن نے کسی کے کھیت میں گھر بنالیا تو اس سے وہ کھیت والا ہرن کا مالک نہیں بنا، ہاں ہرن کو پکڑے گا اور اس پر قبضہ کریگا تب اس کی ملکیت ہوگی، اسی طرح پانی کنواں میں جمع ہوا تو وہ ابھی بھی سب کے لئے مباح ہے، کنواں والا اس پانی کا مالک نہیں بنا ہے اس لئے اس پانی کو کوئی بھی پی سکتا ہے۔

لغت: ظبی: ہرن۔ تکنس: گھر بنالیا۔

ترجمہ: ۵ اور اسلئے کہ پینے کا حلال باقی رکھنے میں ضرورت ہے، اس لئے کہ انسان کے لئے ہر وقت پانی ساتھ رکھنا ممکن نہیں ہے، حالانکہ وہ اپنے لئے اور سواری کے لئے پینے کا محتاج ہے، پس اگر پینے سے بھی روک دیا تو حرج عظیم لازم آئے گا

تشریح: : یہ دلیل عقلی ہے، انسان اور جانور کو پینے کی ضرورت ہے اور ہر جگہ پانی ساتھ نہیں رکھ سکتا اس لئے اگر کنواں اور حوض سے پینا ممنوع قرار دیا جائے تو حرج عظیم لازم آئے گا، اس لئے کنواں اور حوض سے پینے کی اجازت ہوگی۔

ترجمہ: ۶ پس اگر کوئی آدمی اس کنواں یا خاص نہر سے اپنی زمین سیراب کرنا چاہے جسکو اس نے زندہ کیا تھا، تو نہر والے کو روکنے کا حق ہے، نہر والے کو اس سے نقصان ہوتا ہو یا نہیں، اس لئے کہ یہ پانی اس کا خاص حق ہے، اور کھیت سیراب

ذَلِکَ لَانْقَطَعَتْ مَنْفَعَةُ الشِّرْبِ. ۷ وَالرَّابِعُ: الْمَاءُ الْمُحَرَّزُ فِي الْأَوَانِي وَأَنَّهُ صَارَ مَمْلُوكًا لَهُ بِالْإِحْرَازِ، وَانْقَطَعَ حَقُّ غَيْرِهِ عَنْهُ كَمَا فِي الصَّيْدِ الْمَأْخُوذِ، ۸ إلَّا أَنَّهُ بَقِيَتْ فِيهِ شُبْهَةُ الشَّرِكَةِ نَظَرًا إلَى الدَّلِيلِ وَهُوَ مَا رَوَيْنَا، حَتَّى لَوْ سَرَقَهُ إنْسَانٌ فِي مَوْضِعٍ يَعِزُّ وُجُودُهُ وَهُوَ يُسَاوِي نِصَابًا لَمْ تُقْطَعْ يَدُهُ. ۹ وَلَوْ كَانَ الْبِئْرُ أَوْ الْعَيْنُ أَوْ الْحَوْضُ أَوْ النَّهْرُ فِي مِلْكِ رَجُلٍ لَهُ أَنْ يَمْنَعَ مَنْ يُرِيدُ الشَّفَةَ مِنْ الدُّخُولِ فِي مِلْكِهِ إذَا كَانَ يَجِدُ مَاءً آخَرَ يَقْرُبُ مِنْ هَذَا الْمَاءِ فِي غَيْرِ مِلْكِ أَحَدٍ، وَإِنْ كَانَ لَا يَجِدُ يُقَالُ لِصَاحِبِ النَّهْرِ: إمَّا أَنْ تُعْطِيَهُ الشَّفَةَ أَوْ تَتْرُكَهُ يَأْخُذُ

کرنے کی اتنی ضرورت نہیں ہے، اور اگر ہم کھیت سیراب کرنے کو مباح قرار دے دیں تو پینے کا پانی بھی ختم ہو جائے گا۔

تشریح : کنواں، یا حوض، یا چھوٹے نہر سے کوئی آدمی اپنی کھیتی سیراب کرنا چاہے جسکو اس نے زندہ کیا تھا، تو کنواں والے کو یہ حق ہے کہ اس کو منع کر دے۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پانی کنواں والے کا خاص حق ہے، اس لئے پینے سے تو نہیں روک سکتا، لیکن سیراب کرنے سے روک سکتا ہے۔ (۲) سیراب کرنے میں اتنی ضرورت نہیں پڑتی جو پینے میں پڑتی ہے۔ (۳) سیراب کرنے کی گنجائش دے دی جائے تو کنواں کا پانی سوکھ جائے گا، اور پینے کیلئے بھی نہیں ملے گا، اس لئے سیراب کرنے سے روکنے کی گنجائش ہے

ترجمہ : ۷ چوتھا وہ پانی ہے جو برتن میں محفوظ کر لیا ہو، محفوظ کرنے سے یہ اس کا ملک ہو گیا، اور غیر کا حق اس سے ختم ہو گیا، جیسے کہ شکاری جانور کو پکڑ لیا ہو تو غیر کا حق ختم ہو جاتا ہے۔

تشریح : واضح ہے۔

ترجمہ : ۸ مگر اس پانی میں شریک ہونے کا بھی شبہ ہے، اس حدیث کی دلیل کو دیکھتے ہوئے جسکو ہم نے روایت کی، یہی وجہ ہے کہ کسی انسان نے ایسی جگہ سے پانی چوری کی جہاں پانی ملتا نہیں ہے، اور پانی کی قیمت [ہاتھ کاٹنے کے نصاب تک ہے] پھر بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

تشریح : برتن کا پانی اگر چہ مملوک ہے، لیکن اوپر والی حدیث کی وجہ سے اس میں شرکت کا شبہ ہے، چنانچہ ایسی جگہ پانی چرایا جہاں پانی ملتا نہیں ہے، اور اس پانی کی قیمت اتنی ہے جس میں چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، یعنی دس درہم، پھر بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ حدیث میں ہے کہ تین چیزوں میں سب مسلمان شریک ہیں پانی، آگ، اور گھاس، میں۔ اس حدیث کی بنا پر شبہ ہے کہ چور اس پانی میں شریک ہو اس لئے یہاں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

لغت: یعز وجودہ: پانی کا وجود بہت کم پایا جاتا ہو۔

ترجمہ : ۹ اگر کنواں، یا چشمہ، یا حوض، یا نہر کسی آدمی کی ملکیت میں ہو تو اس کو حق ہے کہ پانی پینے کے لئے داخل ہو تو اس کو

بِنَفْسِهِ بِشَرْطِ أَنْ لَا يَكْسِرَ ضِفَّتَهُ، وَهَذَا مَرْوِيٌّ عَنْ الطَّحَاوِيِّ، ١٠ وَقِيلَ مَا قَالَهُ صَحِيحٌ فِيمَا إذَا احْتَفَرَ فِي أَرْضٍ مَمْلُوكَةٍ لَهُ. أَمَّا إذَا احْتَفَرَهَا فِي أَرْضٍ مَوَاتٍ فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَمْنَعَهُ؛ لِأَنَّ الْمَوَاتَ كَانَ مُشْتَرَكًا وَالْحَفْرُ لِإِحْيَاءِ حَقٍّ مُشْتَرَكٍ فَلَا يَقْطَعُ الشَّرِكَةَ فِي الشَّفَةِ، ١١ وَلَوْ مَنَعَهُ عَنْ ذَلِكَ، وَهُوَ يَخَافُ عَلَى نَفْسِهِ أَوْ ظَهْرِهِ الْعَطَشَ لَهُ أَنْ يُقَاتِلَهُ بِالسِّلَاحِ لِأَنَّهُ قَصَدَ إتْلَافَهُ بِمَنْعِ حَقِّهِ وَهُوَ الشَّفَةُ، وَالْمَاءُ فِي الْبِئْرِ مُبَاحٌ غَيْرُ مَمْلُوكٍ، بِخِلَافِ الْمَاءِ الْمُحَرَّزِ فِي

منع کردے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے قریب میں ایسا پانی ہو جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو، اور اگر قریب میں کا ئی بھی پانی نہیں ہے ، تو نہر والے سے کہا جائے گا، یا تو پانی لا کر دو، یا اس کو چھوڑ دو تا کہ خود سے پانی لے آئے، بشرطیکہ کنارے کو نہ توڑے، اور یہ بات امام طحاوی سے مروی ہے۔

تشریح : کنواں، یا نہر کسی کی مملوک کھیت میں ہے، تو اس کا پانی مملوک نہیں ہے، لیکن زمین مملوک ہے، اس لئے اس زمین میں داخل ہونے سے روک سکتا ہے، لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ قریب میں کوئی ایسا پانی ہو جو کسی کی ملکیت نہ ہوتا کہ یہ اس پانی کو پی سکے، لیکن اگر قریب میں کوئی دوسرا پانی نہ ہو تو اس کنواں والے سے کہا جائے گا کہ تم کنواں سے پانی نکال کر دو تا کہ وہ پانی پیئے، یا نہیں تو اس کو کنواں کے پاس جانے کی اجازت دو، یہ جانے کی اجازت کے لئے شرط یہ ہے کہ داخل ہونے والا کنواں کا کوئی نقصان نہ کرے، مثلا اس کی کناری نہ توڑے۔ یہ امام طحاویؒ سے مروی ہے۔

ترجمہ : ١٠ بعض حضرات نے کہا کہ امام طحاوی نے جو کچھ کہا وہ صحیح ہے، جبکہ مموک زمین میں کنواں کھودا ہو، اور اگر مردہ زمین میں کنواں کھودا ہو تو کنواں کے پاس جانے سے نہیں روک سکتا، اس لئے کہ مردہ زمین سب کا مشترک ہے، اور کنواں کھودنا مشترک حق کو زندہ کرنا ہے، اس لئے پینے میں شرکت ختم نہیں ہوئی۔

تشریح : اگر مردہ زمین میں کنواں، یا نہر کھودا تو پینے والے کو وہاں داخل ہونے سے نہیں روک سکتا۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ مردہ زمین سب کی ہے، اس کھودنے والے کی خصوصی ملکیت نہیں ہوئی اس لئے داخل ہونے سے نہیں روک سکتا۔ (۲) مصنف نے اس طرح دلیل بیان کی۔ کنواں کھودنا مشترکہ حق کو زندہ کرنا ہے، اس لئے اس کنواں میں سب شریک ہیں اس لئے اس میں داخل ہونے سے نہیں روک سکتا۔

ترجمہ : ١١ اگر کنواں والے نے پانی پینے سے روک دیا، اور اس آدمی کو اپنی ذات پر یا سواری پر پیاس سے ہلاک ہونے کا خوف ہے، تو وہ ہتھیار سے جنگ کر سکتا ہے اس لئے کہ اس کے حق کو روک کر اس کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا، اور وہ پانی پینا ہے ، کیونکہ کنواں میں جو پانی ہے وہ مباح ہے کسی کا مملوک نہیں ہے، بخلاف وہ پانی جو برتن میں ہے، اس کے روکنے سے بغیر ہتھیار سے جنگ کر سکتا ہے، اس لئے کہ برتن والا اس پانی کا مالک بن گیا۔

الْإِنَاءِ حَيْثُ يُقَاتِلُهُ بِغَيْرِ السِّلَاحِ؛ لِأَنَّهُ قَدْ مَلَكَهُ، ۱۲؎ وَكَذَا الطَّعَامُ عِنْدَ إصَابَةِ الْمَخْمَصَةِ، ۱۳؎ وَقِيلَ فِي الْبِئْرِ وَنَحْوِهَا الْأَوْلَى أَنْ يُقَاتِلَهُ بِغَيْرِ السِّلَاحِ بِعَصًا؛ لِأَنَّهُ ارْتَكَبَ مَعْصِيَةً فَقَامَ ذَلِكَ مَقَامَ التَّعْزِيرِ لَهُ؛ ۱۴؎ وَالشَّفَةُ إذَا كَانَ يَأْتِي عَلَى الْمَاءِ كُلِّهِ بِأَنْ كَانَ جَدْوَلًا صَغِيرًا. وَفِيمَا يَرِدُ مِنْ الْإِبِلِ وَالْمَوَاشِي كَثْرَةٌ يَنْقَطِعُ الْمَاءُ بِشُرْبِهَا قِيلَ لَا يُمْنَعُ مِنْهُ؛ لِأَنَّ الْإِبِلَ لَا تَرِدُهُ فِي كُلِّ

تشریح :اپنی زمین میں کنواں، یا نہر کھودا تھا، اس لئے وہ پینے سے روک رہا ہے تو اگر یہ خطرہ ہے کہ پیاس سے آدمی یا جانور مر جائے گا تو کنواں والے سے ہتھیار سے جنگ کر سکتا ہے۔

وجه :اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آدمی کنواں کا تو مالک ہے، لیکن اس میں جو پانی اس کا مالک نہیں ہے، وہ مرنے والے کا بھی ہے، اس لئے مرنے والا اپنا حق لینے کے لئے ہتھیار سے جنگ کر سکتا ہے، اور اگر پانی اس آدمی کے برتن میں ہے تو اس صورت میں چونکہ برتن والا مالک بن گیا اس لئے پیاسا آدمی بغیر ہتھیار کے جنگ کر سکتا ہے، کیونکہ اس کو ہلاکت کا خطرہ ہے، اور ہلاکت کے وقت اس کا حق برتن والے پانی میں بھی ہو گیا ہے۔

ترجمه :۱۲؎ ایسے ہی مخمصہ [موت] کے وقت کھانے کا حکم ہے۔

تشریح :ایک آدمی کے پاس کھانا ہے، وہ دیتا نہیں ہے، اور دوسرا آدمی بھوک سے مر رہا ہے تو مرنے والا ہتھیار سے جنگ کر کے یہ کھانا لے سکتا ہے، کیونکہ موت کی وجہ سے اس کا حق کھانے میں ہو گیا

وجه : حرمت علیکم المیتة و الدم و لحم الخنزیر و ما اهل بغیر الله .....فمن اضطر فی مخمصة غیر متجانف لاثم فان الله غفور رحیم۔(آیت ۳، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ سور وغیرہ حرام ہے، لیکن مخمصہ [موت] کی حالت ہو تو یہی چیزیں بقدر ضرورت حلال ہو جاتی ہیں، اسی طرح دوسرے کا مال حرام ہے، لیکن مخمصہ کے وقت یہ حلال ہو گیا۔

ترجمه :۱۳؎ اور کہا گیا ہے کہ کنواں اور اس کے مثل میں زیادہ بہتر یہ ہے کہ بغیر ہتھیار کے لاٹھی سے لڑائی کرے، اس لئے کہ پانی نہ دینے والے نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اس لئے یہ تعزیر کے قائم مقام ہے۔

تشریح : آدمی مر رہا ہے اور کنواں سے پانی نہیں لینے دیتا ہے تو اس کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس کنواں والے سے لڑائی تو کرے، لیکن ہتھیار سے نہیں بلکہ لاٹھی سے لڑائی کرے اور اس کو پیٹے۔

وجه :اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا پانی نہ دینا گناہ ہے اس لئے یہ تعزیر کا مستحق بن گیا، اور تعزیر لاٹھی سے کی جاتی ہے، اس لئے لاٹھی سے پیٹے، اور تعزیر کرے۔

ترجمه:۱۴؎ اگر پینے دینے سے سارا ہی پانی ختم ہو جاتا ہو، اس طرح کہ چھوٹی نالی ہے اور اونٹ اور جانور جو پینے آتے

وَقْتٍ وَصَارَ كَالْمُيَاوَمَةِ وَهُوَ سَبِيلٌ فِي قِسْمَةِ الشِّرْبِ. وَقِيلَ لَهُ أَنْ يَمْنَعَ اعْتِبَارًا: بِسَقْيِ الْمَزَارِعِ وَالْمَشَاجِرِ وَالْجَامِعُ تَفْوِيتُ حَقِّهِ، ۱۵؎ وَلَهُمْ أَنْ يَأْخُذُوا الْمَاءَ مِنْهُ لِلْوُضُوءِ وَغَسْلِ الثِّيَابِ فِي الصَّحِيحِ؛ لِأَنَّ الْأَمْرَ بِالْوُضُوءِ وَالْغُسْلِ فِيهِ كَمَا قِيلَ يُؤَدِّي إلَى الْحَرَجِ وَهُوَ مَدْفُوعٌ، ۱۶؎ وَإِنْ أَرَادَ أَنْ يَسْقِيَ شَجَرًا أَوْ خَضِرًا فِي دَارِهِ حَمْلًا بِجِرَارِهِ لَهُ ذَلِكَ فِي الْأَصَحِّ؛

ہیں وہ بہت ہیں، جسکے پینے سے پانی ختم ہوجاتا ہے، تو بعض حضرات نے کہا کہ پھر بھی نہ روکے، اس لئے کہ اونٹ کبھی کبھی آئے گا تو اس کی باری کی طرح ہوگیا، اور اونٹ کو باری کا حق تو ہے اس لئے اس کو پینے سے نہ روکے، اور بعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ روکا جائے گا، کھیت اور درختوں کو سیراب کرنے پر قیاس کرتے ہوئے، اور وجہ یہ ہے کہ کنواں والے کا حق بالکل ختم ہو رہا ہے۔

تشریح :سوکھنے والا کنواں ہے، یا چھوٹی نالی ہے، اور پینے والے جانور اتنے ہیں کہ اگر سب کو پینے دیا جائے تو پانی ختم ہوجائے گا، تو اس بارے میں دو قول ہیں۔ [۱] ایک قول یہ ہے کہ پینے سے نہیں روک سکتے، کیونکہ جانور دن کو آئے گا رات کو پینے نہیں آئے گا تو یہ باری مقرر کی طرح ہوگیا، اور کنواں والے کو رات کا پانی مل گیا، اس لئے منع نہیں کرسکتا، اور جانور کی جان کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ [۲] دوسرا قول یہ ہے کہ منع کرسکتا ہے، کیونکہ جب پانی سوکھ جائے گا تو پھر کنواں والے کا بھی حق مارا جائے گا۔ تو جس طرح کھیت اور درخت کو سیراب کرنے سے منع کرسکتا ہے اسی طرح جانور کو بھی پینے سے روک سکتا ہے، کیونکہ دونوں میں پانی ختم ہونے کا خطرہ ہے۔

لغت : میاومۃ : یوم سے مشتق ہے، ایک دن اس کی باری اور دوسرے دن اس کی باری۔ وھو سبیل : اس کواں کا راستہ ہے، اس کواں کا حق ہے۔ الجامع : دونوں کا مجموعی قاعدہ۔

ترجمہ :۱۵؎ آدمی کے لئے یہ جائز ہے کہ کنواں، یا نالی سے وضو کے لئے پانی لے، اور کپڑا دھونے کے لئے پانی لے صحیح روایت میں، اس لئے کہ نالی ہی میں وضو یا غسل کرے گا تو حرج ہوگا، حالانکہ حرج مدفوع ہے۔

تشریح : نالی اور کنواں سے جس طرح پینے کا پانی لے سکتا ہے، اسی طرح وضو کے لئے اور کپڑا دھونے کے لئے بھی پانی لے سکتا ہے، اور دور جا کر وضو کرے، خود نالی میں وضو کرنے اور کپڑا دھونے سے منع کیا جائے، کیونکہ اس سے پانی گندا ہوگا، اور پینے کے قابل نہیں رہے گا۔ اور لوگوں کو پینے میں حرج ہوگا۔

ترجمہ :۱۶؎ اگر گھر میں لگائے ہوئے درخت اور سبزی کو مٹکے سے پانی لیجا کر پلانا چاہے، تو صحیح روایت یہ ہے کہ اس کی گنجائش ہوگی، اس لئے کہ لوگ اس میں وسعت سے کام لیتے ہیں اور منع کرنے کو کمینگی سمجھتے ہیں۔

تشریح : گھر میں پھلواری یا درخت لگایا ہے مٹکے سے پانی لیجا کر اس کو پلانا چاہے تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ اس طرح کے

لِأَنَّ النَّاسَ يَتَوَسَّعُونَ فِيهِ وَيَعُدُّونَ الْمَنْعَ مِنْ ۱۷ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَسْقِيَ أَرْضَهُ وَنَخْلَهُ وَشَجَرَهُ مِنْ نَهْرِ هَذَا الرَّجُلِ وَبِئْرِهِ وَقَنَاتِهِ إلَّا بِإِذْنِهِ نَصًّا، وَلَهُ أَنْ يَمْنَعَهُ مِنْ ذَلِكَ؛ لِأَنَّ الْمَاءَ مَتَى دَخَلَ فِي الْمَقَاسِمِ انْقَطَعَتْ شِرْكَةُ الشِّرْبِ بِوَاحِدَةٍ؛ لِأَنَّ فِي إبْقَائِهِ قَطْعَ شِرْبِ صَاحِبِهِ، ۱۸ وَلِأَنَّ الْمَسِيلَ حَقُّ صَاحِبِ النَّهْرِ، وَالضِّفَّةِ تَعَلَّقَ بِهَا حَقُّهُ فَلَا يُمْكِنُهُ التَّسْيِيلُ فِيهِ وَلَا شَقُّ الضِّفَّةِ، فَإِنْ أَذِنَ لَهُ صَاحِبُهُ فِي ذَلِكَ أَوْ أَعَارَهُ فَلَا بَأْسَ بِهِ؛ لِأَنَّهُ حَقُّهُ فَتَجْرِي فِيهِ الْإِبَاحَةُ كَالْمَاءِ

پانی سے روکنے سے لوگ برا سمجھتے ہیں ۔۔جرۃ: مٹکا۔خضرا:سبزی۔

وجه:عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا يمنع فضل الماء ليمنع به الكلاء ۔(ابوداود شریف، باب فی منع الماء،ص۵۰۲،نمبر۳۴۷۳)اس حدیث میں تھوڑی بہت گھاس اگانے کے لئے باقی ماندہ پانی کو روکنا اچھی بات نہیں ہے

ترجمه :۱۷ کسی آدمی کے نہر،کنواں اور کاریز سے زمین اور درختوں کو سیراب کرنا جائز نہیں ہے،مگر اس کی صراحتا اجازت سے اور کنواں والے کو یہ بھی حق ہے کہ اس کو روک دے اس لئے کہ پانی جب اس کی ملکیت میں داخل ہو گیا تو دوسرے کے سیراب کرنے کی شرکت بالکل ختم ہوگئی ،اس لئے کہ سیرابی کو باقی رکھنے میں نہر والے کی سیرابی ختم ہو جائے گی۔

لغت:مقاسم: تقسیم کرنا،اور باری باندھنا۔یہ ایک محاورہ ہے جسکو یہاں استعمال کیا ہے۔انسان اور جانور کو منہ سے پانی پینے کی اجازت دی، یہ اس کی باری ہوگئی،اور اس نے اپنی باری وصول کر لی۔اور کھیت کو سیراب کرنا، یہ کنواں اور نالی والے کی باری ہے،اور اس پر اس کا حق ہے،اس لئے دوسروں کو زمین سیراب کرنے سے وہ روک سکتا ہے،اور اس کی صراحتا اجازت کے بغیر کوئی زمین کو سیراب نہیں کر سکتا۔شِرب:ش، کے کسرے کے ساتھ،کھیت سیراب کرنا۔شرُب:ش، کے پیش کے ساتھ، پانی پینا۔

تشریح :کنواں،نہر،اور کاریز والے کی صراحت کے ساتھ اجازت کے بغیر کھیتی سیراب کرنا جائز نہیں ہے،اور اس کو حق ہے کہ اس کو سیراب کرنے سے منع کر دے۔

وجه:(۱)کھیتی سیراب کرنا یہ کنواں والے کی باری ہے،اور اس کا حق ہے اس لئے اس کی اجازت کے بغیر کھیت سیراب کرنا جائز نہیں،(۲)سیراب کرنے میں پانی جاتا ہے اس سے پانی ختم ہو جائے گا اور اس کا حق مارا جائے گا۔

ترجمه :۱۸ اور اس لئے کہ نہر کے پیٹ کا حصہ نہر والے کا حق ہے،اور کنارے کے ساتھ بھی نہر والے کا حق متعلق ہے اس لئے نہر کے پیٹ میں پانی بہانا،اور کنارے کو توڑنا ممکن نہیں، پس اگر نہر والے نے اجازت دی، یا عاریت پر دیا تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے اس لئے کہ اس کا حق ہے اس میں مباح کرنا جاری ہو سکتا ہے جیسے برتن میں محفوظ کیا ہوا پانی کی اجازت دے سکتا ہے۔

الْمُحَرَّزِ فِي إِنَائِهِ.

لغت :مسیل :سأل سے مشتق ہے، پانی بہنے کی جگہ،نہر کا پیٹ،شق: پھاڑنا،توڑنا۔ضفة :نہر کا کنارہ۔

تشریح :کھیت سیراب نہ کرنے کی یہ تیسری دلیل ہے۔نہر کا پیٹ،نہر والے کا ہے اس میں غیر آدمی پانی جاری نہیں کر سکتا، اور کھیت سیراب کرنے کے لئے نہر کے پیٹ میں پانی جاری کرنا پڑے گا جو اس کا حق نہیں ہے۔اسی طرح نہر کا کنارہ،نہر والے کا ہے،اس کی اجازت کے بغیر اس کو توڑ نہیں سکتا،اور کھیت سیراب کرنے کے لئے کنارے کو توڑنا پڑے گا اس لئے بغیر اجازت کھیت سیراب نہیں کر سکتا۔پس اگر نہر والے نے سیراب کرنے کی اجازت دی تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ یہ اس کا حق ہے،جیسے برتن میں محفوظ کیا ہوا پانی کسی کو دے سکتا ہے۔

﴿فصل فی کری الانهار﴾

ل قَالَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ -: الْأَنْهَارُ ثَلَاثَةٌ: نَهْرٌ غَيْرُ مَمْلُوكٍ لِأَحَدٍ وَلَمْ يَدْخُلْ مَاؤُهُ فِي الْمَقَاسِمِ بَعْدُ كَالْفُرَاتِ وَنَحْوِهِ، وَنَهْرٌ مَمْلُوكٌ دَخَلَ مَاؤُهُ فِي الْقِسْمَةِ إلَّا أَنَّهُ عَامٌّ. وَنَهْرٌ مَمْلُوكٌ دَخَلَ مَاؤُهُ فِي الْقِسْمَةِ وَهُوَ خَاصٌّ. ٢ وَالْفَاصِلُ بَيْنَهُمَا اسْتِحْقَاقُ الشَّفَةِ بِهِ

﴿فصل فی کری الانهار﴾

ضروری نوٹ: نہر کھودنے کے احکام۔نہر کی تین قسمیں ہیں[ا] بڑی ندی، جیسے گنگا، جمنا، دجلہ،فرات، یہ کسی کی ملکیت نہیں ہے، یہ حکومت کی چیز ہے اس لئے اس کو بیت المال کے خراج، اور جزیہ سے کھودا جائے گا

[٢] چھوٹی ندی، یہ ندی کئی گاؤں سے گزرتی ہے، اس میں پانی کا حصہ ہوسکتا ہے یہ ندی بیت المال سے نہیں کھودی جائے گی، بلکہ جن جن گاؤں سے گزرے گی ان پر اس کے کھودنے کا خرچ لازم ہوگا

[٣] چھوٹی نالی، گاؤں میں دس بیس آدمی کے کھیت کو سیراب کرنے کے لئے کھودی جائے، یہ نالی چونکہ مخصوص لوگوں کے فائدے کے لئے کھودی گئی ہے، اس لئے جن لوگوں کا کھیت سیراب ہوگا انہیں پر اس کا خرچ لازم ہوگا۔تفصیل آگے دیکھیں۔

نوٹ: اس زمانے میں نہر اور ندی حکومت ہی کھودتی ہے اور وہی رقم خرچ کرتی ہے۔

ترجمہ: ل مصنفؒ فرماتے ہیں کہ نہر کی تین قسمیں ہیں۔[ا] ایسی بڑی ندی جو کسی کی مملوک نہ ہو اور اس کا پانی تقسیم نہیں کیا جاتا ہو، [بلکہ جو چاہے اور جب چاہے اس سے سیراب کرلے]، جیسے فرات ندی اور اس جیسی ندی۔[٢] دوسرے قسم کی ندی وہ ہے جو مملوک ہو اور اس کا پانی کو تقسیم کیا جاتا ہو، مگر یہ نہر تیسری ندی سے بڑی ہوتی ہے[٣] اور تیسری ندی وہ جو مملوک ہے اور اس کا پانی تقسیم کیا جاتا ہے لیکن یہ دوسری قسم کی ندی سے چھوٹی ہے[اس کو نالی کہتے ہیں]۔

تشریح: مصنفؒ تین قسم کی ندی کو بیان کررہے ہیں[ا] پہلی قسم وہ بڑی ندی ہے جو کسی کی مملوک نہیں ہے اور نہ اس کے پانی لینے کے لئے باری باندھی جاتی ہے، بلکہ جو چاہے اور جب اس سے اپنا کھیت سیراب کرلے، جیسے فرات، دجلہ، گنگا، جمنا وغیرہ، ان میں اتنا پانی ہوتا ہے کہ زمین سیراب کرنے سے اس کا پانی ختم نہیں ہوتا۔[٢] دوسری قسم کی ندی وہ ہے جو گاؤں والوں کی ملکیت ہوتی ہے اور اس سے سیراب کرنے میں باری باندھی جاتی ہے اور پانی کو تقسیم کیا جاتا ہے، یہ ندی دو چار گاؤں والوں کے لئے ہوتی ہے[٣] تیسری قسم کی ندی چھوٹی نالی ہے جو دس بیس آدمیوں کے کھیت کو سیراب کرنے کے لئے کھودی جاتی ہے، اس سے سیراب کرنے کے لئے باری باندھی جاتی ہے، اور پانی تقسیم کیا جاتا ہے۔یہ دوسری ندی سے بھی خاص ہے۔اس کو ہم لوگ ,نالی، کہتے ہیں۔

وَعَدَمُهُ. ۳؎ فَالْأَوَّلُ كَرْيُهُ عَلَى السُّلْطَانِ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ؛ لِأَنَّ مَنْفَعَةَ الْكَرْيِ لَهُمْ فَتَكُونُ مُؤْنَتُهُ عَلَيْهِمْ، وَيُصْرَفُ إِلَيْهِ مِنْ مُؤْنَةِ الْخَرَاجِ وَالْجِزْيَةِ دُونَ الْعُشُورِ وَالصَّدَقَاتِ؛ لِأَنَّ الثَّانِيَ لِلْفُقَرَاءِ وَالْأَوَّلَ لِلنَّوَائِبِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي بَيْتِ الْمَالِ شَيْءٌ فَالْإِمَامُ يُجْبِرُ النَّاسَ عَلَى كَرْيِهِ إِحْيَاءً لِمَصْلَحَةِ الْعَامَّةِ إِذْ هُمْ لَا يُقِيمُونَهَا بِأَنْفُسِهِمْ، وَفِي مِثْلِهِ قَالَ عُمَرُ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ –: لَوْ تُرِكْتُمْ لَبِعْتُمْ أَوْلَادَكُمْ، إِلَّا أَنَّهُ يُخْرِجُ لَهُ مَنْ كَانَ يُطِيقُهُ وَيُجْعَلُ مُؤْنَتُهُ عَلَى

ترجمه:۲؎ ندی اور چھوٹی نالی کے درمیان فاصلہ یہ ہے کہ، کہ شفعہ کا استحقاق ہو یا نہ ہو۔

تشریح: ندی کے ایک کنارے پر ایک زمین بک رہی ہے اب دوسرے کنارے والے کو اس زمین کے لئے شفعہ کا حق ہے تو یہ چھوٹی نالی ہے، اور شفعہ کا حق نہیں ہے تو یہ ندی ہے، ندی اور نالی کو پہچاننے کا یہ ایک طریقہ ہے۔

ترجمه:۳؎ پہلی [یعنی بڑی ندی، جیسے دجلہ، فرات] اس کے کھودنے کی ذمہ داری سلطان پر ہے بیت المال سے کھودے گا ،اس لئے کہ اس کو کھودنے کا نفع مسلمانوں کے لئے ہے، اس لئے کھودنے کی ذمہ داری بھی انہیں پر ہے، اس میں خراج اور جزیہ کا مال خرچ کیا جائے گا، عشر اور صدقات کا نہیں، اس لئے کہ دوسرا [یعنی عشر اور صدقات فقراء کے لئے ہے۔ اور پہلا [یعنی خراج اور جزیہ] مصیبت زدہ لوگوں کے لئے ہے، اور اگر بیت المال میں کچھ نہ ہو تو امام اس کے کھودنے پر مجبور کرے گا، عام مسلمانوں کی مصلحت کو زندہ کرنے کے لئے، اس لئے خود مسلمان تو اس کو نہیں کریں گے، اور اسی جیسے موقع کے لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ، اگر تم نہر کھودنا چھوڑ دو گے تو بھوک کی وجہ سے اپنی اولاد کو بیچ دو گے، یہ اور بات ہے کہ جو کھودنے کی طاقت رکھتا ہو اس کو کھودنے کیلئے نکالے گا، اور جو کھودنے کی طاقت نہیں رکھتا ہو ان مالداروں پر ان لوگوں کے اخراجات لازم کریں گے

تشریح: بڑی ندی کا فائدہ عام مسلمانوں کے لئے ہے اس لئے اس کو کھودنے اور اس کو مرمت کرنے کی ذمہ داری بادشاہ پر ہے، وہ بیت المال کے پیسے سے اس کو کھودے گا، بیت المال میں چار قسم کی رقم جمع ہوتی ہے [۱] خراج [۲] جزیہ [۳] عشر [۴] اور صدقات۔ ان میں سے عشر اور صدقات تو فقراء کے لئے ہیں اس لئے اس کو نہر کھودنے میں خرچ نہیں کرے گا، البتہ خراج اور جزیہ سے نہر کھودے گا، اس لئے کہ یہ دونوں رقم ان کاموں کے لئے ہیں۔ اور اگر بیت المال میں روپیہ نہیں ہے تو عوام کو کھودنے پر مجبور کرے گا، کیونکہ مجبور کئے بغیر یہ نہیں کھودیں گے، پھر سیرابی کا پانی نہیں ہوگا تو پیداوار نہ ہونے کی وجہ سے بھوک سے مریں گے اس لئے عوم کو نہر کھودنے پر مجبور کیا جائے گا، اب جو جوان کھود سکتا ہے ان کو کھودنے پر لگایا جائے گا، اور جو نہیں کھود سکتا، اور وہ مالدار ہیں تو ان کھودنے والوں کے کھانے کا خرچ ان پر لازم کیا جائے گا، اس طرح جوان بھی کام آئیں گے اور مالدار بھی کام آئیں گے، اور نہر کھودا جا سکے گا۔ نوٹ: لو ترکتم لبعتم اولادکم، قول صحابی نہیں ملا۔

لغت: کری: نہر کھودنا۔ مونۃ: خرچ۔ میاسیر: مالدار۔

الْـمَيَاسِيرِ الَّذِينَ لا يُطِيقُونَهُ بِأَنْفُسِهِمْ. ؎۴ وَأَمَّـا الثَّانِي فَكَرْيُهُ عَلَى أَهْلِهِ عَلَى بَيْتِ الْمَالِ؛ لِأَنَّ الْـحَقَّ لَهُمْ وَالْمَنْفَعَةَ تَعُودُ إِلَيْهِمْ عَلَى الْخُصُوصِ وَالْخُلُوصِ، وَمَنْ أَبَى مِنْهُمْ يُجْبَرُ عَلَى كَرْيِهِ دَفْعًا لِلضَّرَرِ الْعَامِّ وَهُوَ ضَرَرُ بَقِيَّةِ الشُّرَكَاءِ وَضَرَرُ الْآبِي خَاصٌّ وَيُقَابِلُهُ عِوَضٌ فَلَا يُعَارَضُ بِهِ؛ ؎۵ وَلَوْ أَرَادُوا أَنْ يُحَصِّنُوهُ خِيفَةَ الِانْبِثَاقِ وَفِيهِ ضَرَرٌ عَامٌّ كَغَرَقِ الْأَرَاضِي وَفَسَادِ الطُّرُقِ يُجْبَرُ

ترجمہ: ؎۴ دوسری قسم کی ندی اس کا کھودنا ندی والوں پر ہے، بیت المال والوں پر نہیں ہے اس لئے کہ اس کا فائدہ خاص انہیں لوگوں کو ملتا ہے، اور ان میں سے جو انکار کرے اس کو کھودنے پر مجبور کیا جائے گا عام نقصان کو دفع کرنے کے لئے، اور وہ باقی شریکوں کا نقصان ہے، اور انکار کرنے والے کا نقصان خاص ہے، اور اس کھودنے کے مقابلے میں بدلہ ہے، اس لئے خاص نقصان عام نقصان کے معارض نہیں ہوگا۔

تشریح: دوسری قسم کی ندی جو بڑی ندی سے چھوٹی ہے، یہ گاؤں والوں کے لئے ہوتی ہے اس لئے یہ بیت المال کی رقم سے نہیں کھودوائی جائے گی، بلکہ جس گاؤں والی کی ندی ہے اسی کو کھودنے پر مجبور کیا جائے گا، کوئی آدمی آدمی انکار کرے تو اس کو بھی مجبور کیا جائے گا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک آدمی کی مشقت میں پڑنا اس کا ذاتی نقصان ہے، اور باقی لوگوں کا نقصان عام ہے اس لئے ذاتی نقصان کو ترجیح نہیں دی جائے گی، اسی کو کہا ہے، دفعا للضرر العام، کہ عام نقصان کو دفع کرنے کے لئے خاص نقصان کو چھوڑ دیا جائے گا۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نقصان کے بدلے میں اس کو سیراب کرنے کا پانی ملے گا تو گویا کہ اس کا کوئی نقصان ہی نہیں ہے، اس لئے انکار کرنے والے کو بھی کھودنے پر مجبور کیا جائے گا۔

لغت: علی الخصوص: خاص طور پر انکو ہی ندی کا پانی ملے گا۔ والخلوص: پانی کا فائدہ انکے لئے خالص فائدہ ہے۔ آبی: انکار کرنے والا۔ یقابلہ عوض: اس مشقت کے مقابلے پر بدلے میں سیراب کرنے کے لئے پانی ملے گا۔

ترجمہ: ؎۵ اور اگر نہر کے باندھ کی مرمت کرنا چاہے اس ڈر سے کہ وہ ٹوٹ نہ جائے، اور ٹوٹنے سے عام نقصان ہو، مثلا زمین ڈوب جائے، اور راستہ خراب ہو جائے تو انکار کرنے والے کو مجبور کیا جائے گا، اور عام نقصان نہ ہو تو انکار کرنے والے کو مجبور نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ پھر نقصان کا وہم ہے، بخلاف نہر کھودنے کے کہ اس میں تو عام نقصان ہے ہی۔

تشریح: نہر پہلے سے ہے، لیکن اس کے باندھ کی مرمت کرنی ہے، کیونکہ باندھ ٹوٹنے کا خطرہ ہے، اور اس سے زمین ڈوب جائے گی اور راستہ خراب ہو جائے گا، اور یہ عام لوگوں کا نقصان ہے تب تو اس کے انکار کرنے والے کو بھی مرمت کرنے پر مجبور کیا جائے گا، کیونکہ اس سے عام نقصان ہے اس لئے خاص نقصان پر ترجیح دی جائے گی، اور اگر عام نقصان نہ ہو تو انکار کرنے والے کو مجبور نہیں کیا جائے گا، کیونکہ باندھ کا ٹوٹنا وہمی ہے اور عام نقصان، بھی نہیں ہے اس لئے انکار کرنے والے کو

الْآبِی، وَإِلَّا فَلا لِأَنَّهُ مَوْهُومٌ بِخِلَافِ الْكَرْیِ؛ لِأَنَّهُ مَعْلُومٌ. ٦ وَأَمَّا الثَّالِثُ وَهُوَ الْخَاصُّ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ فَكَرْيُهُ عَلَى أَهْلِهِ لِمَا بَيَّنَّا ٧ ثُمَّ قِيلَ يُجْبَرُ الْآبِي كَمَا فِي الثَّانِی. ٨ وَقِيلَ لا يُجْبَرُ؛ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنَ الضَّرَرَيْنِ خَاصٌّ. وَيُمْكِنُ دَفْعُهُ عَنْهُمْ بِالرُّجُوعِ عَلَى الْآبِي بِمَا أَنْفَقُوا فِيهِ إذَا

مجبور نہیں کیا جائے گا۔اس کے برخلاف نہر نہ کھودنے میں سب کا نقصان ہے کہ پانی بغیر کھیت سوکھ جائے گا اور آدمی مر جائے گا اس لئے وہاں تو انکار کرنے والے کو مجبور کیا جائے گا۔

لغت :یحصنو: حصن سے مشتق ہے، پل باندھنا، یہاں مراد ہے باندھ کی مرمت کرنا۔انبثاق: بثق سے مشتق ہے، پانی بہ جانا ،نہر کا پھٹ پڑنا۔

ترجمہ :٦ بہرحال تیسری قسم [نالی] وہ ہر اعتبار سے خاص ہے اس لئے اس کا کھودنا اس کے اہل پر ہوگا، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح: تیسری قسم کا نہر وہ نالی ہے، وہ بالکل خاص لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے اس لئے اس کو بیت المال سے نہیں کھودا جائے گا، بلکہ نالی سے جو لوگ فائدہ اٹھائیں گے انہیں لوگوں پر اس کا کھودنا لازم ہوگا۔

ترجمہ :٧ پھر کہا گیا ہے کہ کھودنے سے انکار کرنے والے کو مجبور کیا جائے گا، [جیسے ندی کھودنے میں مجبور کیا جاتا تھا]

تشریح: سب کہتے ہیں کہ نالی کھودو، لیکن ایک آدمی اس سے انکار کرتا ہے تو اس کو مجبور کیا جائے گا یا نہیں اس میں دو قول ہیں ،ایک قول یہ ہے کہ مجبور کیا جائے گا، جس طرح نہر کھودنے سے انکار کرتا تھا تو اس کو کھودنے پر مجبور کیا جاتا تھا، اسی طرح نالی کھودنے سے انکار کرتا ہے تو اس کو مجبور کیا جائے گا۔

ترجمہ :٨ اور بعض حضرات نے کہا کہ مجبور نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ دونوں ضرر خاص ہیں، اور ضرر کو دفع کرنا ممکن ہے، کہ جو کچھ خرچ کیا اس کو انکار کرنے والے سے وصول کر لے، جبکہ قاضی کے حکم سے ہو، اس لئے دونوں طرف برابر ہو گئے، بخلاف اس صورت کے جو ندی کھودنے کے بارے میں پہلے گزری۔

تشریح: بعض حضرات نے فرمایا کہ نالی کھودنے سے کوئی انکار کرے تو اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

وجہ :(١) اس کی وجہ یہ ہے کہ نالی کھودنے سے جو پانی کا فائدہ ہوگا وہ بھی مخصوص لوگوں کے لئے ہے اور انکار کرنے والے کا ضرر بھی خاص ہے اس لئے کسی کو ترجیح نہیں دی جا سکتی، اس لئے مجبور نہیں کیا جائے گا (٢) دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر قاضی کے حکم سے نالی کھودا ہے تو جو کچھ خرچ ہوا ہے وہ انکار کرنے والے سے اس کا حصہ وصول کر لے، یہاں یہ طریقہ موجود ہے اس لئے انکار کرنے والے کو کھودنے پر مجبور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

لغت : بخلاف ما تقدم: کا مطلب یہ ہے کہ ندی کھود رہا ہو تو وہاں نہ کھودنے سے ضرر عام ہے، اور انکار کرنے والا کا ضرر خاص

كَانَ بِأَمْرِ الْقَاضِي فَاسْتَوَتْ الْجِهَتَانِ، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ، ۹ وَلَا يُجْبَرُ لِحَقِّ الشَّفَةِ كَمَا إذَا امْتَنَعُوا جَمِيعًا ۱۰ وَمُؤْنَةُ كَرْيِ النَّهْرِ الْمُشْتَرَكِ عَلَيْهِمْ مِنْ أَعْلَاهُ، فَإِذَا جَاوَزَ أَرْضَ رَجُلٍ رُفِعَ عَنْهُ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –. وَقَالَا: هِيَ عَلَيْهِمْ جَمِيعًا مِنْ أَوَّلِهِ إلَى آخِرِهِ بِحِصَصِ الشِّرْبِ وَالْأَرَضِينَ؛ لِأَنَّ لِصَاحِبِ الْأَعْلَى حَقًّا فِي الْأَسْفَلِ لِاحْتِيَاجِهِ إلَى تَسْيِيلِ مَا فَضَلَ مِنْ الْمَاءِ فِيهِ. ۱۱ وَلَهُ أَنَّ الْمَقْصِدَ مِنْ الْكَرْيِ الِانْتِفَاعُ بِالسَّقْيِ، وَقَدْ حَصَلَ لِصَاحِبِ

ہےاس لئے اس کوکھودنے پرمجبور کیا جائے گا،اور یہاں دونوں جانب ضرر خاص ہےاس لئے مجبورنہیں کیا جاسکتا۔

ترجمہ:۹ پانی پینے کےحق کے لئے مجبورنہیں کیا جاسکتا،جیسا کہ سبھی نہرکھودنے سے رک جائیں تو کچھ نہیں کہا جائے گا۔

تشریح:نہرکھیت کوسیراب کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ انسان اور جانور کے پانی پینے کے لئے کھودنا چاہتا ہے،اور ایک آدمی اس کا انکار کررہا تو اس کومجبورنہیں کیا جائے گا،اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ سبھی لوگ پینے کے لئے نہر نہ کھودے تو اس کو کچھ نہیں کہا جائے گا اسی پر قیاس کرتے ہوئے ایک آدمی نہ کرے تو اس کو مجبور نہیں کا جائے گا۔۔شفۃ:منہ سے پانی پینا۔

ترجمہ :۱۰ مشترک نہرکھودنے کا خرچ نہر والے پر ہی ہے،اوپر سے شروع کیا جائے گا،پس جب اس کی زمین سے آگے گزر گیا تو اس سے خرچ اٹھا لیا جائے گا،یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے،اور صحبینؒ نے فرمایا کہ شروع سے لیکر آخیر تک سب پر ایک ساتھ ہوگا،زمین اور پانی پلانے کے حصے کے اعتبار سے ہوگا،اس لئے کہ اوپر والے کو بھی نیچے کی ضرورت ہے باقی ماندہ پانی بہانے کے لئے

تشریح :اس عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مشترکہ نہرکھودنے کے خرچ کی ذمہ داری کس طرح ہو۔امام ابوحنیفہؒ کے یہاں یہ ہے کہ نہر کے اوپر سے کھودنا شروع کرے،اور جن لوگوں کی زمین کے پاس نہرکھودی جائے اس کا خرچ ان لوگوں سے وصول کیا جائے ،اور جب نہرکھودتے ہوئے اس سے نیچے چلے جائیں تو اب نیچے میں جنکی زمین پڑتی ہے ان لوگوں سے اس کا خرچ لیا جائے ،اور اوپر والے کو اب چھوڑ دیا جائے ۔اور وہاں سے آگے گزر جائے تو اس سے جو نیچے کے لوگ ہیں ان لوگوں سے خرچ لیا جائے۔

صاحبینؒ کا طریقہ یہ ہے کہ اوپر سے لیکر نیچے تک جتنے لوگوں کی زمین سیراب ہوگی سب پر مشترکہ طور پر خرچ لیا جائے ،جن کی جتنی زمین سیراب ہوگی اس حساب سے اس سے خرچ لیا جائے ،اوپر اور نیچے کا فرق نہ رکھا جائے۔

وجہ :اس کی دلیل یہ ہے سیراب ہونے کے بعد جو پانی بچے گا اس کو ندی کے نچلے حصے سے باہر نکالیں گے اس لئے اوپر والے کو نیچے سے بھی کام ہے،اس لئے پورے نہرکھودنے کی مشترکہ ذمہ داری ہےاس لئے مشترکہ طور پر خرچ لیا جائے۔

ترجمہ :۱۱ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ نہر کو کھودنے کا مقصد سیراب کرکے نفع پہونچانا ہے،اور اوپر والے کو یہ حاصل

الْأَعْلَى فَلا يَلْزَمُهُ إِنْفَاعُ غَيْرِهِ، ١٢ وَلَيْسَ عَلَى صَاحِبِ السَّيْلِ عِمَارَتُهُ كَمَا إِذَا كَانَ لَهُ مَسِيلٌ عَلَى سَطْحِ غَيْرِهِ، كَيْفَ وَأَنَّهُ يُمْكِنُهُ دَفْعَ الْمَاءِ عَنْ أَرْضِهِ بِسَدِّهِ مِنْ أَعْلَاهُ، ١٣ ثُمَّ إِنَّمَا يُرْفَعُ عَنْهُ إِذَا جَاوَزَ أَرْضَهُ كَمَا ذَكَرْنَاهُ، وَقِيلَ إِذَا جَاوَزَ فُوَّهَةَ نَهْرِهِ، وَهُوَ مَرْوِيٌّ عَنْ مُحَمَّدٍ – رَحِمَهُ اللَّهُ –. وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ؛ لِأَنَّ لَهُ رَأْيًا فِي اتِّخَاذِ الْفُوَّهَةِ مِنْ أَعْلَاهُ وَأَسْفَلِهِ، فَإِذَا جَاوَزَ

ہو گیا اس لئے دوسرے کو نفع پہونچانا لازم نہیں ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ نہر کھودنے کا مقصد زمین کو پانی پلانا ہے، اور زمین والے کے پاس نہر تیار ہو گئی تو پانی پلانے کے لائق ہو گیا، اور اب باقی نہر کھود کر دوسروں کو پانی پلانا اس کے ذمے ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: ١٢ اور پانی بہانے کے لئے اس کی تعمیر کرنی ضروری نہیں ہے، جیسے کہ کسی کی نالی دوسرے کی چھت پر ہو تو [اس کو اس کی چھت کی مرمت لازم نہیں ہے] پھر یہ بھی تو ممکن ہے کہ اوپر ہی سے پانی بند کر کے پانی اپنی زمین میں نہ آنے دے۔

تشریح: یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے صاحبین کو جواب ہے، فرماتے ہیں کہ جہاں سے پانی باہر نکلتا ہو جس کو عربی میں مسیل، کہتے ہیں اس کی مرمت کرانا پانی بہانے والے پر ضروری نہیں ہے، مثلا دوسرے کی چھت سے پانی باہر جاتا ہے، تو جسکا پانی جاتا ہے اس پر ضروری نہیں ہے کہ دوسرے کی چھت کی مرمت کرے، اسی طرح نہر کھودنے کے بعد اس کا باقی ماندہ پانی بہانے کے لئے اوپر والے پر نیچے کا نہر کھودنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اوپر جہاں سے پانی آتا ہے وہیں سے زیادہ پانی پر روک لگا دے، تو نیچے پانی بہانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی اس لئے نیچے کے نہر کو کھودنے کی ذمہ داری بھی اس کی نہیں ہے، یہ ذمہ داری نیچے والے کی ہے۔

لغت: بسدہ من اعلاہ: اوپر سے بند کر دے۔ مسیل: سال یسیل سے مشتق ہے، پانی بہنے کی جگہ، پانی کا راستہ۔

ترجمہ: ١٣ جب زمین والے کے پاس سے نہر کھودنا گزر گیا تو تو اس سے اس کا خرچ اٹھا لیا جائے، جیسے کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کے نہر نالی سے گزرے تب اس کا خرچ اٹھایا جائے، امام محمدؒ سے یہی روایت ہے، لیکن پہلی روایت صحیح ہے، اس لئے کہ اس کو حق ہے کہ نالی اوپر نکالے یا نیچے نکالے، اس لئے اس کی زمین سے آگے گزری تو اس سے نہر کا خرچ ساقط ہو جائے گا۔

تشریح: مثلا ایک آدمی کی زمین بیس ایکڑ ہے، اور اس کو سیراب کرنے کے لئے نہر سے جو نالی نکلتی ہے وہ اس کی زمین سے دو ایکڑ کے بعد میں نکلتی ہے، اب نہر کھودتے کھودتے اس کی بیس ایکڑ زمین سے گزر گئی ہے تو کیا اب اس کا ختم کر دیا جائے گا یا نہیں، تو ایک قول یہ ہے کہ اب اس کے نہر کھودنے کا خرچ اس سے ختم ہو جائے گا، کیونکہ اس کی زمین سے نہر آگے گزر چکی ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ زمین سے دو ایکڑ کے بعد نہر سے جو نالی نکلتی ہے جس سے اسکی زمین سیراب ہوتی ہے وہاں تک نہر

الْكَرْيُ أَرْضَهُ حَتَّى سَقَطَتْ عَنْهُ مُؤْنَته ۱۴ قِيلَ لَهُ أَنْ يَفْتَحَ الْمَاءُ لِيَسْقِيَ أَرْضَهُ لِانْتِهَاءِ الْكَرْيِ فِي حَقِّهِ، وَقِيلَ لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ مَا لَمْ يَفْرُغْ شُرَكَاؤُهُ نَفْيًا لِاخْتِصَاصِهِ، ۱۵ وَلَيْسَ عَلَى أَهْلِ الشَّفَةِ مِنْ الْكَرْيِ شَيْءٌ؛ لِأَنَّهُمْ لَا يُحْصَوْنَ وَلِأَنَّهُمْ أَتْبَاعٌ.

جائے تب تک اس سے خرچ لیا جائے گا، کیونکہ اس نالی سے سیراب کرے گا، تو اس نالی تک زمین والے کو نہر کی ضرورت ہے

لغت: فوہۃ: منہ، زمین سیراب کرنے کے لئے نہر سے جو نالی نکلتی ہے، وہ نالی یہاں مراد ہے۔ **له رايا فى اتخاذ الفوهة من اعلاه و اسفله**: زمین والے کو یہ حق ہے کہ اپنی زمین کے اوپر والے حصے سے یا نیچے والے حصے سے نالی نکال لیں، اس لئے دوا یکڑ بعد والی نالی کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے۔ مؤنۃ: نہر کھودنے کا خرچ۔

ترجمہ: ۱۴ جب اس کی زمین کے پاس سے نہر کھودی جا چکی ہے تو اس کو حق ہے کہ اوپر سے پانی کھول کر اپنی زمین کو سیراب کر لے، اور بعض حضرات نے کہا کہ جب تک پوری نہر نہ کھودی جائے اس کو پانی پلانے کا حق نہیں ہے، اسی کو خاص کرنے کی نفی کرنے کے لئے۔

تشریح: جس کی زمین تھی وہاں تک نہر کھودی گئی تو کیا اس کو حق ہے کہ اوپر سے پانی کھول کر اپنی زمین سیراب کر لے، اس بارے میں دو قول ہیں [۱] ایک قول یہ ہے کہ اس کو پانی پلانے کا حق ہے، کیونکہ اس کے حق میں نہر کھود دی گئی ہے، اور [۲] دوسرا قول یہ ہے کہ جب تک کہ سارے شریکوں کی زمین کے پاس سے نہر نہ کھودی گئی ہو اس کو پانی پلانے کا حق نہیں ہے۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ پانی پلانے کے لئے یہی آدمی خاص ہے، اس لئے سب شریکوں کی زمین کے پاس نہر کھود دی جائے تب ان سب کو اوپر سے پانی کھول کر اپنی زمین سیراب کرنے کا حق ہوگا۔

ترجمہ: ۱۵ منہ سے جو پانی پیتے ہیں ان پر نہر کھودنے کا خرچ نہیں ہے، اس لئے کہ وہ کتنے ہیں ان کا گننا مشکل ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ تابع ہیں، اور تابع پر خرچ نہیں ہوتا۔

تشریح: انسان اور جانور جو نہر سے پانی پیتے ہیں ان لوگوں پر نہر کھودنے کا خرچ نہیں ہے، صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگ زمین سیراب کریں گے۔

وجہ: (۱) ایک وجہ یہ ہے کہ باہر سے لوگ آ کر بھی پانی پیئں گے، اس لئے پینے والے کتنے ہیں ان کا گننا مشکل ہے، اس لئے ان پر خرچ لازم نہیں ہوگا (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ جو لوگ زمین سیراب کریں گے وہ اصل ہیں انہیں پر خرچ لازم ہوگا، اور جو پیتے ہیں وہ تابع ہیں ان پر خرچ لازم نہیں ہوگا۔

﴿فصل فی الدعوی و الاختلاف و التصرف فيه﴾

[۱] وَتَصِحُّ دَعْوَى الشِّرْبِ بِغَيْرِ أَرْضٍ اسْتِحْسَانًا ؛ لِأَنَّهُ قَدْ يُمَلَّكُ بِدُونِ الْأَرْضِ إرْثًا، وَقَدْ يَبِيعُ الْأَرْضَ وَيَبْقَى الشِّرْبُ لَهُ وَهُوَ مَرْغُوبٌ فِيهِ فَيَصِحُّ فِيهِ الدَّعْوَى [۲] وَإِذَا كَانَ نَهْرٌ لِرَجُلٍ يَجْرِي فِي أَرْضِ غَيْرِهِ فَأَرَادَ صَاحِبُ الْأَرْضِ أَنْ لَا يُجْرَى النَّهْرُ فِي أَرْضِهِ تُرِكَ عَلَى حَالِهِ ؛ لِأَنَّهُ مُسْتَعْمَلٌ لَهُ بِإِجْرَاءِ مَائِهِ. فَعِنْدَ الِاخْتِلَافِ يَكُونُ الْقَوْلُ قَوْلَهُ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي يَدِهِ، وَلَمْ

﴿فصل فی ا لدعوی و الاختلاف و التصرف فيه﴾

ضروری نوٹ :اس باب میں پانی پلانے کے سارے قوانین ان آیتوں سے مستنبط ہیں(ا)۔ولما ورد مآء مدين وجد عليه امة من الناس يسقون و وجد من دونهم امراتين تذودان قال ما خطبكما قالتا لا نسقى حتى يصدر الرعآء و ابونا شيخ كبير (آیت۲۳،سورۃالقصص۲۸)اس آیت کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی پلانے میں باری ہونی چاہئے ،اور ہر آدمی اپنی باری میں پانی پلائے ۔(۲) قال هذه ناقة لها شرب و لكم شرب يوم معلوم (آیت۱۵۵، سورۃالشعراء۲۶)اس آیت میں ہے کہ ہر ایک کے لئے الگ الگ دن کی باری ہوگی ۔

ترجمہ :[۱] بغیر زمین کے بھی پانی پلانے کے حق کا دعوی کرسکتا ہے، یہ استحسان کا تقاضہ ہے،اس لئے کہ بغیر زمین کے وراثت کے طور پر پانی پلانے کا مالک ہوتا ہے، یا کبھی زمین بیچ دیتے ہیں اور حق شرب باقی رہتا ہے،حق شرب رغبت کی چیز ہے اس لئے اس میں دعوی صحیح ہے۔

تشریح :نہر کے پاس ایک آدمی کی زمین نہیں ہے اور دعوی کرتا ہے کہ اس سے پانی پلانے کا حق مجھے ہے،تو اس کا دعوی صحیح ہے۔اس کو عربی میں حق شرب، کہتے ہیں

وجہ :(ا)اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ زمین نہیں ملی لیکن وراثت میں حق شرب مل گیا،(۲)ایسا بھی ہوتا ہے کہ زمین تھی لیکن اس کو بیچ دی اور حق شرب نہیں بیچی تو حق شرب مل سکتا ہے، اور یہ حق بہت مفید ہے اس لئے اس کا دعوی مانا جاسکتا ہے، پھر دلیل سے ثابت کرے گا تو اس کے حق میں فیصلہ کردیا جائے گا۔

ترجمہ :[۲] ایک آدمی کی نہر دوسرے کی زمین میں جاری ہو،اب زمین والا چاہتا ہے کہ نہر اس کی زمین میں جاری نہ رہے تو نہر اپنی حالت پر چھوڑ دی جائے گی،اس لئے کہ پانی جاری رہ کر وہ مستعمل ہے،اس لئے اختلاف کے وقت نہر والے کی بات مانی جائے گی ،اور اگر نہر اس کے قبضے میں نہ ہو،اور نہر جاری نہ ہو تو نہر کے دعوی کرنے والے پر گواہ لازم ہے، کہ یہ نہر اس کی ہے یا اس نہر میں اس کی نہر کا پانی جاری تھا تا کہ زمین کو پانی پلائے ،تو دلیل کی وجہ سے اسکی ملکیت کا فیصلہ کیا جائے گا، یا اس کے

يَكُنْ جَارِيًا فَعَلَيْهِ الْبَيِّنَةُ أَنَّ هَذَا النَّهْرَ لَهُ، أَوْ أَنَّهُ قَدْ كَانَ مَجْرَاهُ لَهُ فِي هَذَا النَّهْرِ يَسُوقُهُ إِلَى أَرْضِهِ لِيَسْقِيَهَا فَيَقْضِي لَهُ لِإِثْبَاتِهِ بِالْحُجَّةِ مِلْكًا لَهُ أَوْ حَقًّا مُسْتَحَقًّا فِيهِ، ٣ وَعَلَى هَذَا الْمَصَبُّ فِي نَهْرٍ أَوْ عَلَى سَطْحٍ أَوْ الْمِيزَابُ أَوْ الْمَمْشَى فِي دَارِ غَيْرِهِ، فَحُكْمُ الِاخْتِلَافِ فِيهَا نَظِيرُهُ فِي الشِّرْبِ ٤ وَإِذَا كَانَ نَهْرٌ بَيْنَ قَوْمٍ وَاخْتَصَمُوا فِي الشِّرْبِ كَانَ الشِّرْبُ بَيْنَهُمْ عَلَى قَدْرِ

حق کا فیصلہ کیا جائے گا۔

تشریح :مثلا زید کی نہر عمر کی زمین میں جارہی تھی، اب عمر چاہتا ہے کہ میری زمین سے یہ نہر نہ جائے، تو جس حال میں نہر جاری تھی اسی حال میں چھوڑ دی جائے گی، کیونکہ نہر کا ابھی تک جاری رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ زید کا حق ہے، اس لئے اس ظاہری دلیل کی وجہ سے اسی حال پر رکھا جائے گا۔ لیکن اگر زید کے قبضے میں وہ نہر نہ ہو اور نہر کا پانی بھی عمر کی زمین سے نہیں جارہا ہو، مطلب یہ ہے کہ نہر ہونے کا کوئی ثبوت نہ ہو، تو زید پر گواہ دینا پڑے گا کہ ہاں میرے نہر کا پانی اس کی زمین سے جاتا تھا، اور میں اس پانی سے اپنی زمین سیراب کرتا تھا، اس گواہی کو پیش کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ یہ نہر زید کا ہے، یا اس کو عمر کی زمین سے پانی لیجانے کا حق ہے۔ چونکہ نہر ابھی جاری نہیں ہے، اور ظاہری ثبوت نہیں ہے اس لئے گواہی پیش کئے بغیر یہ فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ :٣ اسی اختلاف پر ہے نہر میں پانی بہانے کی جگہ، یا چھت پر، یا پرنالے پر پانی بہانے کی جگہ، یا دوسرے کے گھر میں چلنے کی جگہ تو اختلاف کے وقت میں جو حکم حق شرب میں تھا وہی حکم یہاں بھی رہے گا۔

تشریح :یہاں چار چیزیں ہیں، [ا] فاضل پانی نہر میں بہا دینے کا حق ہو، جسکو مصب، کہتے ہیں [٢] کسی کی چھت پر پانی بہانے کا حق ہو [٣] کسی کے نالے میں پانی بہانے کا حق ہو [٤] کسی کے گھر سے چلنے کا راستہ ہو، تو ان سب احکم وہی ہے جو حق شرب میں گزرا، یعنی اگر پہلے سے یہ چیز جاری ہو تو اسی حال پر رکھا جائے گا، اور اس کا ظاہری ثبوت نہ ہو، مثلا پرنالے میں پانی جاری نہ ہو، یا پرنالہ دعوی کرنے والے کے قبضے میں نہ ہو تو اگر گواہ کے ذریعہ ثابت کرے گا تو فیصلہ کر دیا جائے گا، اور گواہ کے ذریعہ ثابت نہیں کرے گا تو حق نہیں مانا جائے گا۔

لغت :مصب: صب سے مشتق ہے پانی بہانے کا حق۔ میزاب: زاب، یزوب سے مشتق ہے، اسم ظرف ہے پانی جاری ہونے کی جگہ، پرنالہ۔

ترجمہ :٤ مخصوص قوم کے درمیان ایک نہر ہے وہ حق شرب میں جھگڑے تو ہر ایک کی زمین کے مطابق حق شرب ملے گا اس لئے کہ مقصود سیراب کر کے نفع اٹھانا ہے، اس لئے زمین کے مطابق اندازہ کیا جائے گا، بخلاف راستے کے اس لئے کہ وہاں مقصود راستے پر چلنا ہے اس لئے وہاں وسیع گھر اور تنگ گھر میں ایک مقدار کا راستہ دیا جائے گا۔

أَرَاضِيهِم ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ الِانْتِفَاعُ بِسَقْيِهَا فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهِ، بِخِلَافِ الطَّرِيقِ ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ التَّطَرُّقُ وَهُوَ فِي الدَّارِ الْوَاسِعَةِ وَالضَّيِّقَةِ عَلَى نَمَطٍ وَاحِدٍ، ۵ فَإِنْ كَانَ الْأَعْلَى مِنْهُمْ لَا يَشْرَبُ حَتَّى يَسْكُرَ النَّهْرَ لَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ لِمَا فِيهِ مِنْ إبْطَالِ حَقِّ الْبَاقِينَ، وَلَكِنَّهُ يَشْرَبُ بِحِصَّتِهِ، فَإِنْ تَرَاضَوْا عَلَى أَنْ يَسْكُرَ الْأَعْلَى النَّهْرَ حَتَّى يَشْرَبَ بِحِصَّتِهِ أَوْ اصْطَلَحُوا عَلَى أَنْ يَسْكُرَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فِي نَوْبَتِهِ جَازَ ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُ، إلَّا أَنَّهُ إذَا تَمَكَّنَ مِنْ ذَلِكَ بِلَوْحٍ لَا

تشریح :ایک نہر ہے جس سے مخصوص قوم کی زمین سیراب ہوتی ہے، اب وہ اپنے اپنے حق میں جھگڑ رہے ہیں تو اس میں یہ فیصلہ یہ دیا جائے گا کہ جسکی جتنی زمین ہے اس حساب سے اس کو باری کا دن ملے گا، مثلا ایک آدمی کا دس ایکڑ ہے اور دوسرے کا بیس ایکڑ ہے تو دس والے کو ایک دن پانی پلانے کا موقع ملے گا، اور بیس ایکڑ والے کو دو دن موقع ملے گا۔ اس کے برخلاف اگر گھر سے نکلنے کے راستے میں جھگڑے تو جسکے گھر کا دروازہ چوڑا ہے اور جس کے گھر کا دروازہ تنگ ہے دونوں کو ایک ہی قسم کا راستہ دیا جائے گا، یعنی تین ہاتھ چوڑا راستہ۔

وجه :زمین میں ہر ایک کو پانی پلانا ہے اس لئے جسکی زمین زیادہ اس کو زیادہ موقع ملے گا اور جس کا کم ہے اس کو کم موقع ملے گا ۔اور راستے کا مقصد اس پر آدمی کا چلنا ہے اس لئے سب کو ایک ہی طرح کا راستہ ملے گا۔۔علی نمط واحد : ایک ہی طریقے پر راستہ ملے گا۔

ترجمه :۵ پس اگر اوپر والے کی زمین کی سیرابی نہیں ہوتی جب تک کہ بند نہ باندھے تو اس کو یہ حق نہیں ہوگا، کیونکہ اس سے نیچے والے کا حق باطل ہوگا، لیکن اپنے حصے کو سیراب کرے گا، پس اگر نہر کے اوپر لے حصے پر سب بندھ باندھنے کے لئے راضی ہو جائیں تا کہ اس کا حصہ سیراب ہو جائے، یا اس بات پر صلح کر لے کہ ہر آدمی اپنی باری میں بندھ باندھے گا تو جائز ہے، کیونکہ یہ انہیں سب کا حق ہے، مگر اس میں یہ بات ہے کہ تختے کے ذریعہ سے بندھ باندھنا ممکن ہو تو ایسی چیز سے بندھ نہیں باندھے گا جس سے نہر پٹ جائے، بغیر سب کی رضامندی کے، اس لئے کہ اس سے سب کو نقصان ہوگا۔

تشریح :یہاں تین باتیں بتا رہے ہیں۔[۱] مثلا زید کی زمین نہر کر اوپر کے حصے پر ہے، اور تین فٹ اونچی ہے، اب نہر میں جب تک کہ تختے کا بند نہ ڈالا جائے اس کے کھیت میں پانی نہیں جائے گا اور اس کا کھیت سیراب نہیں ہوگا، تو کیا وہ نہر میں تختے کا بند ڈالے؟ صاحب ھدایہ فرماتے ہیں ساتھوں کی رضامندی کے بغیر نہیں ڈال سکتا، کیونکہ، اس سے نیچے والوں کا پانی رک جائے گا اور اس کا حق باطل ہوگا، اس لئے بغیر بند ڈالے جتنا پانی اس کے کھیت میں جائے اتنا سیراب کرتا رہے، ہاں باقی شریک اس کے بند ڈالنے پر راضی ہوں تو اس کے لئے بند ڈالنا جائز ہے[۲] دوسری بات یہ بتا رہے ہیں کہ سب شریک اس بات پر صلح کر لے کہ جس کے کھیت کے پاس پانی جائے وہ تختے کا بند لگا کر اپنا کھیت سیراب کر لے تو یہ بھی جائز ہے۔

يَسْكُرُ بِمَا يَنْكَبِسُ بِهِ النَّهْرُ مِنْ غَيْرِ تَرَاضٍ لِكَوْنِهِ إضْرَارًا بِهِمْ، ٦ وَلَيْسَ لِأَحَدِهِمْ أَنْ يَكْرِيَ مِنْهُ نَهْرًا أَوْ يَنْصِبَ عَلَيْهِ رَحًى مَاءٍ إلَّا بِرِضَا أَصْحَابِهِ؛ لِأَنَّ فِيهِ كَسْرَ ضِفَّةِ النَّهْرِ وَشَغْلَ مَوْضِعٍ مُشْتَرَكٍ بِالْبِنَاءِ، إلَّا أَنْ يَكُونَ رَحًى لَا يَضُرُّ بِالنَّهْرِ وَلَا بِالْمَاءِ، وَيَكُونُ مَوْضِعُهَا فِي أَرْضِ صَاحِبِهَا؛ لِأَنَّهُ تَصَرُّفٌ فِي مِلْكِ نَفْسِهِ وَلَا ضَرَرَ فِي حَقِّ غَيْرِهِ. وَمَعْنَى الضَّرَرِ بِالنَّهْرِ مَا بَيَّنَّاهُ

[٣] تیسری بات یہ بتا رہے ہیں کہ مٹی وغیرہ کا بند نہ ڈالے، اس سے نہر پٹ جائے گا اور دوسرے لوگ سیراب نہیں کر پائیں گے، بلکہ لکڑی اور تختے کا بند ڈالے تو بہتر ہے، ہاں سب مٹی کا بند ڈالنے پر راضی ہوں تو اب جائز ہے۔

لغت :یسکر :سکر سے مشتق ہے، بند ڈالنا۔ جھارکھند میں اس کو ڈھانٹھو، لگانا کہتے ہیں۔ ینکبس :کبس، سے مشتق ہے، نہر کا پاٹنا۔

ترجمه :٦ کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس نہر سے نالی نکالے، یا نہر پر پنچکی ڈالے مگر ساتھوں کی رضا مندی سے، اس لئے کہ اس میں نہر کے کنارے کو توڑنا ہوتا ہے، اور عمارت تعمیر کر کے مشترک جگہ کو مشغول کرنا ہوتا ہے، لیکن اگر ایسی پنچکی ہو جو نہر کو نقصان نہ دے، اور نہ پانی کے روکو بدلے تو، اور پنچکی بیٹھانے کی جگہ خود زمین والے کا کھیت ہو، تو جائز ہے کہ اس لئے کہ اپنی ملکیت میں تصرف کیا، اور دوسرے کے حق میں نقصان نہیں کیا۔ نہر میں نقصان ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کناری کو توڑ دے، اور پانی کا نقصان کا مطلب یہ ہے کہ جو پانی کا بہاؤ تھا اس کو بدل دے۔

تشریح :نہر جارہی ہے اس میں کوئی اپنی زمین کے لئے نالی نکالنا چاہے تو بغیر ساتھوں کی رضا مندی کے جائز نہیں ہے، اس لئے کہ نالی نکالنے کے لئے نہر کی کناری توڑنا پڑے گا اور یہ کناری اس کی نہیں ہے حکومت کی ہے اس لئے دوسرے ساتھیوں کی اجازت کے بغیر کناری نہیں توڑ سکتا۔ [٢] دوسری بات یہ ہے کہ نہر پر پنچکی بیٹھانا چاہے تو ساتھیوں کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا، کیونکہ پنچکی باندھ پر رکھے گا اس کے لئے باندھ کی مشترک زمین میں چھوٹی سی دیوار تعمیر کرے گا، اور یہ باندھ مشترکہ ہے اس لئے سب کی اجازت کے بغیر پنچکی نہیں ڈال سکے گا، ہاں اگر پنچکی اپنے کھیت میں ڈالے اور اس کا پائپ نہر میں ہو تو کوئی حرج کی جات نہیں ہے، کیونکہ اس طرح اس نے نہر کی کناری بھی نہیں توڑی اور مشترکہ باندھ کو بھی استعمال نہیں کیا اس لئے یہ جائز ہوگا۔

لغت :ینصب :نصب کرے، پنچکی بیٹھائے۔ رحی :پنچکی، جس سے پانی نہر سے نکال کر کھیت میں ڈالتے ہیں۔ ضفۃ النہر :نہر کی کناری۔ سنن الذی کان یجری :پانی آگے کی طرف بہہ رہا ہو، اب اس میں ایسی بڑی نالی نکال دی کہ پانی آگے کی طرف جانے کے بجائے نالی کی طرف بہنے لگا، یہ پانی کا نقصان ہے اور آگے والے ساتھیوں کا نقصان ہے کہ اب وہ اپنا کھیت سیراب نہیں کر سکے گا، اس لئے اس قسم کا نقصان ساتھیوں کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا۔

مِنْ كَسْرِ ضِفَّتِهِ، وَبِالْمَاءِ أَنْ يَتَغَيَّرَ عَنْ سُنَنِهِ الَّذِي كَانَ يَجْرِي عَلَيْهِ، ۷ وَالدَّالِيَةُ وَالسَّانِيَةُ نَظِيرُ الرَّحَى، ۸ وَلَا يَتَّخِذَ عَلَيْهِ جِسْرًا وَلَا قَنْطَرَةً بِمَنْزِلَةِ طَرِيقٍ خَاصٍّ بَيْنَ قَوْمٍ، بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَ لِوَاحِدٍ نَهْرٌ خَاصٌّ يَأْخُذُ مِنْ نَهْرٍ خَاصٍّ بَيْنَ قَوْمٍ فَأَرَادَ أَنْ يُقَنْطِرَ عَلَيْهِ وَيَسْتَوْثِقَ مِنْهُ لَهُ ذَلِكَ، أَوْ كَانَ مُقَنْطَرًا مُسْتَوْثِقًا فَأَرَادَ أَنْ يَنْقُضَ ذَلِكَ وَلَا يَزِيدَ ذَلِكَ فِي أَخْذِ الْمَاءِ حَيْثُ يَكُونُ لَهُ ذَلِكَ لِأَنَّهُ يَتَصَرَّفُ فِي خَالِصِ مِلْكِهِ وَضْعًا وَرَفْعًا. وَلَا ضَرَرَ بِالشُّرَكَاءِ بِأَخْذِ زِيَادَةِ

ترجمه : ۷ رہٹ اور چرس پنچکی کے درجے میں ہیں۔

لغت: دالیة: یہ دلو، سے مشتق ہے، پچھلے زمانے میں چھوٹے چھوٹے ڈول باندھتے تھے اور اس کو بیل، یا اونٹ سے گھوماتے تھے اور اس سے پانی نکالتے تھے، اس کو رہٹ، کہتے ہیں۔ سانیة: سانیۃ: کا ترجمہ ہے بڑی اونٹنی۔ بیل، یا اونٹ کی کھال کا بہت بڑا ڈول ہوتا تھا، اونٹ، یا بیل کے ذریعہ اس کو پانی میں ڈالتے اور پانی بھر کر پھر باہر لاتیا اور اس سے کھیت سیراب کرتے ہیں، اس کو چرس، کہتے ہیں، اب یہ سب چیزیں نہیں رہیں، اب بجلی کے ذریعہ پانی نکالتے ہیں۔

تشریح: رہٹ اور چرس کا حکم پنچکی کی طرح ہے، یعنی ساتھیوں کی اجازت سے ڈالے تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں۔ اور اس طرح رہٹ اور چرس ڈالے کے پانی کا بہاؤ نہ رکے، اور نہر کی کناری بھی نہ توڑے، بلکہ اپنی زمین میں ڈالے تب بھی ٹھیک ہے۔

اصول: یہ سارے مسئلے اس اصول پر ہیں کہ عوام کا نقصان ہو تو ان کی اجازت کے بغیر نہ کرے، اور عوام کا نقصان نہ ہو تو انکی اجازت کے بغیر بھی کوئی کام کر سکتا ہے۔

ترجمه : ۸ عام نہر پر تختے کا پل نہ بنائے اور نہ پختہ پل بنائے، یہ قوم کے درمیان خاص راستے کی طرح ہے، بخلاف اگر قوم کے درمیاں خاص نہر ہو اور اس سے ذاتی نہر نکالے، اور اس ذاتی نہر پر پل بنانا چاہے، یا پل کو مضبوط کرنا چاہے تو اس کے لئے اس کی گنجائش ہے، یا مضبوط پل تھا اس کو توڑنا چاہے، لیکن اس توڑنے سے پانی اس میں زیادہ نہ آنے لگے تو اس کو یہ حق ہے، اس لئے کہ یہ اپنی ذاتی ملکیت میں تصرف کر رہا ہے پل بنانے کے اعتبار سے بھی اور پل توڑنے کے اعتبار سے بھی، اور زیادہ پانی لیکر شریک کو کوئی نقصان بھی نہیں دے رہا ہے۔

لغت : جسر :تختہ کا پل بنانا۔ قنطرۃ: پختہ پل بنانا۔ یستوثق: وثق سے مشتق ہے، مضبوط کرنا۔ وضعا: پل بنانا، یا کسی چیز کو بنانا۔ رفعا: پل کو توڑنا، یا کسی چیز کو اٹھانا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ اپنی ملکیت میں کسی قسم کا تصرف کرے تو اس کا حق ہے

تشریح : عام لوگوں کا نہر ہے کوئی آدمی اس پر تختے کا پل بنانا چاہے، یا پختہ پل بنانا چاہے تو نہیں بنا سکتا، جیسے عام لوگوں کا راستہ ہے اس پر کوئی آدمی تصرف کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ اس کی ملکیت نہیں ہے، ہاں وہ لوگ اس کی اجازت دے

الْمَاءِ، ۹ وَيُمْنَعُ مِنْ أَنْ يُوَسِّعَ فَمَ النَّهْرِ؛ لِأَنَّهُ يَكْسِرُ ضِفَّةَ النَّهْرِ، وَيَزِيدُ عَلَى مِقْدَارِ حَقِّهِ فِي أَخْذِ الْمَاءِ، ۱۰ وَكَذَا إِذَا كَانَتْ الْقِسْمَةُ بِالْكُوَى، ۱۱ وَكَذَا إِذَا أَرَادَ أَنْ يُؤَخِّرَهَا عَنْ فَمِ النَّهْرِ فَيَجْعَلَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَذْرُعٍ مِنْهُ لِاحْتِبَاسِ الْمَاءِ فِيهِ فَيَزْدَادُ دُخُولُ الْمَاءِ فِيهِ. بِخِلَافِ مَا إِذَا أَرَادَ أَنْ يُسْفِلَ كُوَاهُ أَوْ يَرْفَعَهَا حَيْثُ يَكُونُ لَهُ ذَلِكَ فِي الصَّحِيحِ؛ لِأَنَّ قِسْمَةَ الْمَاءِ فِي الْأَصْلِ بِاعْتِبَارِ سَعَةِ الْكُوَّةِ وَضِيقِهَا مِنْ غَيْرِ اعْتِبَارِ التَّسَفُّلِ وَالتَّرَفُّعِ وَهُوَ الْعَادَةُ فَلَمْ يَكُنْ فِيهِ تَغْيِيرُ

دے تو کرسکتا ہے۔اوراگر خاص قوم کی نہر ہے اس سے اپنی ذاتی نہر یا نالی نکالی، اب اس پر پل بنانا چاہے، یا پہلے سے بنا ہوا پل ہے اس کو مضبوط کرنا چاہے، یا مضبوط پل کو توڑنا چاہے تو اس کو اس کا حق ہے، کیونکہ یہ اس کا ذاتی نالی ہے، لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ پل توڑنے سے اس میں پہلے سے زیادہ پانی نہ آنے لگے، کیونکہ اگر زیادہ پانی آئے گا تو اس سے ساتھیوں کو نقصان ہوگا، کہ ان لوگوں کو کم پانی ملے گا۔

ترجمہ :۹ ذاتی نہر کے منہ کو چوڑا کرنے سے روکا جائے گا، اس لئے کہ نہر کی کناری کو توڑنا ہے اور پانی لینے میں اپنے حق سے زیادہ مقدار لینا ہے۔

تشریح :ذاتی نالی کا منہ پہلے تین فٹ چوڑا تھا اب وہ چار فٹ چوڑا کرنا چاہتا ہے تو یہ نہیں کرنے دیا جائے گا، کیونکہ ایسا کرنے سے اس کو اب زیادہ پانی ملے گا، اور ساتھیوں کے پانی میں کمی آئے گی، دوسری بات یہ ہے کہ وہ عام نہر کی کناری کو توڑ رہا جس کا اس کو حق نہیں ہے۔ ہاں ساتھیوں کی اجازت سے ایسا کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔

ترجمہ :۱۰ ایسے ہی پانی کی تقسیم سوراخ سے تھا[تو کسی آدمی کو سوراخ بڑا کرنے نہیں دیا جائے گا۔

تشریح: نہر کے باندھ میں سوراخ کرتے ہیں اور اس سے پانی کھیت میں آتا ہے، اب ایک آدمی اپنے کھیت کے سوراخ کو بڑا کرنا چاہے تو نہیں کرنے دیا جائے گا، کیونکہ اس سے اس کو پانی زیادہ ملے گا اور دوسروں کا پانی کم ہو جائے گا، دوسری بات یہ ہے نہر کی کناری کو توڑنا ہوگا، جس کا اس کو حق نہیں ہے۔۔کویٰ: سوراخ، پانی آنے کا جھروکھا۔ایسا ہوتا ہے کہ جو تختہ نہر کے باندھ میں لگا ہوا ہے اس میں سوراخ کرے اور اسی سے کھیت والے کو پانی ملے، اس کو، کوی، کہتے ہیں۔

ترجمہ :۱۱ ایسے ہی کھیت والا چاہتا ہے کہ سوراخ کو نہر کے منہ سے پیچھے ہٹا دیں، اور اس کو مثلا چار ہاتھ پر کردیں اس لئے کہ اس میں پانی محبوس ہوگا اور پانی کا داخل ہونا زیادہ ہو جائے گا، بخلاف یہ کہ سوراخ کو نیچے کرنا چاہتا ہے، یا اس کو اوپر اٹھانا چاہتا ہے تو اس کو یہ حق ہے صحیح روایت میں، اس لئے کہ پانی کی تقسیم اصل میں سوراخ کے وسیع ہونے اور اس کے تنگ ہونے کے اعتبار سے ہے، سوراخ کے نیچے اور اوپر کے اعتبار سے نہیں ہے، یہی عادت ہے اس لئے اس میں تقسیم کی جگہ کو بدلنا نہیں ہے۔

مَوۡضِعِ الۡقِسۡمَةِ، ۱۲؎ وَلَوۡ كَانَتۡ الۡقِسۡمَةُ وَقَعَتۡ بِالۡكُوَى فَأَرَادَ أَحَدُهُمۡ أَنۡ يُقَسِّمَ بِالۡأَيَّامِ لَيۡسَ لَهُ ذَلِكَ؛ لِأَنَّ الۡقَدِيمَ يُتۡرَكُ عَلَى قِدَمِهِ لِظُهُورِ الۡحَقِّ فِيهِ. ۱۳؎ وَلَوۡ كَانَ لِكُلٍّ مِنۡهُمۡ كُوًى مُسَمَّاةٌ فِي نَهۡرٍ خَاصٍّ لَيۡسَ لِوَاحِدٍ أَنۡ يَزِيدَ كُوَّةً وَإِنۡ كَانَ لَا يَضُرُّ بِأَهۡلِهِ؛ لِأَنَّ الشَّرِكَةَ خَاصَّةٌ، بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَتۡ الۡكُوَى فِي النَّهۡرِ الۡأَعۡظَمِ؛ لِأَنَّ لِكُلٍّ مِنۡهُمۡ أَنۡ يَشُقَّ نَهۡرًا مِنۡهُ ابۡتِدَاءً فَكَانَ

تشریح :نہر کے سوراخ کو چاہتا ہے کہ چار ہاتھ پیچھے ہٹا دیں اور سوراخ کو اپنے کھیت میں لے آئیں، اس صورت میں نہر کا پانی کھیت میں جمع ہوگا، اور پھر جو سوراخ سے پانی جائے گا تو اس کا بہاؤ پہلے سے زیادہ تیز ہو جائے گا اور اس کو زیادہ پانی ملے گا، اور دوسرے کو پانی ملنا کم ہو جائے گا، اس لئے یہ نہیں کر سکتا، اس کے برخلاف نہر کے سوراخ کو اوپر کرنا چاہتا ہے، یا سوراخ کو نیچے کرنا چاہتا ہے تو کھیت والے کو اس کا حق ہے، کیونکہ جتنا سوراخ پہلے تھا اتنا ہی سوراخ اب بھی ہے، اور اوپر یا نیچے کرنے میں بہاؤ میں کوئی فرق نہیں پڑے گا اس لئے ایسا کرنے کا حق دیا جائے گا۔

ترجمه :۱۲؎ اگر پانی کی تقسیم سوراخ کے ذریعہ تھا، اب ان میں سے ایک چاہتا ہے کہ دن کے ذریعہ ہو تو اس کو یہ حق نہیں ہوگا اس لئے کہ پرانے طریقے پر حق ظاہر ہو گیا ہے اس لئے اسی طریقے پر چھوڑ دیا جائے گا۔

تشریح :پرانا طریقہ یہ آرہا تھا کہ ہر شریک اپنے اپنے سوراخ سے سیراب کرتا تھا، اب ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ دن کے ذریعہ باری باندھی جائے تو بغیر سب کی رضامندی کے یہ نہیں ہوگا۔

وجه :اس کی وجہ یہ ہے کہ جب پرانا طریقہ سوراخ سے سیراب کرنے کا تھا تو اسی طریقے پر سب کا حق ہو گیا اب بغیر سب کی رضامندی کے اس طریقے کو بدلا نہیں جائے گا۔

ترجمه :۱۳؎ خاص نہر میں ہر ایک کا متعین سوراخ تھا تو کسی کو حق نہیں ہے کہ اپنے لئے ایک سوراخ زیادہ کرلے چاہے ساتھی کو اس سے نقصان نہ ہوتا ہو اس لئے کہ شرکت خاص ہے، بخلاف اگر بڑی ندی میں سوراخ ہو [تو ہر آدمی اپنے لئے نیا سوراخ بنا سکتا ہے] اسلئے کہ ہر ایک کیلئے شروع سے سوراخ بنانے کا حق ہے تو اس کو سوراخ زیادہ کرنے کا بدرجہ اولی حق ہے

تشریح :خاص نہر میں پانی کی آمد کم ہوتی ہے، اس میں زیادہ سوراخ بنانے سے دوسرے کا پانی کم ہو جائے گا، اس لئے مثلا پانچ آدمیوں کے پانچ سوراخ تھے اب ایک آدمی اپنے لئے چھٹا سوراخ بنانا چاہے تو نہیں بنا سکتا، کیونکہ یہ نہر خاص ہے، اس میں بغیر ساتھیوں کی اجازت کے اپنے لئے چھٹا سوراخ نہیں بنا سکتا۔ اس کے برخلاف اگر بڑی ندی ہو تو اس میں ہر آدمی اپنے لئے نیا سوراخ بنا سکتا ہے،

وجه :(۱) کیونکہ بڑی ندی میں زیادہ سوراخ بنانے سے کسی کا پانی کم نہیں ہوگا۔ (۲) یہ وجہ بھی ہے کہ اس میں ہر آدمی کو شروع سے سوراخ بنانے کا حق ہے، اس لئے پہلے سے سوراخ ہو اور مزید ایک سوراخ بنانا چاہے تو اس کا بھی حق ہوگا۔

لَـهُ أَنْ يَـزِيدَ فِي الْكُوَى بِالطَّرِيقِ الْأَوْلَى ۱۴ وَلَيْـسَ لِأَحَـدِ الشُّرَكَاءِ فِي النَّهْرِ أَنْ يَسُوقَ شِرْبَهُ إِلَى أَرْضٍ لَهُ أُخْرَى لَيْسَ لَهَا فِي ذَلِكَ شِرْبٌ ؛ لِأَنَّهُ إِذَا تَقَادَمَ الْعَهْدُ يُسْتَدَلُّ بِهِ عَلَى أَنَّهُ حَقُّهُ ۱۵ وَكَـذَا إِذَا أَرَادَ أَنْ يَسُـوقَ شِرْبَهُ فِي أَرْضِهِ الْأُولَى حَتَّى يَنْتَهِيَ إِلَى هَذِهِ الْأَرْضِ الْأُخْرَى ؛ لِأَنَّـهُ يَسْتَـوْفِـي زِيَـادَةً عَلَى حَقِّهِ، إِذْ الْأَرْضُ الْأُولَى تُنَشِّفُ بَعْضَ الْمَاءِ قَبْلَ أَنْ تُسْقَى الْأَرْضُ

ترجمہ :۱۴ نہر کے شریکوں میں سے کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ پانی اپنی دوسری زمین کی طرف لیجائے جس کو سیراب کرنے کا حق نہیں تھا اس لئے کہ اس پر کچھ زمانہ گزر جائے گا تو اس سیرابی کو اپنے مستقل حق ہونے پر استدلال کرے گا۔

تشریح : مثلا نہر کے آس پاس زید کی دو زمینیں ہیں ایک کو وہ پہلے سے سیراب کرتا رہا ہے، لیکن دوسری زمین کو اب تک سیراب کرنے کا حق نہیں تھا، اب وہ چاہتا ہے کہ دوسری زمین تک بھی یہ پانی لیجائے تو اس کو لیجانے نہیں دیا جائے گا، اس لئے کہ آج لیجائے گا، اور کچھ زمانے کے بعد یہ استدلال کرے گا کہ اس دوسری زمین کو بھی سیراب کرنے کا میرا پرانا حق ہے، اور اس سے دوسرے ساتھیوں کو پانی کم ملے گا اس لئے اس کو دوسری زمیں میں لیجانے نہیں دیا جائے گا، ہاں سب ساتھی اس پر راضی ہو جائیں تو اس کو لیجانے کا حق ہوگا۔

لغت : تقادم العہد: جب زمانہ گزر جائے گا۔

ترجمہ :۱۵ ایسے ہی اگر اپنی پہلی زمین میں اتنا پانی لیجانا چاہے کہ اس سے دوسری زمین سیراب کر دی جائے تو اس کا حق نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے اپنے حق سے زیادہ وصول کیا اس لئے کہ دوسری زمین کو سیراب کرنے سے پہلے پہلی زمین کچھ پانی چوسے گا۔

تشریح : مثلا زید کی ایک ساتھ دو زمین ہیں ایک کو سیراب کرنے کا حق ہے اور دوسری کو سیراب کرنے کا حق نہیں ہے، اب زید نے پہلی زمین میں دوگنا پانی بھر لیا تا کہ دوسری زمین کو بھی سیراب کر لے، تو اس کو یہ حق نہیں ہوگا، کیونکہ اس کو اتنا پانی لینے کا حق تھا جس سے ایک زمین سیراب ہوتی اس نے دو زمین کو سیراب کرنے کا پانی بھرا ہے اس لئے اس کو یہ حق نہیں ملے گا۔ ہاں پہلی زمین میں پانی بالکل نہ جانے دے، بلکہ پہلے کا پورا پانی صرف دوسری زمین میں ڈال دے تو جائز ہے، کیونکہ ایک زمین کا ہی حق لیا اور اس کو دوسری میں ڈال دیا تو اس کی گنجائش ہوگی۔

لغت :یسوق شربہ: اپنے پانی کو لیجائے۔ تنشف: نشف سے مشتق ہے، پانی کا چوسنا۔ تنشف بعض الماء قبل ان یسقی الاخری :اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دوسری زمین میں جب پانی ڈالے گا تو پہلی زمین کا سب پانی نہیں ڈال سکے گا، کیونکہ پہلی زمین کچھ پانی چوس چکی ہوگی، اس لئے پہلی زمین میں بھی پانی رہا اور دوسری زمین میں بھی پانی ڈالا، تو گویا کہ دو زمین کا پانی وصول کیا، جبکہ اس کو ایک ہی زمین کے پانی لینے کا حق تھا، اس لئے یہ جائز نہیں ہے۔

الْأُخْرَى، ١٦ وَهُوَ نَظِيرُ طَرِيقٍ مُشْتَرَكٍ أَرَادَ أَحَدُهُمْ أَنْ يَفْتَحَ فِيهِ بَابًا إِلَى دَارٍ أُخْرَى سَاكِنُهَا غَيْرُ سَاكِنِ هَذِهِ الدَّارِ الَّتِي يَفْتَحُهَا فِي هَذَا الطَّرِيقِ، ١٧ وَلَوْ أَرَادَ الْأَعْلَى مِنْ الشَّرِيكَيْنِ فِي النَّهْرِ الْخَاصِّ وَفِيهِ كُوًى بَيْنَهُمَا أَنْ يَسُدَّ بَعْضَهَا دَفْعًا لِفَيْضِ الْمَاءِ عَنْ أَرْضِهِ كَيْ لَا تَنِزَّ لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ لِمَا فِيهِ مِنْ الضَّرَرِ بِالْآخَرِ، ١٨ وَكَذَا إذَا أَرَادَ أَنْ يُقَسِّمَ الشِّرْبَ مُنَاصَفَةً بَيْنَهُمَا؛ لِأَنَّ الْقِسْمَةَ بِالْكُوَى تَقَدَّمَتْ إلَّا أَنْ يَتَرَاضَيَا؛ لِأَنَّ الْحَقَّ لَهُمَا، وَبَعْضُ التَّرَاضِي لِصَاحِبِ الْأَسْفَلِ أَنْ يَنْقُضَ ذَلِكَ. وَكَذَا لِوَرَثَتِهِ مِنْ بَعْدِهِ؛ لِأَنَّهُ إعَارَةُ الشِّرْبِ، فَإِنَّ مُبَادَلَةَ الشِّرْبِ بِالشِّرْبِ

ترجمہ :١٦ اس کی ایک مثال ہے ایک مشترک راستہ ہو اس میں ایک چاہتا ہے دوسرے گھر کا دروازہ کھولے، اور اس گھر کا رہنے والا پہلے گھر کے علاوہ ہے، جس کا دروازہ راستے میں کھلا ہوا ہے۔

اصول: یہ دو مسئلے اس اصول پر ہیں کہ ایک کا حق ہے تو آپ دو نہیں لے سکتے، ایک ہی کی گنجائش ہوگی۔

تشریح :اوپر کے لئے ایک مثال دے رہے ہیں۔ مثلا زید کے دو گھر ہیں، ایک گھر کا دروازہ مشترک راستے میں پہلے سے کھلا ہوا ہے، دوسرے گھر کا دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے، اس دوسرے گھر میں عمر رہتا ہے، اب زید چاہتا ہے کہ دوسرے گھر کا دروازہ بھی اس راستے پر کھولوں، تو اس کو اس کا حق نہیں ہے۔ اگر دوسرے گھر میں زید ہی رہتا ہے تو اس میں دروازہ کھولنے کا حق ہوگا، کیونکہ زید کو چلنے کا حق پہلے سے ہے، چاہے پہلے گھر سے چلے، یا دوسرے گھر سے۔

وجہ :اس کا حق پہلے گھر کا دروازہ تھا، دوسرے گھر کا دروازہ نہیں تھا، یہ اجنبی آدمی عمر کے لئے دروازہ کھولنا چاہتا ہے، اس لئے اس کا حق نہیں ہوگا، حکومت یا ساتھی اس کی اجازت دے دے تو حق ہو جائے گا، بطور قانون اس کو حق نہیں ہے۔

ترجمہ :١٧ خاص نہر میں دو میں سے اوپر کا شریک مشترکہ سوراخ کے بعض حصے کو بند کرنا چاہتا ہو، اپنی زمین سے پانی بہنے کو دور کرنے کے لئے تاکہ زمین تر نہ ہو جائے، تو اس کو یہ حق نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں دوسرے کو نقصان ہے۔

تشریح :مثلا زید کی زمین اوپر ہے اور عمر کی زمین نیچے ہے، اور ایک ہی سوراخ سے دونوں کی زمین سیراب ہوتی ہے، اب زید چاہتا ہے کہ سوراخ کا کچھ حصہ بند کر دیں تاکہ زید کی زمین خشک ہو جائے اور گیہوں بونے کے قابل ہو جائے، لیکن عمر کو اس پانی کی ضرورت ہے تو زید کو پانی بند کرنے کا حق نہیں ہوگا، کیونکہ اس سے عمر کا حق مارا جائے گا۔

لغت : فیض الماء: پانی کا ابلنا۔ تنز: نز سے مشتق ہے، پانی کا رسنا، تھوڑا تھوڑا کر کے پانی کا آنا۔

ترجمہ :١٨ ایسے ہی اوپر والا چاہتا ہے کہ تقسیم آدھا آدھا ہو جائے [تو حق نہیں ہوگا] اس لئے کہ سوراخ پر پہلے تقسیم ہو چکی ہے، مگر یہ کہ دونوں راضی ہو جائیں، اس لئے کہ یہ حق دونوں کا ہے، اور راضی ہونے کے بعد نیچے کے کھیت والے کو اس معاہدہ کو توڑنے کا اختیار ہوگا، ایسے ہی اس کے ورثہ کو بھی اس معاہدے کو توڑنے کا اختیار ہوگا، اس لئے کہ باری کی عاریت ہے

بَاطِلَةٌ، ١٩ وَالشِّرْبُ مِمَّا يُورَثُ وَيُوصَى بِالِانْتِفَاعِ بِعَيْنِهِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ وَالْهِبَةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْوَصِيَّةِ بِذَلِكَ حَيْثُ لَا تَجُوزُ الْعُقُودُ إِمَّا لِلْجَهَالَةِ أَوْ لِلْغَرَرِ، أَوْ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِمَالٍ مُتَقَوِّمٍ حَتَّى لَا يَضْمَنَ إِذَا سَقَى مِنْ شِرْبِ غَيْرِهِ، وَإِذَا بَطَلَتْ الْعُقُودُ فَالْوَصِيَّةُ بِالْبَاطِلِ بَاطِلَةٌ،

، کیونکہ شرب کے بدلے میں شرب باطل ہے۔

تشریح: مثلا زید کی زمین اوپر ہے اور عمر کی زمین نیچے ہے، پہلے سے یہ چلا آرہا ہے کہ دو سوراخ ہیں، ایک سے زید پانی لیتا ہے اور دوسرے سے عمر پانی لیتا ہے، اب زید چاہتا ہے کہ مثلا دو روز تک دونوں سوراخ سے میں پانی لوں، اور پھر دو روز تک عمر پانی لے تو زید کو اس طرح کرنے کا حق نہیں ہے، کیونکہ پہلے سے یہ آرہا ہے کہ دونوں الگ الگ سوراخ سے پانی لے رہا تھا، اس لئے اس پرانے طرز پر حق جم جائے گا، لیکن دونوں ایسا کرنے پر راضی ہو جائیں تو جائز ہوگا۔

دوسری بات یہ بتا رہے ہیں کہ عمر جب چاہے گا اس طرز کو توڑ کر پہلے طرز پر آسکتا ہے، اسی طرح عمر کے وارثین جب چاہے پہلے طرز پر آسکتے ہیں۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی پلانا ایک حق ہے اس میں تبدیل اور بیع نہیں ہو سکتی، اس لئے یوں مانا جائے گا کہ زید نے دو روز تک عمر کے پلانے کے حق کو عاریت پر لیا، اور عمر نے زید کے حق کو دو روز تک عاریت پر لیا، اور عاریت کا معاملہ ایسا ہے کہ جب چاہے اپنی چیز واپس لے سکتا ہے، اسلئے اس باری کو عمر بھی توڑ سکتا ہے اور اس کا ورثہ بھی توڑ سکتا ہے۔

لغت: مناصفۃ: نصف سے مشتق ہے، آدھا آدھا۔ صاحب الاسفل: جس کی زمین نیچے ہو۔ اعارۃ: عاریت سے مشتق ہے، عاریت پر لینا، مانگ کر لینا۔

ترجمہ: ١٩ حق شرب کی وراثت ہوتی ہے، بعینہ اس سے نفع اٹھانے کی وصیت کی جاسکتی ہے، بخلاف اس کی بیع، ہبہ، صدقہ، اور اس کی وصیت کے یعنی ان عقدوں کی وصیت جائز نہیں ہے، یا تو جہالت کی وجہ سے، یا دھوکا کی وجہ سے، یا اس لئے کہ حق شرب مال متقوم نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ دوسرے کے شرب سے سیراب کرلے تو ضامن نہیں ہوتا، اور جب یہ عقد باطل ہیں تو اس کی وصیت بھی باطل ہوگی۔

تشریح: یہاں سے حق شرب [پلانے کا جو حق ہے] اس کا دس حکم بیان کر رہے ہیں

حق شرب کی دو حیثیت ہیں [ا] ایک تو یہ حق ہے اس لئے اس سے نفع اٹھا جا سکتا ہے۔ [٢] اور دوسری حیثیت یہ ہے کہ یہ مال نہیں ہے اس لئے اس کو بیچ نہیں سکتے، ان دونوں حیثیت کے اعتبار سے اس کے دس احکام بیان کئے جا رہے ہیں۔ ان میں سے دو حق ہونے سے متعلق ہیں، اور باقی آٹھ اس بات کے لئے ہے کہ یہ حق مال نہیں ہے

[ا] ایک حکم یہ ہے کہ حق شرب کی وراثت ہو سکتی ہے، یعنی باپ کو پلانے کا حق تھا تو اب بیٹے کو بھی پلانے کا حق ملے گا۔

۲۰؎ وَكَذَا لَا يَصْلُحُ مُسَمًّى فِي النِّكَاحِ حَتَّى يَجِبَ مَهْرُ الْمِثْلِ، وَلَا فِي الْخُلْعِ حَتَّى يَجِبَ رَدُّ مَا قَبَضَتْ مِنْ الصَّدَاقِ لِتَفَاحُشِ الْجَهَالَةِ. ۲۱؎ وَلَا يَصْلُحُ بَدَلُ الصُّلْحِ عَنْ الدَّعْوَى؛ لِأَنَّهُ لَا

[۲] پلانے کی وصیت کی جاسکتی ہے، یعنی مرنے والا یہ وصیت کرسکتا ہے، کہ ہفتے میں دو دن فلاں آدمی پلائے اور باقی دنوں میں وارثین پلائے اور کھیت سیراب کرے۔ یہ اس سے نفع اٹھانے کی وصیت ہے۔ یہ دو حکم حق ہونے کا ہے۔

اور یہ حق مال نہیں ہے اس کے لئے آٹھ حکم بیان کر رہے ہیں

[۱] لیکن یہ مال نہیں ہے اس لئے حق شرب کو کسی کے ہاتھ بیچ نہیں سکتا۔

[۲] اس کو ہبہ نہیں کرسکتا

[۳] اس کو صدقہ نہیں کرسکتا، یوں نہیں کہہ سکتا کہ میں حق شرب کو غرباء پر صدقہ کرتا ہوں۔

[۴] خود شرب کو کسی کے لئے وصیت نہیں کرسکتا، کہ میرے مرنے کے بعد یہ شرب فلاں کو دیتا ہوں۔

یہ چار کام شرب کو بیچنا، ہبہ کرنا، صدقہ کرنا، اور وصیت کرنا جائز نہیں

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مال متقوم نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی دوسرا آدمی پانی پلالے تو اس پر اس کا تاوان لازم نہیں ہوگا، ہاں بار بار ایسا کرنے پر اس کی تعزیر کی جاسکتی ہے (۲) سوراخ سے پانی کتنا آئے گا یہ مجہول ہے اس لئے بھی اس کو بیچ نہیں سکتا (۳) پانی آنے میں دھوکا بھی ہے کہ کبھی پانی آئے گا، اور کبھی کم ہو جائے گا، یا نہیں آئے گا، چونکہ اس میں دھوکا ہے اس لئے اس کو نہ بیچ سکتا ہے، نہ ہبہ کرسکتا ہے، نہ صدقہ کرسکتا، اور نہ اس کی ذات کی وصیت کرسکتا ہے، ہاں اس سے نفع اٹھانے کی وصیت کرسکتا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

ترجمہ: ۲۰؎ ایسے ہی حق شرب نکاح میں مہر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا یہی وجہ ہے کہ اس صورت میں مہر مثل لازم ہوگا، اور نہ خلع میں مال بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عورت نے جتنے مہر پر قبضہ کیا ہوا سی کو واپس کرنا ہوگا، کیونکہ شرب میں جہالت بہت ہے۔

تشریح: [۵] حق شرب نکاح میں مہر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، یہی وجہ ہے کہ کسی نے شرب کو مہر بنایا تو مہر ہوا ہی نہیں اس لئے مہر مثل لازم ہوگا [۶] حق شرب خلع میں بدل خلع بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، چنانچہ کسی عورت نے حق شرب پر خلع کیا تو وہ لازم نہیں ہوگا، بلکہ جو مہر عورت نے قبضہ کیا تھا وہی واپس کرنا ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حق شرب میں جہالت بہت ہے، اور وہ مال متقوم نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲۱؎ کسی دعوی میں شرب صلح کا بدل نہیں بن سکتا، اس لئے کہ کسی عقد کے ذریعہ شرب کا مالک نہیں بن سکتا۔

تشریح: [۷] کسی نے مال کا دعوی کیا اور مدعی علیہ نے حق شرب پر صلح کر لی تو یہ صلح درست نہیں ہوگی، مدعی اپنے دعوی پر باقی رہے گا، کیونکہ پہلے بتلایا کہ شرب مال نہیں ہے، اور نہ اس کا کوئی عقد بن سکتا ہے۔

يُمْلَكُ بِشَيْءٍ مِنْ الْعُقُودِ. ۲۲ وَلَا يُبَاعُ الشِّرْبُ فِي دَيْنِ صَاحِبِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ بِدُونِ أَرْضٍ كَمَا فِي حَالِ حَيَاتِهِ، ۲۳ وَكَيْفَ يَصْنَعُ الْإِمَامُ؟ الْأَصَحُّ أَنْ يَضُمَّهُ إلَى أَرْضٍ لَا شِرْبَ لَهَا فَيَبِيعَهَا بِإِذْنِ صَاحِبِهَا، ثُمَّ يَنْظُرُ إلَى قِيمَةِ الْأَرْضِ مَعَ الشِّرْبِ وَبِدُونِهِ فَيَصْرِفُ التَّفَاوُتَ إلَى قَضَاءِ الدَّيْنِ، ۲۴ وَإِنْ لَمْ يَجِدْ ذَلِكَ اشْتَرَى عَلَى تَرِكَةِ الْمَيِّتِ أَرْضًا بِغَيْرِ شِرْبٍ، ثُمَّ ضَمَّ الشِّرْبَ

ترجمه :۲۲جس آدمی کا شرب ہے اس کے مرنے کے بعد اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے زمین کے بغیر شرب نہیں بیچا جائے گا، جیسے اس کی زندگی میں بیچا جاتا تھا۔

تشریح :[۸] شرب مال نہیں ہے اس لئے زمین کے بغیر تنہا شرب کو بیچے اور مرنے والے کا قرض ادا کرے یہ نہیں ہو سکتا ہے، جس طرح اس کی زندگی میں تنہا شرب کو بیچے تو یہ جائز نہیں ہے۔

ترجمه :۲۳ امام میت کے قرض کو ادا کرنے کے لئے آخیر کیا کرے، تو صحیح بات یہ ہے کہ اس شرب کو ایسی زمین کے ساتھ ملائے جس میں شرب نہیں ہے، اور زمین کے مالک کی اجازت سے دونوں کو بیچ دے، پھر شرب کے ساتھ زمین کی قیمت کو دیکھے، اور بغیر شرب کے اس کی قیمت دیکھے، پھر دونوں کی قیمت کے درمیان فرق ہو اس سے قرض ادا کرے۔

تشریح: جب تنہا شرب کو نہیں بیچ سکتا تو میت پر جو قرض ہے اس کو ادا کرنے کے لئے امام کیا کرے؟ صاحب ھدایہ اس کے لئے دو صورتیں بتا رہے ہیں [۱] پہلی یہ ہے کہ قریب میں کسی آدمی کی زمین ہو جس میں شرب نہ ہو، اس شرب کو اس زمین کے ساتھ ملائے، اور زمین کے مالک کی اجازت سے دونوں کو بیچ دے، پھر دونوں کے درمیان جو فرق آئے اس سے میت کا قرض ادا کرے۔ مثلا بغیر شرب کے زمین کی قیمت تین ہزار درہم ہے، اور شرب کے ساتھ زمین کی قیمت تین ہزار پانچ سو ہے، تو معلوم ہوا کہ شرب کی قیمت پانچ سو درہم ہے، اس پانچ سو درہم سے میت کا قرض ادا کرے، اور تین ہزار درہم زمین والے کو دے دے۔

ترجمه :۲۴ اور اگر پڑوس کی زمین نہ ملے تو میت کے ترکہ سے بغیر شرب والی زمین خریدے، پھر شرب کو اس زمین کے ساتھ ملا دے اور دونوں کو بیچ دے، اور زمین کی قیمت زمین پر خرچ کرے اور شرب کی قیمت قرض کی ادائیگی میں خرچ کرے۔

تشریح : میت کے قرض کو ادا کرنے کی یہ دوسری صورت ہے۔ پڑوسی کی زمین نہیں مل رہی ہے تو یہ کرے کہ میت کے روپیئے سے ایسی زمین خریدے جس میں شرب نہ ہو، اور میت کے شرب کو زمین کے ساتھ ملا کر بیچ دے جو فرق نکلے اس سے قرض ادا کرے، مثلا بغیر شرب زمین کی قیمت تین ہزار درہم ہے، اور شرب کے ساتھ تین ہزار پانچ سو ہے، تو پتہ چلا کہ شرب کی قیمت پانچ سو درہم ہے۔ اس لئے اس پانچ سو درہم سے میت کا قرض ادا کرے۔ اور تین ہزار کو اس کے ترکے میں واپس کر دے۔ امام صاحب میت کے قرض ادا کرنے کے لئے یہ دو صورتیں کر سکتے ہیں۔

إِلَيْهَا وَبَاعَهُمَا فَيَصْرِفُ مِنْ الثَّمَنِ إِلَى ثَمَنِ الْأَرْضِ وَيَصْرِفُ الْفَاضِلَ إِلَى قَضَاءِ الدَّيْنِ ٢٥ وَإِذَا سَقَى الرَّجُلُ أَرْضَهُ أَوْ مَخَرَهَا مَاءً أَيْ مَلَأَهَا (فَسَالَ مِنْ مَائِهَا فِي أَرْضِ رَجُلٍ فَغَرَّقَهَا أَوْ نَزَّتْ أَرْضُ جَارِهِ مِنْ هَذَا الْمَاءِ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ ضَمَانُهَا ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ فِيهِ و الله اعلم

لغت: ترکۃ: میت کا چھوڑا ہوا مال۔

ترجمہ: ٢٥ آدمی نے اپنی زمین کو سیراب کیا اور اس کو بھر دیا جسکی وجہ سے اس کا پانی دوسرے کی زمین میں گھس گیا اور اس کو ڈبو دیا، یا اس پانی سے پڑوس کی زمین تر ہوگئی تو پانی پلانے والے پر کوئی ضمان نہیں ہے اس لئے کہ اس نے تعدی نہیں کی۔ واللہ اعلم

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے جان کر تعدی نہیں کی تو اس پر ضمان نہیں ہے۔

تشریح: ایک آدمی نے اپنے کھیت میں مناسب پانی ڈالا، لیکن اس کھیت سے دوسری کی زمین میں پانی چلا گیا، اور اس کو ڈبو دیا، یا اس کے کھیت کو تر کر دیا تو پانی پلانے والے پر ضمان نہیں ہے۔

وجہ: (۱) اس لئے کہ اس نے اپنے حق کو استعمال کیا ہے دوسرے پر تعدی نہیں کی (۲)، دوسرے کھیت میں پانی رسنے سے روک بھی نہیں سکتا ہے اس لئے اس کی مجبوری ہے اس لئے اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔

لغت: مخر: کا ترجمہ ہے پانی بھر دیا۔ نزت: زمین تر ہوگئی۔ واللہ اعلم بالصواب

ثمیر الدین قاسمی غفرلہ

70 STAMFORD STREET
OLD TRAFFORD
MANCHESTER
ENGLAND
M16 9LL
TEL 0044-161 2279577

(كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ)

لـ سُمِّيَ بِهَا وَهِيَ جَمْعُ شَرَابٍ لِمَا فِيهِ مِنْ بَيَانِ حُكْمِهَا (۳۶۳)قَالَ: الْأَشْرِبَةُ الْمُحَرَّمَةُ

﴿کتاب الاشربة﴾

ضروری نوٹ : اشربہ شراب کی جمع ہے، یہاں شراب کے حکم کا بیان ہے۔اس کا ترجمہ ہے۔ پینے کی چیز، یہاں مراد ہے وہ چیزیں جن کا پینا حرام ہے۔

ترجمہ : لـ اشربہ کو شراب اس لئے کہا گیا کہ یہ شراب کی جمع ہے اور اس باب میں شرابوں کا حکم بیان کیا جائے گا۔

نوٹ : یہاں جو خمر کی، شرابوں کی اور نبیذ کی قسمیں بیان کی جارہی ہیں یہ دور اول کی شرابیں ہیں۔ ہمارے دور میں تو مشین کی وجہ سے اس کے طریقے بدل گئے ہیں اور نام بھی بدل گئے ہیں۔ ناچیز چونکہ اس سب کے بنانے کے طریقہ کار سے واقف نہیں ہے، اس لئے سمجھانے میں غلطی ہوسکتی ہے، معاف فرمائیں۔

باب کا خلاصہ: شراب کی چار قسمیں ہیں جنکا پینا حرام ہے

[۱] انگور کا کچا رس۔۔ جب جوش مارنے لگے، اور نشہ آجائے، اور جھاگ پھینکنے لگے،۔ تو یہ اصلی خمر ہے، اس کے ایک قطرہ پینے سے بھی حد لگ جائے گی، چاہے اس کو پینے سے نشہ نہ آیا ہو۔ اور اس کا ایک قطرہ بھی پینا حرام ہے۔

[۲] انگور کا رس۔۔ پکا دیا جائے، پکانے کی وجہ سے دو تہائی رس ختم ہو چکا ہو اور ایک تہائی باقی رہا ہو۔۔ یہ حنفیہ کے نزدیک اصلی خمر نہیں ہے، اس کے پینے سے نشہ آئے گا تو حد لگے گی، ورنہ نہیں۔

[۳] کھجور کا رس۔۔ گاڑھا ہو جائے، جوش مارنے لگے اور جھاگ آجائے اور اس میں نشہ ہو جائے، اس کا دوسرا نام سکر ہے ۔۔ یہ حنفیہ کے نزدیک اصلی خمر نہیں ہے، اس کے پینے سے نشہ آئے گا تو حد لگے گی، ورنہ نہیں۔

[۴] کشمش کا رس۔۔ گاڑھا ہو جائے، جوش مارنے لگے اور جھاگ آجائے اور اس میں نشہ ہو جائے۔۔ یہ حنفیہ کے نزدیک اصلی خمر نہیں ہے، اس کے پینے سے نشہ آئے گا تو حد لگے گی، ورنہ نہیں۔

وجہ:(۱)اسی کا تذکرہ آیت۔ **انما الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون** (آیت ۹۰ سورۃ المائدۃ ۵) میں ہے۔(۲) **عن ابن عمر** ؓ **ان رسول الله** ﷺ **قال من شرب الخمر فى الدنيا ثم لم يتب منها حرمها فى آخرة** ۔(بخاری شریف، کتاب الاشربۃ، ص ۹۹۰، نمبر ۵۵۷۵)

ترجمہ:(۳۶۳) حرام شرابیں چار ہیں (۱) خمر وہ انگور کا رس ہے جب جوش مارے اور تیز ہو کر جھاگ پھینکنے لگے۔

تشریح : (۱) یہ پہلی قسم کی شراب ہے۔

أَرْبَعَةٌ: الْـخَـمْرُ وَهِيَ عَصِيرُ الْعِنَبِ إذَا غَلَى وَاشْتَدَّ وَقَذَفَ بِالزَّبَدِ،(٣٦٤) وَالْعَصِيرُ إذَا طُبِخَ حَتَّى يَذْهَبَ أَقَلُّ مِنْ ثُلُثَيْهِ ﴿١ وَهُوَ الطِّلَاءُ الْمَذْكُورُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ (٣٦٥) وَنَقِيعُ التَّمْرِ

انگور کا کچا رس تین مرحلوں سے گزرے گا تب امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خمر بنے گا،

پہلا مرحلہ۔غلا...... رس جوش مارنے لگے

دوسرا مرحلہ۔اشتد......، تیز ہو جائے اور نشہ آنا شروع ہو جائے

تیسرا مرحلہ۔قذف بالزبد،......رس سے جھاگ پھینکنے لگے

حنفیہ کے نزدیک تب یہ اصلی خمر ہوگا......۔انـمـا الـخـمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون (آیت ۹۰ سورۃ المائدۃ ۵) میں اسی خمر کا ذکر ہے۔

اور اس پر یہ چار احکام نافذ ہوں گے [۱] ایک قطرہ پینے سے حد لازم ہوگی، چاہے اس کو نشہ چڑھا ہو [۲] اس کا انکار کرنے والا کافر ہوگا [۳] یہ مسلمان کے لئے مال نہیں ہے۔ [۴] یہ نجاست غلیظہ ہوگی، ایک درہم کپڑے پر لگ جانے سے نماز درست نہیں ہوگی۔

وجه : (۱)عـن سـالـم بـن عـبـد الـلـه ان رسـول الـلـه ﷺ قـال ان من العنب خمرا وانها كم عن كل مسكر ۔(۳) دوسری روایت میں ہے۔عـن عـبـد الـلـه بـن عـبـاس قـال حـرمت الخمر بعينها والمسكر من شـــرب (طحاوی شریف، کتاب الاشربۃ، ج ثانی، ص ۲۹۷) اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ انگور کا شراب اصل ہے، باقی شراب نقلی ہیں البتہ وہ بھی حرام ہیں

لـغـت : عصیر : رس، شیرہ، غلا : جوش مارنے لگے،۔اشتد : مزے میں تیزی آجائے، اور نشہ آجائے ۔قذف بالزبد : جھاگ پھینکنے لگے۔

ترجمه :(۳۶۴)[۲] اور انگور کا رس جب پکا لیا جائے یہاں تک کہ دو تہائی سے کم جل جائے۔

ترجمه :۱ جامع صغیر میں اس کو طلاء، کہا ہے۔

تشـريح :[۲] شراب کی دوسری صورت یہ ہے کہ انگور کا رس کچا نہ رہے بلکہ اس کو اتنا پکا دے کہ دو تہائی سے کم جل جائے اور تہائی سے کچھ زیادہ باقی رہ جائے اس میں جوش مارنے لگے اور تیز ہو جائے اور نشہ آجائے تو یہ خمر کی دوسری صورت ہے۔

وجه : سـمـعـت ابـا هـريـرةؓ يـقـول سمعت يقول رسول الله ﷺ يقول الخمر من هاتين الشجرتين الـنـخـلـة والعنبة (مسلم شریف، باب بیان ان جمیع ماینبذ مما یتخذ من النخل والعنب یسمی خمرا، ص ۸۸۶، نمبر ۵۱۴۳/۱۹۸۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھجور سے اور انگور سے شراب بنتی ہے۔

ترجمه :(۳۶۵)[۳] اور کھجور کا نقیع۔

وَهُوَ السَّكَرُ،(٣٦٦) وَنَقِيعُ الزَّبِيبِ إِذَا اشْتَدَّ وَغَلَى﴾ ل أَمَّا الْخَمْرُ فَالْكَلَامُ فِيهَا فِي عَشَرَةِ

تشریح: یہ شراب کی تیسری قسم ہے۔ کھجور کو پانی میں ڈال کر کچھ دن چھوڑ دیا جائے جس کی وجہ سے پانی گاڑھا ہو جائے اور جوش مار کر جھاگ پھینکنے لگے اس کو نقیع تمر کہتے ہیں۔

ترجمہ:(٣٦٦)[۴] کشمش کی نقیع جب جوش مارے اور تیز ہو جائے۔

تشریح: یہ شراب کی چوتھی قسم ہے۔ کشمش کو پانی میں ڈال کر کچھ دن چھوڑ دے جس سے پانی گاڑھا ہو جائے اور جوش مار کر جھاگ پھینکنے لگے اور نشہ آ جائے تو اس کو کشمش کی نقیع کہتے ہیں۔

وجہ:(ا) ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ قال قام عمر علی المنبر فقال اما بعد نزل تحریم الخمر وھی من خمسة العنب والتمر والعسل والحنطة والشعیر والخمر ما خامر العقل. (بخاری شریف، باب الخمر من العنب وغیرہ، ص ۹۹۱، نمبر ۵۵۸۱)(۲) عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ ﷺ ان من العنب خمرا وان من التمر خمرا وان من العسل خمرا وان من البر خمرا وان من الشعیر خمرا (ابوداؤد شریف، باب الخمر ما ھی؟، ص ۵۲۷، نمبر ٣٦٧٦) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انگور، کھجور، شہد، گیہوں، جو وغیرہ سے بھی شراب بنتی ہے(۳) ان النعمان بن بشیر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان الخمر من العصیر، و الزبیب ،و التمر ،و الحنطة و الشعیر ، و الذرة ، و انی انھاکم عن کل مسکر ۔(ابوداؤد شریف، باب الخمر مما ھی؟ ص ۵۲۷، نمبر ۳۶۷۷) اس حدیث میں ہے کہ اوپر کی چھ چیزوں سے شراب بنتی ہے۔

ترجمہ: ل بہرحال خمر کے بارے میں تو دس قسم کی باتیں ہیں

تشریح: صاحب ہدایہ خمر کے سلسلے میں دس قسم کی باتیں یہاں بیان کر رہے ہیں

میں کوشش کروں گا ان سبھوں کو سمجھا سکوں، تاہم یہ باتیں بہت لمبی ہیں......

[۱] ......خمر کی ماہیت کیا ہے، یعنی وہ کس چیز سے بنتی ہے ؟ انگور کے کچے رس سے خمر بنتی ہے ۔

[۲] ......کب خمر بنتی ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب جھاگ مارنے لگے

[۳]...... خمر کا حکم کیا ہے۔ خمر حرام ہے چاہے ایک قطرہ ہو، اور اس کے پینے سے چاہے نشہ نہ آیا ہو

[۴]......خمر نجاست غلیظہ ہے۔

[۵]...... خمر کو حلال سمجھنے والا کافر ہو جائے گا، کیونکہ آیت سے اس کی حرمت ثابت ہے۔

[۶] ......خمر مسلمان کے حق میں مال متقوم نہیں ہے۔

[۷] ......خمر سے نفع اٹھانا حرام ہے۔

[۸] ......خمر پینے سے چاہے نشہ نہ آیا ہو پینے والے کو حد لگ جائے گی۔

مَوَاضِعَ: ٢ أَحَدُهَا فِي بَيَانِ مَائِيَّتِهَا وَهِيَ النِّيءُ مِنْ مَاءِ الْعِنَبِ إِذَا صَارَ مُسْكِرًا وَهَذَا عِنْدَنَا وَهُوَ الْمَعْرُوفُ عِنْدَ أَهْلِ اللُّغَةِ وَأَهْلِ الْعِلْمِ وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ: هُوَ اسْمٌ لِكُلِّ مُسْكِرٍ لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ» : وَقَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «الْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ» وَأَشَارَ إِلَى الْكَرْمَةِ وَالنَّخْلَةِ، وَلِأَنَّهُ مُشْتَقٌّ مِنْ مُخَامَرَةِ الْعَقْلِ وَهُوَ

[۹] ......خمر بن جانے کے بعد اس کو پکانے سے بھی حرمت نہیں جائے گی۔

[۱۰] ...... حنفیہ کے نزدیک خمر کو سرکہ بنانا جائز ہے۔

ان دسوں باتوں کی لمبی تفصیل آرہی ہے، اس کو غور سے سمجھیں۔

ترجمہ: ٢ [۱] پہلی بات خمر کی ماہیت کے بیان میں ہے۔۔وہ انگور کا کچا رس جبکہ وہ نشہ آور ہو جائے، یہ ہمارے نزدیک ہے، اور اہل لغت، اور اہل علم کے نزدیک یہی مشہور ہے۔

اور بعض حضرت نے کہا کہ ہر نشہ والی چیز کو خمر، کہتے ہیں، انکی دلیل حضور علیہ السلام قول، کل مسکر خمر، ترجمہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے، اور حضورؐ کا قول، خمر ان دو درختوں سے بنتی ہے، اور انگور اور کھجور کے درخت کی طرف اشارہ کیا، اور اس لئے کہ خمر مخامرۃ العقل سے مشتق ہے، اور وہ ہر نشہ والی چیز میں موجود ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک خمر، صرف اس شراب کو کہتے ہیں جو انگور کے کچے رس سے بنی ہو اور اس میں نشہ آچکا ہو، فرماتے ہیں کہ اہل لغت اور اہل علم کے نزدیک یہی مشہور ہے، دوسری شرابوں کو خمر نہیں کہیں گے اور نہ اس پر خمر کا حکم نافذ کیا جائے گا۔

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک جتنے بھی نشہ آور چیز ہیں سب کو خمر، کہیں گے،

وجہ: اس بارے میں وہ حدیث سے استدلال کرتے ہیں [۱] عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ کل مسکر خمر، و کل مسکر حرام۔ (مسلم شریف، باب بیان ان کل مسکر خمر، ص ۸۹۵، نمبر ۲۰۰۳/۵۲۱۸) اس حدیث میں ہے کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔ [۲] دوسری حدیث میں ہے کہ کھجور اور انگور دونوں سے خمر بنتی ہے اس لئے صرف انگور سے خمر بننا خاص نہیں رہا۔ سمعت ابا ھریرۃؓ یقول سمعت یقول رسول الله ﷺ یقول الخمر من ھاتین الشجرتین النخلة والعنبة (مسلم شریف، باب بیان ان جمیع ما ینبذ مما یتخذ من النخل والعنب یسمی خمرا، ص ۸۸۷، نمبر ۱۹۸۵/۵۱۴۳/ ابو داود شریف، باب الخمر مما ھی، ص ۵۲۷، نمبر ۳۶۷۶) اس حدیث میں ہے کہ شہد اور گیہوں سے بھی خمر بنتی ہے۔ عن النعمان بن بشیر قال قال رسول الله ﷺ ان من العنب خمرا وان من التمر خمرا وان من العسل خمرا وان من البر خمرا وان من الشعیر خمرا (ابوداؤد شریف، باب الخمر ما ھی؟ ص ۵۲۷، نمبر ۳۶۷۶/ بخاری شریف، باب ماجاء

مَوْجُودٌ فِي كُلِّ مُسْكِرٍ ٣؎ وَلَنَا أَنَّهُ اسْمٌ خَاصٌّ بِإِطْبَاقِ أَهْلِ اللُّغَةِ فِيمَا ذَكَرْنَاهُ وَلِهَذَا اُشْتُهِرَ اسْتِعْمَالُهُ فِيهِ وَفِي غَيْرِهِ غَيْرُهُ، ٤؎ وَلِأَنَّ حُرْمَةَ الْخَمْرِ قَطْعِيَّةٌ وَهِيَ فِي غَيْرِهَا ظَنِّيَّةٌ، ٥؎ وَإِنَّمَا سُمِّيَ خَمْرًا لِتَخَمُّرِهِ لَا لِمُخَامَرَتِهِ الْعَقْلَ، ٦؎ عَلَى أَنَّ مَا ذَكَرْتُمْ لَا يُنَافِي كَوْنَ الِاسْمِ خَاصًّا فِيهِ

فی ان الخمر ما خامر العقل من الشراب، ص ۹۹۲، نمبر ۵۵۸۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انگور، کھجور، شہد، گیہوں، جو وغیرہ سے بھی شراب بنتی ہے، اس لئے خمر انگور کے رس کے ساتھ خاص نہیں رہی۔ [۴] انکی چوتھی دلیل یہ ہے کہ جو دماغ کو خلط ملط کردے وہ سب خمر، ہے اور یہ ساری شرابیں دماغ کو خلط ملط کر دیتی ہیں اس لئے یہ سب خمر میں داخل ہوں گی، اس حدیث میں ہے، عن ابن عمر عن عمر، قال نزل تحریم الخمر یوم نزل و ھی من خمسة اشیاء، من العنب و التمر و العسل، و الحنطة و الشعیر و الخمر ما خامر العقل۔ (ابوداود شریف، باب تحریم الخمر، ص ۵۲۶، نمبر ۳۶۶۹) اس حدیث میں ہے کہ جو چیز بھی عقل کو خلل انداز کرے وہ سب خمر میں داخل ہیں۔

ترجمہ: ٣؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ سب اہل لغت کہتے ہیں کہ خمر خاص نام ہے جیسا کہ ذکر کیا، اسی لئے خمر میں اس کا استعمال مشہور ہوا، اور دوسرے میں خمر استعمال غیر کی طرح ہوا

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ سب اہل لغت خمر کو انگور کی شراب میں استعمال کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انگور کی شراب کے لئے خمر کا لفظ مشہور ہے۔ دوسری شراب میں خمر کا لفظ اتنا مشہور نہیں ہے، وہ غیر کی طرح ہے۔

لغت: اطباق اہل اللغۃ: سب لغت والے۔ غیرہ: یہ منطقی محاورہ ہے، لفظ اپنے اصلی معنی میں استعمال ہو تو اس کو، عین، کہتے ہیں اور اصلی معنی میں استعمال نہ ہو تو اس کو، غیر، کہتے ہیں، کہ یہ لفظ غیر معنی میں استعمال ہوا۔ خمر دوسری شرابوں میں غیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اور انگوری شراب میں عین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

ترجمہ: ٤؎ خمر کا حرام ہونا قطعی ہے اور دوسرے شرابوں کا حرام ہونا ظنی ہے۔

تشریح: خمر حرام ہے اس کے لئے آیت موجود ہے، انما الخمر والمیسیر الخ، اور دوسری شراب حرام ہے اس کے لئے آیت نہیں ہے، اس لئے اس کی حرمت ظنی ہے، اب دوسری شرابوں کو خمر کہیں تو ان شرابوں کو بھی قطعی کہنا ہوگا، حالانکہ وہ ظنی ہے اس لئے ان شرابوں پر خمر کا استعمال کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

ترجمہ: ٥؎ انگوری شراب کو خمر اس کی شدت، اور تیزی کی بنیاد پر نام رکھا ہے، عقل کو ڈھانپنے کی وجہ سے نہیں رکھا۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ نے استدلال کیا تھا کہ دوسری قسم کی شراب بھی عقل کو ڈھانپتی ہے اس لئے انکو بھی شراب، کہو، اس کا جواب دیا جا رہا ہے۔ خمر کا دو ترجمہ ہے [۱] شدت اور تیزی [۲] دوسرا ترجمہ ہے، عقل کو ڈھانپنا۔ انگوری شراب کو خمر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں تیزی ہوتی ہے، اور نشے کی شدت ہوتی ہے اس لئے اس کو خمر، کہتے ہیں، عقل کو ڈھانپنے کی وجہ سے خمر نہیں کہتے، تا کہ آپ یہ نہ کہیں کہ دوسری شراب بھی عقل کو ڈھانپتی ہیں اس لئے انکو بھی خمر، کہو۔

فَإِنَّ النَّجْمَ مُشْتَقٌّ مِنَ النُّجُومِ وَهُوَ الظُّهُورُ، ثُمَّ هُوَ اسْمٌ خَاصٌّ لِلنَّجْمِ الْمَعْرُوفِ لَا لِكُلِّ مَا ظَهَرَ وَهَذَا كَثِيرُ النَّظِيرِ ۔ ٧ وَالْحَدِيثُ الْأَوَّلُ طَعَنَ فِيهِ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ – رَحِمَهُ اللَّهُ –، ٨ وَالثَّانِي أُرِيدَ بِهِ بَيَانُ الْحُكْمِ؛ إِذْ هُوَ اللَّائِقُ بِمَنْصِبِ الرِّسَالَةِ وَالثَّانِي فِي حَقِّ ثُبُوتِ هَذَا الِاسْمِ

ترجمه: ٦ اس کے باوجود آپ نے جوذکر کیا وہ خاص نام کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ نجم ستارہ نجوم [ظہور] سے مشتق ہے، پھر بھی خاص ستارے کا نام ہے جو مشہور ہے، ہر ظاہر ہونے والی چیز کا نام نجم نہیں ہے، اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو دوسرا جواب ہے، فرماتے ہیں کہ ہم مان لیتے ہیں کہ خمر، کا ترجمہ عقل کو ڈھانپنا ہے، اور ہر شراب کو خمر، کہنا چاہئے، لیکن یہ کہا جائے گا کہ، صرف انگوری شراب میں خمر کا نام خاص ہو گیا ہے، جیسے نجم، کا ترجمہ ہے ظاہر ہونا، اس لئے ہر ظاہر ہونے والی چیز کو نجم، کہنا چاہئے، لیکن سریا ستار کے ساتھ یہ نام خاص ہو گیا ہے، اسی کو نجم ستارہ کہتے ہیں، اسی طرح یہاں انگوری شراب کو خمر کہا جائے گا۔

ترجمه: ٧ اور امام شافعیؒ نے جو پہلی حدیث پیش کی ہے اس کے بارے میں یحی بن معینؒ نے طعن کی ہے [یہ حدیث ثابت نہیں ہے]

تشریح: یہ بھی امام شافعیؒ کی پیش کردہ حدیث کا جواب ہے، فرماتے ہیں کہ پہلی حدیث ۔ **عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ کل مسکر خمر ، و کل مسکر حرام** ۔ (مسلم شریف، باب بیان ان کل مسکر خمر، ص ۸۹۵، نمبر ۵۲۱۸/۲۰۰۳) اس حدیث کے بارے میں حضرت یحی بن معینؒ نے فرمایا کہ ثابت نہیں ہے، اور وہ اپنے زمانے کے محقق ہیں اس لئے یہ حدیث ثابت نہیں ہوئی اور اس سے استدلال کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

لغت: یحی بن معینؒ ۸۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲۳۳ھ میں وفات پائی، یہ جرح اور تعدیل کے بڑے امام تھے۔

ترجمه: ٨ اور دوسری حدیث میں حکم کا بیان ہے کہ ان دو درختوں سے حرام چیز بنتی ہے۔ اس لئے کہ رسالت کے منصب کے لائق یہی ہے۔

تشریح: یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے دوسری حدیث پیش کی تھی۔ **سمعت ابا هريرةؓ يقول سمعت يقول رسول الله ﷺ يقول الخمر من هاتين الشجرتين النخلة والعنبة** (مسلم شریف، باب بیان ان جمیع ما ینبذ مما یتخذ من النخل والعنب یسمی خمرا، ص ۸۸۷، نمبر ۱۹۸۵/۵۱۴۳) شراب ان دو درختوں سے بنتی ہے، اس کا جواب دے رہے ہیں کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ یہ بتائے کہ شراب کن کن درختوں سے بنتی ہے، کیونکہ حضورؐ اس لئے نہیں آئے تھے، بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ اس شراب کا حکم یہ ہے وہ حرام ہے، کیونکہ رسالت کے منصب کے مطابق یہی ہے کہ حضورؐ شراب کا حکم بتائے۔

ترجمه: ٩ [۲] دوسری بحث کب اس کو خمر، کہیں گے؟

وَهَذَا الَّذِي ذَكَرَهُ فِي الْكِتَابِ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ - ۱۰ وَعِنْدَهُمَا إِذَا اشْتَدَّ صَارَ خَمْرًا، وَلَا يُشْتَرَطُ الْقَذْفُ بِالزَّبَدِ؛ لِأَنَّ الِاسْمَ يَثْبُتُ بِهِ، وَكَذَا الْمَعْنَى الْمُحَرَّمُ وَهُوَ الْمُؤَثِّرُ فِي الْفَسَادِ بِالِاشْتِدَادِ ۱۱ وَلِأَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ - أَنَّ الْغَلَيَانَ بِدَايَةُ الشِّدَّةِ، وَكَمَالُهَا بِقَذْفِ بِالزَّبَدِ وَسُكُونِهِ؛ إِذْ بِهِ يَتَمَيَّزُ الصَّافِي مِنْ الْكَدِرِ، وَأَحْكَامُ الشَّرْعِ قَطْعِيَّةٌ فَتُنَاطُ بِالنِّهَايَةِ

یہ جومتن میں ذکر کیا ہے یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

تشریح: انگور کا کچا رس، خمر، بننے میں تین مرحلے سے گزرتا ہے

پہلا مرحلہ [۱] غلا...... کچے رس میں جوش مارنا شروع ہو جائے۔

دوسرا مرحلہ [۲] اشتد...... تیزی آجائے، یعنی رس میں نشہ شروع ہو جائے۔

تیسرا مرحلہ [۳] قذف بالزبد...... رس میں جھاگ آنا شروع ہو جائے۔

متن میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ کہا کہ تیسرا مرحلہ۔ جھاگ آنا شروع ہو جائے تب اس کو خمر کہیں گے، جب تک دوسرے مرحلے میں ہو، یعنی ابھی نشہ آنا شروع ہوا تو اس کو خمر نہیں کہیں گے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک دوسرے مرحلے میں یعنی [نشہ آجائے تو خمر کہی جائے گی، چاہے ابھی جھاگ نہیں پھینکتا ہو۔

نوٹ: عام شراب اور خمر میں فرق ہے اس لئے میں ہر جگہ خمر کا لفظ استعمال کروں گا تا کہ پتہ چل جائے کہ یہ احکام خمر کے ہیں، دوسری تمام شرابوں کے نہیں ہیں۔

ترجمہ: ۱۰ اور صاحبینؒ کے نزدیک جب تیزی آجائے اور نشہ آجائے تو خمر بن جائے گی، جھاگ پھینکنے کی شرط نہیں ہے اس لئے کہ نشہ آنے سے ہی خمر کا نام ثابت ہو جاتا ہے، اسی طرح جو حرام کا معنی ہے وہ نشہ سے ہے اور فساد میں وہی موثر ہے۔

تشریح: صاحبین کے نزدیک خمر بننے کے لئے رس میں جھاگ پھینکنا شرط نہیں ہے، بلکہ صرف تیزی آجائے اور نشہ آجائے اتنے ہی سے اس کو خمر کہا جائے گا۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ فساد اور حرام ہونے میں نشہ موثر ہے اس لئے نشہ آتے ہی خمر کہہ دیا جائے گا۔

ترجمہ: ۱۱ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب جوش مارنا شروع ہوتا ہے تو نشہ کا شروع ہے، اور جب جھاگ مرتا ہے تو یہ نشہ کا کمال ہے اور شراب کا سکون ہے، اس لئے کہ جھاگ پھینکنے سے گدلا شراب صاف شراب سے الگ ہو جاتی ہے، اور شریعت کے احکام قطعی ہیں، اس لئے آخری پر اس کا مدار ہوگا، جیسے حد ہے، حلال سمجھنے والے کو کافر کہنا ہے، بیع کا حرام ہونا ہے

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے۔ رس جب جوش مارنے لگتا ہے تو اس وقت نشہ شروع ہوتا ہے، اور جب جھاگ پھینکنے لگتا ہے تو اس میں پورا نشہ ہوتا ہے، اس وقت نیچے کی شراب اوپر اور اوپر کی شراب نیچے ہو جاتی ہے، اور جو صاف ستھری شراب

كَالْحَدِّ وَإِكْفَارِ الْمُسْتَحِلِّ وَحُرْمَةِ الْبَيْعِ ۱۲؎ وَقِيلَ يُؤْخَذُ فِي حُرْمَةِ الشُّرْبِ بِمُجَرَّدِ الِاشْتِدَادِ احْتِيَاطًا ۱۳؎ وَالثَّالِثُ أَنَّ عَيْنَهَا حَرَامٌ غَيْرُ مَعْلُولٍ بِالسُّكْرِ وَلَا مَوْقُوفٍ عَلَيْهِ: ۱۴؎ وَمِنْ النَّاسِ مَنْ أَنْكَرَ حُرْمَةَ عَيْنِهَا، وَقَالَ: إنَّ السُّكْرَ مِنْهَا حَرَامٌ؛ لِأَنَّ بِهِ يَحْصُلُ الْفَسَادُ وَهُوَ الصَّدُّ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ، وَهَذَا كُفْرٌ؛ لِأَنَّهُ جُحُودُ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ تَعَالَى سَمَّاهُ رِجْسًا وَالرِّجْسُ مَا هُوَ مُحَرَّمُ الْعَيْنِ، وَقَدْ جَاءَتْ السُّنَّةُ مُتَوَاتِرَةً "أَنَّ النَّبِيَّ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – حَرَّمَ الْخَمْرَ؛ وَعَلَيْهِ

ہوتی ہے وہ اوپر آجاتی ہے اور جو گدلا شراب ہوتی ہے وہ نیچے بیٹھ جاتی ہے، امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ احکام کا مدار کامل شراب پر ہوگا، جیسے حد لگنا، کوئی خمر کو حلال سمجھے تو اس کو کافر قرار دیا جائے، خمر کی بیع حرام ہوگی، یہ سب احکام کامل شراب پر نافذ کی جائے گی، جو شراب ابتدائی مرحلے پر ہے اس پر یہ احکام نافذ نہیں کی جائے گی۔

لغت: صافی: صاف ستھری شراب۔ الکدر: گدلا شراب۔ تناط: مدار ہوتا ہے، جس پر بنیاد رکھی جاتی ہے۔ اکفار المستحل: خمر کو حلال سمجھنے والے کو کافر قرار دینا۔ تمیز الصافی من الکدر: شراب میں جب جھاگ آتا ہے تو اوپر کی شراب نیچے اور نیچے کی شراب اوپر ہو جاتی ہے، اور جب جھاگ میں سکون ہوتا ہے تو صاف ستھری شراب اوپر ہوتی ہے اور گدلا شراب نیچے ہوتی ہے، امام ابو حنیفہ اسی شراب کو خمر کہتے ہیں اور اسی پر سارے احکامات نافذ کرتے ہیں۔

ترجمہ: ۱۲؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ پینا حرام ہوگا جب محض نشہ آجائے۔

تشریح: بعض حضرات نے فرمایا کہ شراب جب دوسرے پر حلے پر ہو تو اس کا پینا حرام قرار دیا جائے [یعنی نشہ شروع ہو جائے] کیونکہ احتیاط اسی میں ہے، اور جب آخیر مرحلے پر ہو تو اس پر حد لگے، [یعنی جھاگ پھینکنا شروع ہو جائے]

ترجمہ: ۱۳؎ [۳] اور تیسری بحث، یہ ہے کہ خمر کی عین حرام ہے نشہ ہونے پر موقوف نہیں ہے۔

تشریح: خمر کے بارے میں تیسری بحث یہ ہے کہ عین خمر حرام ہے، یا اس میں جو نشہ ہے وہ حرام ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ خمر میں نشہ آئے یا نہ آئے اس کا عین حرام ہے۔ حرمت کے لئے نشہ آنے پر موقوف نہیں ہے۔

لغت: غیر معلول بالسکر: یہ منطقی محاورہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ نشہ ہونا حرام کی علت نہیں ہے، بغیر نشہ ہوئے بھی خمر حرام ہے

وجہ: اوپر کی آیت میں ہے انما الخمر.... رجس من عمل الشیطان (آیت ۹۰ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں عین خمر کو رجس اور حرام قرار دیا، چاہے اس میں نشہ ہو یا نہ ہو۔

ترجمہ: ۱۴؎ کچھ لوگ عین خمر کی حرمت کا انکار کرتے ہیں، اور یوں کہتے ہیں کہ خمر کا نشہ حرام ہے، اس لئے کہ اسی سے فساد ہوتا ہے اور اللہ کے ذکر سے روکتا ہے، لیکن انکی یہ بات کفر ہے اور اللہ کی کتاب کا انکار ہے، اس لئے کہ قرآن نے خمر کو رجس کہا

انعَقَدَ الْإِجْمَا عُ، وَلِأَنَّ قَلِيلَهُ يَدْعُو إِلَى كَثِيرِهِ وَهَذَا مِنْ خَوَاصِّ الْخَمْرِ، وَلِهَذَا تَزْدَادُ لِشَارِبِهِ اللَّذَّةُ بِالِاسْتِكْثَارِ مِنْهُ، بِخِلَافِ سَائِرِ الْمَطْعُومَاتِ ۱۵؎ ثُمَّ هُوَ غَيْرُ مَعْلُولٍ عِنْدَنَا حَتَّى لَا يَتَعَدَّى حُكْمُهُ إِلَى سَائِرِ الْمُسْكِرَاتِ، ۱۶؎ وَالشَّافِعِيُّ – رَحِمَهُ اللَّهُ – يُعَدِّيهِ إِلَيْهَا، وَهَذَا بَعِيدٌ؛ لِأَنَّهُ خِلَافُ السُّنَّةِ الْمَشْهُورَةِ وَتَعْلِيلُهُ لِتَعْدِيَةِ الِاسْمِ، وَالتَّعْلِيلُ فِي الْأَحْكَامِ لَا فِي الْأَسْمَاءِ

ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ خمر کا عین حرام ہے، اور متواتر حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضورؐ نے خمر کو حرام قرار دیا، اور اسی پر اجماع منعقد ہے [کہ عین خمر حرام ہے]، اور اس وجہ سے بھی کہ خمر تھوڑا سا حصہ بڑے حصے کی طرف بلاتا ہے، اور یہ خمر کی خاصیت ہے اس لئے خمر کا پینے والا زیادہ سے زیادہ طلب کرتا ہے، بخلاف اور کھانے کی چیز [قلیل سے کثیر کی رغبت نہیں ہوتی]

تشریح: قدامہ بن مطعون یہ کہتے ہیں کہ عین خمر حرام نہیں ہے، بلکہ اس میں جو نشہ ہے وہ حرام ہے، چنانچہ اگر خمر میں نشہ آیا ہو تو وہ حرام نہیں ہوگی۔ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ نشہ ہی سے فساد پیدا ہوتا ہے، اور ذکر اللہ سے روکتا ہے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ قدامہ بن مطعون کی یہ بات کفر ہے،

وجه: (۱) اس لئے کہ اس نے آیت کا انکار کیا، آیت میں عین خمر کو رجس اور حرام کہا ہے **انما الخمر** والی آیت گزر چکی ہے ،(۲) اور حدیث متواتر میں بھی عین خمر کو حرام قرار دیا ہے، حدیث نیچے آرہی ہے (۳) اور اس پر اجماع بھی ہے کہ عین خمر حرام ہے، (۴) اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ تھوڑا خمر پیو تو زیادہ کی طلب ہوتی ہے، دوسری کھانے کی چیزوں میں یہ بات نہیں ہے اس لئے عین خمر حرام ہوگا چاہے اس میں نشہ ہو یا نہ ہو۔ (۵) اوپر کی حدیث یہ ہے۔ **عن انس بن مالک .....فجائهم آت فقال ان الخمر قد حرمت** ۔ (بخاری شریف، باب نزل تحریم الخمر، ص ۹۹۱، نمبر ۵۵۸۲/ مسلم شریف، باب تحریم الخمر، ص ۸۸۵، نمبر ۱۹۸۰/۵۱۳۱) اس حدیث میں ہے کہ عین خمر حرام کی گئی، اس میں نشہ کی شرط نہیں ہے۔

لغت: صد عن ذکر اللہ: اللہ کے ذکر سے روکنا۔ صد کا ترجمہ ہے روکنا۔

ترجمه: پھر خمر میں نشہ کی علت ہونا ضروری نہیں ہے تا کہ اس کا حکم تمام نشہ کی چیزوں کی طرف منتقل کی جائے۔

تشریح: غیر معلول: یہ ایک منطقی محاورہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ خمر میں نشہ علت نہیں ہے، یعنی خمر کے حرام ہونے کے لئے نشہ سبب نہیں ہے، تا کہ یہ نہ کہا جائے کہ دوسری چیزوں میں جہاں جہاں نشہ ہوگا وہ سب حرام ہوں گے۔

ترجمه: ۱۶؎ اور امام شافعیؒ نے نشہ کے حکم کو تمام مسکرات کی طرف متعدی مانا، لیکن انکی یہ بات قیاس سے بعید ہے اس لئے کہ سنت مشہورہ کے خلاف ہے، اور نام میں متعدی کرنے کیلئے علت بنا رہے ہیں حالانکہ احکام میں علت ہوتی ہے نام میں نہیں

تشریح: امام شافعیؒ خمر کو علت والا مانتے ہیں، یعنی اس میں نشہ ہے اس لئے وہ حرام ہے، پھر یہ کہتے ہیں کہ خمر کے علاوہ جن جن شرابوں نشہ ہوگا وہ بھی خمر کی طرح حرام ہوگا، یعنی اس میں ایک قطرہ پینے سے حد لازم ہوگی، چاہے اس سے پینے والے کو نشہ

۱۷؎ وَالرَّابِعُ أَنَّهَا نَجِسَةٌ نَجَاسَةً غَلِيظَةً كَالْبَوْلِ لِثُبُوتِهَا بِالدَّلَائِلِ الْقَطْعِيَّةِ عَلَى مَا بَيَّنَّا ۱۸؎ وَالْخَامِسُ أَنَّهُ يَكْفُرُ مُسْتَحِلُّهَا لِإِنْكَارِهِ الدَّلِيلَ الْقَطْعِيَّ. ۱۹؎ [الف] وَالسَّادِسُ سُقُوطُ تَقَوُّمِهَا فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ حَتَّى لَا يَضْمَنَ مُتْلِفُهَا وَغَاصِبُهَا وَلَا يَجُوزُ بَيْعُهَا؛ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمَّا نَجَّسَهَا فَقَدْ أَهَانَهَا وَالتَّقَوُّمُ يُشْعِرُ بِعِزَّتِهَا وَقَالَ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «إِنَّ الَّذِي حَرَّمَ شُرْبَهَا

آیا ہو یا نہ آیا ہو۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ انکی یہ بات قیاس کے خلاف ہے، کیونکہ سنت مشہورہ میں صرف خمر کو حرام کیا گیا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ علت اور وجہ احکام میں ہوتی ہے، یہاں خمر جو نام ہے اس میں علت تلاش کر کے متعدی کر رہے ہیں، جو منطقی دنیا میں جائز نہیں۔

وجه: امام شافعیؒ کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **ان النعمان بن بشير قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ان الخمر من العصير، و الزبيب ،و التمر ،و الحنطة و الشعير ، و الذرة ، و انى انهاكم عن كل مسكر**۔(ابوداؤد شریف، باب الخمر مما ھی؟ ص ۵۲۷، نمبر ۳۶۷۷)اس حدیث میں ہے کہ اوپر کی چھ چیزوں سے شراب بنتی ہے صرف انگور کے رس سے نہیں۔ اور جن جن چیزوں میں نشہ کی علت ہو وہ سب خمر ہے۔

ترجمه: ۱۷؎ [۴] اور چوتھی بحث یہ ہے کہ خمر نجاست غلیظہ ہے، جیسے پیشاب کیونکہ یہ آیت کے ذریعہ ثابت ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

تشريح: چوتھی بحث یہ ہے کہ انگوری شراب نجاست غلیظہ ہے ایک درہم کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا، جیسے آدمی کا پیشاب نجاست غلیظہ ہے، کیونکہ آیت میں، **رجس من عمل الشيطان**، فرمایا ہے، اور رجس کا معنی نجاست غلیظہ ہے

ترجمه: ۱۸؎ پانچویں بحث یہ ہے کہ خمر کو حلال سمجھنے والا کافر ہو جائے گا، اس لئے کہ اس نے قطعی آیت کا انکار کیا۔

تشريح: خمر کے بارے میں پانچویں بحث یہ ہے کہ کوئی خمر کو حلال سمجھے تو وہ کافر ہو جائے گا، کیونکہ آیت میں اس کو رجس کہا ہے کہ وہ حرام ہے، اب اس کا انکار کرے گا تو آیت کا انکار لازم آئے گا اس لئے وہ کافر ہو جائے گا۔

ترجمه: ۱۹؎ [الف] چھٹی بحث مسلمان کے حق میں خمر کی مالیت کا ساقط ہونا ہے، یہی وجہ ہے کہ خمر کو ضائع کرنے والا یا اس کو غصب کرنے والا ضامن نہیں ہوگا، اس کا بیچنا بھی جائز نہیں ہوگا، اس لئے کہ اللہ تعالی نے جب اس کو رجس [ناپاک] قرار دیا تو اس کی اہانت کی، اور اس کو قیمت والا قرار دینا اس کی عزت کی خبر دیتا ہے، حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کا پینا حرام اس کا بیچنا، اور اس کی قیمت کو کھانا حرام ہے۔

لغت: تقوم: دو چیز الگ الگ ہیں، [۱] ایک ہے قیمت والا مال ہونا، جسکو مال متقوم، کہتے ہیں جیسے گیہوں چاول وغیرہ، [۲]

حَرَّمَ بَيْعَهَا وَأَكْلَ ثَمَنِهَا » ١٩ [ب]وَاخْتَلَفُوا فِي سُقُوطِ مَالِيَّتِهَا وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ مَالٌ؛ لِأَنَّ الطِّبَاعَ تَمِيلُ إِلَيْهَا وَتَضِنُّ بِهَا ٢٠ وَمَنْ كَانَ لَهُ عَلَى مُسْلِمٍ دَيْنٌ فَأَوْفَاهُ ثَمَنَ خَمْرٍ لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَأْخُذَهُ، وَلَا لِلْمَدْيُونِ أَنْ يُؤَدِّيَهُ؛ لِأَنَّهُ ثَمَنُ بَيْعٍ بَاطِلٍ وَهُوَ غَصْبٌ فِي يَدِهِ أَوْ أَمَانَةٌ عَلَى حَسَبِ مَا

دوسرے اکسی چیز کا صرف مال ہونا، جیسے شراب، یہ مال تو ہے لیکن مسلمان کے حق میں قیمت والا مال نہیں ہے۔

تشریح: مسلمان کے حق میں شراب مال متقوم نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے مسلمان کے شراب کو ضائع کر دیا، یا اس کو غصب کر لیا تو اس پر اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا، اسی طرح شراب کا بیچنا بھی جائز نہیں ہے۔

وجه :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے خمر کو نجس قرار دیا اور اس کی اہانت کی اب اس کو مال متقوم قرار دیں تو اس کی عزت ہوگی، اس لئے اس کو مال متقوم قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔(۲) حضورؐ نے فرمایا کہ جس کا پینا حرام ہے، اس کا بیچنا اور اس کی قیمت کھانا بھی حرام ہے، حدیث یہ ہے ۔عن ابن عباس قال رایت رسول الله ﷺ جالسا عند الرکن قال فرفع بصره الی السماء فضحک فقال لعن الله الیهود ثلاثا ان الله تعالی حرم علیهم الشحوم فباعوها واکلوا اثمانها وان الله تعالی اذا حرم علی قوم اکل شیء حرم علیهم ثمنه (ابوداؤد شریف، باب فی ثمن الخمر والمیتۃ، ص ۵۰۴، نمبر ۳۴۸۸) اس حدیث میں ہے کہ کسی چیز کا کھانا حرام ہو تو اس کی قیمت بھی حرام ہے، اس لئے خمر کو بیچنا حرام ہوگا۔

ترجمه :١٩ [ب] خمر کی مالیت کے ساقط ہونے میں لوگوں نے اختلاف کیا، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وہ مال ہے اس لئے کہ طبیعت اس کی طرف مائل ہوتی ہے اور اس کے بارے میں بخالت بھی کرتی ہے۔

تشریح : خمر مال متقوم تو نہیں ہے، لیکن صرف مال ہے یا نہیں اس بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ یہ مال ہے، مال اس کو کہتے ہیں جس کی طرف طبیعت مائل ہو، اور اس کو دینے میں دل بخالت کرے، اور شراب میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ انسان کی طرف مائل ہوتی ہے اور اس کو دینے میں بخالت کرتا ہے اس لئے وہ مال ہے، البتہ آیت کی وجہ سے وہ مسلمان کے حق میں مال متقوم نہیں ہے۔ کافر کے حق وہ مال متقوم ہے۔

لغت: تضن : بخل کرنا۔

ترجمه :٢٠ کسی آدمی کا مسلمان پر قرض ہو، اس نے خمر کی قیمت دے دی تو قرض والے کے لئے اس کا لینا حلال نہیں ہے، اور مقروض کے لئے اس کا دینا حلال نہیں ہے، اس لئے کہ یہ بیع باطل کا ثمن ہے، اور مقروض کے ہاتھ میں یہ غصب ہے، یا امانت ہے جیسا کہ لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا، جیسا کہ مردار کے بیع میں ہوا ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مسلمان کے لئے خمر مال متقوم نہیں ہے۔

تشریح : زید کا عمر پر قرض تھا، عمر نے شراب بیچ کر قرض ادا کیا تو زید کے لئے اس کا لینا حلال نہیں، اور عمر کے لئے اس کا دینا حلال نہیں۔

اخْتَلَفُوا فِيهِ كَمَا فِي بَيْعِ الْمَيْتَةِ ۲۱ وَلَوْ كَانَ الدَّيْنُ عَلَى ذِمِّيٍّ فَإِنَّهُ يُؤَدِّيهِ مِنْ ثَمَنِ الْخَمْرِ، وَالْمُسْلِمُ الطَّالِبُ يَسْتَوْفِيهِ؛ لِأَنَّ بَيْعَهَا فِيمَا بَيْنَهُمْ جَائِزٌ. ۲۲ وَالسَّابِعُ حُرْمَةُ الِانْتِفَاعِ بِهَا؛ لِأَنَّ الِانْتِفَاعَ بِالنَّجَسِ حَرَامٌ، وَلِأَنَّهُ وَاجِبُ الِاجْتِنَابِ وَفِي الِانْتِفَاعِ بِهِ اقْتِرَابٌ.

وجــه :(۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ عمر نے جو خمر بیچی ہے وہ بیع ہی باطل ہے، کیونکہ خمر اس کے حق میں مال نہیں ہے، اس لئے اس کے بدلے میں جو قیمت لی ہے، وہ عمر کے ہاتھ میں غصب کے طور پر ہے، یا امانت کے طور پر ہے، اور اس امانت کی چیز کو زید کو دینا جائز نہیں۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ عمر نے مردار بیچا اور اس کی قیمت لی تو یہ بیع باطل ہے، کیونکہ مردار مال نہیں ہے، اور قیمت اس کے ہاتھ میں امانت کے طور پر ہے اس لئے اس کی قیمت کو قرض میں ادا کرنا جائز نہیں ہے۔(۲)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔**عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ان اللہ حرم الخمر و ثمنھا و حرم المیتۃ و ثمنھا و حرم الخنزیر و ثمنھا** (ابوداود شریف، باب فی ثمن الخمر والمیتۃ، ص۵۰۳، نمبر ۳۴۸۵)اس حدیث میں خمر کی قیمت کو بھی حرام کہا ہے اس لئے اس کی بیع جائز نہیں ہوگی۔

ترجمہ :۲۱ اور اگر قرض کافر پر ہو اور اس نے خمر کی قیمت سے قرض ادا کیا تو اور مسلمان مطالبہ کرنے والا تھا تو قرض وصول کرنے والا ہوگا، اس لئے کہ کافر کی بیع آپس میں جائز ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کافر کے لئے خمر مال متقوم ہے۔

تشریح: زید کا قرض کسی کافر پر تھا کافر نے خمر بیچی، اور اس کی قیمت زید کو دی تو زید کا قرض ادا ہو جائے گا۔

وجــــہ: کافر کے لئے خمر مال متقوم ہے، اور کسی کافر کے ہاتھ میں اس کو بیچنا بھی جائز ہے، اور اس کی قیمت لینا اس کے لئے حلال ہے اس لئے اس حلال مال کو زید کو دیا تو زید کے لئے لینا بھی جائز ہو گیا اور زید کا قرض ادا ہو گیا۔

تــرجمہ :۲۲ [۷] ساتویں بحث اس نفع اٹھانا حرام ہے، اس لئے کہ نجس سے نفع اٹھانا حرام ہے، اور اس لئے کہ اس سے پرہیز کرنا واجب ہے، اور نفع اٹھانے میں اس سے قریب ہونا پڑے گا۔

تشــــریح: خمر کے بارے میں ساتویں بحث یہ ہے کہ اس سے فائدہ اٹھانا، مثلا اس سے دوائی کرنا، حقنہ لگانا، جانور کو پلانا، یہ سب فائدہ اٹھانا حرام ہے۔

وجہ :(۱)**انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون** (آیت ۹۰ سورۃ المائدۃ ۵)اس آیت میں دو باتیں ہیں، ایک یہ ہے کہ خمر رجس، ناپاک ہے اس لئے اس سے نفع اٹھانا حرام ہوگا،(۲) دوسری بات یہ ہے کہ اس خمر سے پرہیز کرو، **فاجتنبوہ**، اور نفع اٹھانے میں اس کے قریب جانا ہوگا، اس لئے اس سے نفع اٹھانا حرام ہوگا۔(۳)**عن جابر بن عبد اللہ انہ سمع رسول اللہ یقول عام الفتح و ھو بمکۃ ، ان اللہ**

۲۳؎ وَالثَّامِنُ أَنْ يُحَدَّ شَارِبُهَا وَإِنْ لَمْ يَسْكَرْ مِنْهَا لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فَاقْتُلُوهُ» ۲۴؎ إِلَّا أَنَّ حُكْمَ الْقَتْلِ قَدْ انْتَسَخَ فَبَقِيَ الْجَلْدُ مَشْرُوعًا، وَعَلَيْهِ انْعَقَدَ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ – رَضِيَ اللَّهُ

حرم بيع الخمر و الميتة و الخنزير و الاصنام ، فقيل يا رسول الله ! أرأيت شحوم الميتة فانه يطلى بها السفن و يدهن بها الجلود ، و يستصبح بها الناس فقال لا هو حرام ۔(ابوداؤدشریف، باب فی ثمن الخمر والمیتة، ص۵۰۳،نمبر۳۴۸۶) اس حدیث میں ہے کہ خمر سے دوسرا فائدہ اٹھانا بھی حرام ہے۔(۴)یسئلونک عن الخمر و المیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما ۔(آیت۲۱۹،سورۃ البقرۃ۲) اس آیت کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ خمر سے نفع نہیں اٹھانا چاہئے اس کا گناہ اس کے فائدے سے زیادہ ہے۔

ترجمہ :۲۳؎ خمر کے بارے میں آٹھویں بحث یہ ہے کہ پینے والے کو حد لگائی جائے گی چاہے نشہ نہ آیا ہو، حدیث کی بنا پر کہ جس نے شراب پی کوڑے مارو پھر کیا تو پھر کوڑے مارو، پھر کیا تو پھر کوڑے مارو، پھر کیا تو اس کو قتل کردو، لیکن قتل کا حکم منسوخ ہو گیا ہے، اس لئے کوڑے لگانا مشروع رہا، اور اسی پر صحابہ کا اجماع ہے، اور کوڑے کی مقدار کتنی ہے اس کو ہم نے کتاب الحدود میں ذکر کیا۔

تشریح :اٹھویں بحث یہ ہے کہ خمر کا ایک قطرہ بھی پئے گا تو حد لازم ہوگی چاہے اس سے نشہ نہ آیا ہو۔

وجہ :(۱)حدیث میں ہے۔عن معاویة بن ابی سفیان قال قال رسول الله ﷺ اذا شربوا الخمر فاجلدوھم ثم ان شربوا فاجلدوھم ثم ان شربوا فاجلدوھم ثم ان شربوا فاقتلوھم ۔(ابوداودشریف، باب اذا تتابع فی شرب الخمر، ص۶۳۲،نمبر۴۴۸۲) اس حدیث میں ہے کہ خمر پیا تو اس کو حد لگاؤ، اس لئے ایک قطرہ پینے سے بھی حد لگے گی۔(۲)قتل کرنا منسوخ ہے اس کے لئے یہ عمل صحابی ہے۔عن قبیصة بن ذؤیب....ثم اتی به فجلده و رفع القتل فکانت رخصة (ابوداودشریف، باب اذا تتابع فی شرب الخمر، ص۶۳۲،نمبر۴۴۸۵) اس حدیث میں ہے کہ قتل منسوخ ہو گیا۔(۳)اس حدیث میں ہے کہ اسی کوڑے مارنے پر اجماع کر لیا۔عن عبد الرحمن بن ازھر .....فسألھم فأجمعوا علی ان یضرب ثمانین. (ابوداودشریف، باب اذا تتابع فی شرب الخمر، ص۶۳۳،نمبر۴۴۸۹)اس حدیث میں ہے کہ صحابہ نے اسی کوڑے پر اجماع کر لیا، اور قتل کو چھوڑ دیا۔

ترجمہ :۲۴؎ اس حدیث میں جو قتل کر دینے کا حکم ہے وہ منسوخ ہو گیا ہے، اس لئے اب کوڑے مارنا ہی مشروع ہے، اور اسی پر صحابہ کا اجماع ہے، اور اس کی مقدار کیا ہے اس کو کتاب الحدود میں میں نے ذکر کیا ہے۔

تشریح :اوپر کی حدیث میں چوتھی مرتبہ شراب پینے میں قتل کر دینے کا حکم تھا، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں

عَـنُهُمُ –، وَتَقُدِيرُهُ ذَكَرُنَاهُ فِي الُحُدُودِ. ۲۵ وَالتَّـاسِـعُ أَنَّ الطَّبُخَ لا يُؤَثِّرُ فِيهَا؛ لِأَنَّهُ لِلُمَنُعِ مِنُ ثُبُوتِ الُحُرُمَةِ لا لِرَفُعِهَا بَعُدَ ثُبُوتِهَا إلَّا أَنَّهُ لا يُحَدُّ فِيهِ مَا لَمُ يَسُكَرُ مِنُهُ عَلَى مَا قَالُوا؛ لِأَنَّ الُحَدَّ بِـالُقَلِيلِ فِي النِّيءِ خَاصَّةً، لِمَا ذَكَرُنَا وَهَذَا قَدُ طُبِخَ. ۲۶ وَالُعَاشِرُ جَوَازُ تَخُلِيلِهَا وَفِيهِ خِلَافُ الشَّافِعِيِّ وَسَنَذُكُرُهُ مِنُ بَعُدُ إنُ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى، هَذَا هُوَ الُكَلَامُ فِي الُخَمُرِ.

صحابہ کا اجماع ہو گیا ہے کہ پینے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ ہر بار کوڑا ہی مارا جائے گا۔ آزاد کو اسی کوڑے اور غلام کو چالیس کوڑے مارے جائیں گے

وجه: اس حدیث میں اجماع ہونے کا اشارہ ہے۔ عن السائب بن يزيد قال كنا نوتى بالشارب على عهد رسول الله ﷺ وامرة ابى بكر وصدرا من خلافة عمرؓ فنقوم اليه بايدنا ونعالنا وارديتنا حتى كان اخرة امرأة عمر فجلد اربعين حتى اذا عتوا وفسقوا جلد ثمانين. (بخاری شریف، باب الضرب بالجرید والنعال، ص۱۱۶۹، نمبر ۶۷۷۹ر مسلم شریف، باب حد الخمر، ص ۷۵۶، نمبر ۱۷۰۶ر۴۴۵۴) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آزاد کی حد شراب میں اسی کوڑے ہیں۔

ترجمه: ۲۵ نویں بحث یہ ہے کہ پکانے سے خمر میں کوئی اثر نہیں پڑے گا، اس لئے کہ حرمت کو ثابت کرنے کے لئے پکانا مانع ہے، لیکن حرمت ثابت ہونے کے بعد اس کو اٹھانے کے لئے پکانا کچھ نہیں ہے، اتنی بات ضرور ہے کہ جب تک کہ پینے والے کو نشہ نہ آجائے حد نہیں لگائی جائے گی، جیسا کہ علماء نے کہا ہے، اس لئے کہ تھوڑے سے میں حد لگانا یہ خاص طور پر کچے رس میں ہے، اور اس کو پکا دیا گیا ہے، جیسا کہ ذکر کیا۔

تشریح: خمر کے سلسلے میں نویں بحث یہ ہے کہ خمر بن جانے کے بعد اس کو پکا دیا جائے تو اس سے حرمت ختم نہیں ہوگی، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ چونکہ یہ پک چکا ہے اس لئے یہ کچے رس کی شراب نہیں رہی، اس لئے پینے والے کو نشہ آئے گا تو حد لگے گی ورنہ نہیں، کیونکہ ایک قطرے میں حد لگنے کا حکم کچے رس میں تھا اور اس کو پکا دیا گیا ہے۔

لغت: لانہ للمنع من ثبوت الحرمة ، لا لرفعها بعد ثبوتها: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ خمر میں جو حرمت ثابت ہو چکی ہے، پکانے سے وہ حرمت ختم نہیں ہوگی، ہاں شروع ہی میں پکا دیا جائے تو اس پکانے سے حرمت نہیں آئے گی، اس کی ایک مثال دیتے ہیں، وضو کر کے موزہ پہنا ہو تو پاؤں پر حدث نہیں آنے دیگا، لیکن پاؤں پر حدث آچکی ہو تو موزہ اس کو اٹھائے گا نہیں، اسی طرح خمر بننے کے بعد میں پکایا تو حرمت ختم نہیں کرے گا، ہاں پہلے پکا تا تو حرمت آنے ہی نہیں دیتا۔ النی: انگور کا کچا رس، اس کو، نی، کہتے ہیں۔

ترجمه: ۲۶ خمر کے بارے میں دسویں بحث یہ ہے کہ خمر کو سرکہ بنانا جائز ہے۔ اس بارے میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے،

۲۷؎ وَأَمَّا الْعَصِيرُ إِذَا طُبِخَ حَتَّى يَذْهَبَ أَقَلُّ مِنْ ثُلُثَيْهِ وَهُوَ الْمَطْبُوخُ أَدْنَى طَبْخَةٍ وَيُسَمَّى الْبَاذَقَ وَالْمُنَصَّفَ وَهُوَ مَا ذَهَبَ نِصْفُهُ بِالطَّبْخِ فَكُلُّ ذَلِكَ حَرَامٌ عِنْدَنَا إِذَا غَلَى وَاشْتَدَّ وَقَذَفَ بِالزَّبَدِ أَوْ إِذَا اشْتَدَّ عَلَى الِاخْتِلَافِ ۲۸؎ وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: إِنَّهُ مُبَاحٌ، وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ الْمُعْتَزِلَةِ؛ لِأَنَّهُ مَشْرُوبٌ طَيِّبٌ وَلَيْسَ بِخَمْرٍ ۲۹؎ وَلَنَا أَنَّهُ رَقِيقٌ مُلِذٌّ مُطْرِبٌ وَلِهَذَا يَجْتَمِعُ عَلَيْهِ

جسکو بعد میں ذکر کریں گے، ان شاءاللہ، خمر کے بارے میں یہ دس بحثیں تھیں۔

تشریح :خمر کے بارے میں دسویں بحث یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اس کو سرکہ بنانا جائز ہے، اور امام شافعیؒ کے یہاں اس کو سرکہ بنانا جائز نہیں ہے، اس کی پوری تفصیل باب کے آخر میں آرہی ہے، ان شاءاللہ۔

نوٹ :خمر کے علاوہ جو اور شراب ہیں اس کے بارے میں آگے تفصیل ہے۔

ترجمہ :۲۷؎ بہر حال انگور کے رس کو پکا دیا جائے یہاں تک دو تہائی سے تھوڑا کم چلا جائے، جس کو تھوڑا سا پکانا کہتے ہیں، اور اس کا نام باذق [بادہ] ہے، اور دوسرا نام منصف ہے [آدھا جلا ہوا] جلانے کی وجہ سے جس کا آدھا رس جا چکا ہو، تو ہمارے نزدیک یہ دونوں حرام ہیں، جبکہ جوش مارنے لگے، اور نشہ آجائے، اور جھاگ پھینکنے لگے، اس اختلاف پر جو پہلے گزر چکا ہے۔

تشریح :خمر کے دس بحثوں سے فارغ ہو گئے تو اب باقی شراب کی تین قسموں کی تفصیل بیان کر رہے ہیں۔ انگور کے کچے رس کو اتنا پکا دیا جائے جس سے تقریبا دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی سے زیادہ باقی رہ جائے تو اس کو بادہ [باذق] کہتے ہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ آدھا رس جلا دیا جائے تو اس کو منصف، [آدھا] کہتے ہیں، ان دونوں شرابوں میں جوش مارنے لگے، نشہ آجائے، اور جھاگ پھینکنے لگ جائے تو ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کا پینا حرام ہے، البتہ ایک قطرے سے حد نہیں لگے گی، بلکہ پینے والے کو نشہ آجائے تب حد لگے گی۔، اور صاحبینؒ کے نزدیک رس میں نشہ آجائے تو پینا حرام ہو جائے گا۔

وجہ :عن قتادة عن انس ان ابا عبيدة و معاذ بن جبل و ابا طلحة كانو يشربون من الطلاء ما ذهب ثلثاه و بقي ثلثه ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی اطلاء من قال اذا ذہب ثلثاہ فاشربہ، ج خامس، ص۸۹، نمبر ۲۳۹۷۷)

اس عمل صحابی میں ہے کہ دو تہائی رس جل چکا ہو اور ایک تہائی باقی رہا ہو اور ابھی نشہ نہ آیا ہو تو اس کا پینا حلال ہے۔

ترجمہ :۲۸؎ اوزاعیؒ نے فرمایا کہ یہ منصف، اور باذق حلال ہے، یہی قول بعض معتزلہ کا ہے، اس لئے کہ یہ طیب مشروب ہے، اور خمر نہیں ہے۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ :۲۹؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ شراب پتلی ہوتی ہے، لذت والی ہوتی ہے، سرور دیتی ہے، اسی لئے اس پر فاسق لوگ جمع ہوتے ہیں، اس لئے اس سے متعلق فساد کو دور کرنے کے لئے اس کا پینا حرام قرار دیا جائے۔

الْفُسَّاقُ فَيَحْرُمُ شُرْبُهُ دَفْعًا لِلْفَسَادِ الْمُتَعَلِّقِ بِهِ، ٣٠ وَأَمَّا نَقِيعُ التَّمْرِ وَهُوَ السُّكْرُ وَهُوَ النِّيءُ مِنْ مَاءِ التَّمْرِ: أَيْ الرَّطْبِ فَهُوَ حَرَامٌ مَكْرُوهٌ ٣١ وَقَالَ شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: إِنَّهُ مُبَاحٌ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا﴾ [النحل:٦٧] أُمْتُنَّ عَلَيْنَا بِهِ، وَهُوَ بِالْمُحَرَّمِ لَا

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ اس، منصف اور باذق میں خمر کی ساری صفات موجود ہیں، مثلا پتلی ہوتی ہے، خمر کی لذت بھی ہوتی ہے اور خمر کی طرح پینے والے کو سرور اور خوشی بھی دیتی ہے، اور فاسق لوگ اس کو پینے کے لئے جمع بھی ہوتے ہیں اس لئے اس میں سارے فساد خمر کے ہیں اس لئے یہ حرام ہوگی۔

وجہ: (۱) ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ جن شرابوں میں بھی نشہ ہو وہ خمر کی شراب ہے اور اس کا پینا حرام ہے عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ کل مسکر خمر، و کل مسکر حرام ۔ (مسلم شریف، باب بیان ان کل مسکر خمر، ص ۸۹۵، نمبر ۲۰۰۳/۵۲۱۸) اس حدیث میں ہے کہ ہر مسکر، اور نشہ آور چیز حرام ہے۔ (۲) عن النعمان بن بشیر قال قال رسول الله ﷺ ان من العنب خمرا و ان من التمر خمرا و ان من العسل خمرا و ان من البر خمرا و ان من الشعیر خمرا (ابوداؤد شریف، باب الخمر ما ھی؟ ص ۵۲۷، نمبر ۳۶۷۶/ بخاری شریف، باب ما جاء فی ان الخمر ما خامر العقل من الشراب، ص ۹۹۲، نمبر ۵۵۸۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان پانچ چیزوں سے شراب بنتی ہے۔

ترجمہ: ٣٠ بہر حال کھجور کا رس جسکو سکر، کہتے ہیں وہ تر کھجور کا رس ہے، وہ بھی حرام اور مکروہ ہے

تشریح: تر کھجور کا رس، جب اس میں جوش آجائے اور نشہ آجائے اور اس میں جھاگ پھینکنے لگے تو یہ بھی حرام اور مکروہ ہے۔

وجہ: سمعت ابا ھریرۃؓ یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول الخمر من ھاتین الشجرتین النخلة و العنبة (مسلم شریف، باب بیان ان جمیع ما ینبذ مما یتخذ من النخل والعنب یسمی خمرا، ص ۸۸۶، نمبر ۱۹۸۵/۵۱۴۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھجور سے بھی شراب بنتی ہے۔

ترجمہ: ٣١ شریک بن عبد اللہ نے فرمایا کہ سکر مباح ہے، کیونکہ اللہ نے فرمایا کہ کھجور سے تم سکر بناتے ہو اور روزی حاصل کرتے ہو، اللہ نے سکر کو احسان کے طور پر ذکر کیا ہے، اور یہ احسان حرام چیز سے نہیں ہوتا [اس لئے لازمی طور پر سکر حلال ہے

تشریح: شریک بن عبد اللہ نے فرمایا کہ تر کھجور کا رس جسکو سکر، کہتے ہیں اس کا پینا حلال ہے، انہوں نے دلیل یہ دی کہ اللہ تعالی نے آیت مبارکہ میں احسان جتلاتے ہوئے کہا کہ سکر سے تم اچھی روزی حاصل کرتے ہو، اور اللہ تعالی حرام چیز سے احسان نہیں جتاتے اس لئے یہ حلال ہے۔

وجہ: آیت یہ ہے۔ من الثمرات النخیل و الاعناب تتخذون منه سکرا و رزقا حسنا ۔ (آیت ٦٧، سورۃ النحل ١٦) اس آیت میں ہے کہ کھجور سے تم سکر بناتے ہو اور اچھی روزی حاصل کرتے ہو۔

نوٹ: ناچیز کا خیال یہ ہے کہ نشہ پیدا ہونے سے پہلے پہلے سکر کو شریک بن عبد اللہ نے حلال کہا ہوگا، اور آیت میں بھی اسی سکر

يَتَحَقَّقُ ٣٢ وَلَنَا إجْمَاعُ الصَّحَابَةِ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ –، وَيَدُلُّ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَا مِنْ قَبْلُ، ٣٣ وَالْآيَةُ مَحْمُولَةٌ عَلَى الِابْتِدَاءِ إذْ كَانَتْ الْأَشْرِبَةُ مُبَاحَةً كُلُّهَا، وَقِيلَ أَرَادَ بِهِ التَّوْبِيخَ، مَعْنَاهُ وَاَللَّهُ أَعْلَمُ: تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَتَدَّعُونَ رِزْقًا حَسَنًا ٣٤ وَأَمَّا نَقِيعُ الزَّبِيبِ وَهُوَ النِّيءُ مِنْ مَاءِ الزَّبِيبِ فَهُوَ حَرَامٌ إذَا اشْتَدَّ وَغَلَى وَيَتَأَتَّى فِيهِ خِلَافُ الْأَوْزَاعِيِّ، وَقَدْ بَيَّنَّا الْمَعْنَى مِنْ

سے احسان جتایا ہے، اور سکر پیدا ہونے کے بعد یہ سب کے نزدیک حرام ہے۔

لغت: شریک بن عبداللہ النخعی کی ولادت ۹۵ھ میں ہے اس کی وفات ۱۷۷ھ میں ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔

ترجمہ: ٣٢ ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابہ نے اس کے حرام ہونے پر اجماع کیا ہے، اور وہ حدیث میں بھی جو ہم نے پہلے روایت کی۔

تشریح: ہمارا جواب یہ ہے کہ صحابہ نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ سکر حرام ہے، اور اوپر حدیث ذکر کی اس میں بھی ہے کہ کھجور سے حرام شراب بنتی ہے۔ **سمعت ابا هريرةؓ يقول سمعت يقول رسول الله ﷺ يقول الخمر من هاتين الشجرتين النخلة والعنبة** (مسلم شریف، باب بیان ان جمیع ماینبذ مما یتخذ من النخل والعنب یسمی خمرا، ص ۸۸۶، نمبر ۱۹۸۵/۵۱۴۳)

ترجمہ: ٣٣ آیت اس بات پر محمول ہے کہ شروع اسلام میں اس کا احسان جتایا، اس وقت سب شراب حلال تھیں، یا آیت سے مراد ڈانٹنا ہے کہ تم لوگ اس سے سکر بناتے ہو اور اچھی روزی کو چھوڑ دیتے ہو۔

تشریح: حنفیہ کی جانب سے آیت کا دو جواب دئے ہیں [١] ایک یہ شروع اسلام میں سب شرابیں حلال تھیں اس زمانے میں آیت میں اللہ نے احسان جتایا کہ تم کھجور سے سکر بھی بناتے ہو اور اچھی روزی بھی بناتے ہو۔ [٢] دوسرا جواب یہ ہے کہ انسان کو ڈانٹا ہے، کہ تم کھجور سے سکر بناتے ہو اور اچھی روزی بنانا چھوڑ دیتے ہے، یہ کیسی بے عقلی ہے۔۔ ان دونوں جواب سے سکر پینا حلال نہیں ہوگا، وہ حرمت پر باقی رہے گا۔

ترجمہ: ٣٤ بہر حال کشمش کا رس، وہ کشمش کا پانی ہے وہ حرام ہے، اگر اس میں جوش مارنے لگے اور نشہ آجائے، اس بارے میں امام اوزاعی کا خلاف ہے، اور اس کی وجہ پہلے بیان کر چکا ہوں۔

تشریح: ، یہ شراب کی چوتھی قسم ہے۔ کشمش کے رس میں جوش آجائے اور نشہ آجائے تو وہ شراب حرام ہے، اس بارے میں امام اوزاعی کا اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ حلال ہے، لیکن جو جواب پہلے دیا ہے وہی جواب یہاں بھی ہوگا۔

ترجمہ: ٣٥ مگر یہ کہ ان شرابوں کی حرمت خمر کی حرمت سے کم ہے، یہی وجہ ہے کہ ان شرابوں کو حلال سمجھنے والا کافر نہیں ہوگا، اور خمر کو حلال سمجھنے والا کافر ہوگا، اس لئے کہ ان شرابوں کی حرمت اجتہادی، اور خمر کی حرمت قطعی ہے۔

قَبْلُ، ۳۵؎ إِلا أَنَّ حُرْمَةَ هَذِهِ الْأَشْرِبَةِ دُونَ حُرْمَةِ الْخَمْرِ حَتَّى لَا يَكْفُرَ مُسْتَحِلُّهَا، وَيَكْفُرُ مُسْتَحِلُّ الْخَمْرِ؛ لِأَنَّ حُرْمَتَهَا اجْتِهَادِيَّةٌ، وَحُرْمَةُ الْخَمْرِ قَطْعِيَّةٌ، ۳٦؎ وَلَا يَجِبُ الْحَدُّ بِشُرْبِهَا حَتَّى يَسْكَرَ، وَيَجِبُ بِشُرْبِ قَطْرَةٍ مِنْ الْخَمْرِ، ۳۷؎ وَنَجَاسَتُهَا خَفِيفَةٌ فِي رِوَايَةٍ وَغَلِيظَةٌ فِي أُخْرَى، وَنَجَاسَةُ الْخَمْرِ غَلِيظَةٌ رِوَايَةً وَاحِدَةً، ۳۸؎ وَيَجُوزُ بَيْعُهَا، وَيَضْمَنُ مُتْلِفُهَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ خِلَافًا لَهُمَا فِيهِمَا؛ لِأَنَّهُ مَالٌ مُتَقَوِّمٌ، وَمَا شَهِدَتْ دَلَالَةٌ قَطْعِيَّةٌ بِسُقُوطِ تَقَوُّمِهَا، بِخِلَافِ

تشریح : یہاں سے خمر کے درمیان اور دیگر شرابوں کے درمیان فرق بیان کرر ہے ہیں۔ان میں سے پہلا فرق یہ ہے کہ خمر کو حلال سمجھنے والا کافر ہوگا، کیونکہ اس کی حرمت آیت سے ثابت ہے،اور دیگر شرابوں کو حلال سمجھنے والا کافر نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی حرمت اجتہادی ہے اور حدیث سے ثابت ہے

خمر میں اور دوسری شرابوں میں چھ فرق ہے

[۱] خمر کی حرمت سخت ہے۔۔دوسری شرابوں کی حرمت ہلکی ہے

[۲] خمر کو حلال سمجھنے والا کافر ہے۔۔دیگر شرابوں حلال سمجھنے والا کافر نہیں ہے

[۳] خمر کی حرمت قطعی ہے آیت سے ثابت ہے۔۔دیگر شرابوں کی حرمت ظنی ہے،حدیث سے ثابت ہے۔

[۴] خمر کا ایک قطرہ پینے سے حد واجب ہوتی ہے۔۔دیگر شرابوں سے نشہ آئے گا تب حد واجب ہوگی۔

[۵] خمر نجاست غلیظہ ہے،اور دوسری شراب میں دو رواتیں ہیں،غلیظہ کی اور خفیفہ کی۔

[٦] خمر کے حرام ہونے کا ثبوت آیت سے اور دوسرے شراب کے حرام ہونے کا ثبوت حدیث سے ہے

ترجمہ ۳٦؎ اور شرابوں کے پینے سے جب تک نشہ نہ آجائے حد واجب نہیں ہے اور خمر کے ایک قطرہ پینے سے حد لازم ہے

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ :۳۷؎ اور شرابوں کی نجاست ایک روایت میں خفیفہ ہے اور دوسری روایت میں غلیظہ ہے،اور خمر کے بارے میں ایک ہی روایت ہے کہ وہ نجاست غلیظہ ہے۔

تشریح :خمر نجاست غلیظہ ہے ایک ہی روایت ہے،اور دیگر شرابوں کے بارے میں دو روایتیں ہیں[۱] ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ نجاست خفیفہ ہے،[۲] اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ نجاست غلیظہ ہے۔

ترجمہ :۳۸؎ اور شرابوں کی بیع جائز ہے،اور اس کو ضائع کرنے والا ضامن ہوگا،امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک،خلاف صاحبینؒ کے ان دونوں کے بارے میں،اس لئے کہ وہ متقوم مال ہے،اور اس کے تقوم کو ساقط کرنے کے لئے کوئی قطعی دلیل نہیں ہے، بخلاف خمر کے [اس کے تقوم کو ساقط کرنے کے لئے آیت موجود ہے] یہ اور بات ہے کہ شرابوں کی قیمت واجب اس کا مثل

الْخَمْرِ، غَيْرَ أَنَّ عِنْدَهُ يَجِبُ قِيمَتُهَا لا مِثْلُهَا عَلَى مَا عُرِفَ، ۳۹ وَلا يُنْتَفَعُ بِهَا بِوَجْهٍ مِنْ الْوُجُوهِ؛ لِأَنَّهَا مُحَرَّمَةٌ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَجُوزُ بَيْعُهَا إذَا كَانَ الذَّاهِبُ بِالطَّبْخِ أَكْثَرَ مِنْ النِّصْفِ دُونَ الثُّلُثَيْنِ ۴۰ وَقَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: وَمَا سِوَى ذَلِكَ مِنْ الْأَشْرِبَةِ فَلَا بَأْسَ بِهِ قَالُوا: هَذَا الْجَوَابُ عَلَى هَذَا الْعُمُومِ وَالْبَيَانِ لَا يُوجَدُ فِي غَيْرِهِ، وَهُوَ نَصٌّ عَلَى أَنَّ مَا يُتَّخَذُ مِنْ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالْعَسَلِ وَالذُّرَةِ حَلَالٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَلَا يُحَدُّ شَارِبُهُ عِنْدَهُ وَإِنْ سَكِرَ

واجب نہیں ہوگا، جیسا کہ پہلے معلوم ہوا۔

تشریح: یہ چوتھا فرق ہے کہ، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور شرابوں کو بیچنا جائز ہے، خمر کو بیچنا جائز نہیں۔ پانچواں فرق یہ ہے کہ اور شرابوں کو ضائع کر دے تو اس کا ضمان لازم ہوگا، اور خمر کو ضائع کرے تو اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا، اتنی بات ضرور ہے کہ شراب کے بدلے میں شراب نہ دے بلکہ اس کی قیمت دے، کیونکہ شراب کو استعمال کرنا حرام ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک اور شرابوں کو بھی بیچنا جائز نہیں، اور اس کو ضائع کر دے تو خمر کی طرح اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ یہ حرام ہونے کی وجہ سے مال باقی نہیں رہا

وجہ: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے شراب کے غیر متقوم ہونے کی کوئی قطعی دلیل ہمارے پاس نہیں ہے، اس لئے یہ مال متقوم باقی رہے گا، اس لئے اس کو بیچنا بھی جائز ہوگا، اور ضائع کر دے تو اس کا ضمان بھی لازم ہوگا۔۔ متلف: تلف سے مشتق ہے، ضائع کرنے والا۔

ترجمہ: ۳۹ اور شرابوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا، کیونکہ سب حرام ہیں، امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ انگور کا رس میں سے آدھا سے زیادہ اور دو تہائی سے کم پکانے کی وجہ سے چلا گیا ہو تو اس کو بیچنا جائز ہے۔

تشریح: خمر کے علاوہ جو تین قسم کی شراب ہیں ان سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا، مثلا اس سے حقنہ لگانا، اس کو جانور کو پلانا، جائز نہیں، اس لئے کہ وہ حرام ہیں۔ امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت ہے کہ پکانے کی وجہ سے انگور کے رس کی دو تہائی سے کم اور آدھا سے زیادہ جل چکا ہو تو ایسے شراب کو بیچنا جائز ہے۔

وجہ: عن جابر بن عبد الله انه سمع رسول الله يقول عام الفتح و هو بمكة ، ان الله حرم بيع الخمر و الميتة و الخنزير و الاصنام ، فقيل يا رسول الله ! أرأيت شحوم الميتة فانه يطلى بها السفن و يدهن بها الجلود ، و يستصبح بها الناس فقال لا هو حرام ۔(ابوداؤد شریف، باب فی ثمن الخمر والمیتۃ، ص ۵۰۳، نمبر ۳۴۸۶)

اس حدیث میں ہے کہ حرام چیز سے کوئی نفع اٹھانا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴۰ جامع صغیر میں ہے۔ وما سوى ذالک من الاشربة فلا بأس به ۔(جامع صغیر، باب کتاب الاشربۃ،

مِنْهُ، ١؎ وَلَا يَقَعُ طَلَاقُ السَّكْرَانِ مِنْهُ بِمَنْزِلَةِ النَّائِمِ وَمَنْ ذَهَبَ عَقْلُهُ بِالْبَنْجِ وَلَبَنِ الرِّمَاكِ وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ حَرَامٌ وَيُحَدُّ شَارِبُهُ وَيَقَعُ طَلَاقُهُ إِذَا سَكِرَ مِنْهُ كَمَا فِي سَائِرِ الْأَشْرِبَةِ الْمُحَرَّمَةِ ٢؎ وَقَالَ فِيهِ أَيْضًا: وَكَانَ أَبُو يُوسُفَ يَقُولُ: مَا كَانَ مِنَ الْأَشْرِبَةِ يَبْقَى بَعْدَ مَا يَبْلُغُ عَشَرَةَ أَيَّامٍ وَلَا يَفْسُدُ فَإِنِّي أَكْرَهُهُ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ) وَقَوْلُهُ الْأَوَّلُ مِثْلُ قَوْلِ مُحَمَّدٍ إِنَّ كُلَّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، إِلَّا أَنَّهُ تَفَرَّدَ بِهَذَا الشَّرْطِ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ: يَبْلُغُ: يَغْلِي وَيَشْتَدُّ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ وَلَا يَفْسُدُ: لَا يُحَمَّضُ وَوَجْهُهُ أَنَّ بَقَائَهُ هَذِهِ الْمُدَّةَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُحَمَّضَ دَلَالَةُ قُوَّتِهِ وَشِدَّتِهِ فَكَانَ

ص۴۸۵) علما فرماتے ہیں کہ اس عموم کی جو عبارت ہے کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتی ہے، اور یہ عبارت اس بات کی تصریح ہے کہ جو شراب گیہو، جو، شہد، اور جوار سے ہو وہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلال ہیں، چاہے نشہ آ جائے، اور پینے والے کو حد نہیں لگائی جائے گی۔ اور اس سے نشہ ہو جائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسے سونے والے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، یا بھنگ کے پینے سے عقل چلی گئی ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی، اور گھوڑی کے دودھ کے پینے سے عقل چلی گئی ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی۔

تشریح: چار شرابوں کے احکام کے بعد اب گیہو، جو، شہد، جوار کی جو شراب ہیں اس کے احکام کو بیان کر رہے ہیں۔ جامع صغیر کی ایک عبارت پیش کر کے یہ فرما رہے ہیں، اس میں یہ فرمایا کہ دوسری شرابوں میں کوئی حرج نہیں ہے، جس کا یہ مطلب ہے کہ اس کے پینے سے حد لازم نہیں ہوگی۔ اس سے عقل چلی گئی ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسے سونے والا طلاق دے تو واقع نہیں ہوتی، یا بھنگ پینے سے یا گھوڑی کا دودھ پینے سے عقل چلی گئی ہو اور طلاق دے تو واقع نہیں ہوتی

لغت: شعیر: جو۔ الذرۃ: جوار۔ بنج: بھنگ، اسکو پینے سے نشہ آتا ہے، لبن الرماک: گھوڑی کا دودھ، اسکے پینے سے نشہ آتا ہے

ترجمہ: ١؎ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ یہ شرابیں حرام ہیں، اور اس سے نشہ آ جائے تو اس کے پینے والے کو حد لگائی جائے گی، اور نشہ کی حالت میں طلاق ہوگی، جیسے کہ اور حرام شرابوں میں ہوتا ہے۔

تشریح: امام محمدؒ کی روایت یہ ہے کہ جو، گیہوں، شہد، اور جوار کی جو شراب ہیں ان میں نشہ آ جائے تو اس کے پینے سے حد لگے گی اور اس حالت میں طلاق دے تو طلاق واقع ہوگی، جیسے کھجور اور انگور کی شراب سے نشہ ہو جائے تو حد لگتی ہے

ترجمہ: ٢؎ جامع صغیر میں یہ بھی کہا ہے، و قال ابو یوسفؒ ما کان من الاشربۃ یبقی بعد عشرۃ ایام فانی اکرھہ، و ھو قول محمد۔ (جامع صغیر، کتاب الاشربۃ، ص۴۸۵)، یعنی جس شراب میں نشہ آ جائے اور دس دن تک باقی رہے، اور خراب نہ ہو یعنی کھٹا نہ ہو تو میں اس کو حرام سمجھتا ہوں، پھر وہ امام ابوحنیفہؒ کے قول کی طرف رجوع کر گئے [کہ یہ سب شرابیں حلال ہیں]، امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول امام محمد کے قول کی طرح ہے، کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے، لیکن اوپر والی شرط کہ دس دن تک خراب نہ ہو اس میں وہ متفرد ہیں، اور ھدایہ کی عبارت میں، یبلغ، کا ترجمہ ہے، جوش مارے اور نشہ آ جائے، اور لا یفسد،

آيَةَ حُرْمَتِهِ، وَمِثْلُ ذَلِکَ يُرْوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا –، ۴۳ وَأَبُو حَنِيفَةَ يَعْتَبِرُ حَقِيقَةَ الشِّدَّةِ عَلَى الْحَدِّ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ فِيمَا يَحْرُمُ أَصْلُ شُرْبِهِ وَفِيمَا يَحْرُمُ السُّكْرُ مِنْهُ عَلَى مَا نَذْكُرُهُ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى ۴۴ وَأَبُو يُوسُفَ رَجَعَ إلَى قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ فَلَمْ يُحَرِّمْ كُلَّ مُسْكِرٍ،

کا ترجمہ ہے کہ شراب کھٹی نہ ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بغیر کھٹی ہوئے اتنی مدت رہی تو یہ شدید قسم کے نشہ کی دلیل ہے اور اس کے حرام ہونے کی دلیل ہے، اور اسی قسم کی روایت حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔

تشریح : جامع صغیر میں حضرت امام ابو یوسفؒ کا ایک قول نقل کیا ہے، کہ جو شراب نشہ آنے کے بعد دس دنوں تک خراب نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا نشہ بہت شدید ہے اس لئے وہ مکروہ ہے، یعنی حرام ہے۔ یہ قول امام محمد کے قول کے قریب ہے البتہ اس میں دس دنوں کی شرط ہے۔ اس کے بعد انہوں اس سے رجوع کیا اور امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہو گئے، کہ یہ سب شرابیں نشہ سے پہلے پہلے تک حلال ہیں۔

لغت : ما یبلغ : یہاں بلغ کا ترجمہ ہے نشہ کو پہنچ جائے۔ لا یفسد : فاسد نہ ہو، یعنی شراب میں کھٹا پن نہ آئے۔ تحمض : کھٹا پن آنا ۔حضرت ابن عباس کا قول مجھے نہیں ملا۔

ترجمہ : ۴۳ امام ابو حنیفہؒ نشہ کی حقیقت میں اس حد کا اعتبار کرتے ہیں جس کو ہم نے ذکر کیا، جہاں اصل پینا حرام ہے اور جہاں اس کا سکر حرام ہے، جس کو ہم انشاء اللہ بعد میں ذکر کریں گے۔

تشریح : یہاں عبارت پیچیدہ ہے غور سے دیکھیں۔۔ یہاں تین باتیں بیان کر رہے ہیں (۱) **علی الحد الذی ذکرنا** ۔سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ خمر کے بحث میں بیان کیا کہ خمر تین مرحلے سے گزرے گا تب وہ حرام ہوگا [۱] جوش مارے [۲] نشہ پیدا ہو جائے [۳] اور جھاگ پھینکنے لگے تب خمر حرام ہوگا، اسی طرح اور شرابوں میں بھی رس ان تین مرحلوں سے گزرے تب اس شراب کا پینا حرام ہوگا۔ (۲) **فیما یحرم اصل شربه** ۔سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ خمر کا ایک قطرہ بھی پینا حرام ہے، چاہے پینے والے کو اس سے نشہ چڑھے، یا نہ چڑھے، یہی ہے , **یحرم اصل شربه** (۳) **فیما یحرم السکر منه** ۔سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ نبیذوں کا معاملہ یہ ہے کہ اس میں نشہ پیدا ہو جائے تب تو اس کا پینا حرام ہوگا، لیکن جب تک وہ میٹھا ہے اس کا پینا جائز ہوگا۔ یہی ہے ,**یحرم السکر منه** ،اس بات کو وہ آگے ذکر کریں گے، ان شاء اللہ۔

ترجمہ : ۴۴ امام ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کی طرف رجوع کر گئے اور ہر مسکر کو حرام نہیں کیا اور دس دن کی شرط سے بھی رجوع کر گئے۔

لغت : کل مسکر : مسکر کا معنی نشہ کے ہیں، یہاں مسکر سے مراد نبیذ وغیرہ بھی ہے جو ابھی نشہ آور نہیں ہے، لیکن زیادہ دن چھوڑنے سے آئندہ مسکر بنے گا۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ نے جو شرط لگائی تھی کہ دس تک شراب خراب نہ ہو تو وہ حرام ہے وہ شرط چھوڑ دی، اور یہ فرمایا کہ تین

وَرَجَعَ عَنْ هَذَا الشَّرْطِ أَيْضًا(٣٦٧) وَقَالَ فِي الْمُخْتَصَرِ: وَنَبِيذُ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ إِذَا طُبِخَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَدْنَى طَبْخَةٍ حَلَالٌ وَإِنْ اشْتَدَّ إِذَا شُرِبَ مِنْهُ مَا يَغْلِبُ عَلَى ظَنِّهِ أَنَّهُ لَا يُسْكِرُهُ مِنْ غَيْرِ لَهْوٍ وَلَا طَرَبٍ ﴿١ ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ ٢ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ وَالشَّافِعِيِّ حَرَامٌ، وَالْكَلَامُ فِيهِ كَالْكَلَامِ فِي الْمُثَلَّثِ الْعِنَبِيِّ وَنَذْكُرُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

دن میں بھی نشہ آجائے تو اس کا پینا حرام ہے۔اور ہر نبیذ کو حرام نہیں کہتے، بلکہ جس میں نشہ آچکا ہو وہی حرام ہے، باقی حلال ہے

ترجمہ: (٣٦٧) کھجور اور کشمش کی نبیذ اگر دونوں میں سے ہر ایک کو پکالیا جائے تھوڑا سا پکانا تو حلال ہیں، اگر چہ تھوڑی تیزی آگئی ہو۔ اگر اس سے اتنی پیئے کہ غالب گمان یہ ہو کہ وہ نشہ نہیں لائے گی۔لہو ولعب اور مستی کے لئے نہیں۔

ترجمہ: ١ یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے۔

تشریح: کھجور کی یا کشمش کی نبیذ بنائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کھجور اور کشمش کے پانی کو تھوڑا سا پکائے تو وہ حلال ہیں بشرطیکہ نشہ نہ آیا ہو۔البتہ مزے میں تھوڑی تیزی آگئی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔اور اتنا ہی پیئے جس سے غالب گمان ہو کہ اس سے نشہ نہیں آئے گا۔اور نشہ کے لئے یا مستی کے لئے نہ پیئے تب حلال ہیں۔

وجہ: (١) نبیذ حلال ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عائشةؓ قالت كان ينبذ لرسول الله ﷺ فی سقاء یوکا، اعلاه وله عزلاء، ینبذ غدوة فيشربه عشاء وينبذ عشاء فيشربه غدوة (ابوداؤد شریف، باب فی صفة النبیذ ،ص ٥٣١، نمبر ٣٧١١) (٢) دوسری حدیث میں ہے۔ عن ابی قتادة ان رسول اللہ ﷺ قال لا تنتبذوا الزهو والرطب جميعا ولا تنتبذوا الرطب والزبيب جميعا ولكن انتبذ واكل واحد على حدته (مسلم شریف، باب کراهة انتباذ التمر والزبیب مخلوطین، ص ٨٨٨، نمبر ١٩٨٨/٥١٥٤/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی خلیط البسر والتمر، ص ٤٤٠، نمبر ١٨٧٧) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھجور اور کشمش کو ملا کر نبیذ نہ بنائے کیونکہ اس میں جلدی نشہ پیدا ہوتا ہے۔البتہ کھجور کو الگ اور کشمش کو الگ سے نبیذ بنائے۔اس سے کھجور اور کشمش سے نبیذ بنانے کا ثبوت ہوا۔

اور نبیذ میں نشہ آجائے تو اس کا پینا حرام ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابی ہریرةؓ قال علمت ان رسول الله ﷺ كان يصوم فتحينت فطره بنبيذ صنعته فی دباء ثم اتيته به فاذا هو ينش فقال اضرب بهذا الحائط فان هذا شراب من لا يومن بالله واليوم الآخر (ابوداؤد شریف، باب فی النبیذ اذا غلا، ص ٥٣٢، نمبر ٣٧١٦) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبیذ میں تیزی آجائے اور نشہ آجائے تو اس کا پینا حرام ہے۔

ترجمہ: ٢ امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک حرام ہے اور اس میں کلام ایسے ہی ہے جیسے انگور کے مثلث میں ہے، اور ہم اس کو ذکر کریں گے ان شاء اللہ

(٣٦٨) قَالَ وَلَا بَأْسَ بِالْخَلِيطَيْنِ ﴿١﴾ لِمَا رُوِيَ عَنْ ابْنِ زِيَادٍ أَنَّهُ قَالَ: سَقَانِي ابْنُ عُمَرَ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – شَرْبَةً مَا كِدْت أَهْتَدِي إلَى مَنْزِلِي فَغَدَوْت إلَيْهِ مِنْ الْغَدِ فَأَخْبَرْته بِذَلِكَ فَقَالَ: مَا زِدْنَاك عَلَى عَجْوَةٍ وَزَبِيبٍ وَهَذَا نَوْعٌ مِنْ الْخَلِيطَيْنِ وَكَانَ مَطْبُوخًا؛ لِأَنَّ الْمَرْوِيَّ

تشریح: فرماتے ہیں کہ امام محمد اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ نبیذ حرام ہے [میرا ناقص خیال ہے کہ یہ نشہ کے بعد حرام ہے] انگور کے رس کے بارے میں تھا کہ دو تہائی سے کم جلا ہو جس کو مثلث کہتے ہیں اور نشہ نہ آیا ہو تو حلال ہے، اسی طرح نبیذ میں دو تہائی سے کم جلا ہو اور نشہ نہ آیا ہو تو حلال ہے

وجه: عن قتادة عن انس ان ابا عبيدة و معاذ بن جبل و ابا طلحة كانو يشربون من الطلاء ما ذهب ثلثاه و بقي ثلثه ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی اطلاء من قال اذا ذہب ثلثاہ فاشربہ، ج خامس، ص ۸۹، نمبر ۲۳۹۷۷) اس عمل صحابی میں ہے کہ دو تہائی رس جل چکا ہو اور ایک تہائی باقی رہا ہو اور ابھی نشہ نہ آیا ہو تو اس کا پینا حلال ہے ۔

ترجمه: (۳۶۸) خلیطین میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

تشریح: کھجور اور کشمش کو ملا کر نبیذ بنانے کو خلیط کہتے ہیں یعنی ملی ہوئی چیز۔ اوپر کی حدیث میں دونوں کو ملا کر نبیذ بنانا منع فرمایا ہے۔ لیکن اگر دونوں کو ملا کر نبیذ بنا لیا اور اس میں نشہ نہیں آیا ہے تو ایسی نبیذ کا پینا جائز ہے۔ اوپر تو اس لئے منع فرمایا کہ دونوں کو ملا کر نبیذ بنانے میں جلدی نشہ آتا ہے۔ یا شروع اسلام میں اس کو منع فرمایا کیونکہ غذا کی قلت تھی بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی۔

وجه: (۱) ممانعت کی حدیث یہ ہے۔ عن ابی قتادة ان رسول الله ﷺ قال لا تنتبذوا الزهو و الرطب جميعا ولا تنتبذوا الرطب و الزبيب جميعا ولكن انتبذ و اكل واحد على حدته (مسلم شریف، باب کراہۃ انتباذ التمر والزبیب مخلوطین، ص ۸۸۸، نمبر ۱۹۸۸/۵۱۵۴/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی خلیط البسر والتمر، ص ۴۴۰، نمبر ۱۸۷۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھجور اور کشمش کو ملا کر نبیذ نہ بنائے کیونکہ اس میں جلدی نشہ پیدا ہوتا ہے۔ (۲) کھجور اور کشمش کو ملا کر نبیذ خلیطین بنانے کی حدیث یہ ہے۔ عن عائشة ان رسول الله كان ينبذ له زبيب فيلقى فيه تمر او تمر فيلقى فيه زبيب ۔(ابو داؤد شریف، باب فی الخلیطین ص ۱۶۵ نمبر ۳۷۰۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھجور میں کشمش اور کشمش میں کھجور ملا کر نبیذ بنائی جا سکتی ہے کیونکہ حضورؐ کے لئے ایسی نبیذ بنائی ہے۔

ترجمه: ١ اس عمل صحابی کی وجہ سے ابن زیاد سے روایت ہے، کہ مجھکو حضرت عبد اللہ بن عمر نے ایک شراب پلائی، جس کی وجہ سے گھر تک جانا مشکل ہو گیا، دوسرے دن ان کے پاس آیا اور اس بات کی اطلاع دی [کہ نشہ کی وجہ سے گھر تک جانا بھاری پڑا] تو حضرت نے فرمایا کہ عجوہ کھجور اور کشمش ڈال کر ہی نبیذ بنائی تھی، اور اسی کو خلیطین، کہتے ہیں اور یہ پکی ہوئی تھی، حالانکہ

عَنْهُ حُرْمَةُ نَقِيعِ الزَّبِيبِ وَهُوَ النِّيءُ مِنْهُ، ۲ وَمَا رُوِيَ «أَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – نَهَى عَنْ الْجَمْعِ بَيْنَ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ، وَالزَّبِيبِ وَالرُّطَبِ، وَالرُّطَبِ وَالْبُسْرِ » مَحْمُولٌ عَلَى حَالَةِ الشِّدَّةِ، وَكَانَ ذَلِكَ فِي الِابْتِدَاءِ. (۳۲۹)قَالَ :وَنَبِيذُ الْعَسَلِ وَالتِّينِ وَنَبِيذُ الْحِنْطَةِ وَالذُّرَةِ وَالشَّعِيرِ حَلَالٌ وَإِنْ لَمْ يُطْبَخْ﴾ ۱ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ إذَا كَانَ

انہیں سے کشمش کی رس کے بارے میں حرمت کی روایت مروی ہے،اور وہ کشمش کا کچا رس ہے۔

تشریح :حضرت عبداللہ بن عمر ایک فقیہ صحابی ہے انہوں نے کھجور اور کشمش سے بنی ہوئی نبیذ کو پلایا جس سے تھوڑا سا نشہ بھی آ گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ خلیط جائز ہے۔

وجہ:اوپر کا عمل صحابی یہ ہے۔عن ابن زیاد انه افطر عند عبد الله بن عمرؓ فسقاه شرابا له ، فكانه أخذه فيه فلما اصبح قال ما هذا الشراب ؟ما كدت أهتدى الى منزلي ، فقال عبد اللهؓ مازدناك على عجوة و زبيب ، قال محمد و به ناخذ و هو قول ابى حنيفهؒ ۔(کتاب الآثار لامام محمد، باب الاشربۃ والانبذۃ والشرب قائما ،ص۱۸۲،نمبر ۸۲۹)اس عمل صحابی میں ہے کہ عجوہ کھجور اور کشمش سے نبیذ بنائی تھی ،جس سے معلوم ہوا کہ یہ نبیذ جائز ہے۔

لغت :غدوت: غدا سے مشتق ہے،صبح کو آنا۔ ما کدت اہتدی: ہدایت پاوں اس کے قریب بھی نہیں ہوا،یعنی راستہ پانا مشکل ہو گیا۔عجوۃ: عجوۃ کھجور۔النی: کچا رس۔

ترجمہ :۲ اور حضور سے جو روایت ہے کہ کھجور اور کشمش کو جمع کرنے سے منع کیا،اور کشمش اور تر کھجور کو جمع کرنے سے منع کیا،اور خشک کھجور اور تر کھجور کو جمع کرنے سے،لیکن یہ قحط سالی پر محمول ہے،یا شروع اسلام میں یہ ممانعت تھی اور بعد میں اس کی اجازت ہوگئی۔

تشریح :حدیث میں چیزوں کو جمع کرنے سے جو منع کیا ہے،اس کی تین وجہ ہو سکتی ہے،[۱] یا قحط سالی تھی اس لئے دو چیزوں کو جمع کر کے نبیذ بنانے سے منع فرمایا، بعد میں اس کی اجازت ہوگئی ۔[۲] دوسری تاویل یہ ہے کہ شروع اسلام میں منع فرمایا، بعد میں اس کی اجازت ہوگئی،[۳] اور تیسری تاویل یہ ہے کہ دونوں کو ملا کر نبیذ بنانے سے نشہ جلدی پیدا ہوتا ہے اس لئے اس کو منع فرمایا،تاہم اگر دونوں کو ملا کر نبیذ بنائی اور ابھی تک نشہ نہ آیا تو نبیذ بنانا جائز ہے اور اس کو پینا بھی حلال ہے۔

وجہ:اوپر کی حدیث یہ ہے۔عن ابى قتادة عن ابيه عن رسول الله ﷺ انه نهى عن خليط الزبيب و التمر و عن خليط البسر و التمر و عن خليط الزهو و الرطب و قال انتبذوا كل واحد على حدة ۔(ابوداؤد شریف، باب فی الخلیطین ،ص۵۳۱،نمبر۳۷۰۴)،اس حدیث میں دو چیزوں کو جمع کر کے نبیذ بنانے سے منع کیا ہے،لیکن الگ الگ کر کے نبیذ بنانا جائز ہے۔

مِنْ غَيْرِ لَهْوٍ وَطَرَبٍ ٢ لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «الْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ، وَأَشَارَ إِلَى الْكَرْمَةِ وَالنَّخْلَةِ» خَصَّ التَّحْرِيمَ بِهِمَا وَالْمُرَادُ بَيَانُ الْحُكْمِ، ٣ ثُمَّ قِيلَ يُشْتَرَطُ

ترجمہ: (٣٦٩) شہد، انجیر، گیہوں، جو، جوار کی نبیذ حلال ہے اگر چہ پکائی نہ گئی ہو۔

ترجمہ: ١ یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے، جبکہ لہو اور سرور کے لئے نہ ہو۔

تشریح: شہد، انجیر، گیہوں، جو، اور جوار کی نبیذ کو چاہے نہ پکایا ہو تب بھی حلال ہے۔

وجہ: (۱) جب کشمش اور کھجور کی نبیذ جائز ہے تو شہد وغیرہ کی نبیذ کیوں جائز نہ ہو۔ اصل معیار ہے مسکر اور نشہ آور ہونا۔ اگر کوئی نبیذ مسکر اور نشہ آور نہ ہو صرف کڑوا پانی کو میٹھا کرنے کے لئے یہ میٹھی چیزیں ملائی گئی ہوں تو اس سے کوئی حرج نہیں (۲) شہد پینے کی حدیث مشہور ہے، حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ سمعت عائشة زوج النبی ﷺ ... بل شربت عسلا عند زینب بنت جحش ولن اعود له. (ابوداؤد شریف، باب فی شراب العسل، ص ۵۳۲، نمبر ۳۷۱۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ شہد پسند فرماتے تھے۔ (۳) اس حدیث سے بھی نبیذ کے حلال ہونے کا پتا چلتا ہے۔ سألت النبی ﷺ عن شراب من العسل فقال ذاک البتع قلت وینتبذ من الشعیر والذرة قال ذلک المزر ثم قال اخبر قومک ان کل مسکر حرام. (ابوداؤد شریف، باب ما جاء فی السکر، ص ۳۶۸۴، نمبر ۳۶۸۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو اور گیہوں کی بھی نبیذ بنائی جاتی تھی۔ البتہ وہ نشہ آور ہو جائے تو حرام ہے اور اس سے پہلے حلال ہے۔ (۴) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ان پانچ چیزوں سے بھی نبیذ بنتی ہے۔ عن النعمان بن بشیر یرفع الحدیث الی النبی ﷺ قال قال رسول الله ﷺ الاشربة من خمس من الحنطة و الشعیر، و التمر و الزبیب و العسل، و ما خمر به فهو خمر۔ (دار قطنی، کتاب الاشربة، ج رابع، ص ۱۶۷، نمبر ۴۶۰۰)

ترجمہ: ٢ حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ۔ خمر ان دو درختوں کے بنتی ہے، اور انگور اور کھجور کی طرف اشارہ کیا، کہ حضورؐ نے ان دو درختوں کے ساتھ خمر کو خاص کیا، اور اس حدیث سے مراد حکم کو بیان کرنا ہے۔

تشریح: صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ حضور نے انگور اور کھجور کی خمر کو حرام قرار دیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے علاوہ کی شراب حلال ہے۔

وجہ: یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ سمعت ابا ہریرةؓ یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول الخمر من هاتین الشجرتین النخلة والعنبة (مسلم شریف، باب بیان ان جمیع ما ینبذ مما یتخذ من النخل والعنب یسمی خمرا، ص ۸۸۶، نمبر ۱۹۸۵/۵۱۴۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھجور اور انگور سے شراب بنتی ہے۔

ترجمہ: ٣ بعض حضرات نے فرمایا کہ ان شرابوں کو مباح کرنے کے لئے تھوڑا پکانا شرط ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ شرط نہیں ہے اوپر کے متن میں یہی ذکر ہے، اس لئے کہ اس تھوڑا سا زیادہ کی طرف نہیں بلاتا ہے، چاہے پکا ہوا یا پکا ہو نہ ہو

الطَّبْخُ فِيهِ لِإِبَاحَتِهِ، وَقِيلَ لَا يُشْتَرَطُ وَهُوَ الْمَذْكُورُ فِي الْكِتَابِ؛ لِأَنَّ قَلِيلَهُ لَا يَدْعُو إِلَى كَثِيرِهِ كَيْفَمَا كَانَ ۴ وَهَلْ يُحَدُّ فِي الْمُتَّخَذِ مِنْ الْحُبُوبِ إِذَا سَكِرَ مِنْهُ؟ قِيلَ لَا يُحَدُّ وَقَدْ ذَكَرْنَا الْوَجْهَ مِنْ قَبْلُ ۵ قَالُوا: وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يُحَدُّ، فَإِنَّهُ رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ فِيمَنْ سَكِرَ مِنْ الْأَشْرِبَةِ أَنَّهُ يُحَدُّ مِنْ غَيْرِ تَفْصِيلٍ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ الْفُسَّاقَ يَجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ فِي زَمَانِنَا اجْتِمَاعَهُمْ عَلَى سَائِرِ

تشریح :بعض حضرات نے فرمایا کہ ان نبیذوں کو مباح کرنے کے لئے تھوڑا سا پکانا شرط ہے، لیکن متن میں یہ فرمایا کہ بغیر پکائے بھی یہ نبیذیں حلال ہیں۔

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نبیذ چاہے پکی ہو یا پکی نہ ہو اس کا قلیل کثیر کی طرف نہیں بلاتا، اس لئے پکانے کی ضرورت نہیں ہے۔(۲) پکانے کے بعد نشہ دیر میں آتا ہے اس لئے پکالے تو اچھا ہے، لیکن اگر نہیں پکایا اور ابھی اس میں نشہ نہیں ہے تو یہ نبیذ حلال ہیں (۳) **سألت سعید بن المسیب عن الشراب الذی کان عمر بن الخطاب اجازہ للناس قال ھو الطلاء الذی قد طبخ حتی ذھب ثلاثاہ وبقی ثلثہ** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۶ فی الطلاء من قال اذا ذھب ثلثاہ فاشربہ، ج خامس، ص ۸۹، نمبر ۲۳۹۷۸) اس قول صحابی میں ہے کہ پکا کر دو تہائی جلا دیا جائے تو اس کا پینا جائز ہے۔

ترجمہ :۴ ان دانوں کی نبیذ پینے سے اگر نشہ ہو جائے تو کیا اس پر حد لگے گی، بعض حضرات نے کہا حد نہیں لگے گی، اور اس کی وجہ پہلے ذکر کر چکا ہوں۔

تشریح : گیہوں، جو، جوار سے نبیذ بنائے اور اس کے پینے سے نشہ آ جائے تو حد لگے گی یا نہیں؟ اس بارے میں دو قول ہیں [۱] پہلا قول ابو جعفرؒ کا ہے کہ حد نہیں لگے گی، جیسے گھوڑی کا دودھ پی لے، یا بھنگ پی لے اور نشہ آ جائے تو حد نہیں لگتی ہے، اسی طرح ان نبیذوں کو پینے سے نشہ آ جائے تو حد نہیں لگے گی

وجہ :(۱) حدیث میں حد کا مدار صرف خمر پر ہے، اور حد میں قیاس نہیں چلتا اس لئے ان کے پینے سے حد نہیں لگے گی، اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن معاویۃ بن ابی سفیان قال قال رسول اللہ ﷺ اذا شربوا الخمر فاجلدوھم ثم ان شربوا فاجلدوھم ثم ان شربوا فاجلدوھم ثم ان شربوا فاقتلوھم** ۔(ابو داود شریف، باب اذا تتابع فی شرب الخمر، ص ۶۳۲، نمبر ۴۴۸۲)

ترجمہ :۵ صحیح بات یہ ہے کہ حد لگے گی، چنانچہ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ان شرابوں سے جس کو نشہ پیدا ہو جائے تو اس کو حد لگے گی، بغیر کسی فرق کے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں جس طرح اور شرابوں پر جمع ہوتے ہیں اسی طرح اس پر بھی جمع ہوتے ہیں، بلکہ اس سے زیادہ جمع ہوتے ہیں۔

تشریح :امام محمدؒ کی رائے ہے کہ اس کے پینے سے حد لگے گی، کیونکہ اس پر فاسق لوگ جمع ہوتے ہیں۔ امام محمدؒ کی رائے

الْأَشْرِبَةِ، بَلْ فَوْقَ ذَلِكَ، ٦ وَكَذَلِكَ الْمُتَّخَذُ مِنْ الْأَلْبَانِ إذَا اشْتَدَّ فَهُوَ عَلَى هَذَا وَقِيلَ: إنَّ الْمُتَّخَذَ مِنْ لَبَنِ الرِّمَاكِ لَا يَحِلُّ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ اعْتِبَارًا بِلَحْمِهِ؛ إذْ هُوَ مُتَوَلِّدٌ مِنْهُ قَالُوا: وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ يَحِلُّ؛ لِأَنَّ كَرَاهَةَ لَحْمِهِ لِمَا فِي إبَاحَتِهِ مِنْ قَطْعِ مَادَّةِ الْجِهَادِ أَوْ لِاحْتِرَامِهِ فَلَا

جامع صغیر میں یہ ہے۔ و لا یحد شاربه ان لم یسکر (جامع صغیر، کتاب الاشربۃ، ص۴۸۶) اس عبارت میں ہے کہ اگر نشہ نہ آیا ہوتو حد لازم نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر نشہ آجائے تو حد لازم ہوگی۔

وجه: عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا سكر فاجلدوه ،ثم ان سكر فاجلدوه ،ثم ان سكر فاجلدوه فان عاد الرابعة فاقتلوه ۔(ابوداود شریف، باب اذا تتابع فی شرب الخمر، ص۶۳۲، نمبر ۴۴۸۲) اس حدیث میں ہے کہ نشہ آجائے تو حد لگاؤ، اس لئے کسی بھی چیز کے پینے سے نشہ آئے تو حد لگے گی۔(۲) عن عمر بن الخطاب انه جلد رجلا وجد منه ريح شراب الحد تاما ۔(دار قطنی، کتاب الاشربۃ، ج رابع، ص۱۷۵، نمبر ۴۶۴۳) اس عمل صحابی میں ہے کہ شراب سے نشہ ہوا تو حد لگائی

ترجمه: ٦ اور ایسے ہی گھوڑی کے دودھ سے بنایا شراب اگر نشہ آجائے تو اسی اختلاف پر ہے، اور بعض لوگوں نے کہا کہ گھوڑی کے دودھ سے بنایا ہوا شراب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلال نہیں ہے، اس کے گوشت پر قیاس کرتے ہوئے، اس لئے کہ دودھ اس کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے، اور صحیح بات یہ ہے کہ دودھ حلال ہے اس لئے کہ اس کا گوشت مکروہ اس لئے کہ اس کے مباح کرنے میں جہاد کے مادے کو منقطع کرنا ہے، یا گھوڑے کے احترام کی وجہ سے اس کا گوشت مکروہ ہے، اس لئے اس کے دودھ کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔

تشریح: گھوڑی کے دودھ سے جو شراب بنائی جاتی ہے اس میں نشہ آجائے تو اس پر حد لگنے کے بارے میں دو قول ہیں [۱] ایک قول میں ہے کہ حد لگے، اور دوسرا قول ہے کہ حد نہ لگے۔

دوسری بات یہ ہے کہ گھوڑی کے دودھ سے بنی ہوئی شراب میں نشہ نہ آیا ہوتو اس کو پینا حلال ہے، یا نہیں تو اس بارے میں بھی دو قول ہیں۔[۱] امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کو پینا حلال نہیں ہونا چاہئے۔

وجه: گھوڑی کا گوشت کھانا مکروہ ہے، اور دودھ گوشت سے پیدا ہوتا ہے اس لئے اس شراب کو بھی پینا مکروہ ہوگا۔

[۲] دوسرا قول یہ ہے کہ گھوڑی کے دودھ کی شراب پینا حلال ہے۔

وجه: گھوڑی کا گوشت جہاد کی وجہ سے مکروہ ہے، یا اس کی کرامت اور عزت کی وجہ سے مکروہ ہے، اس لئے یہ چیز اس کے دودھ کی طرف منتقل نہیں ہوگی اور اس کے دودھ سے بنی ہوئی شراب اگر اس میں نشہ نہ آیا ہو حلال ہے۔

ترجمه: (۳۷۰) اگر انگور کا شیرہ جب اتنا پکایا جائے کہ دو تہائی جل جائے تو حلال ہے اگر چہ تیز ہو جائے۔

ترجمه: ۱ یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے۔

يُتَعَدَّى إِلَى لَبَنِهِ (۳۷۰)قَالَ :وَعَصِيرُ الْعِنَبِ إِذَا طُبِخَ حَتَّى ذَهَبَ ثُلُثَاهُ وَبَقِيَ ثُلُثُهُ حَلَالٌ وَإِنْ اشْتَدَّ ۱ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ ۲ وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَمَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ: حَرَامٌ، وَهَذَا الْخِلَافُ فِيمَا إِذَا قَصَدَ بِهِ التَّقَوِّي، أَمَّا إِذَا قَصَدَ بِهِ التَّلَهِّيَ لَا يَحِلُّ بِالِاتِّفَاقِ ۳ وَعَنْ مُحَمَّدٍ مِثْلُ قَوْلِهِمَا، وَعَنْهُ أَنَّهُ كَرِهَ ذَلِكَ، وَعَنْهُ أَنَّهُ تَوَقَّفَ فِيهِ ۴ لَهُمْ فِي إِثْبَاتِ الْحُرْمَةِ قَوْلُهُ

تشریح :انگور کے رس کو اتنا پکایا جائے کہ اس کی دو تہائی جل جائے اور ابھی نشہ نہ آیا ہو تو اس کا پینا حلال ہے چاہے تھوڑی سی تیزی آگئی ہو بشرطیکہ نشہ نہ آیا ہو۔اس کا نام مثلث ہے،عربی میں اس کو طلاء، کہتے ہیں۔

وجه :(۱)کتب الینا عمر بن عبد العزیز لا تشربوا من الطلاء حتی یذهب ثلثاه و یبقی ثلثه ، و کل مسکر حرام ۔(نسائی شریف، باب تحریم کل شراب اسکر،ص ۶۷۰،نمبر ۵۶۰۳)اس قول تابعی میں ہے کہ طلاء جس کا دو تہائی جل گئی ہو اور ایک تہائی باقی ہو اس میں نشہ نہ آیا ہو تو حلال ہے اور نشہ آگیا ہو تو حرام ہے۔(۲)اس قول صحابی میں ہے ۔سألت سعید بن المسیب عن الشراب الذی کان عمر بن الخطاب اجازه للناس قال هو الطلاء الذی قد طبخ حتی ذهب ثلاثاه و بقی ثلثه ۔(مصنف ابن ابی شیبة ۱۶فی الطلاء من قال اذا ذهب ثلثاه فاشربه، ج خامس،ص ۸۹،نمبر ۲۳۹۷۸)اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ دو تہائی جل چکی ہو اور ایک تہائی باقی ہو تو اس رس کا پینا حلال ہے۔ان دو قول صحابی پر بہت سارے مسئلے متفرع ہیں اس لئے ان دو قولوں کو خوب یاد رکھیں۔

ترجمه :۲ امام محمد اور اما شافعیؒ نے فرمایا کہ حرام ہے،اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ قوت حاصل کرنے کا ارادہ ہو،اور اگر لہولعب ارادہ ہو تو بالاتفاق حلال نہیں ہے۔

تشریح :یہ مثلث پی کر قوت حاصل کرنا ہو تب بھی امام شافعی،اور امام محمدؒ کے نزدیک حرام ہے،اور طا اگر اس سے لہولعب مقصود ہو تب تو بالاتفاق حرام ہے۔

لغت :تقوی:قوت حاصل کرنے کے لئے۔تلہی :لہولعب کے لئے۔

ترجمه :۳ امام محمد سے تین قول اور بھی ہیں[۱]امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی طرح کہ اس کا پینا حلال ہے[۲]اس کا پینا مکروہ ہے۔[۳]اس بارے میں توقف کیا۔

تشریح :امام محمدؒ کا ایک قول اوپر گزرا کہ مثلث کا پینا حرام ہے،اس کے علاوہ تین قول اور بھی ہیں[۱]شیخین کی طرح کہ اس کا پینا حلال ہے۔[۲]اس کا پینا مکروہ ہے[۳]اس بارے میں توقف کیا،۔امام محمدؒ کے یہ چار قول ہیں۔

ترجمه :۴ امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کی دلیل،حضور علیہ السلام کا قول ہے،کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے،اور حضور علیہ السلام کا قول ہے،جسکے زیادہ میں نشہ پیدا کرے اس کا کم بھی حرام ہے،حضورؐ سے یہ بھی روایت ہے کہ جس کا ایک مٹکا نشہ پیدا کرے اس کا

– عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ» وَقَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «مَا أَسْكَرَ كَثِيرُهُ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ» وَيُرْوَى عَنْهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «مَا أَسْكَرَ الْجَرَّةُ مِنْهُ فَالْجَرْعَةُ مِنْهُ حَرَامٌ» وَلِأَنَّ الْمُسْكِرَ يُفْسِدُ الْعَقْلَ فَيَكُونُ حَرَامًا قَلِيلُهُ وَكَثِيرُهُ كَالْخَمْرِ ۵ وَلَهُمَا قَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «حُرِّمَتْ الْخَمْرُ لِعَيْنِهَا» وَيُرْوَى «بِعَيْنِهَا قَلِيلِهَا وَكَثِيرِهَا، وَالسُّكْرُ مِنْ كُلِّ شَرَابٍ» خَصَّ السُّكْرَ بِالتَّحْرِيمِ فِي غَيْرِ الْخَمْرِ؛ إذْ الْعَطْفُ لِلْمُغَايَرَةِ، وَلِأَنَّ

ایک گھونٹ بھی حرام ہے، اور اس لئے بھی کہ نشہ عقل کو خراب کرتا ہے تو اس کا شراب کی طرح کم بھی حرام ہونا چاہئے اور زیادہ بھی حرام ہونا چاہئے۔

تشریح: امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کی یہاں دلیل میں تین حدیثیں ہیں اور ایک دلیل عقلی ہے۔

وجه: صاحب ہدایہ کی پیش کردہ [۱] پہلی حدیث یہ ہے۔ عن ابن عمر قال قال رسول الله و کل مسکر خمر ، و کل مسکر حرام ۔ (ابوداود شریف، باب ماجاء فی السکر ، ص ۵۲۸، نمبر ۳۶۷۹ / ابن ماجة شریف، باب کل مسکر حرام، ص ۴۹۰، نمبر ۳۳۹۰) اس حدیث میں ہے کہ ہر نشہ والی چیز خمر ہے، اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔ [۲] دوسری حدیث یہ ہے۔ عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ ما اسکر کثیره فقلیله حرام (ابوداود شریف، باب ماجاء فی السکر ، ص ۵۲۸، نمبر ۳۶۸۱ / ابن ماجة شریف، باب ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام ، ص ۴۹۱، نمبر ۳۳۹۲) اس حدیث میں ہے کہ جس چیز کا زیادہ پینا نشہ لائے اس کا کم بھی حرام ہے۔ [۳] تیسری حدیث کا مفہوم یہ ہے۔ عن عائشه قالت سمعت رسول الله ﷺ یقول ، کل مسکر حرام و ما سکر منه الفرق فملء الکف منه حرام ۔ (ابوداود شریف، باب ماجاء فی السکر ، ص ۵۲۹، نمبر ۳۶۸۷)، اس حدیث میں ہے کہ جس کا ایک تھیلا نشہ لاتا ہو تو اس کی ایک مٹھی بھی حرام ہے [۴] اس میں اس کا مفہوم ہے۔ عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ ماا سکر الفرق فالجرعة منه حرام ۔ (دار قطنی، کتاب الاشربة ، ج رابع ، ص ۱۷۰، نمبر ۴۶۱۶) اس حدیث میں ہے کہ جس کا ایک گھڑا نشہ لائے اس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہے۔ [۵] اس حدیث سے بھی استدلال کر سکتے ہیں۔ عن عبد الله بن عمرو ام نبی الله نهی عن الخمر و المیسر و الکوبة و الغبیرء، و قال کل مسکر حرام ۔ (ابوداود شریف، باب ماجاء فی السکر ، ص ۵۲۸، نمبر ۳۶۸۵)، اس میں شراب کو حرام کیا، اور قاعدہ کلیہ بتایا کہ ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔

ترجمه: ۵ امام ابو حنیفہؒ اور امام یوسفؒ کی دلیل حضور علیہ السلام کا قول ہے خمر کو حرام قرار دیا تھوڑا ہو یا زیادہ ہو اور ہر شراب کا نشہ حرام ہے، خمر کے علاوہ میں صرف نشہ کو حرام قرار دیا۔ اور عطف مغائرت چاہتا ہے، اور اس لئے کہ مفسدہ وہ پیالہ ہے جو نشہ لائے، اور جو پیالہ نشہ لائے وہ آخری پیالہ نشہ لائے وہ ہمارے نزدیک بھی حرام ہے۔

الْمُفْسِدَ هُوَ الْقَدَحُ الْمُسْكِرُ وَهُوَ حَرَامٌ عِنْدَنَا ٦ وَإِنَّمَا يَحْرُمُ الْقَلِيلُ مِنْهُ؛ لِأَنَّهُ يَدْعُو لِرِقَّتِهِ وَلَطَافَتِهِ إِلَى الْكَثِيرِ فَأُعْطِيَ حُكْمَهُ، وَالْمُثَلَّثُ لِغِلَظِهِ لَا يَدْعُو وَهُوَ فِي نَفْسِهِ غِذَاءٌ فَبَقِيَ عَلَى الْإِبَاحَةِ: ٧ وَالْحَدِيثُ الْأَوَّلُ غَيْرُ ثَابِتٍ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، ثُمَّ هُوَ مَحْمُولٌ عَلَى الْقَدَحِ الْأَخِيرِ إِذْ

تشریح : یہاں استدلال تھوڑا منطقی ہے۔ نیچے قول صحابی پیش کیا جا رہا ہے، جس میں ہے کہ خمر کا تو عین حرام ہے، اور خمر کے علاوہ میں جو گھونٹ نشہ لائے وہ حرام ہے، اور نشہ سے پہلے جتنے گھونٹ پئے وہ حلال ہوگا، مثلا چار گھونٹ میں نشہ نہیں آیا تو ان چاروں کا پینا حلال ہوگا، اور پانچواں گھونٹ نے نشہ لایا تو وہ حرام ہوگا۔

وجہ :(۱)عن ابن عباس قال انما حرمت الخمر و المسکر من کل شراب ۔(دار قطنی، باب الاشربۃ وغیرھا، ج رابع، ص۱۷۰، نمبر۴۶۱۹)اس قول صحابی میں خمر کو حرام کیا اور اس پر عطف کر کے ہر مسکر کو حرام کیا۔(۲)عن ابن مسعود قال کل مسکر حرام، و ھی الشربۃ التی تسکرک ۔(دار قطنی، باب الاشربۃ وغیرھا، ج رابع، ص۱۶۵، نمبر ۴۵۸۷)اس قول صحابی میں ہے کہ جو گھونٹ نشہ میں لائے وہ حرام ہے، اور اس سے پہلے والا گھونٹ حلال ہے۔

ترجمہ :٦ خمر کا قلیل اس لئے حرام ہے اس کی رقت اور لطافت کی وجہ سے کثیر کی طرف بلاتی ہے اس لئے اس میں قلیل اور کثیر کا ایک حکم ہے، اور مثلث گاڑھا ہوتا ہے، اس لئے قلیل کثیر کی طرف نہیں بلائے گا، پھر مثلث ذات کے اعتبار سے غذا ہے، اس لئے اپنی اباحت پر باقی رہے گا۔

تشریح : یہ امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ مثلث کا قلیل بھی حرام ہے، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، خمر میں پتلا پن اور لطافت ہوتا ہے جسکی وجہ سے اس کا تھوڑا پیو تو زیادہ کی خواہش ہوتی ہے اس لئے اس کے قلیل کو بھی حرام کیا اور کثیر کو بھی حرام کیا، اور مثلث گاڑھا ہوتا ہے، اور حقیقت میں وہ غذا ہے اس لئے اس کا قلیل کثیر کی طرف نہیں بلاتا اس لئے جب تک نشہ نہ آئے اس سے پہلے پہلے تک وہ مباح رہے گا۔

ترجمہ :٧ پہلی حدیث ثابت نہیں ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، پھر وہ آخیر پیالے پر محمول ہے جو حقیقت میں نشہ لانے والا ہے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کے حدیث کا دو جواب ہے۔[۱] ایک جواب یہ ہے کہ امام شافعیؒ کا پیش کردہ حدیث و کل مسکر خمر ثابت نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ حدیث ثابت ہے، البتہ یحی بن معین نے اس پر طعن کیا ہے[۲] دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو پیالہ نشہ لائے وہ حرام ہے، اس سے پہلے جتنے پیالے ہوں وہ سب حلال ہے

وجہ:عن ابن مسعود قال کل مسکر حرام، و ھی الشربۃ التی تسکرک ۔(دار قطنی، باب الاشربۃ وغیرھا، ج رابع، ص۱۶۵، نمبر۴۵۸۷)اس قول صحابی میں ہے کہ جو گھونٹ نشہ میں لائے وہ حرام ہے، اور اس سے پہلے والا گھونٹ

هُوَ الْمُسْكِرُ حَقِيقَةً ﴿٨﴾ وَالَّذِي يُصَبُّ عَلَيْهِ الْمَاءُ بَعْدَ مَا ذَهَبَ ثُلُثَاهُ بِالطَّبْخِ حَتَّى يَرِقَّ ثُمَّ يُطْبَخُ طَبْخَةً حُكْمُهُ حُكْمُ الْمُثَلَّثِ؛ لِأَنَّ صَبَّ الْمَاءِ لَا يَزِيدُهُ إلَّا ضَعْفًا، ﴿٩﴾ بِخِلَافِ مَا إذَا صُبَّ الْمَاءُ عَلَى الْعَصِيرِ ثُمَّ يُطْبَخُ حَتَّى يَذْهَبَ ثُلُثَا الْكُلِّ؛ لِأَنَّ الْمَاءَ يَذْهَبُ أَوَّلًا لِلَطَافَتِهِ، أَوْ يَذْهَبُ مِنْهُمَا فَلَا يَكُونُ الذَّاهِبُ ثُلُثَيْ مَاءِ الْعِنَبِ ﴿١٠﴾ وَلَوْ طُبِخَ الْعِنَبُ كَمَا هُوَ ثُمَّ يُعْصَرُ يُكْتَفَى بِأَدْنَى طَبْخَةٍ فِي رِوَايَةٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ لَا يَحِلُّ مَا لَمْ يَذْهَبْ ثُلُثَاهُ بِالطَّبْخِ، وَهُوَ الْأَصَحُّ؛ لِأَنَّ الْعَصِيرَ قَائِمٌ فِيهِ مِنْ غَيْرِ تَغَيُّرٍ فَصَارَ كَمَا بَعْدَ الْعَصْرِ،

حلال ہے۔

ترجمہ :﴿٨﴾ پکا کر مثلث بن جانے کے بعد اس میں پانی ڈال دیا، جس سے ذرا پتلا ہو گیا پھر تھوڑا سا پکایا تو وہ مثلث کے حکم میں ہے اس لئے کہ پانی ڈالنے سے اور پتلا ہو جائے گا۔

اصول : یہ مسائل اس اصول پر ہیں کہ رس کی دو تہائی جلایا ہوا اور ایک تہائی باقی ہو تب تو حلال ہے اور اس سے کم جلایا تو حلال نہیں ہے۔

تشریح: یہاں سے مثلث کی اور تین قسمیں بیان کر رہے ہیں [١] پہلی قسم یہ ہے کہ پکا کر مثلث بنالیا اس کے بعد اس میں مزید پانی ڈال دیا تو اس کا پینا حلال ہے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے مثلث بن چکا تھا اب پانی ڈالا تو اس سے پتلا ہو گیا اور نشہ میں اور کمی آ گئی اس لئے یہ مثلث ہی ہے اس لئے اس کا پینا حلال ہے۔

ترجمہ :﴿٩﴾ بخلاف اگر پانی کو رس میں ڈالا جائے پھر اس کو پکایا جائے یہاں تک کہ دو تہائی جل جائے [تو حلال نہیں ہے] اس لئے کہ پانی پتلا ہونے کی وجہ سے پہلے جائے گا، یا دونوں سے برابر جائے گا، اس لئے انگور کے رس میں جو جلا وہ دو تہائی نہیں ہے [اس لئے یہ نہ مثلث ہے اور نہ حلال ہے۔

تشریح :[٢] یہ مثلث کی دوسری قسم ہے، مثلث کے لئے قاعدہ یاد رکھیں کہ رس کی دو تہائی جل گئی ہو اور ایک تہائی باقی ہو تب وہ مثلث ہے اور وہ حلال ہے، لیکن رس کی دو تہائی نہیں جلی تو وہ حلال نہیں ہے، مثلا تین کیلو انگور کا رس تھا اس میں تین کیلو پانی ڈالا، پھر رس اور پانی دونوں کو پکایا اور ایک تہائی باقی رہا، یعنی دو کیلو باقی رہا، تو صرف رس کی ایک تہائی نہیں ہے، بلکہ رس اور پانی دونوں کی ایک تہائی ہے اس لئے یہ مثلث نہیں ہے اور حلال بھی نہیں ہے۔

لغت:صب: پانی بہایا۔عصیر: رس، یہاں مراد ہے انگور کا رس۔

ترجمہ :﴿١٠﴾ اگر انگور کو پکایا، پھر اس کا رس نچوڑا تو امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے کہ تھوڑا سا پکانے سے حلال ہو جائے گا،

۱۱ وَلَوْ جُمِعَ فِي الطَّبْخِ بَيْنَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ أَوْ بَيْنَ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَذْهَبَ ثُلُثَاهُ لِأَنَّ التَّمْرَ إِنْ كَانَ يُكْتَفَى فِيهِ بِأَدْنَى طَبْخَةٍ فَعَصِيرُ الْعِنَبِ لَا بُدَّ أَنْ يَذْهَبَ ثُلُثَاهُ فَيُعْتَبَرُ جَانِبُ الْعِنَبِ احْتِيَاطًا، وَكَذَا إِذَا جُمِعَ بَيْنَ عَصِيرِ الْعِنَبِ وَنَقِيعِ التَّمْرِ لِمَا قُلْنَا. ۱۲ وَلَوْ طُبِخَ نَقِيعُ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ أَدْنَى طَبْخَةٍ ثُمَّ أُنْقِعَ فِيهِ تَمْرٌ أَوْ زَبِيبٌ، إِنْ كَانَ مَا أُنْقِعَ فِيهِ شَيْئًا يَسِيرًا لَا يُتَّخَذُ النَّبِيذُ مِنْ مِثْلِهِ لَا بَأْسَ بِهِ، وَإِنْ كَانَ يُتَّخَذُ النَّبِيذُ مِنْ مِثْلِهِ لَمْ يَحِلَّ كَمَا إِذَا صُبَّ فِي الْمَطْبُوخِ قَدَحٌ مِنَ النَّقِيعِ وَالْمَعْنَى تَغْلِيبُ جِهَةِ الْحُرْمَةِ، وَلَا حَدَّ فِي شُرْبِهِ؛ لِأَنَّ التَّحْرِيمَ لِلاحْتِيَاطِ

اورانہیں سے دوسری روایت ہے کہ پکانے سے جب تک دوتہائی نہ جل جائے تب تک حلال نہیں ہے، صحیح روایت یہی ہے اس لئے کہ انگور میں رس بغیر کسی تغیر کے باقی ہے، جیسا کہ نچوڑنے کے بعد باقی ہے۔

تشریح : یہ مثلث کی تیسری قسم ہے کہ۔انگور کو پکایا، اس کے بعد اس کا رس نکالا تو اس کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ اس کو دوبارہ تھوڑا سا پکا دے تو حلال ہو جائے گا، اور انہیں سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہاں انگور کو پکایا ہے اس کے رس کو نہیں پکایا ہے، اور نہ اس کے تہائی رس کو جلایا ہے اس لئے یہ حلال نہیں ہے۔

وجه: انگور کے اندر جو رس ہے اس کی بھی دوتہائی جلانا ضروری ہے، اور اس کی دوتہائی نہیں جلی اس لئے وہ حلال نہیں ہوگا۔

ترجمه: ۱۱ اور اگر انگور اور کھجور کو ملا کر پکایا، یا کھجور اور کشمش کو ملا کر پکایا تو جب تک دوتہائی نہ جل جائے حلال نہیں ہے، اس لئے کہ کھجور میں اگر چہ تھوڑا سا پکانا کافی ہے، لیکن انگور کے رس میں دوتہائی جلنا ضروری ہے۔اس لئے احتیاط کے لئے انگور کی جانب کا اعتبار کیا گیا۔ایسے ہی انگور کے رس اور کھجور کے رس کا ملا کر پکایا[تو دوتہائی جلنا ضروری ہے] اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے کہا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ حلت اور حرمت دونوں جمع ہوں تو احتیاط کے طور پر حرمت کو ترجیح دی جائے گی۔

تشریح : یہاں تین مسئلے، ہیں[۱] پہلا مسئلہ یہ ہے کہ انگور اور کھجور کو جمع کر کے پکایا تو چونکہ اس میں انگور بھی ہے اس لئے احتیاط کا تقاضہ یہ ہے حرمت کی جانب ترجیح دی جائے اور انگور کی رعایت کرتے ہوئے دوتہائی جلانا ضروری ہے۔[۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کھجور اور کشمش کو ملا کر پکایا، تو کشمش چونکہ انگور سے بنتا ہے، اس لئے انگور کی رعایت کرتے ہوئے اس کی دوتہائی جلانا ضروری ہے تب حلال ہوگا۔[۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ انگور کے رس کو اور کھجور کے رس کو ملا کر پکایا تو انگور کی رعایت کرتے ہوئے دوتہائی رس کو جلانا ضروری ہے۔

ترجمه :۱۲ اگر کھجور کے رس اور کشمش کے رس کو تھوڑا سا پکایا[جس سے اس کا پینا حلال ہو گیا] پھر اس میں کھجور ڈال دیا، یا کشمش ڈال دیا، پس جو کچھ ڈالا یہ تھوڑا سا ہے، جس سے نبیذ نہیں بنا سکتا تو کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر اتنے سے نبیذ بنا سکتا

وَهُوَ لِلْحَدِّ فِي دَرْئِهِ. ۱۳ وَلَوْ طُبِخَ الْخَمْرُ أَوْ غَيْرُهُ بَعْدَ الِاشْتِدَادِ حَتَّى يَذْهَبَ ثُلُثَاهُ لَمْ يَحِلَّ؛ لِأَنَّ الْحُرْمَةَ قَدْ تَقَرَّرَتْ فَلَا تَرْتَفِعُ بِالطَّبْخِ. (۱۷۳) قَالَ: وَلَا بَأْسَ بِالِانْتِبَاذِ فِي الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيرِ﴾ ۱ لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – فِي حَدِيثٍ فِيهِ طُولٌ بَعْدَ ذِكْرِ هَذِهِ الْأَوْعِيَةِ «فَاشْرَبُوا فِي كُلِّ ظَرْفٍ، فَإِنَّ الظَّرْفَ لَا يُحِلُّ شَيْئًا وَلَا يُحَرِّمُهُ وَلَا تُشْرِبُوا

ہے تو اب حلال نہیں ہے، جیسے کہ پکے ہوئے میں ایک پیالہ رس ڈال دے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حرمت کی جانب کو ترجیح دی گئی، لیکن اس کے پینے سے حد نہیں ہے، اس لئے کہ حرام کرنا احتیاط کی بنا پر ہے، اور حد میں اس کو نہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ حرام ہونے تک رس ڈالا تو حرام ہوگا، اور اگر کم ڈالا تو حلال ہی رہے گا۔

تشریح: کھجور کے رس کو، یا کشمش کے رس کو پکایا جس سے وہ حلال ہو گیا تھا، بعد میں کھجور، یا کشمش کے رس کو ڈالا، تو اگر اتنا رس ہے جس سے نبیذ نہیں بنائی جا سکتی تو یہ رس حلال رہے گا، کیونکہ اس میں اتنی رس نہیں ڈالی گئی جس سے وہ حرام ہو جاتی، اور اگر اتنی رس ڈالی جس سے نبیذ بنائی جا سکتی ہے تو اب یہ حرام رہے گا، کیونکہ کثرت کے ساتھ اس میں رس ڈالی گئی ہے، ہاں دوبارہ اس کو دو تہائی جلا دی جائے تو حلال ہو جائے گا۔

تاہم اس کے پینے والے کو حد نہیں لگے گی،

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ پینے میں حرمت کو ترجیح دی جاتی ہے، اور حد لگانے میں کوشش کی جاتی ہے کہ حد نہ لگے، اور چونکہ یہاں حرمت اور اباحت میں تذبذب ہے اس لئے حد نہیں لگے گی۔

لغت: نقیع، کسی چیز کا رس۔ صب: ڈالا گیا۔ درأ: حد کو دور کرنے کو درأ، کہا جاتا ہے۔

ترجمہ: ۱۳ اگر نشہ آنے کے بعد شراب وغیرہ کو اتنا پکایا کہ تو تہائی جل گیا تب بھی حلال نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں حرمت آچکی ہے اس لئے پکانے سے نہیں اٹھے گی۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ حرمت بیٹھ جانے کے بعد جلانے سے نہیں اٹھے گی۔

تشریح: خمر اور نبیذ وغیرہ میں نشہ آگیا اس کے بعد اس کو اتنا پکایا کہ دو تہائی جل گیا تو اس سے حلال نہیں ہوگا، کیونکہ حرمت بیٹھ جانے کے بعد پکانے سے وہ نہیں اٹھتی۔

ترجمہ: (۱۷۳) کوئی حرج کی بات نہیں ہے نبیذ بنانے میں کدو کی تو نبی میں، سبز ٹھلیا میں، رال کے روغن والی ٹھلیا میں اور کھدی ہوئی لکڑی میں۔

ترجمہ: ۱ حضورؐ کے قول کی وجہ سے لمبی حدیث میں ان برتنوں کے ذکر کرنے کے بعد کہا، ان سب برتنوں میں نبیذ بنا سکتے ہو اس لئے کہ برتن کسی چیز کو نہ حلال کرتا ہے اور نہ حرام کرتا ہے، لیکن نشے کی چیز کو نہ پیو، اور یہ اس وقت کہا جبکہ ان برتنوں میں

الْمُسْكِرَ » وَقَالَ ذٰلِکَ بَعْدَ مَا أَخْبَرَ عَنِ النَّهْيِ عَنْهُ فَكَانَ نَاسِخًا لَهُ، ٢ وَإِنَّمَا يُنْتَبَذُ فِيهِ بَعْدَ تَطْهِيرِهِ، فَإِنْ كَانَ الْوِعَاءُ عَتِيقًا يُغْسَلُ ثَلَاثًا فَيَطْهُرُ، وَإِنْ كَانَ جَدِيدًا لَا يَطْهُرُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ

نبیذ بنانے سے منع کر دیا تھا، اس لئے یہ حدیث پہلی والی حدیث کے لئے ناسخ بن گئی۔

تشریح : زمانہ جاہلیت میں ان برتنوں میں شراب بناتے تھے۔ ان برتنوں کی خصوصیت یہ ہے کہ شراب میں جلدی نشہ آتا ہے۔ اس لئے جب حرام ہوئی تو ان برتنوں میں نبیذ بنانے سے بھی روک دیا۔ بعد میں جب لوگوں کو شراب سے نفرت ہوگئی تو ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی اجازت دی گئی۔

وجہ: (۱) برتن اصل نہیں، اصل تو شراب ہے اس لئے برتن سے منع کرنا عادت ڈلوانے کے لئے تھا۔ بعد میں ان برتنوں کو استعمال کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ حدیث میں ہے جسکی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا۔ **عن ابن عباس قال نهى رسول الله ﷺ عن الدباء والحنتم والمزفت والنقير وان يخلط البلح بالزهو** (مسلم شریف، باب النهي عن الانتباذ في المزفت والدباء والحنتم والنقير وبيان انه منسوخ وانه اليوم حلال مالم يصر مسكرا، ص ۸۹۰، نمبر ۱۹۹۵/۵۱۷۹/ بخاری شریف، باب ترخيص النبي ﷺ في الاوعية والظروف بعد النهي، ص ۹۹۲، نمبر ۵۵۹۵/ ابوداؤد شریف، باب في الاوعية، ص ۵۲۹، نمبر ۳۶۹۰) اس حدیث میں ہے کہ مذکورہ برتن میں نبیذ بنانا حرام قرار دیا تھا۔ (۲) بعد میں اس کی اجازت دی اس کے لئے یہ حدیث ہے جسکی طرف صاحب ہدایہ نے اشارہ کیا۔ **عن ابی بریدة عن ابيه ان رسول الله ﷺ قال نهيتكم عن الظروف و ان الظرف او ظرفا . لا يحل شيئا و لا يحرمه ، و كل مسكر حرام** ۔ (مسلم شریف، باب النهي الانتباذ في المزفت و الدباء الخ، ص ۸۹۴۔ نمبر ۱۹۹۹/۵۲۰۸/ ابو داؤد شریف، باب في الاوعية، ص ۵۳۰، نمبر ۳۶۹۸) اس حدیث میں ہے کہ برتن سے کچھ نہیں ہوتا اس لئے اب اس میں نبیذ بنایا کرو۔ (۳) **عن عبد الله بن بريدة عن ابيه قال قال رسول الله ﷺ نهيتكم عن النبيذ الا في سقاء فاشربوا في الاسقية كلها و لا تشربوا مسكرا** (مسلم شریف، باب النهي الانتباذ في المزفت والدباء الخ، ص ۸۹۴، نمبر ۱۹۹۹/۵۲۰۷) اس حدیث میں ہے کہ ان برتنوں سے میں روکا کرتا تھا اب اس میں نبیذ بناؤ، لیکن نشہ والی چیز مت پینا

اصول: یہ سارے مسائل اس اصول پر ہیں کہ مسکر اور نشہ آور ہو تو اس کا پینا جائز نہیں۔ اور مسکر اور نشہ آور نہ ہو تو اس کا پینا حلال ہے۔

لغت : الدباء : کدو، پچھلے زمانے میں کدو کے اندر کھود کر برتن بناتے تھے جس میں شراب بناتے تھے۔ جس کو کدو کی تونبی کہتے ہیں۔ الحنتم : سبز اور لال قسم کا مٹکا ہوتا تھا جس میں شراب بناتے تھے، المزفت : یہ زفت سے مشتق ہے تارکول جیسی ایک چیز جو مٹکوں پر ملتے ہیں، مزفت وہ برتن یا مٹکا جس پر تارکول ملا ہوا ہو۔ اس میں بھی شراب بناتے تھے، النقیر : نقر سے مشتق ہے کھودنا، اہل عرب لکڑی کو درمیان سے کھود کر برتن بناتے تھے جس کو نقیر کہتے ہیں۔

لِتَشَرُّبِ الْخَمْرِ فِيهِ بِخِلَافِ الْعَتِيقِ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يُغْسَلُ ثَلَاثًا وَيُجَفَّفُ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهِيَ مَسْأَلَةُ مَا لَا يَنْعَصِرُ بِالْعَصْرِ، وَقِيلَ عَنْ أَبِي يُوسُفَ: يُمْلَأُ مَاءً مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى، حَتَّى إِذَا خَرَجَ الْمَاءُ صَافِيًا غَيْرَ مُتَغَيِّرٍ يُحْكَمُ بِطَهَارَتِهِ.(۳۷۲) قَال :وَإِذَا تَخَلَّلَتْ الْخَمْرُ حَلَّتْ سَوَاءٌ

ترجمه :۲؎ ان برتنوں میں نبیذ بنائی جائے گی اس کو پاک کرنے کے بعد، پس اگر برتن پرانا ہوتو اس کو تین مرتبہ دھوئے اور اگر نیا ہوتو امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہی نہیں ہوگا اس لئے کہ شراب اس میں جذب ہوگیا ہے ،بخلاف پرانا کے [اس میں شراب جذب نہیں ہوتا]، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دھوئے اور ہر مرتبہ خشک کرے، جو چیز نچوڑنے سے نہیں نچوڑا جاتا اس کا یہ مسئلہ ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ہے کہ کئی مرتبہ برتن میں پانی بھرے یہاں تک کہ جب صاف پانی نکلنے لگے جس میں کوئی تغیر نہ ہوتو اس کے پاک ہونے کا حکم لگادے۔

تشریح :جس برتن میں ایک مرتبہ شراب ڈال دیا اب اس کو پاک کئے بغیر اس میں نبیذ نہیں بنا سکتا، اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر پرانا برتن ہے تو اس میں شراب جذب نہیں ہوتی اس لئے اس کو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوجائے گا، لیکن نیا برتن ہے تو اس میں شراب جذب ہوجاتی ہے اس لئے اس کو پاک کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پرانے برتن کو پاک کرنے کے دو طریقے اور ہیں [۱] پہلا طریقہ یہ ہے کہ برتن کو دھوئے اور ہر مرتبہ اس کو خشک ہونے دے اس طرح مرتبہ کرنے سے برتن پاک ہوجائے گا، ایسی چیز جو نچوڑی نہیں جاتی اس کو پاک کرنے کا بھی یہی طریقہ ہے، کہ اس میں پانی ڈالنے کے بعد اس کو چھوڑ دے جب اس سے پانی ٹپکنا بند ہوجائے تو دوبارہ اس میں پانی ڈالے، اس طرح تین مرتبہ کرنے سے وہ چیز پاک ہوجائے گی، یہی طریقہ برتن میں ہے [۲] دوسرا طریقہ یہ ہے کہ برتن میں پانی بھر کر اس کو نکالے، جب دیکھے کہ اب صاف پانی نکل رہا ہے اس میں شراب کا کوئی نشان نہیں ہے تو اب سمجھے کہ برتن پاک ہوگیا۔

لغت: وعاء: برتن۔عتیق: پرانا۔تشرب: شرب سے مشتق ہے، پینا، جذب کرنا۔یجفف: خشک ہونا۔ینعصر: عصر سے مشتق ہے، نچوڑنا۔

ترجمه :(۳۷۲) اگر شراب سرکہ بن جائے تو حلال ہے چاہے خود بخود سرکہ بن جائے یا اس میں کوئی چیز ڈالنے سے بنے۔ اور سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔

وجه:(۱) سألت عائشة عن خل الخمر قالت لا بأس به هو ادام ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۳ فی الخمر تخلل ،ج خامس، ص ۹۸، نمبر ۲۴۰۸۳ رمصنف عبدالرزاق، باب الخمر تجعل خلا، ج تاسع، ص ۱۶۱، نمبر ۱۷۴۲۵) اس قول صحابیہ سے معلوم ہوا کہ شراب کو سرکہ بنادیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہے۔(۲) اس حدیث کے اشارے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سرکہ بنانا جائز ہے۔ عن جابر عن النبی ﷺ قال نعم الادام الخل ۔(ابوداود شریف، باب فی الخل، ص ۵۴۵، نمبر ۳۸۲۰ رمسلم

صَارَتْ خَلًّا بِنَفْسِهَا أَوْ بِشَيْءٍ يُطْرَحُ فِيهَا، وَلَا يُكْرَهُ تَخْلِيلُهَا﴾ ا وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُكْرَهُ التَّخْلِيلُ وَلَا يَحِلُّ الْخَلُّ الْحَاصِلُ بِهِ إِنْ كَانَ التَّخْلِيلُ بِإِلْقَاءِ شَيْءٍ فِيهِ قَوْلًا وَاحِدًا، وَإِنْ كَانَ بِغَيْرِ إِلْقَاءِ شَيْءٍ فِيهِ فَلَهُ فِي الْخَلِّ الْحَاصِلِ بِهِ قَوْلَانِ لَهُ أَنَّ فِي التَّخْلِيلِ اقْتِرَابًا مِنَ الْخَمْرِ عَلَى وَجْهِ التَّمَوُّلِ، وَالْأَمْرُ بِالِاجْتِنَابِ يُنَافِيهِ ٢ وَلَنَا قَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ» مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ، وَقَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «خَيْرُ خَلِّكُمْ خَلُّ خَمْرِكُمْ» وَلِأَنَّ بِالتَّخْلِيلِ يَزُولُ الْوَصْفُ الْمُفْسِدُ وَتَثْبُتُ صِفَةُ الصَّلَاحِ مِنْ حَيْثُ تَسْكِينُ الصَّفْرَاءِ وَكَسْرُ

شریف، باب فضیلۃ الخل، ص ۹۱۵، نمبر ۲۰۵۱/۵۳۵۰) اس حدیث میں ہے کہ سرکہ بہترین سالن ہے، جس کے اشارے سے معلوم ہوا کہ خمر کو سرکہ بنایا جاسکتا ہے۔(۳) شراب کو سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے۔ قال شهدت عمر بن عبد العزيز كتب الى عامله بواسط ان لاتحملوا الخمر من قرية الى قرية وما ادركت فاجعله خلا (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۴ فی الخمر تحول خلا، ج خامس، ص ۹۹، نمبر ۲۴۰۹۰/مصنف عبد الرزاق، باب الخمر تجعل خلا، ج تاسع، ص ۱۶۱، نمبر ۱۷۴۱۹) اس عمل تابعی سے معلوم ہوا کہ شراب کو سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔

ترجمہ: ا امام شافعیؒ نے فرمایا کہ خمر کو سرکہ بنانا مکروہ ہے، اور خمر سے جو سرکہ حاصل ہوگا وہ حلال نہیں ہے، اگر کسی چیز کے ڈالنے سے سرکہ بنا ہے تو اس میں ایک قول ہے کہ وہ پاک نہیں ہے، اور اگر بغیر ڈالے ہوئے سرکہ بن گیا تو اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک قول ہے کہ حلال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حلال نہیں، انکی دلیل یہ ہے کہ سرکہ بنانے میں مالدار بننے کے لئے شراب سے قربت ہوگی، حالانکہ ایت میں اس سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو اس کے منافی ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شراب سے سرکہ بنانا مکروہ ہے، پھر آگے فرمایا کہ کسی چیز کو ڈالنے سے سرکہ بنا تو اس میں ایک ہی قول ہے کہ وہ سرکہ ناپاک ہے، کیونکہ جو چیز ڈالا وہ خود ناپاک ہوگیا، پھر اس کے ذریعہ جو سرکہ بنا وہ ناپاک ہی رہے گا۔ اور بغیر کسی چیز کے ڈالے دھوپ میں ڈالنے کی وجہ سے سرکہ بنا تو اس سرکے کے بارے میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ یہ سرکہ پاک ہے اور دوسرا یہ کہ یہ ناپاک ہے۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے کہ فاجتنبوہ، کہ خمر سے پرہیز کرو اور اس سے سرکہ بنانا جائز قرار دیں گے تو اس سے قربت ہو جائے گی، اس لئے خمر کا سرکہ بنانا جائز نہیں ہے۔ (۲) حدیث میں سرکہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ عن انس ان النبی ﷺ سئل عن الخمر تتخذ خلا؟ فقال لا۔ (مسلم شریف، باب تحریم تخلیل الخمر، ص ۸۸۶، نمبر ۱۹۸۳/۵۱۴۰/ابو داود، باب ماجاء فی الخمر تخلل، ص ۵۲۷، نمبر ۳۶۷۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شراب کو سرکہ بنانا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ سرکہ بہت اچھا سالن ہے، اور اس لئے کہ سرکہ بنانے سے فاسد مادہ ختم

الشَّهُوَةِ، وَالتَّغَذِّي بِهِ وَالْإِصْلَاحُ مُبَاحٌ، وَكَذَا الصَّالِحُ لِلْمَصَالِحِ اعْتِبَارًا بِالْمُتَخَلِّلِ بِنَفْسِهِ وَبِالدِّبَاغِ ۳ وَالِاقْتِرَابِ لِإِعْدَامِ الْفَسَادِ فَأَشْبَهَ الْإِرَاقَةَ، ۴ وَالتَّخْلِيلُ أَوْلَى لِمَا فِيهِ مِنْ إِحْرَازِ مَالٍ يَصِيرُ حَلَالًا فِي الثَّانِي فَيَخْتَارُهُ مَنْ ابْتُلِيَ بِهِ، ۵ وَإِذَا صَارَ الْخَمْرُ خَلًّا يَطْهُرُ مَا يُوَازِيهَا

ہوجاتا ہے، اور اصلاح کی صفت ثابت ہوجاتی ہے، کیونکہ صفراوی مادے کو کم کرتا ہے اور انسانی خواہش کو توڑتا ہے، اور اس سے غذا حاصل ہوتی ہے، اور اصلاح کرنا مباح ہے، ایسے ہی جو مصلحت کے لئے مناسب ہو وہ بھی مباح ہے، جیسے کو دبخود سرکہ بن جائے تو وہ حلال ہے، اور جیسے مردہ جانور کی دباغت دینا حلال ہے۔

تشریح: خمر کو سرکہ بنانے کے لئے ہماری دلیل یہ ہے

وجہ: (۱) اوپر حدیث گزری نعم الادام الخل، کہ سرکہ بہترین سالن ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ خمر کو سرکہ بنانا جائز ہے۔ (۲) سرکہ بن جانے کے بعد خمر کا مادہ جو نشہ آنا ہے وہ ختم ہوجاتا ہے، اور اس میں جسم کے لئے اصلاح کا مادہ آجاتا ہے، مثلا سرکہ کھانے سے۔ جسم میں جو صفراوی اور بلغمی مادہ ہے وہ کم ہوجاتا ہے، جسم میں جو شہوت ہے وہ بھی کم ہوجاتی ہے، سرکہ سے غذا حاصل کی جاتی ہے، پس جب ان مصلحتوں کے لئے سرکہ ہے تو اس کو بنانا بھی حلال ہونا چاہئے، جیسے خمر خود بخود سرکہ بن جائے تو امام شافعیؒ بھی ایک قول میں کہتے ہیں کہ یہ حلال ہے اس لئے کسی چیز کو ڈال کر سرکہ بنایا تو بھی جائز ہونا چاہئے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ مردہ حرام ہے لیکن اس کے چمڑے کو دباغت دیکر استعمال کرنا حلال ہے، اسی طرح خمر میں کوئی چیز ڈال کر اس کو سرکہ بنانا حلال ہونا چاہئے۔

لغت: یزول الوصف المفسد: فساد والی صفت زائل ہوجاتی ہے، یعنی نشہ ختم ہوجاتا ہے۔ صفرا: جسم میں ایک مادہ ہوتا ہے جس کے زیادہ ہونے سے بلغم زیادہ آتا ہے، سرکہ کھانے سے یہ مادہ کم ہوجاتا ہے اس کو تسکین الصفراء، کہتے ہیں۔ کسر: توڑتا ہے، الشہوۃ: خواہش نفسانی، سرکہ کھانے سے خواہش نفسانی کم ہوجاتی ہے۔ الصالح للمصالح: سرکہ مصلحتوں کے لئے صلاحیت رکھتی ہے۔ الدباغ: چمڑے کو دباغت دینا۔

ترجمہ: ۳ اور شراب سے جو قریب ہو رہا ہے وہ فساد کو دور کرنے کے لئے قریب ہو رہا ہے، تو شراب کو بہانے کے مشابہ ہوگیا۔

تشریح: یہ امام شافعی ل کو جواب دیا جا رہا ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ سرکہ بنانے سے خمر کے قریب ہونا ہوگا، حالانکہ آیت میں اس سے دور رہنے کی ہدایت کی ہے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہاں قریب ہونا اس کے فساد کو دور کرنے کے لئے ہے، یعنی نشہ کو دور کرنے کے لئے ہے، جیسے شراب کو بہانے کے لئے اس سے قریب ہوتا ہے، اس لئے یہ جائز ہے۔

ترجمہ: ۴ خمر کو سرکہ بنانا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ اس میں ایسے مال کو جمع کرنا ہے جو بعد میں سرکہ بن کر حلال ہوجائے گا

مِنْ الْإِنَاءِ، فَأَمَّا أَعْلَاهُ وَهُوَ الَّذِي نَقَصَ مِنْهُ الْخَمْرُ قِيلَ يَطْهُرُ تَبَعًا وَقِيلَ لَا يَطْهُرُ؛ لِأَنَّهُ خَمْرٌ يَابِسٌ إِلَّا إِذَا غُسِلَ بِالْخَلِّ فَيَتَخَلَّلُ مِنْ سَاعَتِهِ فَيَطْهُرُ، وَكَذَا إِذَا صُبَّ فِيهِ الْخَمْرُ ثُمَّ مُلِءَ خَلًّا يَطْهُرُ فِي الْحَالِ عَلَى مَا قَالُوا. (٣٧٣) قَالَ: وَيُكْرَهُ شُرْبُ دُرْدِيِّ الْخَمْرِ وَالِامْتِشَاطُ بِهِ﴾ لِ ؛ لِأَنَّ فِيهِ أَجْزَاءَ الْخَمْرِ، وَالِانْتِفَاعُ بِالْمُحَرَّمِ حَرَامٌ، وَلِهَذَا لَا يَجُوزُ أَنْ يُدَاوِيَ بِهِ جُرْحًا أَوْ دَبْرَةَ دَابَّةٍ وَلَا أَنْ يَسْقِيَ ذِمِّيًّا وَلَا أَنْ يَسْقِيَ صَبِيًّا لِلتَّدَاوِي، وَالْوَبَالُ عَلَى مَنْ سَقَاهُ، وَكَذَا لَا

،پس جو آدمی اس میں مبتلاء ہو وہ اسی راستے کو اختیار کرے۔

تشریح: مثلا کسی آدمی کو وراثت میں خمر ملی تو اس کو بہانے سے بہتر ہے کہ اس کو سرکہ بنادے تا کہ یہ مال اس کو کام آجائے

ترجمہ: ۵ اور جب شراب سرکہ بن گیا تو برتن کے جس حصے تک سرکہ ہے وہ پاک ہو جائے گا، اور جو اوپر کا حصہ ہے، جس سے شراب نیچے اتر گئی تھی، بعض حضرات نے فرمایا کہ تبعا وہ بھی پاک ہو گیا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ پاک نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس میں خشک شراب ہے، لیکن اگر اس حصے کو سرکہ سے دھو دے، اور اس حصے کی شرب سرکہ بن جائے تو ابھی پاک ہو جائے گا۔ ایسے ہی اس برتن سے شراب نکال لے پھر اس میں سرکہ بھر دے تو ابھی وہ برتن پاک ہو جائے گا، جیسا کہ لوگوں نے کہا ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ خمر سرکہ بن جائے تو سرکہ بھی پاک ہوگا، اور وہ برتن بھی پاک ہو جائیگا جس میں پہلے خمر تھی

تشریح: برتن میں بھر کر شراب تھی، وہ سوکھ کر آدھی ہوگئی پھر وہ سرکہ بن گئی، پس برتن کے جتنے حصے میں سرکہ ہے وہ حصہ پاک ہو گیا، اور جو اوپر کا حصہ ہے جس سے خشک خمر لگی ہوئی ہے اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ نیچے کے تابع ہو کر یہ حصہ بھی پاک ہو جائے گا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اوپر سوکھی ہوئی شراب ہے اس لئے وہ حصہ پاک نہیں ہوگا، لیکن اگر اس کو سرکہ سے دھودے اور اوپر کی کر بھی سرکہ بن جائے تو ابھی یہ پاک ہو جائے گا، اسی طرح کسی برتن میں خمر ہو، اب اس کو نکال لے اور اس میں سرکہ بھر دے تو یہ برتن پاک ہو جائے گا، کیونکہ اس میں جو خمر ہے وہ سرکہ بن گیا۔

لغت: یوازی: جو بالمقابل ہو۔ تخلل من ساعتہ: اسی وقت سرکہ بن جائے گا۔ صب: بہادینا۔ ملیء: بھر دینا۔

ترجمہ: (٣٧٣) شراب کی تلچھٹ کو پینا اور اس سے کنگی کرنا مکروہ ہے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ اس میں شراب کی اجزء ہے، اور حرام چیز سے فائدہ اٹھانا بھی حرام ہے، اسی لئے اس سے کسی زخم کی دواء کرنا جائز نہیں، یا جانور کے پچھلے حصے میں زخم لگ جائے اس کا علاج کرنا بھی جائز نہیں، اور نہ کسی ذمی کو پلانا جائز ہے، اور نہ دواء کے لئے کسی بچے کو پلانا جائز ہے، اور اس کا گناہ پلانے والے پر ہوگا، ایسے ہی کسی جانور کو پلانا جائز نہیں ہے، اور بعض حضرات نے کہا کہ شراب جانور کے پاس نہ لیجائے، لیکن اگر جانور شراب کے پاس لے جائے اور وہ شراب پی لے تو کوئی

يَسْقِيهَا الدَّوَابَّ وَقِيلَ: لَا تُحْمَلُ الْخَمْرُ إِلَيْهَا، أَمَّا إِذَا قُيِّدَتْ إِلَى الْخَمْرِ فَلَا بَأْسَ بِهِ كَمَا فِي

حرج کی بات نہیں ہے، جیسے کتے اور مردار کی بات ہے [کہ مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہیں، لیکن کتے کو مردار کے پاس لایا، اور اس نے مردہ کھالیا تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے]

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ حرام چیز کو پینا جائز نہیں تو اس کو کسی اور کام میں لینا بھی جائز نہیں ہے۔

اصول : دوسرا اصول یہ ہے کہ پلانے سے گناہ ہوگا، لیکن جانور نے خود پی لیا تو اس سے مالک کو گناہ نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے پلایا نہیں ہے۔

لغت : دردی الخمر: شراب کی گاد، جسکو تلچھٹ، کہتے ہیں۔ امتشاط: مشط سے مشتق ہے، کنگی کرنا، اہل عرب شراب کو بال میں ڈال کر کنگھی کرتے تھے اس سے بال چکنا اور ملائم ہوتا ہے۔ دبرۃ الدابۃ: دبر: کا ترجمہ ہے، پیخانے کا راستہ، گاڑی کی لکڑی، یا کجاوے کی لکڑی لگ کر دبر پر زخم ہو جاتا ہے یہاں جانور کا وہ زخم مراد ہے۔ قیدت: قاد یقود قیدا سے مشتق ہے، جانور کو آگے سے کھینچنا۔

تشریح : خمر کی تلچھٹ کو پینا، یا اس کو بال میں ڈال کر کنگھی کرنا مکروہ ہے، اسی طرح جانور کے زخم پر لگانا، یا کسی کافر کو پلانا، یا دوا کے طور پر کسی بچے کو پلانا، یا جانور کو پلانا، یہ سب مکروہ ہیں، اور اس کا گناہ پلانے والے کو ہوگا، البتہ ایک صورت ہے کہ جانور کو شراب کے پاس لے گیا جس کی وجہ سے اس نے شراب پی لی تو یہ صورت جائز ہے، کیونکہ اس نے خود شراب نہیں پلائی، بلکہ جانور نے خود پیا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ مردہ جانور کتے کو لا کر دینا جائز نہیں، لیکن کتے کو مردے کے پاس لا کر چھوڑ دیا، اور کتے نے مردہ کھالیا تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس نے کتے کو مردہ نہیں کھلایا، بلکہ کتے نے خود مردہ کھایا ہے اس لئے یہ صورت جائز ہے۔

وجہ :(۱) خمر کی تلچھٹ میں خمر کا جزو ہے اور حرام چیز سے نفع اٹھانا حرام ہے اس لئے خمر کی تلچھٹ کو بھی پینا حرام ہوگا۔(۲) شراب کو بال میں ڈال کر کنگھی کرنا مکروہ ہے اس کی دلیل یہ قول صحابیہ ہے۔ **کانت عائشہؓ تنھی ان تمتشط المرأۃ بالمسکر** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب امتشاط المرأۃ بالخمر، ج تاسع، ص ۱۵۸، نمبر ۱۷۴۰۴) اس قول صحابیہ میں ہے کہ شراب سے بال میں کرنا جائز نہیں ہے۔(۳) بچوں کو دواء کے لئے خمر پلانا حرام ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **ان طارق بن سوید الجعفی سأل النبی ﷺ عن الخمر ؟ فنھاہ او کرہ ان یصنعھا فقال انما اصنعھا للدواء فقال انہ لیس بدواء و لکنھا داء** ۔(مسلم شریف، باب تحریم التداوی بالخمر، ص ۸۸۶، نمبر ۱۹۸۴/۵۱۴۱/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراہیۃ التداوی بالمسکر، ص ۴۷۱، نمبر ۲۰۴۶) اس حدیث میں ہے کہ شراب سے دواء کرنا حرام ہے۔(۴) پینے کے علاوہ شراب سے کسی طرح کا نفع اٹھانا حرام اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ **یسئلونک عن الخمر و المیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما** ۔(آیت ۲۱۹، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ شراب نفع سے زیادہ

الْكَلْبِ وَالْمَيْتَةِ ۲ وَلَوْ أُلْقِيَ الدُّرْدِيُّ فِي الْخَلِّ لَا بَأْسَ بِهِ؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ خَلًّا لَكِنْ يُبَاحُ حَمْلُ الْخَلِّ إلَيْهِ لَا عَكْسُهُ لِمَا قُلْنَا. (۳۷۴)قَالَ :وَلَا يُحَدُّ شَارِبُهُ [أَيْ شَارِبُ الدُّرْدِيِّ] (إنْ لَمْ يَسْكَرْ)۱ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُحَدُّ؛ لِأَنَّهُ شَرِبَ جُزْئًا مِنْ الْخَمْرِ ۲ وَلَنَا أَنَّ قَلِيلَهُ لَا يَدْعُو إلَى كَثِيرِهِ لِمَا فِي الطِّبَاعِ مِنْ النُّبُوَّةِ عَنْهُ فَكَانَ نَاقِصًا فَأَشْبَهَ غَيْرَ الْخَمْرِ مِنْ الْأَشْرِبَةِ وَلَا حَدَّ فِيهَا إلَّا بِالسُّكْرِ، وَلِأَنَّ الْغَالِبَ عَلَيْهِ الثُّفْلُ فَصَارَ كَمَا إذَا غَلَبَ عَلَيْهِ الْمَاءُ بِالِامْتِزَاجِ

گناہ ہے۔

ترجمه :۲ اوراگر تلچھٹ کوسر کے میں ڈال دیا تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے،اس لئے کہ وہ تلچھٹ سرکہ بن جائے گا،لیکن مباح یہ ہے کہ سرکہ کوتلچھٹ کے پاس لائے، تلچھٹ کوسرکہ کے پاس نہ لیجائے،اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے پہلے بیان کی

تشریح : تلچھٹ کوسر کے میں ڈال دیا تواس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، کیونکہ اس سے تلچھٹ سرکہ بن جائے گی،البتہ اس میں بھی یہ کرے کہ شراب کوسرکے کے پاس نہ لیجائے، کیونکہ اس میں حرام چیز کواٹھانا ہوگا،البتہ سرکہ کوشراب کے پاس لائے ،اوراس میں ڈال دے۔جس طرح جاونور کے پاس شراب لانا ٹھیک نہیں ہے،لیکن جانور کوشراب کے پاس لایا اوراس نے شراب پی لی تو جائز تھا۔

ترجمه (۳۷۴) تلچھٹ کے پینے والے پرحد نہیں ہے اگر نشہ نہیں ہوا۔

تشریح:خمر کی تلچھٹ پی اورابھی نشہ نہیں آیا تو حد نہیں لگے گی،لیکن اگرنشہ آ گیا تو حد لگے گی۔

وجه :خمر میں یہ ہوتا ہے کہ تھوڑا پیوتو زیادہ کی خواہش ہوتی ہے،لیکن تلچھٹ میں یہ بات نہیں ہوتی، کیونکہ اس کے گدلا پن ہونے کی وجہ سے آدمی کونفرت ہوتی ہے،اس لئے یہ خمر کے درجے میں نہیں رہی، بلکہ عام مسکر کی طرح بن گئی،اس لئے نشہ آئے گا تو حد لگے گی ورنہ نہیں۔

ترجمه :۱ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حد لگے گی اس لئے کہ اس نے خمر کے جز کو پیا۔

تشریح:امام شافعیؒ کے یہاں خمر کا حکم جاری ہوگا اورحد لگے گی، کیونکہ اس نے خمر کے جز کواستعمال کیا ہے۔

ترجمه :۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ تلچھت کی تھوڑی مقدارزیادہ مقدار کی طرف نہیں بلاتا،اس لئے کہ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے،اس لئے یہ خمر میں ناقص ہے،اس لئے خمر کے علاوہ اورشراب کے مشابہ ہوگیا،اوراس مین نشہ آئے بغیر حد نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں غالب گادہے،توایسا ہوگیا کہ اس میں پانی زیادہ ہوگیا ہو۔

تشریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ تلچھٹ میں گاد کی مقدارزیادہ ہے اس لئے اس سے طبیعت نفرت کرتی ہے،اس کی قلیل کثیر کی طرف نہیں بلاتی،اس لئے یہ اورشرابوں کی طرف ہوگیا،اوردیگر شرابوں کا حکم یہ ہے کہ نشہ آئے تو حد لگے گی ورنہ نہیں،اسی طرح

(۳۷۵) وَيُكْـرَهُ الِاحْتِقَانُ بِالْخَمْرِ وَإِقْطَارُهَا فِي الْإِحْلِيلِ ﴾ ا ؛ لِأَنَّـهُ انْتِفَاعٌ بِالْمُحَرَّمِ ٢ وَلَا يَجِبُ الْحَدُّ لِعَدَمِ الشُّرْبِ وَهُوَ السَّبَبُ، وَلَوْ جُعِلَ الْخَمْرُ فِي مَرَقَةٍ لَا تُؤْكَلُ لِتَنَجُّسِهَا بِهَا وَلَا حَـدَّ مَا لَـمْ يَسْـكَرْ مِنْهُ؛ لِأَنَّهُ أَصَابَهُ الطَّبْخُ(۳۷٦) وَيُكْرَهُ أَكْلُ خُبْزٍ عُجِنَ عَجِينُهُ بِالْخَمْرِ﴾ ا لِقِيَامِ أَجْزَاءِ الْخَمْرِ فِيهِ.

اس میں بھی یہی ہوگا کہ نشہ آئے گا تو حد لگے گی ورنہ نہیں۔اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ خمر میں پانی زیادہ مل گیا ہوتو اس کا حکم اور شرابوں کی طرح ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی گاد زیادہ ہے اس لئے اس کا حکم اور شرابوں کی طرح ہوگا۔

لغت : نبوۃ: نفرت کرتی ہے. ثقل : جو گاد نیچے بیٹھ جاتی ہو، بھاری چیز۔امتزاج: مزج سے مشتق ہے، گھل مل جانا۔ناقصا: خمر میں نقص ہو۔

ترجمه :(۳۷۵) خمر سے حقنہ لگانا مکروہ ہے، اور عضو خاص کے سوراخ میں اس کا قطرہ ٹپکانا بھی مکروہ ہے، اس لئے کہ حرام کے ساتھ نفع اٹھانا ہے۔

تشــریح : پہلے اصول گزر چکا ہے کہ خمر کو پینا بھی حرام اور اس سے دوسرا نفع اٹھانا بھی حرام ہے، مثلا پیخانہ کے راستے میں خمر ڈال کر حقنہ لگانا اور اس سے علاج کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح ذکر کے سوراخ میں خمر کا قطرہ ٹپکانا، اور اس سے علاج کرنا بھی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ حرام کے ساتھ نفع اٹھانا ہے۔

ترجمه :۲ لیکن نہ پینے کی وجہ سے حد لازم نہیں ہوگی، کیونکہ حد کا سبب پینا ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

تـرجـمه:۳ اور اگر شراب کو شوربے میں ڈالا تو ناپاک ہونے کی وجہ اس شوربے کو نہیں پیا جائے گا، لیکن حد لازم نہیں ہوگی، جب تک کہ اس کے کھانے سے نشہ نہ آجائے، کیونکہ اس خمر کو پکا دیا گیا ہے۔

تشریح: خمر کو شوربے میں ڈالا، تو چونکہ خمر ناپاک ہے اس لئے شوربہ بھی ناپاک ہو گیا اس لئے اس شوربے کو پینا جائز نہیں ہے، لیکن کسی نے اس شوربے کو پی لیا تو جب تک اس کے پینے سے نشہ نہ آجائے حد لازم نہیں ہوگی، کیونکہ اس خمر کو پکا لیا گیا تو اب خمر کے حکم نہیں رہا۔

ترجمه ؛(۳۷٦) جس آٹے کو خمر سے گوندھا اس کو کھانا مکروہ ہے۔

ترجمه :ا اس لئے کہ اس میں خمر کی اجزا موجود ہیں۔

تشریح: واضح ہے۔

اصول: خمر سے جو کھانا بنایا جائے گا وہ ناپاک ہوگا، اور اس کا کھانا حرام ہوگا۔

﴿فَصْلٌ فِي طَبْخِ الْعَصِيرِ﴾

[۱] وَالْأَصْلُ أَنَّ مَا ذَهَبَ بِغَلَيَانِهِ بِالنَّارِ وَقَذَفَهُ بِالزَّبَدِ يُجْعَلُ كَأَنْ لَمْ يَكُنْ وَيُعْتَبَرُ ذَهَابُ ثُلُثَيْ مَا بَقِيَ لِيَحِلَّ الثُّلُثُ الْبَاقِي، بَيَانُهُ عَشَرَةُ دَوَارِقَ مِنْ عَصِيرٍ طُبِخَ فَذَهَبَ دَوْرَقٌ بِالزَّبَدِ يُطْبَخُ الْبَاقِي حَتَّى يَذْهَبَ سِتَّةُ دَوَارِقَ وَيَبْقَى الثُّلُثُ فَيَحِلُّ؛ لِأَنَّ الَّذِي يَذْهَبُ زَبَدًا هُوَ الْعَصِيرُ أَوْ مَا

﴿فصل فی طبخ العصیر﴾

اصول :اس فصل کا اصول یہ ہے کہ پکانے کی وجہ سے انگور کے رس کی دو تہائی جل چکی ہو اور ایک تہائی باقی ہو تو اس کو طلاء، کہتے ہیں اس کا پینا جائز ہے۔ اس میں پانی کے جلنے کا اعتبار نہیں ہے رس کی دو تہائی جلنا ضروری ہے۔

وجہ :(۱) کتب الینا عمر بن عبد العزیز لا تشربوا من الطلاء حتی یذهب ثلثاه و یبقی ثلثه ، و کل مسکر حرام ۔(نسائی شریف، باب تحریم کل شراب اسکر، ص ۷۶۰، نمبر ۵۶۰۳) اس قول تابعی میں ہے کہ طلاء جس کا دو تہائی جل گئی ہو اور ایک تہائی باقی ہو اس میں نشہ نہ آیا ہو تو حلال ہے اور نشہ آ گیا ہو تو حرام ہے۔ (۲) اس قول صحابی میں ہے ۔سألت سعید بن المسیب عن الشراب الذی کان عمر بن الخطاب اجازه للناس قال هو الطلاء الذی قد طبخ حتی ذهب ثلاثاه و بقی ثلثه ۔(مصنف ابن ابی شیبة ۱۶ فی الطلاء من قال اذا ذهب ثلثاه فاشربه، ج خامس، ص ۸۹، نمبر ۲۳۹۷۸) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ دو تہائی جل چکی ہو اور ایک تہائی باقی ہو تو اس رس کا پینا حلال ہے۔

نوٹ :صاحب ھدایہ رس کی دو تہائی جلانے کے تین قاعدے بیان کر رہے ہیں۔، یہ ہیں ذرا پیچیدہ، آپ اس کو غور سے سمجھیں۔

ترجمہ :[۱] اصل قاعدہ یہ ہے کہ آگ سے جو جوش مارے، اور جھاگ پھینکے اس کا اعتبار نہیں ہے جو باقی رہ جائے اس کی دو تہائی کا جلنا ضروری ہے اور ایک تہائی باقی رہے تو اس کا پینا حلال ہوگا، اس کا بیان یہ ہے کہ دس لیٹر رس ہے اس کو پکایا گیا، اس کے جھاگ کی وجہ سے ایک لیٹر اڑ گیا، اور باقی رس کو پکایا جس سے چھ لیٹر جل گیا، اور تین لیٹر باقی رہا تو حلال ہو جائے گا، اس لئے کہ جھاگ کی وجہ سے جو گیا اس میں کچھ رس ہے اور کچھ اس کے ساتھ ملی ہوئی چیز ہے [مٹی، گاد وغیرہ] بہر حال جو بھی ہو، ایسا سمجھا جائے گا کہ رس نو لیٹر تھا، اور اس کی ایک تہائی تین لیٹر ہے۔

تشریح:[۱] یہ پہلا قاعدہ ہے۔ جھاگ پھینکنے سے جو رس چلا جائے اس کا اعتبار نہیں ہے، اصل اعتبار پکانے کی وجہ سے رس کے جلنے کا ہے، وہ دو تہائی رس جل جائے اور ایک تہائی باقی رہے تو اس کا پینا حلال ہے۔

اس کی مثال دیتے ہیں کہ دس لیٹر رس تھا، ایک لیٹر جھاگ سے اڑ گیا تو اس کا اعتبار نہیں ہے، باقی نو لیٹر رہے، اب اس نو لیٹر میں

يُمَازِجُهُ، وَأَيًّا مَا كَانَ جُعِلَ كَأَنَّ الْعَصِيرَ تِسْعَةُ دَوَارِقَ فَيَكُونُ ثُلُثُهَا ثَلاثَةً ۲ وَأَصْلٌ آخَرُ أَنَّ الْعَصِيرَ إِذَا صُبَّ عَلَيْهِ مَاءٌ قَبْلَ الطَّبْخِ ثُمَّ طُبِخَ بِمَائِهِ، إِنْ كَانَ الْمَاءُ أَسْرَعَ ذَهَابًا لِرِقَّتِهِ وَلَطَافَتِهِ يُطْبَخُ الْبَاقِي بَعْدَ مَا ذَهَبَ مِقْدَارُ مَا صُبَّ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ حَتَّى يَذْهَبَ ثُلُثَاهُ؛ لِأَنَّ الذَّاهِبَ الْأَوَّلَ هُوَ الْمَاءُ وَالثَّانِي الْعَصِيرُ، فَلا بُدَّ مِنْ ذَهَابِ ثُلُثَيْ الْعَصِيرِ، ۳ وَإِنْ كَانَا يَذْهَبَانِ مَعًا تُغْلَى الْجُمْلَةُ حَتَّى يَذْهَبَ ثُلُثَاهُ وَيَبْقَى ثُلُثُهُ فَيَحِلُّ؛ لِأَنَّهُ ذَهَبَ الثُّلُثَانِ مَاءً وَعَصِيرًا وَالثُّلُثُ الْبَاقِي مَاءٌ وَعَصِيرٌ فَصَارَ كَمَا إِذَا صُبَّ الْمَاءُ فِيهِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ مِنَ الْعَصِيرِ بِالْغَلْيِ ثُلُثَاهُ بَيَانُهُ عَشَرَةُ دَوَارِقَ مِنْ عَصِيرٍ وَعِشْرُونَ دَوْرَقًا مِنْ مَاءٍ فَفِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ يُطْبَخُ حَتَّى يَبْقَى تُسْعُ الْجُمْلَةِ؛

سے دوتہائی، یعنی چھ لیٹر جلا دیا، اور تین لیٹر باقی رہے تو یہ طلاء ہے اس کا پینا حلال ہوگا۔

لغت : قذف بالزبد: جھاگ پھینکنے لگا۔ دورق: رس ناپنے کا ایک پیمانہ ہے، میں اس کو لیٹر کہا ہے۔ یمازجہ: اور جو اس میں مل جائے۔ ایا ما کان: اور جو بھی ہو۔

ترجمہ : ۲ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ۔ پکانے سے پہلے رس میں اگر پانی ڈال دیا جائے پھر پانی کے ساتھ پکایا جائے، پس اگر پانی اپنی لطافت کی وجہ سے پہلے جلتا ہے تو پانی جلنے کے بعد جو باقی رہا اس کی دوتہائی جلائی جائے، اس لئے کہ پہلے جو جلا وہ پانی تھا، اور بعد میں جو جلے گا وہ رس ہوگا، اس لئے رس کی دوتہائی جلنا ضروری ہے۔

تشریح : مثلا دس رطل رس ہے اس میں بیس رطل پانی ڈالا مجموعہ تیس رطل ہوگیا، اب پہلے بیس رطل پانی جلایا، اب دس رطل جو بچا وہ رس ہے، اب اس رس کی دوتہائی یعنی 6.66 لیٹر جلے اور ایک تہائی 3.33 رطل باقی رہے تو اس کا پینا حلال ہوگا، کلکیولٹر سے حساب کرلیں۔

ترجمہ : ۳ اور اگر پانی اور رس ایک ساتھ جلتا ہے، تو مجموعے کو جوش دے یہاں تک کہ مجموعے کی دوتہائی جل جائے اور ایک تہائی باقی رہے تو حلال ہوگا، اس لئے کہ دوتہائی جو جلی وہ پانی اور رس دونوں کا مجموعہ تھا، اور جو تہائی باقی رہی وہ بھی پانی اور رس دونوں کا مجموعہ ہے، تو ایسا ہوگیا کہ دوتہائی جلانے کے بعد اس میں پانی ڈالا۔

اس کا بیان یہ ہے کہ دس لیٹر رس تھا، اس میں بیس لیٹر پانی ڈالا، تو پہلی صورت میں اتنا جلائے کہ تین لیٹر باقی رہ جائے، کیونکہ رس کی تہائی یہی ہے، اور دوسری صورت میں مجموعے کی دوتہائی جل جائے [یعنی دس لیٹر باقی رہے]، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے کہا [کہ پانی اور رس دونوں جلے ہیں]

تشریح : پانی اور رس دونوں ساتھ ساتھ جلا، تو تیس لیٹر میں سے دوتہائی بیس لیٹر جلایا، اور اب دس لیٹر باقی رہا، اس دس لیٹر میں 6.66 لیٹر پانی کا ہے اور 3.33 لیٹر رس کا ہے، چونکہ 3.33 لیٹر یہ دس لیٹر رس کی تہائی ہے اس لئے اس کا پینا جائز

لِأَنَّهُ ثُلُثُ الْعَصِيرِ؛ وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي حَتَّى يَذْهَبَ ثُلُثَا الْجُمْلَةِ لِمَا قُلْنَا، ٤ وَالْغَلْيُ بِدَفْعَةٍ أَوْ دَفَعَاتٍ سَوَاءٌ إِذَا حَصَلَ قَبْلَ أَنْ يَصِيرَ مُحَرَّمًا ٥ وَلَوْ قُطِعَ عَنْهُ النَّارُ فَغَلَى حَتَّى ذَهَبَ الثُّلُثَانِ يَحِلُّ؛ لِأَنَّهُ أَثَرُ النَّارِ ٦ وَأَصْلٌ آخَرُ أَنَّ الْعَصِيرَ إِذَا طُبِخَ فَذَهَبَ بَعْضُهُ ثُمَّ أُهْرِيقَ بَعْضُهُ كَمْ تُطْبَخُ الْبَقِيَّةُ حَتَّى يَذْهَبَ الثُّلُثَانِ فَالسَّبِيلُ فِيهِ أَنْ تَأْخُذَ ثُلُثَ الْجَمِيعِ فَتَضْرِبَهُ فِي الْبَاقِي بَعْدَ الْمُنْصَبِّ ثُمَّ تَقْسِمَهُ عَلَى مَا بَقِيَ بَعْدَ ذَهَابِ مَا ذَهَبَ بِالطَّبْخِ قَبْلَ أَنْ يَنْصَبَّ مِنْهُ شَيْءٌ فَمَا يَخْرُجُ بِالْقِسْمَةِ فَهُوَ حَلَالٌ بَيَانُهُ عَشَرَةُ أَرْطَالِ عَصِيرٍ طُبِخَ حَتَّى ذَهَبَ رِطْلٌ ثُمَّ أُهْرِيقَ مِنْهُ ثَلَاثَةُ أَرْطَالٍ تَأْخُذُ ثُلُثَ الْعَصِيرِ كُلَّهُ وَهُوَ ثَلَاثَةٌ وَثُلُثٌ وَتَضْرِبُهُ فِيمَا بَقِيَ بَعْدَ الْمُنْصَبِّ هُوَ

ہوگا۔

لغت: تسع الجملہ: مجموعے، یعنی تیس لیٹر کا نواں حصہ، یعنی تیس لیٹر میں نو سے تقسیم دیں تو 3.33 لیٹر بنے گا یہی مجموعے تیس لیٹر کا نواں حصہ ہے ۔ثلثا الجملہ: پورے تیس کی دو تہائی جلی، یعنی بیس لیٹر جل گیا یہ تیس لیٹر کی دو تہائی ہے۔

ترجمہ: ٤ ایک مرتبہ جوش مار کر دو تہائی رس جلے، یا کئی مرتبہ جوش مار کر جلے سب برابر ہیں، جبکہ نشہ آنے سے پہلے یہ جلا ہو

تشریح: نشہ آنے سے پہلے دو تہائی رس کو جلایا گیا تو حلال ہے، چاہے ایک مرتبہ ایک مرتبہ جوش مارنے سے یہ جلا ہو یا کئی مرتبہ جوش مارنے سے یہ جلا ہو۔

وجہ: اصل مقصود ہے دو تہائی رس کا جلنا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ نشہ آنے سے پہلے یہ جلا ہو کیونکہ نشہ آنے کے بعد یہ جلا ہو تو حرام ہونے کے بعد جلانے سے حلال نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ٥ اگر آگ بجھا دی گئی اور رس جوش مارتا رہا یہاں تک کہ دو تہائی رس جل گیا تو حلال ہو جائے گا، کیونکہ آگ کے اثر سے رس جلا ہے۔

تشریح: رس ابل رہا تھا اور جل رہا تھا، اس درمیان آگ بجھ گئی، لیکن اس کی گرمی سے دو تہائی رس جل گیا تو یہ طلاء ہے اور حلال ہے، کیونکہ آگ کے اثر سے ہی دو تہائی جلا ہے۔

ترجمہ: ٦ تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ اگر پکایا جس سے کچھ رس جل گیا، پھر کچھ رس کو بہا دیا گیا تو باقی رس کو اتنا پکائے کہ اس کی دو تہائی جل جائے، اس کا راستہ یہ ہے کہ جتنا رس ہے اس کی تہائی یاد کر کے رکھ لیں پھر رس گرانے کے بعد اس میں تہائی سے ضرب دیں، پھر جلنے کے بعد جو گیا ہے اس کو تقسیم کر دیں اس سے جو پکانے کے بعد گیا ہے [یعنی نو سے]، پس تقسیم کے بعد جو نکلے گا تو وہ حلال ہے۔

اس کا بیان یہ ہے کہ دس لیٹر رس تھا، اس کو پکایا جس سے ایک رطل جل گیا، پھر تین لیٹر اس سے بہا دیا گیا۔ اب آپ کل رس دس

سِتَّةٌ فَيَكُونُ عِشْرِينَ ثُمَّ تَقْسِمُ الْعِشْرِينَ عَلَى مَا بَقِيَ بَعْدَ مَا ذَهَبَ بِالطَّبْخِ مِنْهُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَبَّ مِنْهُ شَيْءٌ وَذَلِكَ تِسْعَةٌ، فَيَخْرُجُ لِكُلِّ جُزْءٍ مِنْ ذَلِكَ اثْنَانِ وَتُسْعَانِ، فَعَرَفْتَ أَنَّ الْحَلَالَ فِيمَا بَقِيَ مِنْهُ رِطْلَانِ وَتُسْعَانِ، وَعَلَى هَذَا تُخَرَّجُ الْمَسَائِلُ وَلَهَا طَرِيقٌ آخَرُ، وَفِيمَا اكْتَفَيْنَا بِهِ كِفَايَةٌ وَهِدَايَةٌ إِلَى تَخْرِيجِ غَيْرِهَا مِنَ الْمَسَائِلِ

لیٹر کی تہائی بنالیں، وہ تین لیٹراور ایک تہائی ہے، گرانے کے بعد جو باقی رہا[یعنی ٦ لیٹر] اس میں ضرب دیں تو بیس ہو جائے گا ، پھر بیس میں اس سے تقسیم دیں جو پکانے کے بعد اور گرانے سے پہلے باقی رہا تھا[یعنی ٩ لیٹر سے]، تو ہر ایک کا جز نکلے گا دو اور ایک تہائی، تو معلوم ہوا کہ دو لیٹر اور ایک تہائی حلال ہے، اسی پر بہت سے مسائل نکلتے ہیں، اس کے لئے بہت سے طریقے ہیں، ہم نے اس کو کفایۃ المنتہی میں ذکر کیا۔

تشریح: یہ تیسرا قاعدہ ہے، اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تھوڑا سا جلنے کے بعد کچھ رس بہا دیا گیا تو اب اور کتنا جلانا ہوگا تو یہ رس حلال ہوگا۔ یہ قاعدہ کافی پیچیدہ ہے

صاحب ھدایہ نے فرمایا کہ دس لیٹر رس ہے اب اس کی تہائی نکال لیں یہ تین اور ایک تہائی بنے گی 3.33، اب ایک لیٹر جل گیا تو نو لیٹر باقی رہا، اب اس میں سے تین لیٹر بہا دیا تو چھ لیٹر باقی رہا، اب 6 کو 3.33 سے ضرب دیں تو 20 ہو جائے گا، اب 20 کو 9 سے تقسیم دیں تو 2.22 باقی رہا یہی 2.22 لیٹر پینا حلال ہوگا، آپ بھی کلکیو لیٹر سے حساب کر لیں۔

﴿كِتَابُ الصَّيْدِ﴾

: ١ الـصَّيْدُ الِاصْطِيَادُ، وَيُطْلَقُ عَلَى مَا يُصَادُ، وَالْفِعْلُ مُبَاحٌ لِغَيْرِ الْمُحْرِمِ فِي غَيْرِ الْحَرَمِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا﴾ [المائدة: 2] وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا﴾ [المائدة: ٩٦] وَلِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – لِعَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِيِّ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – «إذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلْ، وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ فَلَا تَأْكُلْ؛ لِأَنَّهُ إنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ، وَإِنْ شَارَكَ كَلْبَكَ كَلْبٌ آخَرُ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّكَ إنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى كَلْبِ غَيْرِكَ

﴿ كتاب الصيد ﴾

ترجمه: ١ صید اصطیاد کا مصدر ہے، شکار کر لینے پر بولا جاتا ہے، محرم نہ ہو اور حرم نہ ہو تو یہ فعل حلال ہے، اللہ تعالی کا قول جب تم حلال ہو جاو تو شکار کرو، کی وجہ سے، اور اللہ تعالی کے قول جب تک تم محرم ہو تو خشکی کا شکار کرنا تم پر حرام ہے، اور عدی بن حاتم سے حضورؐ نے فرمایا کہ، جب تم نے سکھائے ہوئے کتے کو چھوڑا اور بسم اللہ پڑھا تو اس کو کھاو، اور اگر کتے نے شکار کچھ حصہ کھا لیا تو شکار مت کھاو ، اس لئے کہ اس نے اپنے لئے شکار کیا ہے، اور اگر تمہارے کتے کے ساتھ دوسرا کتا شریک ہو گیا تو مت کھاو، اس لئے کہ تم اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھے ہو دوسرے کے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھے ہو۔

تشریح: ان دو آیتوں اور ایک حدیث سے ثابت کیا کہ شکار کرنا حلال ہے۔ یہ آیت اور حدیث یہ ہیں۔ اللہ تعالی کا قول ۔(۱) واذا حللتم فاصطادوا ۔(آیت ۲، سورۃ المائدۃ ۵) سے، اور اللہ تعالی کا قول ۔(۲) و حرم علیکم صید البر ما دمتم حرما ۔(آیت ۹۷، سورۃ المائدۃ ۵) کی وجہ سے، (۳) اور حضرت عدی بن حاتم کی حدیث کی وجہ سے۔ سمعت عدی بن حاتمؓ قال سألت رسول اللہ ﷺ عن المعراض فقال اذا اصبت بحدہ فکل فاذا اصاب بعرضہ فقتل فانہ وقیذ فلا تأکل، فقلت ارسل کلبی ؟ قال اذا ارسلت کلبک وسمیت فکل قلت فان اکل ؟ قال فلا تأکل فانہ لم یمسک علیک انما امسک علی نفسہ. قلت ارسل کلبی فاجد معہ کلبا آخر؟ قال لاتأکل فانک انما سمیت علی کلبک ولم تسم علی الآخر. (بخاری شریف، باب صید المعراض، ص ۹۷۵، نمبر ۵۴۷۶، کتاب الذبائح والصید / مسلم شریف ، باب الصید بالکلاب المعلمۃ والرمی، ص ۸۶۱، نمبر ۱۹۲۹ / ۴۹۷۴) (۴) اس آیت کی وجہ سے بھی شکار کرنا حلال ہے۔ یسئلونک ماذا احل لھم قل احل لکم الطیبات وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونھن مما علمکم اللہ فکلوا مما امسکن علیکم و اذکروا اسم اللہ

٢ وَعَلَى إبَاحَتِهِ انعَقَدَ الْإِجمَاعُ وَلِأَنَّهُ نَوعُ اكتِسَابٍ وَانتِفَاعٍ بِمَا هُوَ مَخلُوقٌ لِذَلِكَ، وَفِيهِ اسْتِبْقَاءُ الْمُكَلَّفِ وَتَمْكِينُهُ مِنْ إقَامَةِ التَّكَالِيفِ فَكَانَ مُبَاحًا بِمَنْزِلَةِ الِاحْتِطَاب

علیہ(آیت۴،سورۃ المائدہ۵)

ترجمہ:٢ اور شکار کے مباح ہونے پر اجماع منعقد ہے،اور اس لئے کہ یہ ایک قسم کی کمائی ہے اور اللہ کی مخلوق سے استفادہ کرنا ہے،اور اس میں مکلّف،یعنی انسان کو باقی رکھنا ہے،اور تکلیف کو قائم کرنے کی قدرت دینا ہے۔اس لئے لکڑی چننے کی طرح مباح ہے۔

تشریح:شکار کے حلال ہونے پر اجماع منعقد ہے،دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ کمائی کی چیز ہے اور اللہ کی مخلوق سے فائدہ اٹھانا ہے،اس طرح فائدہ اٹھائے گا تو مکلّف،یعنی انسان باقی رہے گا،اور جو انسان کو عبادت کرنے کی تکلیف دی ہے وہ پورا کرتا رہے گا،پس جس طرح لکڑی چننا حلال ہے اسی طرح شکار کرنا بھی حلال ہے،البتہ کچھ شرطیں ہیں جس کی تفصیل آئے گی۔

نوٹ:شکار حلال ہونے کے لئے ١٥ شرطیں ہیں

۵ شرطیں وہ ہیں جو شکاری سے متعلق ہیں

[١] شکاری اس بات کا اہل ہو کہ اس کا ذبح کرنا حلال ہو۔

[٢] شکاری کی جانب سے کتا بھیجنا پایا جائے

[٣] بھیجنے میں ایسا شخص شریک نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں ہے

[۴] جان کر بسم اللہ نہ چھوڑا ہو

[۵] کتا بھیجنے اور کتے کے پکڑنے کے درمیان کتا کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا ہو

پان شرطیں وہ ہیں جنکا تعلق کتے سے ہے

[١] کتا سیکھا ہوا ہو[معلم ہو]

[٢] کتا کو جس شکار پر چھوڑا ہو اسی شکار کو جا کر پکڑے

[٣] شکار پکڑے نے دوسرا ایسا کتا شریک نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں ہے۔

[۴] کتا شکار کو زخمی کرے اگر شکار کو دبوچ کر مارے تو حلال نہیں۔

[۵] کتا اس میں شکار میں سے کچھ نہ کھائے

ثُمَّ جُمْلَةُ مَا يَحْوِيهِ الْكِتَابُ فَصْلَانِ: أَحَدُهُمَا فِي الصَّيْدِ بِالْجَوَارِحِ وَالثَّانِي فِي الِاصْطِيَادِ بِالرَّمْيِ.

(فَصْلٌ فِي الْجَوَارِحِ)

(۳۷۷) قَالَ: وَيَجُوزُ الِاصْطِيَادُ بِالْكَلْبِ الْمُعَلَّمِ وَالْفَهْدِ وَالْبَازِي وَسَائِرِ الْجَوَارِحِ الْمُعَلَّمَةِ وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: وَكُلُّ شَيْءٍ عَلَّمْته مِنْ ذِي نَابٍ مِنْ السِّبَاعِ وَذِي مِخْلَبٍ مِنْ الطَّيْرِ فَلَا بَأْسَ بِصَيْدِهِ، وَلَا خَيْرَ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ إلَّا أَنْ تُدْرِكَ ذَكَاتَهُ ﴾

پانچ شرطیں خود جانور میں پائے جائیں تب حلال ہوگا۔

[۱] شکار حشرات الارض میں سے ہو۔

[۲] مچھلی کے علاوہ کوئی دریائی جانور نہ ہو

[۳] وہ شکار ایسا ہو جو اپنے بازو اور پنجوں یا سینگوں سے اپنی جان کی حفاظت کرنے والا ہو۔

[۴] ایسا جانور نہ ہو جو اپنے دانتوں سے پھاڑ کر کھاتا ہو، یا اپنے پنجوں سے نوچ کر کھاتا ہو، جیسے شکرہ، شیر وغیرہ۔

[۵] وہ ذبح کرنے تک اتھ نہ ہو آیا، بلکہ شکاری جانور کے زخمی ہونے سے مر چکا ہو تب ہاتھ آیا۔ اگر شکار زندہ پکڑا گیا تو اب بغیر ذبح کئے حلال نہیں ہوگا۔

ترجمه: ۳۱ اس باب مین دو فصل ہیں، ایک فصل کتے اور جانوروں کے ذریعہ شکار کرنے کے بارے میں ہے، اور دوسرا فصل تیر کے ذریعہ شکار کے بارے میں ہے۔

ترجمه: (۳۷۷) جائز ہے شکار کرنا سکھائے ہوئے کتے، چیتے، باز اور تمام سکھائے ہوئے پھاڑ کھانے والے جانور سے۔ اور جامع صغیر مس ہے کہ کچلی دانت والے جانور کو اگر آپ نے سکھایا، یا پنجے مارنے والے پرندے کو سکھایا، تو اس سے شکار کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، انکے علاوہ جانور سے شکار کرنے میں کوئی خیر نہیں ہے، مگر یہ کہ اس شکار کو ذبح کر لیں۔

تشریح: اس عبارت میں چار شرطیں بیان کر رہے ہیں [۱] جانور شکاری ہو۔ [۲] جانور کو سکھایا گیا ہو۔ [۳] جانور کو شکار پر چھوڑا گیا ہو۔ [۴] جانور خود نہ کھائے بلکہ مالک کے لئے روکے رہے۔

پہلی شرط۔ کتا ہو، چیتا ہو، باز ہو شکرہ ہو یا دوسرے زخمی کرنے والے جانور ہوں ان کو ان کے طریقے پر شکار کرنا سکھایا ہو اور آپ کا فرماں بردار ہو ان سے شکار کرنا جائز ہے۔

وجه: آیت میں ہے۔ **یسئلونک ماذا احل لهم قل احل لکم الطیبات وما علمتم من الجوارح مکلبین**

تعلمونهن مما علمكم الله فكلوا مما امسكن عليكم و اذكروا اسم الله عليه (آیت۴،سورۃ المائدہ۵)اس آیت سے معلوم ہوا کہ پھاڑ کھانے والے جانور کو شکار کرنا سکھایا ہو تو اس سے شکار کرنا جائز ہے۔اس میں کتا، چیتا، باز جن جانور کے گوشت نہ کھائے جاتے ہوں وہ سب آ گئے ان سبھوں سے شکار کرنا جائز ہے۔

شکار کی تفصیل یہ ہے کہ تین طریقوں سے شکار کرتے ہیں

(۱) ایک یہ کہ۔۔ پھاڑ کھانے والے جانوروں کے ذریعہ جیسے کتا، چیتا۔ان سے شکار کی تین شرطیں ہیں۔[۱] پہلی کتا سکھایا ہوا ہو، کتے کو سکھانے کا طریقہ یہ ہے کہ تین بار شکار پکڑے اور اس کی کھال، گوشت اور ہڈی وغیرہ کتا نہ کھائے بلکہ مالک کے لئے چھوڑ دے تو شریعت کی نگاہ میں کتا سکھایا ہوا سمجھا جائے گا۔تمام پھاڑ کھانے والے جانور کے سکھانے کا طریقہ یہی ہے۔[۲] اور دوسری شرط یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر جانور کو چھوڑا ہو۔[۳] اور تیسری شرط یہ ہے کہ پھاڑ کھانے والا جانور شکار کرنے کے بعد اس میں سے کھائے نہیں۔ایسی صورت میں جانور نے شکار کیا اور شکار ذبح کرنے سے پہلے مر گیا تو وہ شکار حلال ہے۔اور شکار زندہ تھا اس حال میں شکار کو مالک نے پکڑا ذبح کرنے کا موقع تھا اور ذبح نہیں کیا تو اب حلال نہیں ہوگا۔اور ذبح کرنے کا موقع نہیں تھا اور شکار مر گیا تو حلال ہوگا۔پس اگر شکار کرنے والے جانور نے شکار کرنے کے بعد شکار کو کھا لیا تو مالک کے لئے یہ شکار حلال نہیں رہا۔اور ایک روایت میں یہ ہے کہ شکار کے بدن میں کہیں زخمی بھی کیا ہو جو ذبح اضطراری کے درجے میں ہو گیا اور گلا گھونٹنے کے درجے میں نہ رہا۔

شکار کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پرندہ مثلا باز، شکرہ وغیرہ سے شکار کرے۔اس میں تین شرطیں ہیں۔

[۱] ایک تو یہ کہ پرندہ سکھایا ہوا ہو۔اس کو سکھانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو چھوڑے تو شکار کے لئے جائے اور روکے تو رک جائے۔تین بار ایسے کرنے سے شریعت کی نگاہ میں یہ پرندہ سکھایا ہوا ہے۔کتے کی طرح کھانے اور نہ کھانے کے اعتبار سے اس کے سکھانے کا مدار نہیں ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ پرندہ متوحش جانور ہے اس لئے وہ بلانے سے بار بار آ جائے اور اپنی فطری عادت توحش کو چھوڑ دے یہی اس کے سکھانے کی علامت ہے۔اور کتا پالتو جانور ہے وہ آدمی کے پاس گھوم گھوم کر آتا ہے۔البتہ وہ شکار کو پکڑنے کے بعد کھانے کی کوشش کرتا ہے اس لئے وہ فطری عادت چھوڑ دے اور مالک کے لئے تین بار نہ کھائے تو یہ اس کے معلم ہونے یعنی سیکھے ہوئے ہونے کی علامت ہے۔

[۲] اور دوسری شرط یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑے۔اب اگر وہ شکار میں سے کھا بھی لے تب بھی مالک کے لئے حلال ہے۔البتہ شکار ہاتھ میں آنے کے بعد اتنا موقع ہو کہ ذبح کر سکے اور نہیں کیا تو مالک کے لئے حلال نہیں ہے۔اور اگر اتنا موقع نہیں تھا کہ ذبح کرے اور مر گیا تب بھی شکار حلال ہے۔

[۳] اور ایک روایت کے مطابق تیسری شرط یہ ہے کہ کہیں زخمی بھی کیا ہو کیونکہ آیت میں **وما علمتم من الجوارح** ہے۔اور

لے وَالْأَصْلُ فِيهِ قَوْلُه تَعَالَى ﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ﴾ [المائدة: 4] وَالْجَوَارِحُ: الْكَوَاسِبُ قَالَ فِي تَأْوِيلِ الْمُكَلِّبِينَ: الْمُسَلَّطِينَ، فَيَتَنَاوَلُ الْكُلَّ بِعُمُومِهِ، دَلَّ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَا مِنْ حَدِيثِ عَدِيٍّ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – وَاسْمُ الْكَلْبِ فِي اللُّغَةِ يَقَعُ عَلَى كُلِّ سَبُعٍ حَتَّى الْأَسَدِ

جوارح کا ترجمہ ہے کہ زخمی کرنے والا ہو۔

اور شکار کرنے کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ تیر یا بندوق کے ذریعہ شکار کرے۔اس سے شکار کرنے کی تین شرطیں ہیں۔ایک تو یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر تیر مارا ہو۔اور دوسری شرط یہ ہے کہ تیر کا وہ حصہ شکار کو لگا ہو جو دھار دار ہو۔اگر وہ حصہ لگا جو دھار دار نہیں ہے اور مر گیا تو شکار حلال نہیں ہوگا۔کیونکہ یہ موقوذہ ہو گیا جو آیت میں حرام ہے۔اور تیسری شرط یہ ہے کہ شکار کا کوئی حصہ زخمی بھی ہوا ہو۔ان سب کے دلائل بعد میں آئیں گے۔

لغت: معلم : سکھایا ہوا ہو، الجوارح : جارحۃ سے مشتق ہے زخمی کرنے والا۔ الفھد : چیتا، بازی : ایک قسم کا شکار کرنے والا پرندہ۔ذی ناب: پھاڑ کھانے والے جانور کے دو دانت بہت تیز ہوتے ہیں اور لمبے ہوتے ہیں اس کو عربی میں ناب کہتے ہیں،اور ایسے دانت والے جانور کو ذی ناب کہتے ہیں،یعنی وہ جانور جو دانت اور پنجوں سے شکار کرتے ہوں۔سباع: پھاڑ کھانے والا جانور۔ذی مخلب: مخلب، کہتے ہیں پنجے کو، جو پرندہ اپنے پنجوں سے اور تیز چونچ سے جانور کو نوچتا ہے اور شکار کرتا ہے اس کو ذی مخلب، کہتے ہیں۔تدرک؛ درک کا ترجمہ ہے پانا، یہاں مراد ہے ذبح کو پانا، یعنی ذبح کرنا۔

ترجمہ: لے اس شکار کے بارے میں اصل اللہ تعالی کا قول ہے **وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونھن مما علمکم اللہ فکلوا مما امسکن علیکم و اذکروا اسم اللہ علیہ** (آیت ۴، سورۃ المائدہ ۵)۔جوارح کا ایک ترجمہ ہے کمائی کرنے والے جانور، اور مکلبین، کا ترجمہ ہے مسلط کیا ہوا اور چھوڑا ہو، اس لئے اپنی عموم سے سب پھاڑ کھانے والے شامل ہیں، عدی بن حاتم کی جو روایت کی وہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ سب پھاڑ کھانے والے جانور شامل ہیں، اور حدیث میں جو کلب کا لفظ ہے وہ سب پھاڑ کھانے والے جانور کو شامل ہے، یہاں تک کہ شیر کو بھی شامل ہے۔

تشریح: صاحب ھدایہ آیت پیش کر کے اس کے دو لفظ سے دو مسئلہ نکالنا چاہتے ہیں [۱] ایک لفظ ہے جوارح: اس کا ترجمہ ہے پھاڑ کھانے والا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جتنے پھاڑ کھانے والا جانور ہیں ان سب سے شکار کرنا جائز ہوگا، یہاں تک کہ شیر سے بھی شکار کرنا جائز ہوگا، کیونکہ وہ بھی پھاڑ کھانے والا جانور ہے، جوارح کا دوسرا ترجمہ ہے کسب کرنے والا یعنی کمانے والا، مطلب یہ ہے کہ ان جانوروں کی کمائی، [یعنی شکار] ہم کھا سکتے ہین۔آیت میں دوسرا لفظ ہے مکلبین: کلب سے مشتق ہے ، مسلط کرنے والا، اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ جانور کو شکار پر چھوڑا ہو پھر اس نے شکار کیا تو حلال ہوگا، اگر جانور نے خود بخود شکار کیا تو وہ حلال نہیں ہوگا، یہ دوسرا مسئلہ آیت کے لفظ سے نکلا۔تیسری بات یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عدی بن حاتم کی حدیث میں کلب، کا لفظ ہے، اس کلب کا اطلاق تمام پھاڑ کھانے والے جانور پر ہے، یہاں تک کہ شیر بھی اس میں داخل ہے، اور اس سے

۲ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ اُسْتُثْنِيَ مِنْ ذَلِكَ الْأَسَدُ وَالدُّبُّ؛ لِأَنَّهُمَا لَا يَعْمَلَانِ لِغَيْرِهِمَا الْأَسَدُ لِعُلُوِّ هِمَّتِهِ وَالدُّبُّ لِخَسَاسَتِهِ، وَأَلْحَقَ بِهِمَا بَعْضُهُمْ الْحِدَأَةَ لِخَسَاسَتِهَا، وَالْخِنْزِيرُ مُسْتَثْنًى؛ لِأَنَّهُ نَجِسُ الْعَيْنِ فَلَا يَجُوزُ الِانْتِفَاعُ بِهِ ۳ ثُمَّ لَا بُدَّ مِنْ التَّعْلِيمِ؛ لِأَنَّ مَا تَلَوْنَا مِنْ النَّصِّ يَنْطِقُ بِاشْتِرَاطِ التَّعْلِيمِ وَالْحَدِيثِ بِهِ وَبِالْإِرْسَالِ، ۴ وَلِأَنَّهُ إنَّمَا يَصِيرُ آلَةً بِالتَّعْلِيمِ لِيَكُونَ عَامِلًا لَهُ

بھی شکار کروانا جائز ہوگا

لغت: یتناول الکل بعمومہ: جوارح کا لفظ عام ہے اس میں تمام پھاڑ کھانے والے جانور شامل ہیں جس سے شکار کیا جا سکتا ہے۔

ترجمه: ۲ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ اس سے شیر، اور ریچھ استثناء کیا جائے گا، اس لئے کہ یہ دونوں دوسرے کے لئے کام نہیں کرتے، شیر اپنی بہادری کی وجہ سے، اور ریچھ اپنی کمینگی کی وجہ سے، اور چیل کو بھی ان دونوں کے ساتھ لاحق کر دیا گیا ہے، کیونکہ وہ بھی کمینہ ہے، اور سور بھی مستثنی ہے کیونکہ وہ نجس العین ہے، اس لئے اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

لغت: الدب: بھالو، ریچھ۔ خساسۃ: کمینہ ہونا۔ الحدأۃ: چیل۔

ترجمه: ۳ ان جانوروں کو سکھانا بھی ضروری ہے، اس لئے کہ جو آیت میں نے پڑھی اس میں سکھانا شرط ہے، اور حضرت عدیؓ کی حدیث میں بھی یہی بات ہے۔

تشریح: اس عبارت میں دوسری شرط بیان کر رہے ہیں کہ شکاری جانور سیکھا ہوا ہو۔

وجه: (۱) آیت تھی وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونهن مما علمکم الله فکلوا مما امسکن علیکم و اذکروا اسم الله علیه (آیت ۴، سورۃ المائدہ ۵)، کہ شکاری جانور کو تم سکھلاؤ گے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ شکاری جانور کو سکھلانا ضروری ہے تب شکار حلال ہوگا۔ (۲) اس حدیث میں سکھلانے کا ثبوت ہے۔ عن ابی ثعلبة الخشنی.. ... وما صدت بکلبک المعلم فذکرت اسم الله فکل وما صدت بکلبک غیر معلم فادرکت ذکاته فکل. (بخاری شریف، باب صید القوس، ص ۹۷۶، نمبر ۵۴۷۸ مسلم شریف، باب الصید بالکلاب المعلمۃ والرمی ص ۸۶۰، نمبر ۱۹۲۹/۴۹۷۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور یا پرندہ معلم ہو تب شکار حلال ہوگا ورنہ نہیں۔

ترجمه: ۴ پھر جانور کو بھیجنا ضروری ہے، اس لئے کہ سکھلانے سے وہ آلہ بنے گا تا کہ مالک کے لئے کام کرے، اور بھیجنے سے چلا جائے اور مالک کے لئے روکے رکھے۔

تشریح: [۳] یہ تیسری شرط ہے۔ شکار حلال ہونے کے لئے شکاری جانور کو شکار پر بسم اللہ پڑھ کر چھوڑنا ضروری ہے، اگر

فَيَتَرَسَّلُ بِإِرْسَالِهِ وَيُمْسِكُهُ عَلَيْهِ. (۳۷۸)قَالَ :تَعْلِيمُ الْكَلْبِ أَنْ يَتْرُكَ الْأَكْلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَتَعْلِيمُ الْبَازِي أَنْ يَرْجِعَ وَيُجِيبَ إِذَا دَعَوْتَهُ ﴿۱﴾ وَهُوَ مَأْثُورٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ – رَضِيَ اللَّهُ

خود بخود شکار کیا تو حلال نہیں ہوگا۔

وجه :(۱) سکھانے سے جانور آدمی کی جانب سے ذبح کرنے کا آلہ بنا، اور جب اس کو چھوڑا تو گویا کہ اس کے لئے ذبح کیا، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ کتا شکار کو نہ کھائے، اگر کھا لیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے اپنے لئے شکار کیا ہے، مالک کے لئے شکار نہیں کیا۔(۳)۔آیت یہ ہے **یسئلونک ماذا احل لهم قل احل لکم الطیبات وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونهن مما علمکم الله فکلوا مما امسکن علیکم و اذکروا اسم الله علیه** (آیت ۴، سورۃ المائدہ ۵) اس آیت میں تین باتوں کا ثبوت ہے، سکھانا، **ما علمتم** ، کے لفظ سے، چھوڑنا، **مکلبین**، کے لفظ سے کتا مالک کے لئے رکھے اور خود نہ کھائے، **مما امسکن علیکم**، سے۔

لغت:یترسل: رسل سے مشتق ہے بھیجنا، یمسک: روکے، یعنی شکار کو نہ کھائے۔

ترجمه :(۳۷۸) اور کتے کا سکھانا یہ ہے کہ تین مرتبہ کھانا چھوڑ دے اور بازی کی تعلیم یہ ہے کہ واپس لوٹ جائے اگر اس کو بلائے۔

ترجمه :۱ حضرت ابن عباس سے یہی منقول ہے۔

تشریح :اوپر گزر چکا ہے کہ کتے کا سیکھا ہو ہونا یہ ہے کہ تین مرتبہ کتا شکار کرے اور تینوں مرتبہ شکار کو نہ کھائے۔ اور باز کا سیکھا ہوا ہونا یہ ہے کہ جب اس کو شکار پر چھوڑے تو چلا جائے اور جب اس کو بلائے تو فورا آجائے، تین مرتبہ ایسا کرے تو یہ سمجھا جائے گا کہ یہ باز معلم، اور سیکھا ہوا ہے۔

وجه:(۱) کتا شکار کرنے کے بعد کھانا چاہتا ہے اور اپنی فطرت کے خلاف نہ کھائے تو گویا کہ معلم ہو گیا (۲) اقول صحابی میں ہے جسکی طرف صاحب ھدایہ نے اشارہ کیا۔**عن ابن عباس قال اذا اکل الکلب من الصید فلیس بمعلم.** (مصنف ابن ابی شیبۃ اما قالوا فی الکلب یاکل من صیدہ؟ ج رابع ص ۲۳۸ نمبر ۱۹۵۶۵ ر مصنف عبدالرزاق، باب الجارح یأکل، ج رابع ، ص ۳۶۲، نمبر ۸۵۴۴) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ جو کتا شکار سے کھا جائے وہ سکھایا ہوا نہیں ہے۔(۳) پرندہ اور باز کا معلم نہ ہونا یہ ہے کہ جب اس کو بلاؤ تو فورا واپس آجائے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ باز اور پرندہ متوحش ہے۔پس بلانے سے جب واپس آجاتا ہے تو گویا کہ اپنی فطرت چھوڑ کر وہ سیکھا ہوا اور معلم بن گیا (۴) قول تابعی میں ہے۔**عن حماد قال اذا انتف الطیر او اکل فکل فانما تعلیمه ان یرجع الیک** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳ البازی یأکل من صیدہ ج رابع، ص ۲۴۵ نمبر ۱۹۶۴۶) (۵) دوسری روایت میں ہے۔**عن عامر والحکم قالا اذا ارسلت صقرک او بازک ثم دعوته فاتاک فذاک علمه فان ارسلت علی صید فاکل فکل.** (مصنف

عَنهُمَا –، ۲ وَلِأَنَّ بَدَنَ الْبَازِيِّ لَا يَحْتَمِلُ الضَّرْبَ، وَبَدَنُ الْكَلْبِ يَحْتَمِلُهُ فَيُضْرَبُ لِيَتْرُكَهُ، ۳ وَلِأَنَّ آيَةَ التَّعْلِيمِ تَرْكُ مَا هُوَ أَلُوفٌ عَادَةً، وَالْبَازِيُّ مُتَوَحِّشٌ مُتَنَفِّرٌ فَكَانَتْ الْإِجَابَةُ آيَةَ تَعْلِيمِهِ وَأَمَّا الْكَلْبُ فَهُوَ مَأْلُوفٌ يَعْتَادُ الِانْتِهَابَ فَكَانَ آيَةُ تَعْلِيمِهِ تَرْكَ مَأْلُوفِهِ وَهُوَ الْأَكْلُ وَالِاسْتِلَابُ ۴ ثُمَّ شُرِطَ تَرْكُ الْأَكْلِ ثَلَاثًا وَهَذَا عِنْدَهُمَا وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ –؛ لِأَنَّ فِيمَا دُونَهُ مَزِيدَ الِاحْتِمَالِ فَلَعَلَّهُ تَرَكَهُ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ شِبَعًا، فَإِذَا تَرَكَهُ ثَلَاثًا دَلَّ

ابن ابی شیبۃ، باب بالانمبر ۱۹۶۴۷)اس قول تابعی سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ایک یہ کہ باز اور پرندے کا معلم ہونا یہ ہے کہ جب اس کو بلاؤ تو تمہارے پاس واپس آجائے۔اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ شکار کا کھانا اور نہ کھانا پرندے کی تعلیم کا معیار نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲ اور اس لئے کہ باز کا جسم مارنے کو برداشت نہیں کرتا، اور کتے کا بدن مارنے کو برداشت کرتا ہے، اس لئے کتے کو مارا جائے گا تا کہ شکار کو کھانا چھوڑ دے۔

تشریح: شکار کو کھانا چھوڑنا کتے کا معلم ہونا ہے اس کی دلیل عقلی یہ ہے کہ کتے کا بدن مار کو برداشت کرتا ہے اس لئے شکار کو کھانا چھوڑ دے اس کے لئے مارا جائے گا، لیکن باز کا بدن مار کو برداشت نہیں کرتا اس لئے کھانا چھڑانے کے لئے اس کو مارا نہیں جا سکتا، اس لئے وہ بلانے پر آجائے یہی اس کا معلم ہونا ہے۔

ترجمہ: ۳ سیکھے ہوئے کی نشانی یہ ہے کہ جو اس کی فطرت ہے اس کو چھوڑ دے، اور باز متوحش ہے متنفر ہے، اس لئے کہ تعلیم کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ بلانے پر آجائے، بہر حال کتا تو ہلا ہوا ہے اور لوٹ مار کرنے کی عادت ہے، پس اس کی تعلیم کی علامت یہ ہوگی کہ فطری چیز چھوڑ دے، اور وہ ہے کھانا اور لوٹنا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔باز کی فطرت یہ ہے کہ وہ انسان سے دور رہتا ہے اور نفرت کرتا ہے، اب وہ بلانے پر آجائے تو اس کے معلم ہونے کی دلیل ہے۔اور کتا ہر وقت انسان کے پاس رہتا ہے اور خوشامد کرتا ہے، البتہ ہر چیز کو کھانے اور اس پر جھپٹ مارنے کی عادت ہے، پس وہ نہ کھائے تو یہ اس کے معلم ہونے کی دلیل ہے۔

لغت: مالوف؛ الفت سے مشتق ہے، مرغوب چیز، اور فطری عادت۔متوحش: وحشی سے مشتق ہے، دور رہنے والا۔اجابۃ: بلانے پر آجائے۔الوف: الفت سے مشتق ہے، جو خوشامد کرتا رہتا ہو۔انتہاب؛ نہب سے مشتق ہے، لوٹ لینا۔استلاب: سلب سے مشتق ہے، لے بھاگنا، اچک لینا۔

ترجمہ: ۴ پھر شرط ہے کہ تین مرتبہ کھانا چھوڑے یہ صاحبینؒ کے نزدیک ہے، اور یہی ایک روایت امام ابو حنیفہؒ سے ہے، اس لئے کہ اس سے کم میں مزید احتمال ہے، شاید ایک دو مرتبہ پیٹ بھرے ہونے کی وجہ سے چھوڑا ہو پس جب تین مرتبہ

عَلَى أَنَّهُ صَارَ عَادَةً لَهُ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ الثَّلَاثَ مُدَّةٌ ضُرِبَتْ لِلِاخْتِبَارِ وَإِبْلَاءِ الْأَعْذَارِ كَمَا فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ وَفِي بَعْضِ قَصَصِ الْأَخْيَارِ: ۵ؓ وَلِأَنَّ الْكَثِيرَ هُوَ الَّذِي يَقَعُ أَمَارَةً عَلَى الْعِلْمِ دُونَ

چھوڑا تو پتہ چلا کہ یہ اس کی عادت بن گئی ہے، اور تین کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسی مدت ہے جو آزمائش کے لئے، اور عذر کے جانچ کے لئے مقرر کی گئی ہے، جیسے خیار مدت تین دن ہیں، اور بعض پسندیدہ لوگوں کے واقعات میں دن دن ہیں [جیسے حضرت موسی علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام نے تین مرتبہ عذر بیان کرنے کی مہلت دی تھی]

تشریح :صاحبینؒ کی رائے ہے کہ تین مرتبہ کھانا چھوڑ دے تو اس کو معلم سمجھا جائے گا، اور امام ابوحنیفہؒ کا دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ تین مرتبہ کھانا چھوڑے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو آدمی اس میں مبتلاء ہے وہ سمجھے کہ یہ کتا معلم ہو گیا ہے، یا یہ باز معلم ہو گیا تو اب معلم سمجھا جائے گا، چاہے جتنی مرتبہ میں یہ یقین ہو جائے، اس میں عدد متعین نہیں ہے۔

وجہ :(۱) تین سے کم ہو تو ممکن ہے کہ کتے کا پیٹ بھرا ہوا تھا اس لئے نہیں کھایا، لیکن جب مسلسل تین مرتبہ نہیں کھایا تو سمجھا جائے گا کہ یہ اس کی عادت بن گئی ہے، اور معلم بن گیا ہے (۲) کوئی چیز خریدی ہو تو تین دن کا اختیار ملتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو آزمانے میں تین مرتبہ اچھی چیز ہے، اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال الخیار ثلاثة ایام** (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۴۸، نمبر ۲۹۹۳) اس حدیث میں ہے کہ تین دن کا خیار شرط ملے گا۔ (۳) بڑا تھن دیکھ کر گائے خریدی ہو تو تین دن تک دودھ کر آزمانے کا اختیار ملتا ہے، اس کو حدیث مصراة کہتے ہیں۔ **عن ابی ھریرة عن النبی ﷺ قال من اشتری مصراة فھو بالخیار ثلاثة ایام** . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی المصراة، ص ۳۰۵، نمبر ۱۲۵۲) (۴) اس آیت میں تین مرتبہ کے بعد حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اب الگ ہو جاؤ جس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کو آزمانے میں تین مرتبہ کافی ہے۔ **قال ھذا فراق بینی و بینک سأنبئک بتاویل مالم تستطیع علیه صبرا** (آیت ۷۸، سورۃ الکھف ۱۸)

لغت :مزید الاحتمال: بہت سے احتمال ہیں۔ شبعا: پیٹ بھرا ہو ہو۔ اختبار: آزمانے کے لئے۔ ابلاء: آزمانے کے لئے۔ مدة الخیار: شرط کی مدت۔ اخیار: پسندیدہ لوگ جیسے خضر علیہ السلام اور موسی علیہ السلام کا واقعہ۔

ترجمہ :۵ؓ اور اس لئے کہ کسی چیز کو جاننے کی علامت کثرت ہے، قلت نہیں ہے، اور جمع کا صیغہ یہ کثیر ہے، اور کم سے کم جمع تین ہے، اس لئے ہم نے تین مرتبہ کے آزمانے کو معلم سمجھا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔ تھوڑے سے آزمانے سے پتہ نہیں چلے گا کہ یہ معلم ہے یا نہیں، بلکہ کثرت کے ساتھ آزمانے سے پتہ چلے گا کہ یہ معلم ہے، اور جمع کا صیغہ کثرت کے لئے آتا ہے، اور اس کا اطلاق کم سے کم تین پر ہے اس لئے بھی تین مرتبہ آزمانے کو معلم قرار دیا۔

ترجمہ :۶ؓ امام ابوحنیفہؒ رائے کتاب الاصل میں یہ ذکر کی گئی ہے کہ شکار کرنے والے کے غالب گمان پر معلم ثابت ہوگا،

الْقَلِيلِ، وَالْجَمْعُ هُوَ الْكَثِيرُ وَأَدْنَاهُ الثَّلَاثُ فَقُدِّرَ بِهَا٦ وَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ عَلَى مَا ذُكِرَ فِي الْأَصْلِ: لَا يَثْبُتُ التَّعْلِيمُ مَا لَمْ يَغْلِبْ عَلَى ظَنِّ الصَّائِدِ أَنَّهُ مُعَلَّمٌ، وَلَا يُقَدَّرُ بِالثَّلَاثِ؛ لِأَنَّ الْمَقَادِيرَ لَا تُعْرَفُ اجْتِهَادًا بَلْ نَصًّا وَسَمَاعًا وَلَا سَمْعَ فَيُفَوَّضُ إِلَى رَأْيِ الْمُبْتَلَى بِهِ كَمَا هُوَ أَصْلُهُ فِي جِنْسِهَا ے وَعَلَى الرِّوَايَةِ الْأُولَى عِنْدَهُ يَحِلُّ مَا اصْطَادَهُ ثَالِثًا وَعِنْدَهُمَا لَا يَحِلُّ؛ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يَصِيرُ مُعَلَّمًا بَعْدَ تَمَامِ الثَّلَاثِ وَقَبْلَ التَّعْلِيمِ غَيْرُ مُعَلَّمٍ، فَكَانَ الثَّالِثُ صَيْدَ كَلْبٍ جَاهِلٍ

اور تین کی عدد کے ساتھ متعین نہیں ہے، اس لئے کہ مقدار اجتہاد سے معلوم نہیں ہوگا، یہ تو نص سے معلوم ہوگا اور یہاں کوئی نص نہیں ہے اس لئے مبتلی بہ کی رائے پر چھوڑ اجائے گا، جیسا کہ اس قسم کے مسائل میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قاعدہ ہے۔

تشریح : کتاب الاصل، [مبسوط] میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے بیان کی ہے کہ کتنے مرتبے میں کتا معلم بنے گا اس بارے میں کوئی عدد متعین نہیں ہے، بلکہ شکار کرنے والے کی رائے پر چھوڑ دیا جائے۔

وجہ : اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ عدد حدیث اور آیت سے متعین ہوتی ہے اور اس بارے میں کوئی حدیث، یا آیت نہیں ہے اس لئے مبتلی بہ کی رائے پر چھوڑ دیا جائیگا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ چشمہ والا کنواں ناپاک ہو گیا ہو تو کتنا ڈول نکالنے سے پاک ہوگا یہ وہاں کے رہنے والے کی رائے پر چھوڑ دیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں بھی شکار کرنے والے کی رائے پر چھوڑ دیا جائے گا۔

ترجمہ : ے امام ابوحنیفہؒ کی پہلی روایت پر تیسری مرتبہ کا شکار کیا حلال ہو جائے گا، اور صاحبینؒ کے یہاں حلال نہیں ہوگا، اس لئے کہ کتا معلم بنے گا تین مرتبہ پورے کرنے کے بعد، اور تین مرتبہ سے پہلے معلم نہیں ہے، اس لئے تیسری مرتبہ کا شکار جاہل کتے کا شکار ہے، اور ایسا ہو گیا کہ مولی کے سکوت کے وقت میں غلام تصرف کر رہا ہے۔

تشریح : صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ۔ امام ابوحنیفہؒ کی جو روایت صاحبینؒ کے ساتھ اس میں یہ ہوگا کہ تیسری مرتبہ کتا شکار کرے گا تو وہ شکار حلال ہو جائے گا، اس کی دلیل آگے آ رہی ہے۔

اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ تیسری مرتبہ میں تو وہ معلم بنا ہے، اب چوتھی مرتبہ شکار کرے گا تو وہ حلال ہوگا اس لئے کہ تیسری سے پہلے وہ جاہل تھا اور یہ جاہل کتے کا شکار ہے اس لئے یہ حلال نہیں ہوگا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ غلام کو تجارت کی اجازت نہیں تھی، اب آقا کے سامنے تجارت کر رہا ہے، تو تین مرتبہ بیع کرے گا اور آقا خاموش رہے گا تو اب سمجھا جائے گا کہ اس کو تجارت کی اجازت مل گئی، اب چوتھی مرتبہ تجارت کرے گا تو وہ عقد صحیح ہوگا، اسی طرح یہاں چوتھی مرتبہ شکار کرے گا تو وہ شکار حلال ہوگا۔ التصرف المباشر فی سکوت المولی، کا یہی مطلب ہے۔

وَصَارَ كَالتَّصَرُّفِ الْمُبَاشِرِ فِي سُكُوتِ الْمَوْلَى ۸ وَلَهُ أَنَّهُ آيَةُ تَعْلِيمِهِ عِنْدَهُ فَكَانَ هَذَا صَيْدَ جَارِحَةٍ مُعَلَّمَةٍ، بِخِلَافِ تِلْكَ الْمَسْأَلَةِ؛ لِأَنَّ الْإِذْنَ إعْلَامٌ وَلَا يَتَحَقَّقُ دُونَ عِلْمِ الْعَبْدِ وَذَلِكَ بَعْدَ الْمُبَاشَرَةِ. (۳۷۹) قَالَ: وَإِذَا أَرْسَلَ كَلْبَهُ الْمُعَلَّمَ أَوْ بَازِيَهُ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى عِنْدَ إرْسَالِهِ فَأَخَذَ الصَّيْدَ وَجَرَحَهُ فَمَاتَ حَلَّ أَكْلُهُ ﴿۱ لِمَا رَوَيْنَا مِنْ حَدِيثِ عَدِيٍّ – رَضِيَ اللَّهُ

ترجمہ: ۸ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ تیسری مرتبہ شکار کرنا اور نہ کھانا یہ معلم ہونے کی دلیل ہے، اس لئے یہ معلم کتے کا شکار ہے، بخلاف غلام والے مسئلے کے، اس لئے کہ اجازت کا مطلب ہے کہ غلام کو خبر دے، اور یہ غلام کے علم کے بغیر نہیں ہوگا، اور خبر ہونا تیسری مرتبہ تجارت کرنے کے بعد ہوگا۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کتے نے تیسری مرتبہ نہیں کھایا تو یہ اس کے معلم ہونے کی دلیل ہوگئی، اور یہ شکار معلم کتے کا شکار ہوگیا اس لئے حلال ہوگا، اور غلام کی تجارت سے اس لئے استدلال نہیں کر سکتے، کہ وہاں غلام کو خبر دینا ہے اس لئے تیسری مرتبہ عقد کرنے کے بعد اس کو خبر ہوگی کہ مجھے تجارت کی اجازت ہے، اس لئے اب چوتھی مرتبہ عقد کرے گا تو عقد صحیح ہوگا۔

ترجمہ: (۳۷۹) پس اپنے تعلیم یافتہ کتا یا باز یا صقرہ کو شکار پر چھوڑا اور چھوڑتے وقت اس پر بسم اللہ پڑھا، پس اس نے شکار پکڑا اور اس کو زخمی کر دیا پس شکار مر گیا تو اس کا کھانا حلال ہے۔

ترجمہ: ۱ اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے حضرت عدی بن حاتم کی حدیث بیان کی۔

تشریح: یہاں چار شرطیں بیان کر رہے ہیں

[۱] کتا معلم ہو۔

[۲] کتے کو، یا باز کو باضابطہ شکار پر چھوڑا ہو، خود نہ گیا ہو۔

[۳] کتے کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھا ہو

[۴] کتے نے جانور کو زخمی کیا ہو، ان چاروں شرطوں کے بعد جانور ہاتھ میں آنے سے پہلے مر گیا ہو تو وہ حلال ہے۔

وجہ: (۱) اس پر بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا ہے اس لئے اس کا پھاڑنا ہی ذبح اضطراری ہوگیا۔ اس لئے اتنا ہی ذبح حلال ہونے کے لئے کافی ہے (۲) اوپر کی ان چاروں باتوں کی دلیل آیت میں موجود ہے۔ یسئلونک ماذا احل لهم قل احل لکم الطیبات وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونهن مما علمکم الله فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم الله علیه. (آیت ۴، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں تعلمونهن سے معلم ہونے کا پتا چلا اور جوارح سے پھاڑنے اور شکار کو زخمی کرنے کا پتا چلا مکلبین سے شکار پر باضابطہ چھوڑنے کا پتا چلا۔ اور اذکروا اسم الله علیه سے اس

عَنْهُ – ٢ وَلِأَنَّ الْكَلْبَ أَوْ الْبَازِي آلَةٌ، وَالذَّبْحُ لَا يَحْصُلُ بِمُجَرَّدِ الْآلَةِ إلَّا بِالِاسْتِعْمَالِ وَذَلِكَ فِيهِمَا بِالْإِرْسَالِ فَنَزَلَ مَنْزِلَةَ الرَّمْيِ وَإِمْرَارِ السِّكِّينِ فَلَا بُدَّ مِنْ التَّسْمِيَةِ عِنْدَهُ ٣ وَلَوْ تَرَكَهُ نَاسِيًا حَلَّ أَيْضًا عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَحُرْمَةُ مَتْرُوكِ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا فِي الذَّبَائِحِ ٤ وَلَا بُدَّ مِنْ الْجُرْحِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ لِيَتَحَقَّقَ الذَّكَاةُ الِاضْطِرَارِيُّ وَهُوَ الْجُرْحُ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ كَانَ مِنْ

پر بسم اللہ پڑھنے کا پتا چلا (٣) حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ عن ابی ثعلبة الخشنی ... وماصدت بقوسک فذکرت اسم اللہ فکل وما صدت بکلبک المعلم فذکرت اسم اللہ فکل وما صدت بکلبک غیر معلم فادرکت ذکاته فکل. (بخاری شریف، باب صید القوس، ص ٩٧٦، نمبر ٥٤٧٨ رمسلم شریف، باب الصید بالکلاب المعلمة والرمی، ص ٨٦٠، نمبر ١٩٢٩ر٤٩٧٢) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور یا پرندہ معلم ہو اور اس پر چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھا ہو۔ (٤) اور پھاڑنے کی دلیل یہ حدیث ہو سکتی ہے۔ عن عدی بن حاتم قال سألت رسول اللہ عن المعراض فقال اذا اصبت بحده فکل فاذا اصاب بعرضه فقتل فانه وقیذ فلا تأکل. (بخاری شریف، باب صید المعراض، ص ٩٧٥، نمبر ٥٤٧٦) اس حدیث میں ہے تیر کی دھار لگے تو حلال ہے اور اس کی لکڑی کا حصہ لگے تو حلال نہیں ہے۔ اس پر قیاس کرتے ہوئے باز اور کتا بھی زخمی کرے تب حلال ہے اور اگر زخمی نہ کرے تو گلا گھونٹ کر مارنے کی طرح ہے اس لئے حلال نہیں ہے۔

ترجمہ: ٢ اور اس لئے کہ کتا اور باز ذبح کرنے کا آلہ ہے اور ذبح محض آلے سے حاصل نہیں ہوگا، جب تک کہ اس کو استعمال نہ کرے، اور یہ استعمال کرنا کتے اور باز میں بھیجنے سے ہوگا، اس لئے یہ بھیجنا تیر پھینکنے اور چھری چلانے کے درجے میں ہوگا، اس لئے بھیجتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہوگا۔

تشریح: یہاں باضابطہ ذبح نہیں کر رہا ہے، بلکہ ذبح اضطراری ہے، اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ کتا اور باز ذبح کرنے کا آلہ ہے اور کتے کا پھاڑنا چھری چلانے کے درجے میں ہے اس لئے کتے کو بھیجتے وقت بسم اللہ پڑھنا ہوگا۔

ترجمہ: ٣ اور اگر جان کر بسم اللہ چھوڑ دیا تب بھی حلال ہے جیسا کہ ہم نے کتاب الذبائح میں بیان کیا کہ جان کر بسم اللہ چھوڑنے سے حلال نہیں ہوگا [اور بھول سے چھوڑے تو ہو جائے گا]

تشریح: کتا چھوڑتے وقت بھول سے بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دیا تب بھی شکار حلال ہے، کتاب الذبح میں لکھا ہے کہ جان کر بسم اللہ چھوڑ دے تو حلال نہیں اور بھول کر چھوڑ دے تو حلال ہے، اسی طرح یہاں بھی ہوگا کہ بھول کر چھوڑے تو حلال ہے۔

ترجمہ: ٤ ظاہری روایت میں یہ ہے کہ جانور کو زخمی بھی کرے تب حلال ہے، تاکہ اضطراری ذبح کرنا متحقق ہو جائے، اور وہ بدن کے کسی جگہ میں زخمی کرنا ہے۔ تاکہ استعمال کرنے کی وجہ سے مالک کی طرف منسوب ہو

الْبَـدَنِ بِـانْتِسَـابِ مَـا وُجِـدَ مِـنْ الْآلَةِ إلَيْهِ بِالِاسْتِعْمَالِ وَفِي ظَاهِرِ قَوْله تَعَالَى ﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ﴾ [المائدة: 4] مَـا يُشِيـرُ إلَى اشْتِرَاطِ الْجُرْحِ؛ إذْ هُوَ مِنْ الْجُرْحِ بِمَعْنَى الْجِرَاحَةِ فِي تَـأْوِيلٍ فَيُحْمَلُ عَلَى الْجَارِحِ الْكَاسِبُ بِنَابِهِ وَمِخْلَبِهِ وَلَا تَنَافِيَ، وَفِيهِ أَخْذٌ بِالْيَقِينِ ﴿۵﴾ وَعَنْ أَبِي يُـوسُفَ أَنَّـهُ لَا يُشْتَرَطُ رُجُوعًا إلَى التَّأْوِيلِ الْأَوَّلِ وَجَوَابُهُ مَا قُلْنَا.(۳۸۰) قَالَ :فَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ الْكَلْبُ أَوْ الْفَهْدُ لَمْ يُؤْكَلْ وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ الْبَازِي أُكِلَ﴾

تشریح :ظاہری روایت میں یہ ہے کہ جانور کو کسی بھی جگہ پر زخمی کرے تب حلال ہوگا۔

وجہ:اس کی وجہ یہ ہے کہ کتے کا یہ زخمی کرنا مالک کی طرف منسوب ہوگا کہ اس نے زخمی کیا اور گویا کہ ذبح اضطراری کیا۔

لغت :بـانتسـاب ما وجد من الالة اليه :اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کتے کا زخمی کرنا مالک کی طرف منسوب ہوگا کہ اس نے زخمی کیا، کیونکہ مالک ہی نے کتے کو چھوڑا ہے۔

ترجمہ:﴿۵﴾ اللہ تعالی کا قول و ما علمتم من الجوارح ،کا ظاہری معنی اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ زخمی کرنا شرط ہو،اس لئے کہ جوارح جرح سے مشتق ہے،جس کا معنی زخمی کرنا ہے،ایک تاویل میں،اس لئے زخمی کرنا اور اپنے دانت اور چنگل سے کمانے کے معنی پر حمل کیا جائے گا،اور اس میں کوئی تنافی نہیں ہے،کیونکہ اس میں یقین کو لینا ہے۔

تشریح :آیت میں جو،من الجوارح، ہے اس سے استدلال کرنا چاہتے ہیں کہ جوارح کا ترجمہ ہے زخمی کرنا اس سے بھی اشارہ ہوتا ہے کہ شکار کو زخمی کرے گا تب حلال ہوگا،آگے فرماتے ہیں کہ جوارح کا ایک ترجمہ ہے،کمانا،اور دوسرا ترجمہ ہے زخمی کرنا، یہاں دونوں ترجمہ ایک ساتھ لینے گنجائش ہے، کہ کتا زخمی بھی کر رہا ہے اور مالک کے لئے کما بھی رہا ہے،اور اس دونوں ترجمہ لینے میں یقین ہے۔

ترجمہ :﴿۵﴾ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ زخمی کرنے کی شرط نہیں ہے انہوں نے جوارح کا پہلا ترجمہ لیا،لیکن ہم نے اس کا جواب پیش کر دیا۔

تشریح :حضرت امام ابو یوسفؒ نے آیت میں جوارح کا پہلا ترجمہ کمانا لیا اور کہا کہ جانور کو زخمی کرنا ضروری نہیں اس کے بغیر بھی جانور حلال ہو جائے گا۔ ہمارا جواب یہ تھا کہ جوارح کا دونوں ترجمے،کمانا،اور زخمی کرنا ایک ساتھ لے سکتے ہیں،اور اس ترجمہ کو لینے میں یقین بھی ہے اس لئے اس ترجمہ کو لیا جائے گا اور جانور حلال ہونے کے لئے زخمی کرنا ضروری ہوگا۔

ترجمہ :(۳۸۰) پس اگر اس شکار سے کتا یا چیتا کھالے تو نہیں کھایا جائے گا۔اور اگر اس سے باز کھالے تو کھایا جائے گا۔

وجہ :(۱)اوپر آیت میں مـمـا امسـكن عليكم ہے جس سے معلوم ہوا کہ کتا اور پھاڑ کھانے والے جانور تمہارے لئے روکے اور نہ کھائے تو تمہارے لئے حلال ہے۔اور اگر کھالے تو تمہارے لئے حلال نہیں ہے (۲) حدیث میں ہے۔عـــن

۱؎ وَالْفَرْقُ مَا بَيَّنَّاهُ فِي دَلَالَةِ التَّعْلِيمِ ۲؎ وَهُوَ مُؤَيَّدٌ بِمَا رَوَيْنَا مِنْ حَدِيثِ عَدِيٍّ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – وَهُوَ حُجَّةٌ عَلَى مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ فِي قَوْلِهِ الْقَدِيمِ فِي إبَاحَةِ مَا أَكَلَ الْكَلْبُ مِنْهُ (۳۸۱)وَلَوْ أَنَّهُ صَادَ صُيُودًا وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ أَكَلَ مِنْ صَيْدٍ لَا يُؤْكَلُ هَذَا الصَّيْدُ ﴾ ۱؎ لِأَنَّهُ

عدی بن حاتم قال قلت یا رسول اللہ ! انی ارسل کلبی واسمی فقال النبی ﷺ اذا ارسلت کلبک وسمیت فاخذ فقتل فاکل فلا تأکل فانما امسک علی نفسہ. (بخاری شریف، باب اذا وجد مع الصید کلبا آخر ص ۹۷۷، نمبر ۵۴۷۶ / مسلم شریف، باب الصید بالکلاب المعلمۃ والرمی، ص ۸۶۱، نمبر ۱۹۲۹ / ۴۹۷۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کتا اور پھاڑ کھانے والا جانور خود شکار میں سے کھالے تو وہ شکار حلال نہیں ہے۔

نوٹ: کتا سے مراد تمام شکاری جانور ہیں۔

اور باز کھالے تو تب بھی حلال ہے اس کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ عن جابر وعن الشعبی قالا کل من صید البازی وان اکل (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۱۳ البازی یأکل من صیدہ ج رابع ص ۲۴۵ نمبر ۱۹۶۴۳ / مصنف عبد الرزاق، باب الجارح یأکل ج رابع، ص ۳۶۲، نمبر ۸۵۴۵) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ باز اور پرندہ شکار میں سے کھالے تب بھی شکار حلال ہے

نوٹ: باز سے مراد تمام شکاری پرندے ہیں۔

ترجمہ: ۱؎ ہم نے فرق بیان کیا تعلیم کی دلالت میں۔

تشریح: کتا کیسے معلم ہوگا، اور باز کیسے معلم ہوگا، اس کے بارے میں پہلے بیان کیا کہ کتا تین مرتبہ شکار کو نہ کھائے تو وہ معلم ہو جائے، اور باز تین مرتبہ بلانے سے واپس آجائے تو وہ معلم ہوگا، تعلیم کے اس فرق سے واضح ہو گیا کہ کتا شکار کھالیا تو اس کو نہیں کھایا جائے گا، اور باز میں کھانے کی شرط نہیں ہے، اس لئے باز نے شکار کھالیا تب بھی وہ حلال ہے۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری تائید میں حضرت عدیؓ کی حدیث ہے جو ہم نے پہلے روایت کی اور یہ حدیث حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعیؒ کے قول قدیم پر حجت ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ کا قدیم قول اور امام مالکؒ کا قول یہ ہے کہ کتا کھالے تب بھی اس کا کھانا جائز ہے، لیکن ہمارا جواب یہ ہے کہ حضرت عدی بن حاتم کی حدیث میں صراحت گزری کی کہ کتا کھالے تو مت کھاؤ وہ حلال نہیں ہے۔

وجہ: امام شافعیؒ کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ عن ابن عمر قال کل ما اکل منہ کلبک المعلم و ان اکل ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الجارح یاکل، ج رابع، ص ۳۶۲، نمبر ۸۵۴۷) اس قول صحابی میں ہے کہ کتا کھا جائے تب بھی اس کو کھاؤ۔

ترجمہ: (۳۸۱) اگر کتے نے کئی شکار کئے اور اس میں سے نہیں کھایا، پھر ایک شکار میں کھا گیا تو یہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ جاہل ہونے کی علامت ہے، اور جو اس کے بعد شکار کرے گا وہ بھی نہیں کھایا جائے گا، جب تک کہ

عَلامَةُ الْجَهْلِ، وَلا مَا يَصِيدُهُ بَعْدَهُ حَتَّى يَصِيرَ مُعَلَّمًا عَلَى اخْتِلافِ الرِّوَايَاتِ كَمَا بَيَّنَّاهَا فِي الابْتِدَاءِ ٢ وَأَمَّا الصُّيُودُ الَّتِي أَخَذَهَا مِنْ قَبْلُ فَمَا أَكَلَ مِنْهَا لا تَظْهَرُ الْحُرْمَةُ فِيهِ لانْعِدَامِ الْمَحَلِّيَّةِ وَمَا لَيْسَ بِمُحْرَزٍ بِأَنْ كَانَ فِي الْمَفَازَةِ بِأَنْ لَمْ يَظْفَرْ صَاحِبُهُ بَعْدَ تَثْبُتِ الْحُرْمَةِ فِيهِ بِالاتِّفَاقِ، وَمَا هُوَ مُحْرَزٌ فِي بَيْتِهِ يَحْرُمُ عِنْدَهُ خِلافًا لَهُمَا ٣ هُمَا يَقُولانِ: إنَّ الْأَكْلَ لَيْسَ يَدُلُّ عَلَى الْجَهْلِ فِيمَا تَقَدَّمَ؛ لِأَنَّ الْحِرْفَةَ قَدْ تُنْسَى، وَلِأَنَّ فِيمَا أَحْرَزَهُ قَدْ أَمْضَى الْحُكْمَ فِيهِ الاجْتِهَادُ فَلا يُنْقَضُ بِاجْتِهَادٍ مِثْلِهِ؛ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ قَدْ حَصَلَ بِالْأَوَّلِ، بِخِلافِ غَيْرِ الْمُحْرَزِ؛ لِأَنَّهُ مَا حَصَلَ الْمَقْصُودُ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ لِبَقَائِهِ صَيْدًا مِنْ وَجْهٍ لِعَدَمِ الْإِحْرَازِ فَحَرَّمْنَاهُ احْتِيَاطًا

معلم نہ ہو جائے، اس اختلاف پر جو پہلے گزرا، جیسا کہ ہم نے شروع میں بیان کیا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ معلم بننے کا جو طریقہ ہے اس کو کتا چھوڑ دے تو اس کیا ہوا شکار حلال نہیں ہے۔

تشریح: کتے نے کئی شکار کئے اور نہیں کھایا، اس کے بعد اس نے شکار کھا لیا، تو جس شکار کو کھایا وہ حلال نہیں ہے، اور جو شکار اس کے بعد کرے گا وہ بھی حلال نہیں ہوگا، کیونکہ یہ کتا اب معلم نہیں رہا، اس کے بعد مسلسل تین مرتبہ شکار نہیں کھائے گا اور دوبارہ معلم بنے گا تب اس کا شکار حلال ہوگا۔

ترجمہ: ٢ بہر حال وہ شکار جو پہلے پکڑا تھا، تو جو اس میں سے انسان نے کھا لیا تو وہ حرام نہیں ہوگا کیونکہ اب وہ شکار ہی باقی نہیں رہا، اور جو شکار جمع نہیں ہوا مثلا وہ جنگل میں تھا اور مالک اس کو پا نہ سکا تو وہ بالاتفاق حرام ہے۔ اور جو شکار گھر میں محفوظ ہے وہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حرام ہے صاحبین اس کے خلاف میں ہے [یعنی وہ شکار حلال ہے]

تشریح: کتے کے کھا لینے سے پہلے جتنے شکار ہوئے، اس کی تین قسمیں ہیں [١] وہ شکار جسکو انسان نے پکا کر کھا لیا، وہ اب موجود نہیں ہے اس لئے وہ حلال ہوگا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ یہ معلم کتے کا شکار تھا، یوں بھی اس کو حرام کرنے سے اب فائدہ کیا ہے اس کو پیٹ سے تو نہیں نکال سکتے۔ [٢] ایسا شکار کہ مالک کو ملا ہی نہیں، مثلا جنگل میں کھو گیا، اس کو حرام قرار دیا جائے گا۔ [٣] وہ شکار جو ابھی مالک کے گھر میں موجود ہے، اس کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ یہ حرام ہے، اور صاحبینؒ کی رائے ہے کہ وہ شکار حلال ہے، کیونکہ کتے کے جاہل بننے سے پہلے کا شکار ہے، اس لئے اس کو حلال قرار دیا جائے۔

لغت: محرز: حرز سے مشتق ہے، محفوظ چیز۔ مفازۃ: جنگل۔ یظفر: ظفر سے مشتق ہے، پانا۔

ترجمہ: ٣ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ شکار کا کھا جانا پچھلے زمانے میں جہالت کی دلیل نہیں ہے، اس لئے کہ جو سیکھا ہے وہ کبھی بھول بھی سکتا ہے، اور اس لئے کہ جو شکار گھر میں جمع ہے اجتہاد سے اس میں حلت کا حکم نافذ کیا جا چکا ہے اس لئے وہ اس دوسرے اجتہاد سے نہیں ٹوٹے گا، اس لئے کہ پہلے اجتہاد سے مقصد حاصل ہو چکا ہے کہ وہ حلال ہے، بخلاف جس شکار کو ابھی

۴؎ وَلَهُ أَنَّهُ آيَةُ جَهْلِهِ مِنَ الِابْتِدَاءِ؛ لِأَنَّ الْحِرْفَةَ لَا يُنْسَى أَصْلُهَا، فَإِذَا أَكَلَ تَبَيَّنَ أَنَّهُ كَانَ تَرَكَ الْأَكْلَ لِلشِّبَعِ لَا لِلْعِلْمِ، ۵؎ وَتَبَدَّلَ الِاجْتِهَادُ قَبْلَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ؛ لِأَنَّهُ بِالْأَكْلِ فَصَارَ كَتَبَدُّلِ

تک گھر میں جمع نہیں کیا اس میں پورے طور پر مقصد حاصل نہیں ہوا ہے، کیونکہ جنگل میں رہنے کی وجہ سے ابھی تک وہ شکار ہی ہے، اس لئے احتیاطا ہم نے اس کو حرام قرار دیا۔

تشریح : یہاں عبارت پیچیدہ ہے، غور سے سمجھیں۔ یہاں دو قسم کے شکار کے بارے میں حکم بیان کر رہے ہیں [۱] ایک قسم جو ابھی تک جنگل میں پڑا ہوا ہے اور پایا نہیں ہے، اور دوسری قسم جو شکار گھر میں ابھی رکھا ہوا ہے۔، جنگل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ابھی تک شکار کے درجے میں ہے کیونکہ ابھی تک پایا نہیں ہے اس لئے اس کے بارے میں احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ حرام قرار دیا جائے۔ اور جو شکار گھر میں لایا ہے، اس کو یہی سوچ کر لایا ہے کہ معلم کتے کا شکار ہے، اس لئے اس کو حلال قرار دیا جائے گا۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پہلے معلم تھا اور معلم ہی کے زمانے میں شکار کیا ہے اس لئے اس کو حلال قرار دیا جائے، اور جو شکار کو کھایا ہے تو یہ ممکن ہے کہ معلم کتا اپنا ہنر بھول گیا ہے، اور کھا لیا۔

لغت : **فیما احرزه قد امضی الحکم فیه بالاجتهاد** : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جس شکار کو گھر میں لے گیا اس میں یہ اجتہاد کر کے لے گیا کہ کتا معلم ہے۔ **فلا ینقض باجتهاد مثله** : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب کھایا تو اب یہ اجتہاد ہو رہا ہے کہ کتا شروع سے جاہل تھا، اور بیچ میں جو نہیں کھایا تو پیٹ بھرنے کی وجہ سے نہیں کھایا، تاہم یہاں دو قسم کا اجتہاد ہو گیا، ایک اجتہاد یہ ہے کہ کتا معلم ہے، دوسرا اجتہاد یہ ہے کہ کتا شروع سے جاہل ہے۔ کتا معلم ہے اس کو گھر میں جو شکار ہے اس کے ساتھ لگایا جائے گا، اور اس کو حلال قرار دیا جائے گا۔ اور کتا شروع سے جاہل ہے اس کو جنگل میں پڑے شکار کے ساتھ لگایا جائے گا، اور اس کو حرام قرار دیا جائے گا۔

ترجمہ : ۴؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شکار کھا لینا شروع سے جاہل ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ اصل نہیں بھولتا ہے، لیکن جب کھا گیا تو تو ظاہر ہوا کہ کھانا جو چھوڑا تھا وہ پیٹ بھرنے کی وجہ سے چھوڑا تھا، معلم ہونے کی وجہ سے نہیں چھوڑا تھا۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شکار کو کھانے سے پتہ چلا کہ وہ کتا شروع سے جاہل تھا، اور گھر میں جو شکار ہے وہ جاہل کتے کا شکار ہے اس لئے وہ حلال نہیں ہے، اور درمیان میں جو نہیں کھایا وہ پیٹ بھرنے کی وجہ سے نہیں کھایا ہے معلم ہونے کی وجہ سے کھانا نہیں چھوڑا ہے۔

ترجمہ : ۵؎ پہلا اجتہاد مکمل ہونے سے پہلے ہی اجتہاد بدل گیا، اور وہ پکا کر کھانے سے مکمل ہوتا، تو ایسا ہو گیا کہ فیصلہ سے پہلے قاضی کا اجتہاد بدل گیا۔

اجْتِهَادِ الْقَاضِي قَبْلَ الْقَضَاءِ(۳۸۲) وَلَوْ أَنَّ صَقْرًا فَرَّ مِنْ صَاحِبِهِ فَمَكَثَ حِينًا ثُمَّ صَادَ لَا يُؤْكَلُ صَيْدُهُ ﴿۱﴾ لِأَنَّهُ تَرَكَ مَا صَارَ بِهِ عَالِمًا فَيُحْكَمُ بِجَهْلِهِ كَالْكَلْبِ إِذَا أَكَلَ مِنَ الصَّيْدِ

تشریح : یہ صاحبین کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا پہلا اجتہاد مکمل ہونے کے بعد دوسرا اجتہاد آیا ہے اس لئے اس سے پہلا اجتہاد نہیں ٹوٹے گا، اس کا جواب یہ دیا جا رہا ہے کہ پہلا اجتہاد [یعنی یہ معلم کتے کا شکار ہے] اس وقت مکمل ہوگا جب شکار کو پکا کر کھا چکا ہوتا، یہاں وہ شکار کو کھایا نہیں ہے بلکہ گھر میں پڑا ہے اس لئے اجتہاد مکمل نہیں ہوا اور اس سے پہلے یہ اجتہاد آ گیا کہ یہ جاہل کتے کا شکار ہے، اس لئے دوسرے اجتہاد کو مانا جائے گا اور اس شکار کو حرام قرار دیا جائے گا، اس کی مثال یہ ہے کہ قاضی کا ایک سوچ تھا، فیصلہ کرنے سے پہلے دوسرا سوچ آ گیا تو اب دوسرے سوچ پر فیصلہ کرے گا، اور پہلے سوچ کو توڑنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کے مکمل ہونے سے پہلے دوسرا سوچ آیا ہے۔

لغت : اجتہاد : یہاں اجتہاد کا مطلب ہے کہ کتا معلم ہے یا کتا جاہل ہے۔ حرفة : سیکھا ہوا فن۔ شبع : پیٹ بھرا ہونا۔ للعلم : معلم کتا ہونا۔

ترجمہ : (۳۸۲) اگر شکرہ مالک سے بھاگ گیا پھر تھوڑی دیر ٹھہرا، پھر اس نے شکار کیا تو یہ شکار نہیں کھایا جائے گا،

ترجمہ : ۱ اس لئے کہ جس چیز سے وہ معلم بنتا تھا [یعنی بلانے پر آنا] اس کو اس نے چھوڑ دیا، اس لئے اس پر جاہل ہونے کا حکم لگایا جائے گا، جیسی کتا شکار کو کھالے تو اس پر جاہل ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ معلم بننے کا جو طریقہ ہے اس کو پرندہ چھوڑ دے تو اس کیا ہوا شکار حلال نہیں ہے۔

تشریح : معلم شکرہ مالک سے بھاگ گیا، کئی مرتبہ بلانے کے بعد بھی نہیں آیا، کچھ دیر کے بعد اس نے شکار کیا تو یہ شکار حلال نہیں ہے۔

وجہ : (۱) مالک کے بلانے سے آ جانے پر شکرہ معلم بنتا ہے، یہ نہیں آیا، اس لئے اب معلم نہیں رہا جاہل ہو گیا اس لئے اس کا کیا ہوا شکار حلال نہیں ہے، اب دوبارہ تین مرتبہ بلائے اور آ جائے تو یہ معلم بنے گا پھر اس کیا ہوا شکار حلال ہوگا۔ (۲) قول تابعی میں ہے۔ **عن حماد قال اذا انتف الطير او اكل فكل فانما تعليمه ان يرجع اليك۔** (مصنف ابن ابی شیبة ۱۳ البازی یأ کل من صیدہ ج رابع، ص ۲۴۵ نمبر ۱۹۶۴۶) (۳) دوسری روایت میں ہے۔ **عن عامر و الحكم قالا اذا ارسلت صقرک او بازک ثم دعوته فاتاک فذاک علمه فان ارسلت على صيد فاكل فكل.** (مصنف ابن ابی شیبة، باب بالا نمبر ۱۹۶۴۷) ان قول تابعی میں ہے کہ بلانے پر آ جائے تو وہ معلم بنے گا، یہ نہیں آیا اس لئے یہ جاہل ہو گیا۔

ترجمہ : (۳۸۳) اگر کتے نے شکار کا خون پی لیا لیکن کھایا نہیں تو وہ شکار کھایا جائے گا۔

ترجمہ : ۱ اس لئے کہ شکار کو مالک کے لئے روکے رکھا ہے، بلکہ یہ زیادہ معلم ہونے کی دلیل ہے، کہ جو چیز مالک کے کام

(٣٨٣) وَلَوْ شَرِبَ الْكَلْبُ مِنْ دَمِ الصَّيْدِ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ أُكِلَ ﴿١﴾ ؛ لِأَنَّهُ مُمْسِكٌ لِلصَّيْدِ عَلَيْهِ، وَهَذَا مِنْ غَايَةِ عِلْمِهِ حَيْثُ شَرِبَ مَا لَا يَصْلُحُ لِصَاحِبِهِ وَأَمْسَكَ عَلَيْهِ مَا يَصْلُحُ لَهُ (٣٨٤) وَلَوْ أَخَذَ الصَّيْدَ مِنَ الْمُعَلَّمِ ثُمَّ قَطَعَ مِنْهُ قِطْعَةً وَأَلْقَاهَا إلَيْهِ فَأَكَلَهَا يُؤْكَلُ مَا بَقِيَ ﴿١﴾ لِأَنَّهُ لَمْ يَبْقَ صَيْدًا فَصَارَ كَمَا إذَا أَلْقَى إلَيْهِ طَعَامًا غَيْرَهُ، ٢ وَكَذَا إذَا وَثَبَ الْكَلْبُ فَأَخَذَهُ مِنْهُ وَأَكَلَ مِنْهُ؛ لِأَنَّهُ مَا أَكَلَ مِنَ الصَّيْدِ، وَالشَّرْطُ تَرْكُ الْأَكْلِ مِنَ الصَّيْدِ فَصَارَ كَمَا إذَا افْتَرَسَ

کی چیز نہیں ہے اس کو پی لیا اور جو اس کے کام کی چیز ہے اس کو چھوڑ دیا۔

تشریح: حدیث میں حرام ہونے کی اصل بنیاد ہے شکار کیا ہوا جانور کو کھانا وہ نہیں کھایا تو شکار حلال رہے گا، باقی رہا خون تو یہ مالک کے کام کی چیز نہیں ہے اس لئے اس کے پینے سے کتا جاہل نہیں بنے گا۔ بلکہ اس سے تو بڑا معلم بن گیا کہ جو چیز مالک کے کام کی ہے اس کو نہیں کھایا اور جو چیز اس کے کام کی نہیں ہے اس کو پی لیا۔

ترجمہ: (٣٨٤) اگر معلم کتے سے مالک نے شکار لے لیا، پھر شکار کا کچھ ٹکڑا کیا اور کتے کے سامنے ڈال دیا اور کتے نے اس کو کھالیا، تو مالک کے پاس جو شکار بچا ہے اس کو کھایا جائے گا۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ کتے نے شکار کرتے وقت اس کو نہیں کھایا ہے تو ایسا ہو گیا کہ مالک نے کوئی اور کھانا دیا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ شکار کرتے وقت نہیں کھایا، بلکہ مالک کو پکڑ وانے کے بعد کھایا تو بقیہ شکار حلال ہے۔

تشریح: مالک نے معلم کتے سے شکار حاصل کر لیا، اب اس شکار سے کچھ حصہ کاٹ کر کتے کو کھانے دیا تو مالک کے پاس جو بچا ہوا شکار ہے وہ حلال ہے۔

وجہ: کیونکہ کتے نے شکار کرتے وقت نہیں کھایا ہے بلکہ بعد میں مالک کا دیا ہوا کھانا کھایا ہے، اس لئے کتا جاہل نہیں ہوا اس لئے بقیہ شکار حلال ہے۔

ترجمہ: ٢ ایسے ہی کتے نے چھین کر مالک سے لے لیا تو بقیہ شکار کھایا جائے گا، اس لئے کہ شکار کرتے وقت نہیں کھایا ہے، اور شرط ہے شکار کرتے وقت کھائے، تو ایسا ہو گیا کہ مالک کی ذبح کی ہوئی بکری سے نوچ کھایا۔

تشریح: مالک نے کتے سے شکار لے چکا ہے، اب کتنے نے مالک سے شکار چھین کر اس میں سے تھوڑا کھالیا تب بھی بقیہ حصہ حلال ہے۔

وجہ: کیونکہ شکار کرتے وقت نہیں کھایا، یہ تو بہت بعد میں کھایا ہے، جیسے مالک کی ذبح کی ہوئی بکری میں سے کتا کھالے تو بکری کا بقیہ حلال ہے اسی طرح یہ شکار حلال رہے گا۔

ترجمہ: ٣ بخلاف مالک کے پکڑنے سے پہلے کھالے [تو یہ شکار حلال نہیں ہے] اس لئے کہ ابھی یہ شکار کرنے کی حالت

شَاتَهُ، ۳؎ بِخِلَافِ مَا إِذَا فَعَلَ ذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُحْرِزَهُ الْمَالِكُ؛ لِأَنَّهُ بَقِيَتْ فِيهِ جِهَةُ الصَّيْدِيَّةِ (۳۸۵) وَلَوْ نَهَسَ الصَّيْدَ فَقَطَعَ مِنْهُ بِضْعَةً فَأَكَلَهَا ثُمَّ أَدْرَكَ الصَّيْدَ فَقَتَلَهُ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ لَمْ يُؤْكَلْ﴿۱؎ لِأَنَّهُ صَيْدُ كَلْبٍ جَاهِلٍ حَيْثُ أَكَلَ مِنَ الصَّيْدِ (۳۸۶)(وَلَوْ أَلْقَى مَا نَهَسَهُ وَاتَّبَعَ الصَّيْدَ فَقَتَلَهُ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ وَأَخَذَهُ صَاحِبُهُ ثُمَّ مَرَّ بِتِلْكَ الْبِضْعَةِ فَأَكَلَهَا يُؤْكَلُ الصَّيْدُ﴾۱؎ لِأَنَّهُ لَوْ أَكَلَ مِنْ نَفْسِ الصَّيْدِ فِي هَذِهِ الْحَالَةِ لَمْ يَضُرَّهُ، فَإِذَا أَكَلَ مَا بَانَ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لِصَاحِبِهِ

میں ہے۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ: (۳۸۵) کتے نے شکار کونوچا اور اس سے کچھ ٹکڑا کاٹ لیا اور اس کو کتے نے کھالیا پھر شکار کو پکڑ کر اس کو مار دیا اور اس میں سے نہیں کھایا تو یہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ جاہل کتے کا شکار ہے، کیونکہ اس نے شکار کرتے وقت کھایا ہے۔

اصول: کتا چھوڑنے کے وقت سے مالک شکار کو پکڑے اس وقت تک شکار کرنے کی حالت ہے، اس درمیان میں کتا کھائے گا تو کتا جاہل ہو جائے گا، معلم نہیں رہے گا۔

تشریح: کتے نے نوچ کر شکار کا کچھ حصہ کھالیا پھر شکار کو پکڑا اور اس کو مار دیا، اب اس میں کتے نے نہیں کھایا، تب بھی یہ شکار نہیں کھایا جائے گا، کیونکہ شکار کرنے کی حالت میں کتے نے کھایا ہے۔۔

لغت: نہس: نوچنا۔ بضعۃ: کوئی ٹکڑا، کوئی عضو۔

ترجمہ: (۳۸۶)، جو ٹکڑا نوچا تھا کتے نے اس کو پھینک دیا اور شکار کے پیچھے گیا اور اس کو مار دیا، اور اس سے نہیں کھایا اور مالک نے شکار کو پکڑ لیا، اب کتا اس ٹکڑے کے پاس سے گزرا اور اس کو کھالیا تو یہ شکار کھایا جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اس حالت میں اگر خود شکار سے کھالیتا تو شکار کو کوئی نقصان نہیں ہے، پس جب اس سے جدا شدہ ٹکڑے کو کھایا جو مالک کے لئے حلال نہیں ہے تو زیادہ بہتر ہے کہ اس شکار کو کھایا جائے۔

تشریح: کتے نے شکار کا ایک ٹکڑا الگ کر کے رکھ دیا اور اس کو کھایا نہیں، پھر شکار کو پکڑا اور مار ڈالا، جب مالک نے اس شکار کو پکڑ لیا اس کے بعد کتے نے الگ شدہ ٹکڑے کو کھایا تو شکار حلال ہے۔

وجہ: جب تک کتا شکار کرنے کی حالت میں تھا تو شکار کے ٹکڑے کو کھایا نہیں ہے، شکار کی حالت ختم ہونے کے بعد ٹکڑے کو کھایا ہے اس لئے کتا جاہل نہیں ہوا اس لئے بقیہ شکار مالک کے لئے حلال ہے۔۔ ما بان: جو جدا ہوا۔

ترجمہ: ۲؎ بخلاف پہلی صورت کے [وہاں شکار حلال نہیں تھا] کیونکہ کتے نے شکار کی حالت میں کھایا تھا، اس لئے کتا

أَوْلَى، ۲ بِخِلَافِ الْوَجْهِ الْأَوَّلِ؛ لِأَنَّهُ أَكَلَ فِي حَالَةِ الِاصْطِيَادِ فَكَانَ جَاهِلًا مُمْسِكًا لِنَفْسِهِ، ۳ وَلِأَنَّ نَهْسَ الْبِضْعَةِ قَدْ يَكُونُ لِيَأْكُلَهَا وَقَدْ يَكُونُ حِيلَةً فِي الِاصْطِيَادِ لِيَضْعُفَ بِقَطْعِ الْقِطْعَةِ مِنْهُ فَيُدْرِكَهُ، فَالْأَكْلُ قَبْلَ الْأَخْذِ يَدُلُّ عَلَى الْوَجْهِ الْأَوَّلِ، وَبَعْدَهُ عَلَى الْوَجْهِ الثَّانِي فَلَا يَدُلُّ عَلَى جَهْلِهِ. (۳۸۷) قَالَ: وَإِنْ أَدْرَكَ الْمُرْسِلُ الصَّيْدَ حَيًّا وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يُذَكِّيَهُ، وَإِنْ تَرَكَ تَذْكِيَتَهُ حَتَّى مَاتَ لَمْ يُؤْكَلْ، وَكَذَا الْبَازِيُّ وَالسَّهْمُ ﴾ ا لِأَنَّهُ قَدَرَ عَلَى الْأَصْلِ قَبْلَ حُصُولِ الْمَقْصُودِ بِالْبَدَلِ، إِذْ الْمَقْصُودُ هُوَ الْإِبَاحَةُ وَلَمْ تَثْبُتْ قَبْلَ مَوْتِهِ فَبَطَلَ حُكْمُ الْبَدَلِ،

جاہل ہو گیا اور اپنے لئے شکار کرنے والا ہوا۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: ۳ اور اس لئے کہ نوچنا کبھی ہوتا ہے اس کو کھانے کے لئے، اور کبھی شکار پکڑنے کا حیلہ ہوتا ہے تا کہ اس کا ٹکڑا کاٹ کر شکار کو کمزور کر دیا جائے اور اس کو پکڑ لیا جائے، اس لئے شکار کو پکڑنے سے پہلے کھانا پہلی صورت پر دلالت کرتا ہے [کہ کھانے کے لئے نوچا ہے] اور مالک کو شکار دینے کے بعد کھایا تو دوسری صورت پر [شکار کو کمزور کرنے کے لئے نوچا ہے] اس لئے کتا جاہل نہیں ہوا۔

تشریح: نوچ کر عضو کاٹنا دو وجہ سے ہیں [۱] اور اگر مالک کو شکار دینے سے پہلے ٹکڑا کھا لیا تو سمجھا جائے گا کہ یہ نوچنا اپنے کھانے کے لئے تھا، اس لئے کتا جاہل ہو گیا، اور اس کا کیا ہوا شکار حرام ہے [۲] دوسرا اس لئے کہ شکار کمزور ہو جائے پھر شکار کو پکڑا جا سکے، پس اگر مالک کو شکار دینے کے بعد ٹکڑے کو کھایا تو سمجھا جائے گا کہ یہ نوچنا شکار کو کمزور کرنے کے لئے ہے، اس لئے یہ کتا جاہل نہیں ہے اور اس کا کیا ہوا شکار حلال ہے۔

ترجمہ: (۳۸۷) اگر چھوڑنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو اس پر واجب ہے کہ اس کو ذبح کرے۔ اگر اس کے ذبح کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ مر گیا تو نہیں کھایا جائے گا۔ یہی حال ہے باز اور تیر کا۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ بدل سے مقصد حاصل ہونے سے پہلے اصل پر قادر ہو گیا، اس لئے کہ اصل مقصود کھانا مباح کرنا ہے اور مرنے سے پہلے یہ ثابت نہیں ہوا اس لئے بدل کا حکم باطل ہو گیا۔

تشریح: کتا یا باز یا تیر چھوڑنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو اس کو فوراً ذبح کرنا چاہئے تب شکار حلال ہوگا۔ لیکن سستی کی اور ذبح نہیں کیا اور شکار مر گیا تو اب حلال نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) کتے کا پھاڑنا یا باز کا پھاڑنا یا تیر لگنے سے زخمی ہو جانے سے مر جائے تو اس کو ذبح اضطراری قرار دے کر حلال کر دیا گیا ہے۔ لیکن یہ حلت اس وقت تک ہے جبکہ اصل ذبح پر قادر نہ ہو۔ لیکن یہاں تو شکار کو زندہ پایا اور اصل ذبح پر قدرت ہے پھر

۲؎ وَهَذَا إذَا تَمَكَّنَ مِنْ ذَبْحِهِ أَمَّا إذَا وَقَعَ فِي يَدِهِ وَلَمْ يَتَمَكَّنْ مِنْ ذَبْحِهِ وَفِيهِ مِنْ الْحَيَاةِ فَوْقَ مَا يَكُونُ فِي الْمَذْبُوحِ لَمْ يُؤْكَلْ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ ۳؎ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ يَحِلُّ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَقْدِرْ عَلَى الْأَصْلِ فَصَارَ كَمَا إذَا رَأَى الْمَاءَ وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَى الِاسْتِعْمَالِ ۴؎ وَوَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّهُ قَدَرَ اعْتِبَارًا؛ لِأَنَّهُ ثَبَّتَ يَدَهُ عَلَى حَسَبِ تَفَاوُتِهِمْ فِي الْكِيَاسَةِ وَالْهِدَايَةِ فِي

بھی اصل شرعی ذبح نہیں کیا اور مر گیا تو حلال نہیں ہوگا (۲) آیت میں ہے۔ وما اکل السبع الا ما ذکیتم (آیت ۳ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ پھاڑ کھانے والا جانور پھاڑ دے تو ذبح کرنے کے بعد حلال ہے (۳) حدیث میں بھی اشارہ ہے۔ عن عدی بن حاتم قال قال رسول اللہ ﷺ اذا ارسلت کلبک فاذکر اسم اللہ فان امسک علیک فادرکتہ حیا فاذبحہ وان ادرکتہ قد قتل ولم یأکل منہ فکلہ (مسلم شریف، باب الصید بالکلاب المعلمۃ ص ۸۶۲، نمبر ۱۹۲۹/۴۹۸۱) (۴) عن قتادۃ قال ان اخذ کلبک صیدا فانتزعتہ منہ وھو حی فمات فی یدک قبل ان تذکیہ فلا تأکلہ (مصنف عبد الرزاق، باب صید الجارح وھل ترسل کلاب الصید علی الجیف، ج رابع، ص ۳۶۱، نمبر ۸۵۳۶/ مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۸ الرجل یأخذ الصید وبہ رمق ما قالوا فی ذلک وما جاء فیہ؟ ج رابع، ص ۲۴۴، نمبر ۱۹۶۲۵) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ جانور میں رمق باقی ہو اور ذبح نہیں کیا تو حلال نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ یہ تفصیل اس وقت ہے کہ ذبح پر قدرت ہوئی ہو، بہر حال اگر مالک کے ہاتھ میں شکار آیا اور ذبح نہ کر سکا، اور جتنی حیوۃ ذبح شدہ میں ہوتی ہے اس سے زیادہ حیوۃ تھی تو ظاہری روایت میں نہیں کھایا جائے گا۔

تشریح: مالک کے ہاتھ میں شکار آیا اور جتنی زندگی ذبح شدہ جانور میں ہوتی ہے اس سے زیادہ حیات تھی لیکن وقت کم ہونے کی وجہ سے، یا چھری نہ ہونے کی وجہ سے ذبح نہ کر سکا تو ظاہری روایت میں یہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو زندہ شکار ملا ہے، اس لئے ذبح کئے بغیر حلال نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ حلال ہے، اور یہی قول امام شافعیؒ کا ہے اس لئے کہ وہ اصل پر قادر نہیں ہوا، تو ایسا ہو گیا کہ تیمّم کرنے والے نے پانی تو دیکھا لیکن استعمال پر قادر نہ ہو سکا تو اس کا تیمّم نہیں ٹوٹے گا۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کی رائے ہے کہ یہ شکار حلال ہے۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اصل ذبح پر قادر نہیں ہوا اس لئے یہ شکار حلال ہوگا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ تیمّم کرنے والے نے پانی دیکھا لیکن کسی وجہ سے اس کو استعمال کرنے پر قادر نہیں ہوا تو اس کا تیمّم نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح یہاں شکار زندہ تو پایا لیکن اس کو ذبح کرنے پر قادر نہیں ہوا تو حلال رہے گا۔

ترجمہ: ۴؎ ظاہری روایت کی وجہ یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح ذبح پر قادر ہو گیا تھا، اس لئے کہ اس کا قبضہ شکار پر ہو گیا تھا،

أَمْرِ الذَّبْحِ فَأُدِيرَ الْحُكْمُ عَلَى مَا ذَكَرْنَا، ۵ بِخِلَافِ مَا إِذَا بَقِيَ فِيهِ مِنْ الْحَيَاةِ مِثْلُ مَا يَبْقَى فِي الْمَذْبُوحِ؛ لِأَنَّهُ مَيِّتٌ حُكْمًا، أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ وَهُوَ بِهَذِهِ الْحَالَةِ لَمْ يَحْرُمْ كَمَا إِذَا وَقَعَ وَهُوَ مَيِّتٌ وَالْمَيِّتُ لَيْسَ بِمُذْبَحٍ ٦ وَفَصَّلَ بَعْضُهُمْ فِيهَا تَفْصِيلًا وَهُوَ أَنَّهُ إِنْ لَمْ يَتَمَكَّنْ لِفَقْدِ الْآلَةِ لَمْ يُؤْكَلْ، وَإِنْ لَمْ يَتَمَكَّنْ بِضِيقِ الْوَقْتِ لَمْ يُؤْكَلْ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ؛ لِأَنَّهُ إِذَا

اتناہی ذبح کے قائم مقام ہے، اس لئے کہ اصل ذبح کا اعتبار کرنا ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ اس کے لئے ایک مدت چاہئے اور لوگ اس میں متفاوت ہوتے ہیں، کوئی ذہین ہوتا ہے، کوئی ہدایت یافتہ ہوتا ہے۔، اس لئے حکم کا مدار صرف قدرت پر ہوگا۔

وجه :عن ابراهيم قال اذا اخذت الصيد و به رمق فمات فى يدك فلا تأكله ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۸ الرجل یأ خذ الصید و بہ رمق ما قالوا فی ذلک و ما جاء فیہ؟ ج رابع ص ۲۴۴ نمبر ۱۹۶۲۵) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ جانور میں رمق باقی ہو اور ذبح نہیں کیا تو حلال نہیں ہے۔

تشریح : ظاہری روایت کی دلیل یہ ہے کہ صرف تھوڑی سی قدرت ہو جائے اتناہی ذبح کے واجب ہونے کے لئے کافی ہے ، باضابطہ ذبح ہو جائے اس پر حکم کا مدار نہیں رکھ سکتے ، کیونکہ کوئی ذبح کرنے میں ماہر ہوتا ہے وہ جلدی کرے گا اور کسی کو مہارت نہیں ہوتی ہے وہ بہت دیر کے بعد ذبح کرے گا، اس لئے باضابطہ ذبح ہو اس پر حکم کا مدار نہیں رکھا جا سکتا۔

لغت: کیاسۃ: کیس سے مشتق ہے، ذہین اور سمجھدار ہونا۔ ھدایۃ : ذبح کے معاملہ میں مہارت ہونا۔

ترجمہ :۵ بخلاف اگر اتنی حیات باقی ہے جتنی ذبح شدہ میں ہوتی ہے تو وہ مرجانے کے حکم میں ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر وہ اس حالت میں پانی میں گر جائے تب بھی وہ شکار حلال ہے، جیسے مرا ہوا شکار پانی میں گر جائے تو وہ حلال باقی رہتا ہے ، اور شکار مر جائے تو اس کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح : شکار پایا اور اس میں اتنی سی حیات ہے جتنی ذبح شدہ جانور میں ہوتی ہے، تو یہ حیات نہیں ہے صرف روح نکلنے کی وجہ سے پھڑک رہا ہے، یہ شکار مر چکا ہے اس لئے اس کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں، یہ حلال ہے، اس کی ایک مثال بیان کر رہے ہیں کہ یہ نیم جاں شکار پانی میں گر جائے تو یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ یہ پانی میں ڈوب کر مرا ہے، بلکہ یوں کہا جائے گا کہ پہلے سے مر چکا ہے، اس لئے یہ شکار حلال ہے، اگر یہ پانی میں ڈوبنے کے بعد مرتا تو حلال نہیں ہوتا۔

ترجمہ :٦ بعض حضرات نے یہ تفصیل کی کہ چھری کے گم ہونے کی وجہ سے ذبح نہ کر سکا تو نہیں کھایا جائے گا، اور وقت کے تنگ ہونے کی وجہ سے ذبح نہ کر سکا تو بھی ہمارے یہاں نہیں کھایا جائے گا، لیکن اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مالک کے ہاتھ میں آ چکا ہے تو اب وہ شکار نہیں رہا، اور اضطراری ذبح کا حکم باطل ہو گیا۔

تشریح :شکار میں ذبح شدہ بکری سے زیادہ حیات ہے [یعنی وہ مکمل زندہ ہے] ایسی حالت میں وہ ملا، لیکن چھری نہ ہونے

وَقَعَ فِي يَدِهِ لَمْ يَبْقَ صَيْدًا فَبَطَلَ حُكْمُ ذَكَاةِ الِاضْطِرَارِ ، ۷ وَهَذَا إِذَا كَانَ يُتَوَهَّمُ بَقَاؤُهُ، أَمَّا إِذَا شَقَّ بَطْنَهُ وَأَخْرَجَ مَا فِيهِ ثُمَّ وَقَعَ فِي يَدِ صَاحِبِهِ حَلَّ ؛ لِأَنَّ مَا بَقِيَ اضْطِرَابُ الْمَذْبُوحِ فَلَا يُعْتَبَرُ كَمَا إِذَا وَقَعَتْ شَاةٌ فِي الْمَاءِ بَعْدَمَا ذُبِحَتْ ۸ وَقِيلَ هَذَا قَوْلُهُمَا، أَمَّا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فَلَا يُؤْكَلُ أَيْضًا ؛ لِأَنَّهُ وَقَعَ فِي يَدِهِ حَيًّا فَلَا يَحِلُّ إِلَّا بِذَكَاةِ الِاخْتِيَارِ رُدَّ إِلَى الْمُتَرَدِّيَةِ عَلَى مَا نَذْكُرُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى ۹ هَذَا الَّذِي ذَكَرْنَا إِذَا تَرَكَ التَّذْكِيَةَ، فَلَوْ أَنَّهُ ذَكَّاهُ حَلَّ أَكْلُهُ عِنْدَ

کی وجہ سے ذبح نہ کر سکا اور وہ مر گیا تو بالاتفاق حلال نہیں ہے، کیونکہ اس کو ذبح کرنے کا موقع تھا، اب وہ شکار نہیں رہا پالتو جانور بن گیا اس لئے ذبح اضطراری نہیں چلے گا۔ اور اگر وقت کے تنگ ہونے کی وجہ سے ذبح نہ کر سکا تب بھی ہمارے نزدیک حلال نہیں ہے، کیونکہ اس نے زندہ شکار پایا ہے، اس لئے ذبح اضطراری نہیں چلے گا، اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شکار حلال ہے، کیونکہ اس کو ذبح کرنے کا وقت ہی نہیں ملا۔ اس لئے ذبح اضطراری ہی کافی ہوگا۔

ترجمہ: ۷ یہ تفصیل جب ہے کہ شکار کے باقی رہنے کی امید ہو، لیکن اگر شکار کا پیٹ پھاڑ دیا اور جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے سب نکال دیا پھر مالک کو ملا تو حلال ہے اس لئے کہ زتنی حیات باقی ہے وہ ذبح شدہ جانور کی پھڑک کی طرح ہے اس لئے اتنی حیات کا اعتبار نہیں ہے۔ جیسے بکری ذبح کرنے کے بعد پانی میں گر جائے تو وہ بکری حلال ہے۔

تشریح: شکار کو پھاڑ چکا ہے اور اس کی انتڑی نکال چکا ہے، جس سے اندازہ یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد مر جائے گا تو یہ بغیر ذبح کئے بھی حلال ہے۔

وجہ: کیونکہ یہ گویا کہ مر چکا ہے، صرف تھوڑا سا پھڑ پھڑا رہا ہے۔

ترجمہ: ۸ کہا گیا کہ یہ صاحبین کا قول ہے، بہر حال امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نہیں کھایا جائے گا، اسلئے کہ اس نے زندہ پایا، اس لئے اختیاری ذبح کے بغیر حلال نہیں ہوگا، لڑھک کر گرنے کی طرف پھیرتے ہوئے، جیسا کہ ہم بعد ذکر کریں گے

تشریح: صاحبینؒ کے یہاں ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ شکار کھایا نہیں جائے گا، کیونکہ اس کو زندہ شکار ملا اور ذبح نہیں کیا، چاہے تھوڑی ہی دیر کے لئے زندہ ملا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ جانور لڑھک کر نیچے گرا جس سے اس کی آنت نکل گئی تو ذبح کرے گا تو حلال ہوگا اور ذبح نہیں کیا تو حلال نہیں، اسی طرح یہاں بھی ذبح کرے گا تو حلال ہوگا ورنہ نہیں۔

ترجمہ: ۹ یہ جو ذکر کیا حلال نہیں ہے جبکہ ذبح کرنا چھوڑ دے پس اگر ذبح کر دے تو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں اس کا کھانا حلال ہو جائے گا۔

تشریح: اوپر جو ذکر کیا کہ شکار حلال نہیں ہے اس وقت ہے کہ جبکہ ذبح نہ کیا ہو، لیکن اگر اس حال میں بھی شکار کو ذبح کر دیا

أَبِي حَنِيفَةَ، ١٠ؕ وَكَذَا الْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ، وَالَّذِي يَبْقُرُ الذِّئْبُ بَطْنَهُ وَفِيهِ حَيَاةٌ خَفِيَّةٌ أَوْ بَيِّنَةٌ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى لِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿إِلا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ [المائدة: 3] اسْتَثْنَاهُ مُطْلَقًا مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ ١١ؕ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ إذَا كَانَ بِحَالٍ لَا يَعِيشُ مِثْلُهُ لَا يَحِلُّ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مَوْتُهُ بِالذَّبْحِ وَقَالَ مُحَمَّدٌ: إنْ كَانَ يَعِيشُ فَوْقَ مَا يَعِيشُ الْمَذْبُوحُ يَحِلُّ وَإِلَّا فَلَا؛ لِأَنَّهُ لَا مُعْتَبَرَ

توامام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلال ہوجائے گا۔

ترجمہ :١٠ؕ ایسے ہی لڑھکا ہوا، سینگ مارا ہوا، لاٹھی سے مارا ہوا، اور بھیڑئے نے جس کا پیٹ پھاڑا ہوا، اور اس میں پوشیدہ حیات ہو، یا واضح حیات ہو، اور اسی پر فتوی ہے اللہ تعالی کا قول الا ما ذکیتم سے استدلال کرتے ہوئے، بغیر کسی تفصیل کے استثنی کیا ہے۔

لغت :متردیۃ: تردسے مشتق ہے لڑھکنا، متردیۃ: وہ جانور جو لڑھکنے سے مرجائے ۔النطیحۃ: جانور سینگ مارے اس سے کوئی جانور مرجائے ۔موقوذۃ: وقذ سے مشتق ہے، بھینچ کر مارے، یا لاٹھی مارنے سے جانور مرجائے ۔بقر: پیٹ پھاڑ دینا۔ ذئب: بھیڑیا۔ حیوۃ خفیۃ: وہ حیات جس سے صرف اتنا اندازہ ہو کہ یہ ابھی زندہ ہے۔ حیوۃ ظاہرۃ: ظاہری حیات، ایسی حیات جو ذبح شدہ کی حیات سے بڑھ کر ہو۔

تشریح: یہی حال لڑھک کر گرے ہوئے جانور کا ہے، اور سینگ سے مارا، اور لاٹھی سے مارا، یا بھیڑئے نے پیٹ پھاڑ ڈالا تو اگر حیات خفیہ ہو یا حیات ظاہرہ ہو دونوں صورتوں میں ذبح کر دیا تو حلال ہوگا، اور ذبح نہیں کیا تو حرام ہوگا۔

وجہ : کیونکہ آیت میں ان سب کو ذکر کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ مگر ذبح کر دیا تو حلال ہے، اور اس میں یہ فرق نہیں کیا کہ حیات ظاہرہ ہو یا خفیہ ہو، جس کا مطلب یہ نکلا کہ دونوں حیت میں ذبح کرنے سے حلال ہوجائے گا، اور ذبح نہیں کرے گا تو حرام ہوگا۔ آیت یہ ہے۔ حرمت علیکم المیتۃ .....و المنخنقۃ و الموقوذۃ و المتردیۃ و النطیحۃ و ما اکل السبع الا ما ذکیتم ۔(آیت ۳، سورۃ المائدۃ ۵)

ترجمہ :١١ؕ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر جانور اس حال میں ہے کہ اس طرح کا جانور زندہ نہیں رہتا تو ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوگا، کیونکہ ذبح کرنے سے اس کی موت نہیں ہوئی ہے [بلکہ پھاڑنے کی وجہ سے موت ہوئی ہے]، اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ذبح شدہ کی حیات سے زیادہ ہے تو حلال ہوگا ورنہ نہیں اس لئے کہ اس سے کم حیات کا کوئی اعتبار نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے ثابت کیا۔

تشریح: لڑھک کر جانور نیچے گرا اور اس کی حالت ایسی ہے کہ اب زندہ نہیں رہ سکتا تو اس کو ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی موت ذبح سے نہیں ہوئی ہے، بلکہ لڑھکنے سے ہوئی۔

بِهَذِهِ الْحَيَاةِ عَلَى مَا قَرَّرْنَاهُ (۳۸۸) وَلَوْ أَدْرَكَهُ وَلَمْ يَأْخُذْهُ، فَإِنْ كَانَ فِي وَقْتٍ لَوْ أَخَذَهُ أَمْكَنَهُ ذَبْحُهُ لَمْ يُؤْكَلْ ﴿لِ لِأَنَّهُ صَارَ فِي حُكْمِ الْمَقْدُورِ عَلَيْهِ (۳۸۹)وَإِنْ كَانَ لَا يُمْكِنُهُ ذَبْحُهُ أُكِلَ ﴿لِ لِأَنَّ الْيَدَ لَمْ تَثْبُتْ بِهِ، وَالتَّمَكُّنُ مِنْ الذَّبْحِ لَمْ يُوجَدْ (۳۹۰)وَإِنْ أَدْرَكَهُ فَذَكَّاهُ حَلَّ لَهُ﴿لِ لِأَنَّهُ إنْ كَانَ فِيهِ حَيَاةٌ مُسْتَقِرَّةٌ فَالذَّكَاةُ وَقَعَتْ مَوْقِعَهَا بِالْإِجْمَاعِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ حَيَاةٌ مُسْتَقِرَّةٌ؛ فَعِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ - رَحِمَهُ اللَّهُ - ذَكَاتُهُ الذَّبْحُ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ وَقَدْ وُجِدَ، وَعِنْدَهُمَا لَا يُحْتَاجُ إلَى الذَّبْحِ(۳۹۱) (وَإِذَا أَرْسَلَ كَلْبَهُ الْمُعَلَّمَ عَلَى صَيْدٍ وَأَخَذَ غَيْرَهُ حَلَّ﴾

اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اس میں ذبح شدہ جانور سے زیادہ حیات ہے اور ذبح کر دیا تو حلال ہو جائے گا، چاہے ایسی حالت ہو کہ یہ جانور اب زندہ نہیں رہ سکے گا۔ اور اگر اس میں ذبح شدہ بکری کی جو حیات ہوتی ہے ایسی حیات ہے تو ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوگا، کیونکہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ یہ حیات نہیں ہے بلکہ روح نکلنے کی پھڑک ہے۔

ترجمہ :(۳۸۸) اگر شکار کو پایا لیکن اس کو پکڑا نہیں پس اگر اتنا وقت تھا کہ اس کو پکڑ کر ذبح کر سکتا تھا تو کھایا نہیں جائے گا

ترجمہ :لِ اس لئے کہ اس کو ذبح کرنے پر قدرت ہوگئی اس حکم میں ہے۔

تشریح : پکڑنے اور ذبح کرنے کا وقت تھا، اور ذبح نہیں کیا تو حلال نہیں ہوگا، کیونکہ ذبح اختیاری پر قدرت کے باوجود بھی اس کو نہیں کیا۔

ترجمہ:(۳۸۹) اور اگر ذبح کی قدرت نہیں تھی تو کھایا جائے گا۔

ترجمہ :لِ اس لئے کہ اس کا قبضہ نہیں ہوا اور اس کو ذبح کی قدرت نہیں ہوئی۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ:(۳۹۰) اور اگر شکار کو پا لیا اور اس کو ذبح بھی کر لیا تو حلال ہو جائے گا۔

ترجمہ :لِ اس لئے کہ اگر اس میں زندگی موجود تھی تو یہ ذبح بالاجماع وقت پر ہوا، اور اگر اس میں زندگی نہیں تھی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ذبح کرنے سے حلال ہوا، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اور یہ بات پائی گئی۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک ذبح کی ضرورت نہیں ہے

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کا قاعدہ یہ تھا کہ ایسی حالت میں پایا جس میں کچھ حیات تھی، چاہے حیات خفیہ ہو، چاہے حیات ظاہرہ ہو تو اس کو ذبح کرنا لازم ہے، اور اوپر کی صورت میں ذبح کر دیا تو حلال ہو گیا۔ اور صاحبین حیات خفیہ تھی تو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں تھی اس لئے حلال رہا۔

ترجمہ :(۳۹۱) کتے کو ایک شکار پر بھیجا اس نے دوسرے کو پکڑ لیا تو دوسرا حلال ہے۔

ل وَقَالَ مَالِكٌ: لَا يَحِلُّ؛ لِأَنَّهُ أَخَذَهُ بِغَيْرِ إِرْسَالٍ؛ إِذْ الْإِرْسَالُ مُخْتَصٌّ بِالْمُشَارِ إِلَيْهِ ٢ وَلَنَا أَنَّهُ شَرْطٌ غَيْرُ مُفِيدٍ؛ لِأَنَّ مَقْصُودَهُ حُصُولُ الصَّيْدِ إِذْ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْوَفَاءِ بِهِ؛ إِذْ لَا يُمْكِنُهُ تَعْلِيمُهُ عَلَى وَجْهٍ يَأْخُذُ مَا عَيَّنَهُ فَسَقَطَ اعْتِبَارُهُ(٢٩٣)وَلَوْ أَرْسَلَهُ عَلَى صَيْدٍ كَثِيرٍ وَسَمَّى مَرَّةً وَاحِدَةً حَالَةَ الْإِرْسَالِ، فَلَوْ قَتَلَ الْكُلَّ يَحِلُّ بِهَذِهِ التَّسْمِيَةِ الْوَاحِدَةِ﴾ ل لِأَنَّ الذَّبْحَ يَقَعُ بِالْإِرْسَالِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَلِهَذَا تُشْتَرَطُ التَّسْمِيَةُ عِنْدَهُ وَالْفِعْلُ وَاحِدٌ فَيَكْفِيهِ تَسْمِيَةٌ وَاحِدَةٌ، بِخِلَافِ ذَبْحِ الشَّاتَيْنِ بِتَسْمِيَةٍ وَاحِدَةٍ؛ لِأَنَّ الثَّانِيَةَ تَصِيرُ مَذْبُوحَةً بِفِعْلٍ غَيْرِ الْأَوَّلِ فَلَا بُدَّ مِنْ

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ شکار کو متعین کرنا ممکن نہیں ہے۔ کسی بھی شکار کو پکڑے گا تو حلال ہوگا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ مالک کا مقصد کوئی بھی شکار ہے، اس لئے دوسرے کو پکڑ لیا تو یہ بھی شکار ہی ہے، اور کتے کو متعین شکار کو پکڑنے کی تعلیم دینا ممکن نہیں ہے اس لئے کسی بھی شکار کو پکڑ لیا تو حلال ہو جائے گا، کیونکہ بھیجنا پایا گیا۔

ترجمہ: ل اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ حلال نہیں ہے اس لئے کہ جس پر بھیجا تھا وہ شکار نہیں پکڑا، اس لئے کہ جس پر بھیجا تھا اسی کو پکڑنا ضروری ہے۔

اصول: انکا اصول یہ ہے کہ جس شکار پر بھیجا تھا اسی کو پکڑنا ضروری ہے۔

ترجمہ ٢ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جس پر بھیجا اسی کو پکڑنے کی شرط فائدہ مند نہیں ہے، اس لئے کہ مالک کا مقصد تو شکار ہے، پھر کتا اس شرط کو پورا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا، اس لئے کہ متعین شکار کو پکڑنے کی تعلیم دینا ممکن نہیں ہے، اس لئے اس کی شرط لگانا ساقط ہوگا۔

تشریح: پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمہ: (٣٩٢) اگر بہت سارے شکار پر کتا چھوڑا اور چھوڑتے وقت ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھا اور سب کو مار دیا تو اس ایک بسم اللہ سے سب حلال ہیں۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ بھیجنے سے ذبح ہو گیا جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ اسی لئے چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، اور ایک ہی فعل ہے اس لئے ایک بسم اللہ کافی ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ایک مرتبہ چھوڑنے میں کئی شکار مارے گئی تو فعل ایک ہے اس لئے سب حلال ہیں۔

تشریح: بسم اللہ پڑھ کر بہت سارے شکار پر کتا چھوڑا اور سب کو کتے نے مار دیا تو سب حلال ہیں۔

وجہ: سب کے لئے ایک مرتبہ چھوڑا ہے اور اس وقت بسم اللہ بھی پڑھا ہے، اس لئے یہی چھوڑنا سب کے لئے کافی ہے۔

ترجمہ: ٢ بخلاف ایک ہی بسم اللہ میں دو بکری ذبح کی اس لئے کہ دوسرا فعل پہلے کے علاوہ ہے، اس لئے اس کے لئے

تَسْمِيَةٍ أُخْرَى، حَتَّى لَوْ أَضْجَعَ إِحْدَاهُمَا فَوْقَ الْأُخْرَى، وَذَبَحَهُمَا بِمَرَّةٍ وَاحِدَةٍ تَحِلَّانِ بِتَسْمِيَةٍ وَاحِدَةٍ (۳۹۳) وَمَنْ أَرْسَلَ فَهْدًا فَكَمَنَ حَتَّى يَسْتَمْكِنَ ثُمَّ أَخَذَ الصَّيْدَ فَقَتَلَهُ يُؤْكَلُ ﴿لِ﴾ ؛ لِأَنَّ مُكْثَهُ ذَلِكَ حِيلَةٌ مِنْهُ لِلصَّيْدِ لَا اسْتِرَاحَةٌ فَلَا يَقْطَعُ الْإِرْسَالَ وَكَذَا الْكَلْبُ إِذَا اعْتَادَ عَادَتَهُ(۳۹۴) وَلَوْ أَخَذَ الْكَلْبُ صَيْدًا فَقَتَلَهُ ثُمَّ أَخَذَ آخَرَ فَقَتَلَهُ وَقَدْ أَرْسَلَهُ صَاحِبُهُ أُكِلَا

دوسرا بسم الل چاہئے، چنانچہ اگر بکری کو اوپر نیچے لٹایا اور ایک ہی مرتبہ دونوں کو ذبح کیا تو ایک بسم اللہ سے دونوں بکریاں حلال ہوں گی۔

تشریح :ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھا اور دو الگ الگ بکریوں کو ذبح کیا تو دوسری حلال نہیں ہوگی، کیونکہ دوسرا ذبح کرنا الگ فعل ہے اس لئے اس کے لئے الگ سے بسم اللہ پڑھنا چاہئے، اور وہ نہیں ہوا اس لئے دوسری بکری حلال نہیں ہوگی، ہاں دونوں بکریوں کو اوپر نیچے لٹا دیا اور ایک ہی مرتبہ دونوں کو ذبح کیا تو اب دونوں حلال ہوگی، کیونکہ دونوں کے لئے ایک ہی فعل ہے۔

لغت:تصیر مذبوحة بفعل غیر الاول :دوسری بکری پہلے فعل کے علاوہ سے ذبح ہوئی۔ اضجع :لٹایا۔

ترجمہ:(۳۹۳)اگر چیتا شکار پر چھوڑا پس اس نے گھات لگائی تا کہ وہ شکار کر سکے پھر شکار کو پکڑا اور مار دیا تو کھایا جائے گا

ترجمہ :لِ اس لئے کہ اس کا ٹھہرنا شکار کرنے کا حیلہ ہے، آرام کے لئے نہیں ہے تو بھیجنے میں انقطاع نہیں ہوا، اور اگر کتے کو بھی یہ عادت پڑ گئی تو اس کا مارنا بھی حلال ہوگا۔

اصول:ایک اصول یہ ہے کہ مالک نے چھوڑا تو اسی روش پر شکار کرنے جانا چاہئے تب حلال ہوگا۔

اصول:دوسرا اصول یہ ہے کہ چیتے کا گھات میں بیٹھنا روش کو نہیں بدلتا، بلکہ یہ بھی شکار کی ایک صورت ہے۔

اصول :کتا گھات میں بیٹھے تو اس سے روش بدل جائے گا، اور اس کے بعد شکار کرے گا تو حلال نہیں ہوگا، کیونکہ کتے کا گھات میں بیٹھنا اس کی عادت نہیں ہے، لیکن کسی کتے کی یہ عادت بن جائے تو پھر روش نہیں بدلے گا۔

تشریح: چیتے کو شکار پر چھوڑا، اب وہ شکار کے گھات میں بیٹھ گیا، پھر اسی گھات میں شکار کیا تو یہ شکار حلال ہے، کیونکہ اس کے گھات میں روش نہیں بدلی بلکہ وہ شکار کرنے میں ہی شمار کیا جائے گا، کیونکہ گھات میں بیٹھنا چیتے کی عادت ہے، لیکن اگر کتا گھات میں بیٹھ گیا، پھر شکار کیا تو حلال نہیں، کیونکہ اس کی روش بدل گئی اور گویا کہ کتا آرام کرنے لگا، اور مالک کے بھیجنے پر وہ شکار کرنے نہیں گیا، بعد میں اپنی مرضی سے شکار کرنے گیا ہے، لیکن اگر کسی کتے کی عادت بن جائے کہ وہ گھات میں بیٹھتا ہے تو اب گھات میں بیٹھنے سے بھی شکار حلال ہوگا، کیونکہ یہ بھی شکار کی حالت بن گئی۔

لغت: کمن : گھات میں بیٹھنا۔استراحۃ : آرام کرنا، یہاں مراد ہے، مالک کے بھیجنے نہیں گیا اور آرام کرنے لگا۔

ترجمہ :(۳۹۴)اگر کتے نے شکار پکڑا اور اس کو مار دیا ، پھر دوسرے کو پکڑا اور اس کو مار دیا تو دونوں کھایا جائے گا۔

جَمِيعًا﴾ لِ لِأَنَّ الْإِرْسَالَ قَائِمٌ لَمْ يَنْقَطِعْ، وَهُوَ بِمَنْزِلَةِ مَا لَوْ رَمَى سَهْمًا إِلَى صَيْدٍ فَأَصَابَهُ وَأَصَابَ آخَرَ(٣٩٥) وَلَوْ قَتَلَ الْأَوَّلَ فَجَثَمَ عَلَيْهِ طَوِيلًا مِنَ النَّهَارِ ثُمَّ مَرَّ بِهِ صَيْدٌ آخَرُ فَقَتَلَهُ لَا يُؤْكَلُ الثَّانِي﴾ لِ لِانْقِطَاعِ الْإِرْسَالِ بِمُكْثِهِ إِذْ لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ حِيلَةً مِنْهُ لِلْأَخْذِ وَإِنَّمَا كَانَ اسْتِرَاحَةً، بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ (٣٩٦) وَلَوْ أَرْسَلَ بَازِيَهُ الْمُعَلَّمَ عَلَى صَيْدٍ فَوَقَعَ عَلَى شَيْءٍ ثُمَّ اتَّبَعَ الصَّيْدَ فَأَخَذَهُ وَقَتَلَهُ فَإِنَّهُ يُؤْكَلُ﴾ لِ وَهَذَا إِذَا لَمْ يَمْكُثْ زَمَانًا طَوِيلًا لِلِاسْتِرَاحَةِ، وَإِنَّمَا

ترجمہ: لِ اس لئے کہ بھیجنا قائم ہے منقطع نہیں ہوا ہے، اور وہ اس درجے میں ہے کہ تیر پھینکا پس وہ ایک شکار کو لگا اور دوسرے شکار کو بھی لگ گیا تو [دوسرا بھی حلال ہے]

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کتے کو ایک شکار پر بھیجنے میں کئی شکار کر لیا تو سب حلال ہیں، اس لئے کہ اس کی طرف بھیجنا پایا گیا۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۳۹۵) اگر کتے نے پہلے شکار کو مارا پھر اسی پر دن کے کچھ حصے تک پڑا رہا، پھر دوسرے شکار پر گزرا اور اس کو مار دیا تو دوسرا نہیں کھایا جائے گا۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ پڑے رہنے کی وجہ سے بھیجنا منقطع ہو گیا، اس لئے کہ یہ پکڑنے کے لئے حیلہ نہیں ہے، یہ تو آرام کے لئے ہے، بخلاف پہلے کے کہ وہ پکڑنے کے لئے گھات لگایا تھا۔

تشریح: کتے نے پہلے شکار کو پکڑا اور اس پر کچھ گھنٹے تک پڑا رہا، اس کے بعد دوسرا شکار پکڑا تو یہ دوسرا شکار حلال نہیں ہے، کیونکہ یہ پڑا رہنا حیلے کے لئے نہیں ہے، بلکہ آرام کے لئے ہے، اور اس کا دوسرا شکار کرنا اپنی مرضی سے ہے، مالک کے بھیجنے کی وجہ سے نہیں ہے۔

وجہ: عن عدی بن حاتم قال سألت رسول الله ﷺ قلت انا قوم نصید بهذه الکلاب قال اذا ارسلت کلابک المعلمة و ذکرت اسم الله فکل مما امسکن علیک۔ (بخاری شریف، باب اذا اکل الکلب، ص ۹۷۷، نمبر ۵۴۸۴) اس حدیث میں ہے کہ تم نے کتے کو بھیجا ہے اور بسم اللہ پڑھا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کتے کو بھیجا نہ ہو تو شکار حلال نہیں ہے۔

ترجمہ: (۳۹۶) اگر سیکھے ہوئے باز کو شکار پر بھیجا اور وہ کسی درخت پر جا کر بیٹھ گیا پھر شکار پکڑنے گیا اور اس کو پکڑا اور اس کو مار دیا تو وہ شکار کھایا جائے گا۔

ترجمہ: لِ یہ جب ہے کہ زیادہ دیر تک آرام کے لئے نہ ٹھہرا ہو، تھوڑی دیر گھات لگانے کے لئے ٹھہرا ہو، جیسا کہ ہم نے

مَكَثَ سَاعَةً لِلتَّمْكِينِ لِمَا بَيَّنَّاهُ فِي الْكَلْبِ(۳۹۷) وَلَوْ أَنَّ بَازِيًا مُعَلَّمًا أَخَذَ صَيْدًا فَقَتَلَهُ وَلَا يُدْرَى أَرْسَلَهُ إِنْسَانٌ أَمْ لَا لَا يُؤْكَلُ ﴿۱﴾ لِوُقُوعِ الشَّكِّ فِي الْإِرْسَالِ، وَلَا تَثْبُتُ الْإِبَاحَةُ بِدُونِهِ. (۳۹۸) قَالَ : وَإِنْ خَنَقَهُ الْكَلْبُ وَلَمْ يَجْرَحْهُ لَمْ يُؤْكَلْ ﴿۱﴾ لِأَنَّ الْجُرْحَ شَرْطٌ عَلَى

کتے کے بارے میں بیان کیا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ باز گھات لگانے کے لئے تھوڑی دیر درخت پر بیٹھتا ہے پھر شکار پر جاتا ہے اس لئے اس سے روش نہیں بدلے گا۔

تشریح: باز کو شکار پر بھیجا وہ تھوڑی دیر درخت پر بیٹھا پھر شکار پر گیا اور اس کو مار دیا تو یہ شکار حلال ہے، کیونکہ تھوڑی دیر بیٹھنا گھات لگانے کے لئے ہے اور اگر دیر تک بیٹھا رہا تو حلال نہیں ہوگا، کیونکہ اب روش بدل گئی اور مالک کی جانب سے بھیجنا نہیں پایا گیا۔

ترجمہ :(۳۹۷) اگر سیکھے ہوئے باز نے شکار پکڑا اور مار دیا، اور معلوم نہیں کہ کسی نے اس کو بھیجا تھا یا نہیں، تو نہیں کھایا جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ کیونکہ بھیجنے میں شک واقع ہو گیا، اور بغیر یقین کے مباح نہیں ہوگا۔

تشریح؛ واضح ہے۔

ترجمہ :(۳۹۸) اگر کتے نے شکار کا گلا گھونٹ دیا اور زخمی نہیں کیا تو نہیں کھایا جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ ظاہری روایت میں حلال ہونے کے لئے زخمی کرنا شرط ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

تشریح: کتے نے شکار کو پکڑا اور اتنا دبوچا کہ شکار مر گیا لیکن کسی جگہ زخمی نہیں کیا اور نہ خون نکلا تو یہ شکار حلال نہیں ہے۔

وجہ :(۱) ذبح اضطراری کے لئے ضروری ہے کہ جسم کے کسی حصے سے خون نکلے، یہاں تو کہیں سے خون نہیں نکلا اس لئے آیت کے مطابق یہ منخنقہ اور موقوذہ ہے۔ یعنی گلا گھونٹا ہوا یا دبوچ کر چورا کیا ہوا ہو گیا جو حرام ہے۔ آیت یہ ہے حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردیه والنطیحة وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب (آیت ۳ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں گلا گھونٹا ہوا اور دبوچ کر چور کئے ہوئے کو حرام قرار دیا ہے۔ اور کتے نے دبوچ کر چور کیا ہے اس لئے حرام ہو گیا (۲) وما علمتم من الجوارح (آیت ۴، سورۃ المائدۃ ۵) سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ پھاڑے تب حلال ہوگا ورنہ نہیں۔ کیونکہ اس میں لفظ جوارح ہے جس کا معنی پھاڑنا ہے۔ (۳) اور پھاڑنے کی دلیل یہ حدیث ہو سکتی ہے۔ عن عدی بن حاتم قال سألت رسول الله عن المعراض فقال اذا اصبت بحده فکل فاذا اصاب بعرضه فقتل فانه وقیذ فلا تأکل . (بخاری شریف، باب صید المعراض، ص ۹۷۵، نمبر ۵۴۷۶) اس حدیث میں ہے تیر کی دھار لگے تو حلال ہے اور اس کی لکڑی کا حصہ لگے تو حلال نہیں

ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ، ۲؎ وَهَذَا يَدُلُّكَ عَلَى أَنَّهُ لا يَحِلُّ بِالْكَسْرِ ۳؎ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ إِذَا كَسَرَ عُضْوًا فَقَتَلَهُ لا بَأْسَ بِأَكْلِهِ؛ لِأَنَّهُ جِرَاحَةٌ بَاطِنَةٌ فَهِيَ كَالْجِرَاحَةِ الظَّاهِرَةِ ۴؎ وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ جُرْحٌ يَنْتَهِضُ سَبَبًا لِإِنْهَارِ الدَّمِ وَلَا يَحْصُلُ ذَلِكَ بِالْكَسْرِ فَأَشْبَهَ التَّخْنِيقَ (۳۹۹)قَالَ :وَإِنْ شَارَكَهُ كَلْبٌ غَيْرُ مُعَلَّمٍ أَوْ كَلْبُ مَجُوسِيٍّ أَوْ كَلْبٌ لَمْ يُذْكَرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ يُرِيدُ بِهِ عَمْدًا لَمْ يُؤْكَلْ ۱؎ لِمَا رَوَيْنَا فِي حَدِيثِ عَدِيٍّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -،

ہے۔اس پر قیاس کرتے ہوئے باز اور کتا بھی زخمی کرے تب حلال ہے اور اگر زخمی نہ کرے تو گلا گھونٹ کر مارنے کی طرح ہے اس لئے حلال نہیں ہے۔

ترجمہ:۲؎ اور یہ عبارت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ٹوٹ جائے تو حلال نہیں ہوگا۔

تشریح: شکار کی چمڑی کے اندر گوشت ٹوٹ گیا، یا ہڈی ٹوٹ گئی، اور خون نہیں نکلا تو بھی حلال نہیں ہوگا، کیونکہ زخمی ہونا اور خون نکلنا نہیں پایا گیا۔

ترجمہ :۳؎ امام ابوحنیفہؒ سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ اگر شکار کو عضو ٹوٹ جائے اور مر جائے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ یہ باطنی زخم ہے، تو وہ ظاہری زخم کی طرح ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ عضو ٹوٹ جائے اور زخم نہ ہو تب بھی حلال ہے،

وجہ: یہ باطنی زخم ہے جو ظاہری زخم کی طرح ہے اس لئے اس سے بھی حلال ہو جائے گا۔

ترجمہ :۴؎ اور پہلی روایت کی وجہ یہ ہے کہ زخم خون بہانے کا سبب بنتا ہے جو ٹوٹنے سے حاصل نہیں ہوگا تو یہ ٹوٹنا گلا گھونٹنے کے مشابہ ہو گیا۔

تشریح : ذبح اختیاری میں پورا خون نکلتا ہے اس لئے اس کی جگہ پر کچھ نہ کچھ خون نکلنا چاہئے اور عضو ٹوٹنے میں خون نہیں نکلا اس لئے وہ گلا گھونٹنے کی طرح ہو گیا اس لئے حلال نہیں ہوگا ۔

ترجمہ :(۳۹۹) اگر اس کے کتے کے ساتھ غیر معلم کتا یا مجوسی کا کتا یا ایسا کتا جس پر بسم اللہ نہ پڑھا گیا ہو شریک ہو گیا تو نہیں کھایا جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ مراد یہ ہے کہ جان کر بسم اللہ نہ چھوڑا ہو کیونکہ حضرت عدی بن حاتم کی روایت میں ہے کہ [دوسرا کتا شریک ہو جائے تو نہ کھائے

تشریح: یہاں تین قسم کے کتے کا ذکر ہے [۱] معلم کتا بسم اللہ پڑھ کر بھیجا، اور اس کے ساتھ غیر معلم کتا شریک ہو گیا، [۲] یا مجوسی کا کتا شریک ہو گیا [۳] یا ایسا کتا شریک ہو گیا جس پر جان کر بسم اللہ چھوڑ دیا تھا تو یہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔

٢ وَلِأَنَّهُ اجْتَمَعَ الْمُبِيحُ وَالْمُحَرِّمُ فَيَغْلِبُ جِهَةُ الْحُرْمَةِ نَصًّا أَوْ احْتِيَاطًا (٤٠٠) وَلَوْ رَدَّهُ عَلَيْهِ الْكَلْبُ الثَّانِي وَلَمْ يَجْرَحْهُ مَعَهُ وَمَاتَ بِجُرْحِ الْأَوَّلِ يُكْرَهُ أَكْلُهُ ١ لِوُجُودِ الْمُشَارَكَةِ فِي الْأَخْذِ وَفَقْدِهَا فِي الْجُرْحِ، ٢ وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا رَدَّهُ الْمَجُوسِيُّ بِنَفْسِهِ حَيْثُ لَا يُكْرَهُ؛ لِأَنَّ فِعْلَ الْمَجُوسِيِّ لَيْسَ مِنْ جِنْسِ فِعْلِ الْكَلْبِ فَلَا تَتَحَقَّقُ الْمُشَارَكَةُ وَتَتَحَقَّقُ بَيْنَ فِعْلَيْ

وجه :(١) حدیث میں ہے کہ غیر معلم یا ایسا کتا جس پر بسم اللہ نہ پڑھا گیا ہو شریک ہو جائے تو اس شکار کو مت کھاؤ۔ کیونکہ کیا معلوم کہ کس کتے نے قتل کیا ہے۔ حدیث میں ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔ **سمعت عدی بن حاتم ... قلت ارسل کلبی فاجد معه کلبا آخر ؟ قال لا تأکل فانک انما سمیت علی کلبک ولم تسم علی الآخر** (بخاری شریف، باب صید المعروض، ص ٩٧٥، نمبر ٥٤٧٦ رمسلم شریف، باب الصید بالکلاب المعلمة والرمی، ص ٨٦١، نمبر ١٩٢٩ ر ٤٩٧٤) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرا کتا شریک ہو جائے تو نہ کھائے۔ مجوسی اور نصرانی کا کتا چونکہ بغیر بسم اللہ کے ہیں۔ اس پر نصرانی بسم اللہ پڑھے تب بھی اس کا اعتبار نہیں ہے اس لئے اس کے شریک ہونے سے بھی نہ کھائے۔ اگر بھول کر بسم اللہ چھوٹ گیا تو شکار کھایا جائے گا۔

ترجمہ :٢ اور اس لئے کہ مباح اور حرام جمع ہوا تو حرمت کی جانب ترجیح دی جائے گی حدیث کے اعتبار سے بھی اور احتیاط کے لئے بھی۔

وجہ :اس قول صحابی میں ہے۔ **قال عبد الله [بن مسعود] ما اجتمع حلال و حرام الا غلب الحرام علی الحلال** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یزنی بام امراته، ج سابع، ص ١٥٧، نمبر ١٢٨٢٦) اس قول صحابی میں ہے کہ حلال اور حرام جمع ہو جائے تو حرام کو ترجیح دی جائے گی۔

ترجمہ : (٤٠٠) اگر دوسرے کتے نے شکار کو پہلے کتے کی طرف پھیر دیا، لیکن اس کو زخمی نہیں کیا اور پہلے کتے کے زخمی کرنے سے مرا ہے تو اس شکار کا کھانا مکروہ ہے۔

ترجمہ :١ کیونکہ پکڑنے میں شرکت پائی گئی، لیکن زخم کرنے میں شریک نہیں ہوا۔

تشریح :جس کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھا تھا وہ پہلے کتے کے ساتھ شریک ہو گیا، اس نے شکار کو پہلے کتے کی طرف پھیر دیا، اور پہلے کتے نے شکار کو زخمی کیا اور شکار مر گیا تو اس شکار کا کھانا مکروہ ہے۔

وجہ : جائز تو اس لئے ہے کہ پہلے کتے نے زخمی کیا ہے اور اس سے شکار مرا ہے، دوسرے کتے نے زخمی نہیں کیا ہے۔ لیکن مکروہ اس لئے ہے کہ دوسرا کتا پکڑنے میں شریک ہے۔

ترجمہ :٢ بخلاف اگر مجوسی نے شکار کو کتے کی طرف پھیرا تو مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ مجوسی کا فعل کتے کا فعل نہیں ہے اس

الْكَلْبَيْنِ لِوُجُودِ الْمُجَانَسَةِ (۴۰۱) وَلَوْ لَمْ يَرُدَّهُ الْكَلْبُ الثَّانِي عَلَى الْأَوَّلِ لَكِنَّهُ أَشَدَّ عَلَى الْأَوَّلِ حَتَّى اشْتَدَّ عَلَى الصَّيْدِ فَأَخَذَهُ وَقَتَلَهُ لَا بَأْسَ بِأَكْلِهِ ﴾ ١ لِأَنَّ فِعْلَ الثَّانِي أَثَّرَ فِي الْكَلْبِ الْمُرْسَلِ دُونَ الصَّيْدِ حَيْثُ ازْدَادَ بِهِ طَلَبًا فَكَانَ تَبَعًا لِفِعْلِهِ؛ لِأَنَّهُ بِنَاءٌ عَلَيْهِ فَلَا يُضَافُ الْأَخْذُ إلَى التَّبَعِ، ٢ بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَ رَدَّهُ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَصِرْ تَبَعًا فَيُضَافُ إلَيْهِمَا.

لئے شرکت نہیں ہوئی، اور دو کتوں کے فعل میں شرکت ہوتی ہے کیونکہ دونوں کا فعل ایک ہی طرح کا ہے۔

تشریح: مجوسی نے شکار کو کتے کی طرف پھیر دیا اور کتے نے شکار کو مارا تو مکروہ نہیں ہے۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ کتے کا فعل اور ہے اور مجوسی کا فعل اور ہے، دونوں میں شرکت ہیں ہے، اس لئے یوں نہیں کہا جائے گا کہ مجوسی شکار کرنے میں شریک ہو گیا، اس لئے یہاں صرف کتے نے زخمی کیا ہے اس لئے حلال ہوگا۔ اور دونوں کتوں کا فعل ایک ہی قسم کے ہیں اس لئے یوں کہا جائے گا بغیر بسم اللہ کا کتا شکار کرنے میں شریک ہو گیا اس لئے شکار مکروہ ہوگا۔

ترجمہ: (۴۰۱) اگر دوسرے کتے نے پہلے کتے کو شکار واپس نہیں کیا، لیکن پہلے کے ساتھ دوڑا، اور پہلا کتا مزید دوڑنے لگا اور شکار کو پکڑ کر مار دیا تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ دوسرے کتے نے بھیجے ہوئے کتے کے دوڑنے میں اثر انداز کیا جس سے اس کے دوڑنے میں اضافہ ہوا، شکار پکڑنے میں کچھ نہیں کیا اس لئے دوسرے کتے کا فعل پہلے کتے کا تابع بن گیا، اس لئے کہ اس کا دوڑنا پہلے کی بنیاد پر ہے، اس لئے پکڑنا تابع کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔

اصول: جاہل کتے نے شکار کو نہ پکڑا اور نہ زخمی کیا ہو، بلکہ معلم کتے کو صرف دوڑایا ہو تو اس سے شکار حلال رہے گا۔

تشریح: دوسرا کتا شکار پکڑنے میں شریک نہیں ہوا بلکہ صرف پہلے کتے کو تیز دوڑایا اور اس نے شکار کو مار دیا تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وجہ: کیونکہ دوسرے کتے نے شکار کو پکڑا نہیں ہے، بلکہ صرف تیز دوڑایا ہے اس لئے شکار حلال ہوگا۔

لغت: لانہ بناء علیہ: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے کتے کا دوڑانا پہلے کتے کی بنیاد پر ہے اس لئے دوسرے کتے کا دوڑنا پہلے کتے کے تابع ہے، اس لئے پکڑنے کو دوسرے کتے کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۲ بخلاف اگر دوسرے کتے نے پہلے کی طرف شکار کو واپس کیا تو وہاں تابع نہیں ہوگا، اس لئے پکڑنا دونوں کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

تشریح: دوسرے کتے نے پہلے کتے کی طرف شکار واپس کیا تو یہاں پکڑنے میں شریک ہوا اس لئے اس صورت میں شکار مکروہ ہوگا، یہاں منطقی طریقہ اختیار کیا ہے۔

(۴۰۲)قَالَ :وَإِذَا أَرْسَلَ الْمُسْلِمُ كَلْبَهُ فَزَجَرَهُ مَجُوسِيٌّ فَانْزَجَرَ بِزَجْرِهِ فَلَا بَأْسَ بِصَيْدِهِ ﴿١ وَالْمُرَادُ بِالزَّجْرِ الْإِغْرَاءُ بِالصِّيَاحِ عَلَيْهِ، وَبِالِانْزِجَارِ إظْهَارُ زِيَادَةِ الطَّلَبِ ٢ وَوَجْهُهُ أَنَّ الْفِعْلَ يُرْفَعُ بِمَا هُوَ فَوْقَهُ أَوْ مِثْلُهُ كَمَا فِي نَسْخِ الْآيِ، وَالزَّجْرُ دُونَ الْإِرْسَالِ لِكَوْنِهِ بِنَاءً عَلَيْهِ (۴۰۳)قَالَ: وَلَوْ أَرْسَلَهُ مَجُوسِيٌّ فَزَجَرَهُ مُسْلِمٌ فَانْزَجَرَ بِزَجْرِهِ لَمْ يُؤْكَلْ ﴿١ لِأَنَّ الزَّجْرَ دُونَ الْإِرْسَالِ وَلِهَذَا لَمْ تَثْبُتْ بِهِ شُبْهَةُ الْحُرْمَةِ فَأَوْلَى أَنْ لَا يَثْبُتَ بِهِ الْحِلُّ، ٢ وَكُلُّ مَنْ لَا تَجُوزُ ذَكَاتُهُ كَالْمُرْتَدِّ وَالْمُحْرِمِ وَتَارِكِ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا فِي هَذَا بِمَنْزِلَةِ الْمَجُوسِي

ترجمہ :(۴۰۲)مسلمان نے کتا چھوڑااور مجوسی نے اس کو مزید دوڑایا جسکی وجہ سے کتا تیز دوڑا تو اس شکار کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمہ :۱؎ زجر سے مراد ہے چلا کر دوڑانا،اور انزجار سے مطلب ہے کہ کتا تیز دوڑ پڑا۔

لغت :زجر: کا دو معنی ہیں[۱] ایک ہے ڈانٹ کر دوڑنے سے روکنا۔اور [۲] دوسرا ہے چلا کر مزید دوڑانا۔ یہاں زجر کا ترجمہ مزید دوڑانا ہے۔اور انزجر کا ترجمہ ہے کتا مزید دوڑنے لگا۔اغراء بالصیاح: چلا کر کتے کو بھڑکانا،اور دوڑنے کو تیز کرنا۔

اصول: کتے کو بھیجنا اصل ہے اور مزید دوڑانا تابع ہے اس لئے شکار کو اصل کی طرف پھیرا جائے گا۔

تشریح: کتے کو مسلمان نے بھیجا ہے اور مجوسی نے صرف دوڑ کو تیز کیا ہے اس لئے شکار حلال ہوگا۔

ترجمہ :۲؎ اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل اپنے سے اوپر سے ختم ہوتا ہے، یا مثل سے ختم ہوتا ہے جیسا کہ آیت کے منسوخ ہونے میں ہوتا ہے اور دوڑانا بھیجنے سے کم درجہ ہے اس لئے کہ دوڑانا بھیجنے پر ہے۔

تشریح :یہ دلیل عقلی ہے،بھیجنا اعلی درجے کا ہے اور دوڑانا کم درجے کا ہے،اور بھیجا ہے مسلمان نے اس لئے مسلمان کی طرف منسوب ہو کر شکار حلال رہے گا۔

ترجمہ :(۴۰۳)اگر کتے کو مجوسی نے بھیجا اور مسلمان نے تیز دوڑایا،جس سے تیز دوڑ گیا تو نہیں کھایا جائے گا۔

تشریح :کتے کو مجوسی نے بھیجا اس لئے اسی کی طرف منسوب کر کے حلال نہیں ہوگا،اور مسلمان نے بھیجا نہیں ہے بلکہ صرف تیز دوڑایا ہے،اس لئے اس کی طرف منسوب نہیں ہوگا، کیونکہ وہ کم درجے کا ہے۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ دوڑانا بھیجنے سے کم ہے،اسی لئے حرمت ثابت نہیں ہوگی،تو زیادہ بہتر ہے کہ حلت بھی ثابت نہ ہو

تشریح :اوپر کے مسئلے میں کتے کو دوڑانے سے شکار حرام نہیں ہوا اس لئے اس سے بدرجہ اولی حلال نہیں ہوگا، کیونکہ وہ تو اور نازک ہے۔

ترجمہ :۲؎ اور ہر وہ آدمی جس کا شکار حلال نہیں جیسے مرتد،محرم، جان کر بسم اللہ چھوڑنے والا وہ سب مجوسی کے درجے

(۴۰۴) وَإِنْ لَمْ يُرْسِلْهُ أَحَدٌ فَزَجَرَهُ مُسْلِمٌ فَانْزَجَرَ فَأَخَذَ الصَّيْدَ فَلا بَأْسَ بِأَكْلِهِ ﴾ ل لِأَنَّ الزَّجْرَ مِثْلُ الانْفِلاتِ؛ لِأَنَّهُ إِنْ كَانَ دُونَهُ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ بِنَاءٌ عَلَيْهِ فَهُوَ فَوْقَهُ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ فِعْلُ الْمُكَلَّفِ فَاسْتَوَيَا فَصَلَحَ نَاسِخًا (۴۰۵) وَلَوْ أَرْسَلَ الْمُسْلِمُ كَلْبَهُ عَلَى صَيْدٍ وَسَمَّى فَأَدْرَكَهُ فَضَرَبَهُ وَوَقَذَهُ ثُمَّ ضَرَبَهُ فَقَتَلَهُ أُكِلَ، وَكَذَا إِذَا أَرْسَلَ كَلْبَيْنِ فَوَقَذَهُ أَحَدُهُمَا ثُمَّ قَتَلَهُ الْآخَرُ أُكِلَ ﴾ ل ؛ لِأَنَّ الامْتِنَاعَ عَنْ الْجُرْحِ بَعْدَ الْجُرْحِ لا يَدْخُلُ تَحْتَ التَّعْلِيمِ فَجُعِلَ عَفْوًا

میں ہے[کہ اس کے بھیجے ہوئے کتے کا شکار حلال نہیں ہے]

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ: (۴۰۴) کسی نے کتے کو بھیجا نہیں [وہ خود ہی آہستہ آہستہ شکار کے پیچھے جا رہا تھا] پھر مسلمان نے بسم اللہ پڑھ کر اس کو تیز دوڑایا، اور وہ تیز دوڑنے بھی لگا اور شکار کو پکڑا تو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تشریح: کتا مکلف نہیں ہے اور انسان مکلف ہے اس لئے انسان کا دوڑانا کتے کے آہستہ چلنے پر غالب آ گیا، کیونکہ تیز دوڑانے سے وہ تیز دوڑ گیا، اس لئے اب یوں سمجھا جائے گا کہ مسلمان نے باضابطہ کتے کو بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا ہے اس لئے شکار حلال ہوگا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ دوڑانا خود سے چلنے کی طرح ہے، اس لئے کہ دوڑانا اگرچہ خود سے چلنے سے کم ہے، اس لئے کہ دوڑانا چلنے پر مبنی ہے، لیکن اس حیثیت سے اعلی ہے کہ وہ مکلف انسان کا فعل ہے، اس لئے دونوں برابر ہو گئے، اس لئے دوڑانے نے خود سے چلنے کو ختم کر دیا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ ایک اعتبار سے خود سے چلنا اعلی ہے، کیونکہ یہ پہلے ہے اور دوڑانا اس کے اوپر ہوتا ہے، لیکن دوسرے اعتبار سے دوڑانا اعلی ہے، کیونکہ یہ مکلف انسان کا فعل ہے، اس لئے دونوں کو برابر قرار دیا جائے گا، اور مکلف کے فعل کو خود کے چلنے پر غالب قرار دیا جائے گا اور یوں سمجھا جائے گا کہ انسان نے باضابطہ بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا ہے اس لئے وہ حلال ہوگا۔۔ انفلات: خود سے چلنا۔

ترجمہ: (۴۰۵) مسلمان نے اپنے کتے کو بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا کتے نے اس کو پکڑا اور مارا اور سست کر دیا، پھر دوسری مرتبہ مارا، اور مار دیا تو یہ شکار کھایا جائے گا۔ ایسے ہی دو کتوں کو چھوڑا ایک نے شکار کو سست کیا اور دوسرے نے مار دیا تو کھایا جائے گا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ ایک مرتبہ زخمی کرنے کے بعد دوسری مرتبہ زخمی کرنے سے رو کے رہے اس کی تعلیم دینا ناممکن ہے اس لئے یہ معاف ہے۔

۲ وَلَوْ أَرْسَلَ رَجُلَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَلْبًا فَوَقَذَهُ أَحَدُهُمَا وَقَتَلَهُ الْآخَرُ أُكِلَ لِمَا بَيَّنَّا ۳ وَالْمِلْكُ لِلْأَوَّلِ ؛ لِأَنَّ الْأَوَّلَ أَخْرَجَهُ عَنْ حَدِّ الصَّيْدِيَّةِ ۴ إلَّا أَنَّ الْإِرْسَالَ مِنْ الثَّانِي بَعْدَ

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ کتے نے دو مرتبہ میں شکار کو مارا تو یہ حلال ہے، کیونکہ ایک مرتبہ میں مارنے کی تعلیم دینا نا ممکن ہے۔

تشریح : مالک نے بسم اللہ پڑھ کر کتے کو چھوڑا، اس نے پہلی مرتبہ شکار کو زخمی کیا اور بھاگنے سے معذور کر دیا، لیکن ابھی تک وہ زندہ تھا اور اس حال میں مالک پکڑتا تو ذبح اختیاری لازم ہوتا، لیکن کتے نے دوبارہ شکار پر حملہ کیا اور اس کو مار دیا تو یہ شکار حلال ہے۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ کتے کو یہ سکھانا کہ ایک ہی مرتبہ میں مارو، دوسری مرتبہ مت مارو یہ نا ممکن ہے، اس لئے یہ معاف ہے اس لئے یہ شکار حلال ہے۔

یہاں دوسری صورت یہ ہے کہ دو کتوں کو بسم اللہ پڑھ کر بھیجا، ایک نے مار کر زخمی کیا اور دوسرے نے مار ڈالا تو یہ شکار بھی حلال ہے، کیونکہ دوسرے کتے کو یہ سکھانا کہ شکار کو اب مت مارو یہ ناممکن ہے، اس لئے یہ معاف ہے اور شکار حلال ہے، کیونکہ دونوں کتوں پر بسم اللہ پڑھا گیا ہے۔

لغت : وقذہ : دبوچنا، شکار کو پکڑ کر سست کر دینا۔

ترجمہ : ۲ دو آدمیوں نے اپنے اپنے کتے کو چھوڑا ایک کتے نے مار کر سست کیا اور دوسرے نے مار ڈالا تو کھایا جائے گا، اس کی وجہ سے جو ہم نے پہلے کہا [کہ دوسری مرتبہ مت مارو یہ سکھانا ناممکن ہے]

تشریح : دو آدمیوں نے اپنے اپنے کتے کو بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا، ایک کتے نے شکار کو زخمی کر کے سست کیا اور دوسرے نے مار ڈالا تو شکار کھایا جائے گا، کیونکہ دوسرے کتے کو یہ سکھانا کہ اب مت مارو یہ ناممکن ہے اس لئے یہ معاف ہے اور شکار کو کھایا جائے گا۔

ترجمہ : ۳ اور پہلا آدمی اس شکار کا مالک بنے گا اس لئے کہ اس نے ہی مار کر سست کیا۔

تشریح : اخرجه عن حد الصيدية : جب تک بھاگنے کی طاقت تھی اس وقت یہ شکار تھا، لیکن جب بھاگنے کی طاقت نہیں رہی تو یہ پالتو جانور کے درجے میں آ گیا، اور یہ کیا ہے پہلے کتے نے اس لئے یہ شکار پہلے کتے کے مالک کو ملے گا۔ لیکن ابھی بھی شکار کی حالت موجود ہے اس لئے اس حالت میں دوسرے کتے نے مار دیا تو یہ شکار حلال ہوگا۔

ترجمہ : ۴ مگر یہ کہ دوسرے کتے کو شکار کی حالت میں بھیجا تھا اور مباح اور حرام ہونے میں بھیجنے کی حالت کا اعتبار ہے اس لئے حرام نہیں ہوگا۔ بخلاف اگر دوسرے کتے کو بھیجنا پہلے کتے کے سست کرنے کے بعد ہو تو شکار حلال نہیں ہوگا۔

تشریح : اس عبارت سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دوسرے کتے کو اس وقت شکار پر چھوڑا تھا جب وہ شکار تھا اس لئے دوسرے

الْخُرُوجِ عَنْ الصَّيْدِيَّةِ بِجُرْحِ الْكَلْبِ الْأَوَّل

کتے کا مارنا شکار کی حالت میں ہے اس لئے شکار حلال ہے، چنانچہ اگر پہلے کتے نے شکار کو مار کر سست کر دیا، اور اس کو شکار ہونے سے نکال دیا، اس کے بعد دوسرے کتے کو اس جانور پر چھوڑا اور اس نے مار دیا تو یہ شکار حلال نہیں ہوگا ، کیونکہ بھیجنا بہت بعد میں پایا گیا ہے

لغت: بعد الخروج عن الصيدية بجرح الكلب الاول ؛ پہلے کتے کے زخم کرنے کی وجہ سے شکار سست پڑ گیا اور گویا کہ وہ اب شکار نہیں رہا اب پالتو جانور بن گیا۔

﴿فَصلٌ فِي الرَّمْيِ﴾

ا وَمَنْ سَمِعَ حِسًّا ظَنَّهُ حِسَّ صَيْدٍ فَرَمَاهُ أَوْ أَرْسَلَ كَلْبًا أَوْ بَازِيًا عَلَيْهِ فَأَصَابَ صَيْدًا، ثُمَّ تَبَيَّنَ أَنَّهُ حِسُّ صَيْدٍ حَلَّ الْمُصَابُ أَيَّ صَيْدٍ كَانَ؛ لِأَنَّهُ قَصَدَ الِاصْطِيَادَ

﴿فصل فی الرمی﴾

ضروری نوٹ :اس فصل میں متن سے پہلے، یہ بحث ہے کہ دور سے آہٹ سنی، شکار کو دیکھا نہیں ہے اور اس پر تیر پھینکا، یا کتا چھوڑا، یا باز چھوڑا، اور شکار مارا گیا تو یہ شکار حلال ہے یا حرام اس کی پانچ صورتیں ہیں۔

[۱] آہٹ سے محسوس کیا کہ شکار ہے، اور شکار ہی کی نیت سے بسم اللہ پڑھ کر تیر پھینکا اور اس شکار کو نہیں لگا البتہ دوسرے شکار کو لگ گیا تو وہ حلال ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ نیت بھی شکار کی تھی، اور بسم اللہ بھی پڑھا ہے، اور شکار ہی کو لگا ہے اس لئے حلال ہوگا

[۲] آہٹ سے محسوس کیا کہ یہ انسان ہے، یا پالتو جانور ہے، اور بسم اللہ پڑھ کر تیر پھینکا، اور دوسرے شکار کو لگ گیا تو یہ شکار حلال نہیں ہوگا۔ کیونکہ شکار سمجھ کر اور شکار کی نیت سے تیر نہیں پھینکا ہے۔

[۳] پرندے کو تیر مارا اور دوسرے شکار کو تیر لگ گیا تو وہ حلال ہوگا، کیونکہ شکار کی نیت سے تیر مارا ہے، اور دوسرے شکار ہی کو لگا ہے۔

[۴] ایسے شکار کو تیر مارا جس کو ذبح نہیں کیا جاتا، مثلا مچھلی، کو یا ٹڈی کو تیر مارا اور دوسرے شکار کو لگ گیا تو ایک روایت میں حلال ہے، کیونکہ شکار کو تیر مارا ہے، اور دوسری روایت میں حلال نہیں ہے، کیونکہ اس کو ذبح نہیں کیا جاتا ہے اس لئے اس شکار کی طرح نہیں ہے جس کو ذبح اضطراری کی ضرورت ہو۔

[۵] آہٹ سنی اور یقین کیا کہ وہ انسان ہے، یا پالتو جانور ہے اور اسی نیت سے بسم اللہ پڑھ کر تیر پھینک دیا، اب جسکی آواز سنی تھی اسی کو تیر لگا، بعد میں پتہ چلا کر کہ آواز والی چیز انسان نہیں ہے وہ شکار ہے تو یہ شکار حلال ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اصل حقیقت میں شکار تھا، اس لئے محض گمان کا اعتبار نہیں ہوگا۔۔ ان پانچ صورتوں کو آنے والی عبارت میں غور سے دیکھیں۔

اصول: شکار کو شکار کی نیت سے تیر مارا تو وہ شکار حلال ہوگا۔

ترجمہ: ا کسی نے آہٹ سنی اور گمان کیا کہ شکار کی آہٹ ہے اور اس پر تیر پھینکا، یا کتا چھوڑا، یا باز چھوڑا، اور دوسرے شکار کو لگ گیا، پھر پتہ چلا کہ شکار ہی کی آہٹ تھی تو جس شکار کو لگا ہے وہ حلال ہے، اس لئے کہ شکار کی نیت ہی سے تیر پھینکا ہے

تشریح: یہاں جو آہٹ سنی وہ بھی شکار کی تھی اور تیر بھی شکار کی نیت سے پھینکا ہے، اور لگا بھی شکار کو ہے، یہ اور بات ہے کہ اس شکار کو نہیں لگا جسکی آہٹ سنی تھی تاہم شکار کی نیت سے تیر پھینکا ہے اور شکار کو لگا ہے اس لئے یہ شکار حلال ہے۔

پھر شکار کی تین قسمیں ہیں [۱] جس کا گوشت حلال ہے، جیسے ہرن [۲] اس کا گوشت حلال نہیں ہے، لیکن کھال کام آسکتی ہے تو

۲؎ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ خَصَّ مِنْ ذَلِكَ الْخِنْزِيرَ لِتَغْلِيظِ التَّحْرِيمِ؛ أَلا تَرَى أَنَّهُ لا تَثْبُتُ الْإِبَاحَةُ فِي شَيْءٍ مِنْهُ بِخِلَافِ السِّبَاعِ؛ لِأَنَّهُ يُؤَثِّرُ فِي جِلْدِهَا ۳؎ وَزُفَرُ خَصَّ مِنْهَا مَا لا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ؛ لِأَنَّ الْإِرْسَالَ فِيهِ لَيْسَ لِلْإِبَاحَةِ ۴؎ وَوَجْهُ الظَّاهِرِ أَنَّ اسْمَ الِاصْطِيَادِ لا يَخْتَصُّ بِالْمَأْكُولِ فَوَقَعَ الْفِعْلُ اصْطِيَادًا وَهُوَ فِعْلٌ مُبَاحٌ فِي نَفْسِهِ، وَإِبَاحَةُ التَّنَاوُلِ تَرْجِعُ إلَى الْمَحَلِّ فَتَثْبُتُ بِقَدْرِ مَا يَقْبَلُهُ لَحْمًا وَجِلْدًا، وَقَدْ لا تَثْبُتُ إذَا لَمْ يَقْبَلْهُ، وَإِذَا وَقَعَ اصْطِيَادًا صَارَ كَأَنَّهُ

کھال پاک ہوجائے گا، جیسے شیر، چیتا۔[۳] اس کی کھال بھی پاک نہیں ہوسکتی، جیسے جنگلی سور، ظاہر روایت میں یہ شکار کے درجے میں رہے گا، یہ اور بات ہے کہ اس کی کوئی چیز کام نہیں آسکتی ہے۔

اصول: شکار کی نیت سے تیر پھینکا ہو، اور کسی بھی شکار کو لگ گیا ہو تو وہ شکار حلال ہے۔

لغت: حس: آہٹ، چیز کو نہ دیکھی ہو صرف اس کی آواز سنی ہو اس کو آہٹ کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس سے سور کو خاص کر لیا اس لئے کہ اس میں حرمت غلیظ ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اس کی کوئی بھی چیز حلال نہیں، بخلاف پھاڑ کھانے والے جانور کے کہ اس کی کھال کم سے کم حلال ہے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ سور کسی حال میں شکار نہیں ہے، کیونکہ اس کی نہ کھال پاک ہے اور نہ گوشت حلال ہے، اس لئے اس کو شکار کے درجے میں رکھ کر کیا فائدہ! اس کے برخلاف شیر، چیتا وغیرہ کی کھال ذبح کرنے سے پاک ہوجاتی ہے، اس لئے اسکو شکار کے درجے میں رکھا جائے تا کہ ذبح اضطراری قرار دیکر اس کی کھال پاک ہوجائے گی

ترجمہ: ۳؎ اور امام زفرؒ نے وہ جانور جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے اس کو شکار کے درجے میں نہیں رکھا، اس لئے کہ شکار گوشت کو حلال کرنے کے لئے کرتے ہیں [اور گوشت حلال نہیں اس لئے اس کو شکار کے درجے میں بھی نہیں رکھا جائے]

تشریح: امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا اس کو بھی شکار کے درجے میں رکھا جائے۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ گوشت حلال کرنے کے لئے شکار کرتے ہیں، اور گوشت ہی حلال نہیں ہے تو اس کو شکار کے درجے میں رکھنے سے کیا فائدہ!

ترجمہ: ۴؎ ظاہری روایت کی وجہ یہ ہے کہ شکار کا نام گوشت کھائے جانے والے کے ساتھ خاص نہیں ہے، اس لئے شکار کے فعل واقع ہونے سے شکار ہوجائے گا جبکہ وہ بنفسہ مباح فعل ہے، اور کھانے کا مباح ہونا محل کی طرف لوٹے گا، پس ثابت ہوگا جتنا کہ گوشت قبول کرتا ہو، یا کھال قبول کرتی ہو، اور کبھی حلت ثابت نہیں ہوگی جبکہ حلت قبول نہیں کرتی ہو، اور جب شکار واقع ہوا تو گویا کہ ایک شکار کی طرف تیر پھینکا اور دوسرے کو لگ گیا۔

تشریح: یہاں منطقی عبارت ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ شکار کی نیت سے تیر پھینکا ہے اور شکار ہی پر لگا ہے اس لئے وہ شکار

رَمَى إِلَى صَيْدٍ فَأَصَابَ غَيْرَهُ ۵ وَإِنْ تَبَيَّنَ أَنَّهُ حِسُّ آدَمِيٍّ أَوْ حَيَوَانٍ أَهْلِيٍّ لَا يَحِلُّ الْمُصَابُ ؛ لِأَنَّ الْفِعْلَ لَيْسَ بِاصْطِيَادٍ ۶ وَالطَّيْرُ الدَّاجِنُ الَّذِي يَأْوِي الْبُيُوتَ أَهْلِيٌّ وَالظَّبْيُ الْمُوَثَّقُ

ہوگا، یہ بعد کی چیز ہے کہ اگر اس کا گوشت حلال ہے اور کھال پاک ہوسکتا ہے تو گوشت حلال ہو جائے گا اور ذبح اضطراری سے کھال پاک ہو جائے گی، اور گوشت حلال نہیں ہے تو اس کی کھال پاک ہو جائے گی، اور کھال بھی پاک نہیں ہوسکتی، جیسے سور تو یوں سمجھا جائے گا کہ نقصان کو دفع کرنے کے لئے شکار کیا ہے، تاہم وہ شکار کے درجے میں ہوگا۔

لغت: فوقع الفعل اصطیادا: جو تیر پھینکا یہ شکار کا فعل ہوا۔ وھو فعل مباح فنفسہ: شکار کرنا بنفسہ مباح فعل ہے۔ فتثبت بقدر ما یقبلہ لحما وجلدا: جس کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کا گوشت بھی حلال ہے اور کھال بھی پاک ہوگی۔ کانہ رمی الی صید فاصاب غیرہ: کسی شکار پر تیر پھینکا اور دوسرے کو لگ، جس طرح یہ شکار حلال ہے، اسی طرح جس شکار پر بھی شکار کی نیت سے تیر پھینکا وہ حلال ہو جائے گا، بشرطیکہ وہ حلال ہونے قابل ہو۔

ترجمہ: ۵ اگر یہ سمجھا کہ وہ آدمی کی آہٹ ہے، یا پالتو جانور کی آہٹ ہے، پھر دوسرے شکار کو تیر لگ گیا تو جسکو تیر لگا وہ حلال نہیں ہے، کیونکہ یہ فعل شکار کی نیت سے نہیں ہے۔

تشریح: [۲] یہ دوسری صورت ہے۔ آہٹ سے محسوس کیا کہ یہ انسان ہے، یا پالتو جانور ہے، جو شکار کے قابل نہیں ہے، اور تیر پھینکا، وہ تیر دوسرے شکار کو لگ گیا تو یہ شکار حلال نہیں ہے۔

وجہ: شکار کی نیت سے تیر ہی نہیں پھینکا ہے اس لئے یہ شکار حلال نہیں ہوگا۔

لغت: اہلی: پالتو جانور: گھر میں رہنے والے جانور۔ مصاب: اصاب سے مشتق ہے، جس شکار کو تیر لگا ہے۔ اصطیاد: شکار نہیں ہے۔

ترجمہ: ۶ وہ پرندہ جو رات میں گھر میں اقامت کرتا ہے وہ پالتو کے درجے میں ہے، اور ہرن جو گھر میں باندھا ہوا ہے وہ پالتو کے درجے میں ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح: یہاں دو جانوروں کا ذکر ہے [کبوتر اور ہرن کا] جو حقیقت میں شکار ہے لیکن گھر میں اقامت کر رہا ہے اس لئے وہ پالتو کے درجے میں ہے، اب اس کی آہٹ سنی اور جانا کہ یہ پالتو کے درجے والا جانور ہے، اور تیر پھینکا اور کسی اصلی شکار کو لگ اور مر گیا تو وہ حلال نہیں ہوگا، کیونکہ شکار کی نیت سے تیر نہیں پھینکا ہے۔

اصول: شکار کی نیت سے تیر پھینکے گا اور دوسرے شکار کو لگے گا تو حلال ہوگا۔

لغت: داجن: گھر میں اقامت کرنے والا جانور، جیسے کبوتر کہ وہ وحشی ہے، لیکن کبھی گھر میں رہنے لگتا ہے تو وہ پالتو کے درجے میں ہو جاتا ہے، اس کو شکار کی نیت سے تیر مارنے سے حلال نہیں ہوگا۔ الظبی: ہرن، یہ اصل میں شکار ہے، لیکن اس کو گھر میں باندھ کر رکھا ہے اس لئے یہ پالتو کے درجے میں ہو گیا۔ موثق: وثق سے مشتق ہے، باندھا ہوا۔

بِمَنْزِلَتِهِ لِمَا بَيَّنَّا ے وَلَوْ رَمَى إلَى طَائِرٍ فَأَصَابَ صَيْدًا وَمَرَّ الطَّائِرُ وَلَا يَدْرِي وَحْشِيٌّ هُوَ أَوْ غَيْرُ وَحْشِيٍّ حَلَّ الصَّيْدُ ؛ لِأَنَّ الظَّاهِرَ فِيهِ التَّوَحُّشُ ٨ وَلَوْ رَمَى إلَى بَعِيرٍ فَأَصَابَ صَيْدًا وَلَا يَدْرِي نَادٌّ هُوَ أَمْ لَا لَا يَحِلُّ الصَّيْدُ ؛ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ الِاسْتِئْنَاسُ ٩ وَلَوْ رَمَى إلَى سَمَكَةٍ أَوْ جَرَادَةٍ فَأَصَابَ صَيْدًا يَحِلُّ فِي رِوَايَةٍ عَنْ أَبِي يُوسُفَ ؛ لِأَنَّهُ صَيْدٌ، وَفِي أُخْرَى عَنْهُ لَا يَحِلُّ؛

ترجمه :ے اگر پرندے پر تیر پھینکا اور کسے اور شکار کولگ گیا، اور پرندہ بھاگ گیا، اور اس کا پتہ نہیں چلا کہ وہ پرندہ پالتو کے درجے میں تھا یا وحشی تھا تو شکار حلال ہے، کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ پرندہ وحشی ہی ہوتا ہے۔

تشریح : تیر شکار سمجھ کر پھینکا کہ وہ پرندہ ہے، لیکن اس کے بھاگ جانے کی وجہ سے یہ پتہ نہیں چلا کہ وہ پالتو کے درجے میں تھا، جیسے کبوتر، یا وحشی تھا، جیسے بٹیر تب بھی شکار حلال ہوگا، کیونکہ پرندے میں عموما وحشی ہی ہوتا ہے اس لئے غالب گمان یہ ہے کہ وحشی ہی تھا اس لئے شکار حلال ہوگا، کیونکہ شکار سمجھ کر تیر پھینکا ہے۔

اصول: یہاں غالب گمان کا اعتبار ہوگا۔

ترجمه :٨ اور اگر اونٹ کی طرف تیر پھینکا اور کسی شکار کولگ گیا، اور یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ اونٹ بدکا ہوا تھا یا نہیں ہے تو شکار حلال نہیں ہے، اس لئے کہ اصل اونٹ میں پالتو ہونا ہے۔

تشریح : اگر اونٹ بدک جائے اور کسی طرح ہاتھ نہ آئے تو بسم اللہ کر کے تیر مارے اور کہیں بھی زخمی کر دے تو وہ اونٹ حلال ہو جاتا ہے، کیونکہ اب یہ اونٹ شکار کے درجے میں ہو گیا، لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔۔ اونٹ سمجھ کر تیر مارا اور کسی شکار کولگ گیا، اور اونٹ بھاگ گیا جسکی وجہ سے یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ اونٹ بدکا ہوا تھا یا نہیں، لیکن اونٹ میں غالب گمان یہی ہے کہ وہ مانوس ہوتا ہے، اسلئے غالب گمان کرتے ہوئے یہ سمجھا جائے گا کہ شکار کی نیت سے تیر نہیں پھینکا ہے اسلئے شکار حلال نہیں ہوگا

لغت: ناد: بدکا ہوا۔ استینا س: مانوس سے مشتق ہے، مانوس ہونا۔

ترجمه :٩ اگر مچھلی اور ٹڈی سمجھ کر تیر پھینکا اور کسی شکار کولگ گیا تو امام ابو یوسفؒ کی روایت میں ہے کہ وہ شکار حلال ہے اس لئے کہ وہ شکار ہے، اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ حلال نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے

اصول: یہاں یہ صورت بتا رہے ہیں کہ شکار تو ہے لیکن اس کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے ذبح اضطراری کی بھی ضرورت نہیں ہے، اس لئے دو روایتیں ہو گئیں، [١] شکار ہے اس لئے دوسرے شکار حلال ہو جائے گا [٢] ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے دوسرا شکار حلال نہیں ہوگا۔

تشریح : مچھلی اور ٹڈی سمجھ کر تیر مارا اور دوسرے شکار کولگا اور وہ مر گیا تو امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت میں ہے کہ وہ شکار حلال ہے، کیونکہ مچھلی اور ٹڈی بھی شکار ہیں اس لئے شکار ہی کی نیت سے مارا ہے اس لئے حلال ہوگا۔ اور دوسری روایت یہ ہے

لِأَنَّهُ لا ذَكَاةَ فِيهِمَا ١٠ـ وَلَوْ رَمَى فَأَصَابَ الْمَسْمُوعَ حِسُّهُ وَقَدْ ظَنَّهُ آدَمِيًّا فَإِذَا هُوَ صَيْدٌ يَحِلُ ؛ لِأَنَّهُ لا مُعْتَبَرَ بِظَنِّهِ مَعَ تَعَيُّنِهِ (٤٠٦)فَإِذَا سَمَّى الرَّجُلُ عِنْدَ الرَّمْيِ أُكِلَ مَا أَصَابَ إِذَا جَرَحَ السَّهْمُ فَمَاتَ﴾ ١ـ لِأَنَّهُ ذَابِحٌ بِالرَّمْيِ لِكَوْنِ السَّهْمِ آلَةً لَهُ فَتُشْتَرَطُ التَّسْمِيَةُ عِنْدَهُ، وَجَمِيعُ الْبَدَنِ مَحَلٌّ لِهَذَا النَّوْعِ مِنَ الذَّكَاةِ، وَلَا بُدَّ مِنَ الْجُرْحِ لِيَتَحَقَّقَ مَعْنَى الذَّكَاةِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ

کہ یہ شکار حلال نہیں ہے، کیونکہ اس شکار میں ذبح کی ضرورت نہیں ہے، تو تیر پھینکنا ذبح اضطراری نہیں ہوگا

لغت:سمکۃ: مچھلی۔ جرادۃ: ٹڈی۔ ذکاۃ: ذبح کرنا۔

ترجمہ:١٠ـ اگر جسکی آہٹ سنی تھی اسی کو تیر لگا، لیکن یہ خیال کیا تھا کہ وہ آدمی ہے، حالانکہ وہ شکار تھا تو یہ شکار حلال ہوگا، اس لئے کہ جب حقیقت میں شکار ہے تو گمان کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح: پہلے کے سارے مسائل میں یہ تھا کہ تیر کسی اور کو مارا اور لگا دوسرے کو، یہاں یہ ہے کہ جسکو تیر مارا اسی کو لگا ہے۔ یہ گمان تھا کہ جسکی آہٹ سنی وہ آدمی ہے، اور آدمی سمجھ کر ہی تیر مارا، لیکن حقیقت میں وہ شکار تھا اس لئے یہاں گمان کا اعتبار نہیں ہوگا اور حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے شکار حلال ہوگا۔

اصول: حقیقت کے سامنے گمان کا اعتبار نہیں ہوگا۔

ترجمہ:(٤٠٦) اگر آدمی نے شکار پر تیر پھینکا اور تیر پھینکتے وقت بسم اللہ پڑھا تو جس کو لگا وہ کھایا جائے گا اگر تیر اس کو زخمی کردے اور مر جائے۔

ترجمہ:١ـ اس لئے کہ تیر پھینک کر ہی وہ ذبح اضطراری کر رہا ہے، اس لئے کہ تیر ذبح کا آلہ ہے اس لئے تیر پھینکتے وقت بسم اللہ ضروری ہے، اور اس قسم کے ذبح اضطراری کے لئے پورا بدن ذبح کا محل ہے، اور زخمی کرنا ضروری ہے تاکہ ذبح کا معنی متحقق ہو جائے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

تشریح: اوپر تیر سے شکار کرنے کی تین شرطیں بیان کی تھیں۔[١] ایک تو یہ کہ بسم اللہ پڑھ کر تیر پھینکا ہو۔ اگر بغیر بسم اللہ کے تیر پھینکا تو شکار حلال نہیں ہے۔[٢] دوسری شرط یہ ہے کہ شکار زخمی ہوا ہو تاکہ ذبح اضطراری ہو جائے، بھینچ کر کے چورا ہوا ہو تو حلال نہیں۔[٣] اور تیسری شرط یہ ہے کہ ہاتھ میں آنے سے پہلے مر چکا ہو۔ اگر ہاتھ میں آتے وقت زندہ تھا تو ذبح کرنا ہوگا۔ اگر ذبح نہیں کیا اور مر گیا تو اب حلال نہیں ہے۔

وجہ:(١) حدیث میں ہے۔ عن عدی بن حاتم .... قلت انا نرمی بالمعراض ؟ قال کل ما خرق وما اصاب بعرضہ فلا تأکل . (بخاری شریف، باب ما اصاب المعراض بعرضہ ص ٩٧٦، نمبر ٥٤٧٧ رمسلم شریف، باب الصید بالکلاب المعلمۃ والرمی، ص ١٤٥ انمبر ١٩٢٩ر ٤٩٧٧) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تیر زخمی کرے تو کھا سکتا ہے اور زخمی نہ کرے

(۴۰۷)قَالَ: وَإِن أَدْرَكَهُ حَيًّا ذَكَّاهُ ﴿١﴾ وَقَدْ بَيَّنَّاهَا بِوُجُوهِهَا، وَالِاخْتِلَافِ فِيهَا فِي الْفَصْلِ الْأَوَّلِ فَلَا نُعِيدُهُ (۴۰۸)قَالَ: وَإِذَا وَقَعَ السَّهْمُ بِالصَّيْدِ فَتَحَامَلَ حَتَّى غَابَ عَنْهُ وَلَمْ يَزَلْ فِي طَلَبِهِ حَتَّى أَصَابَهُ مَيِّتًا أُكِلَ، وَإِنْ قَعَدَ عَنْ طَلَبِهِ ثُمَّ أَصَابَهُ مَيِّتًا لَمْ يُؤْكَلْ، ﴿١﴾ لِمَا رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «أَنَّهُ كَرِهَ أَكْلَ الصَّيْدِ إذَا غَابَ عَنْ الرَّامِي وَقَالَ: لَعَلَّ هَوَامَّ

توچونکہ ذبح اضطراری بھی نہیں ہوااس لئے نہ کھائے۔(۲)اور تیر بسم اللہ پڑھ کر پھینکے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عدی بن حاتم ....و ان رمیت سھمک فاذکر اسم اللہ (مسلم شریف، باب الصید بالکلاب المعلمۃ والرمی، ص۸۶۲، نمبر ۴۹۸۱/۱۹۲۹)(۳)عن ابی ثعلبة الخشنی ... وما صدت بقوسک فذکرت اسم اللہ فکل . (بخاری شریف، باب صید القوس، ص۹۷۶، نمبر ۵۴۷۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تیر پھینکتے وقت بسم اللہ پڑھے (۴) آیت بھی گزر چکی ہے۔فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ (آیت۴ سورۃ المائدۃ۵)اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ تیر پھینکتے وقت بسم اللہ پڑھے۔(۵)اور زندہ ہاتھ آئے تو ذبح کرے تب حلال ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عدی بن حاتم قال قال لی رسول اللہ اذا ارسلت کلبک فاذکر اسم اللہ فان امسک علیک فادرکتہ حیا فاذبحہ. (مسلم شریف، باب الصید بالکلاب المعلمۃ والرمی، ص۸۶۲، نمبر ۴۹۸۱/۱۹۲۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ پائے تو اس کو ذبح کرے تب حلال ہوگا۔(۶) دلیل عقلی یہ ہے کہ تیر پھینکنے سے ذبح اضطراری ہوگا اس لئے تیر پھینکتے وقت بسم اللہ پڑھے، اور چونکہ پورا بدن ذبح کا محل ہے اس لئے بدن کے کسی حصے میں بھی لگ جائے تو شکار حلال ہوگا

ترجمہ: (۴۰۷)اور اگر شکار زندہ پایا تو اس کو ذبح کرے۔

ترجمہ: ﴿١﴾ ہم نے اس کے سارے وجوہات کے ساتھ بیان کیا[کہ ذبح اختیاری پر قادر ہو گیا ہے اس لئے ذبح اضطرای کافی نہیں ہوگا۔

تشریح: اگر شکار کو زندہ پالے تو اس کو ذبح اختیاری کرے گا تب حلال ہوگا، ورنہ نہیں۔

وجہ: کیونکہ اب یہ ذبح اختیاری پر قادر ہو گیا ہے، اس لئے ذبح اضطراری کافی نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ﴿٢﴾ اور اس بارے میں اختلاف کو بیان کیا۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا اختلاف گزر چکا ہے، اس کو دوبارہ بیان نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ: (۴۰۸)اگر شکار کو تیر لگا وہ مشقت کر کے شکاری سے غائب ہو گیا اور یہ اس کی تلاش میں رہا یہاں تک کہ اس کو مردہ پایا تو کھایا جائے گا۔اور اگر تلاش سے بیٹھ گیا پھر اس کو مردہ پایا تو نہیں کھایا جائے گا۔

ترجمہ: ﴿١﴾ اس لئے کہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اس شکار کو کھانے کو اچھا نہیں سمجھا جو تیر پھینکنے والے سے غائب ہو گیا ہو

الْأَرْضِ قَتَلَتْهُ» ۲؎ وَلِأَنَّ احْتِمَالَ الْمَوْتِ بِسَبَبٍ آخَرَ قَائِمٌ فَمَا يَنْبَغِي أَنْ يَحِلَّ أَكْلُهُ؛ لِأَنَّ الْمَوْهُومَ فِي هَذَا كَالْمُتَحَقِّقِ لِمَا رَوَيْنَا، إلَّا أَنَّا أَسْقَطْنَا اعْتِبَارَهُ مَا دَامَ فِي طَلَبِهِ ضَرُورَةَ أَنْ لَا

،آپ نے فرمایا کہ شاید زمین کے رینگنے والے جانور نے اس کو قتل کیا ہو۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ یقین نہ ہو کہ یہ شکار شکاری ہی کے تیر سے مرا ہے تو اس کومت کھاؤ

تشریح: شکار کو تیر مارا، شکار اس کو برداشت کرتے ہوئے بھاگا اور شکاری کی آنکھوں سے غائب ہو گیا اب وہ مسلسل تلاش کرتا رہا اور شکار کو مردہ پایا تو کھا سکتا ہے۔اور اگر تلاش کرنے سے بیٹھ گیا پھر مردہ پایا تو نہ کھائے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن ابی مریم قال اتی رجل الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ رمیت صیدا فتغیب عنی لیلۃ ؟فقال النبی ﷺ ان ھوام اللیل کثیرۃ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الصید یغیب مقتلہ ، ج رابع ،ص ۳۵۲ ،نمبر ۸۴۴۸ ۷ رمصنف ابن ابی شیبۃ ، باب الرجل یرمی الصید ویغیب عنہ ثم یجد سہمہ فیہ، ج رابع ،ص ۲۴۷ ،نمبر ۱۹۶۷۱)اس حدیث میں ہے کہ رات میں رینگنے والے جانور بہت ہیں اس لئے ممکن ہے کہ اس نے مارا ہو اس لئے اس شکار کومت کھاؤ۔(۲) حدیث میں ہے۔عن عدی بن حاتم عن النبی ص قال ... وان رمیت الصید فوجدتہ بعد یوم او یومین لیس بہ الا اثر سہمک فکل وان وقع فی الماء فلا تأکل (بخاری شریف، باب الصید اذا غاب عنہ یومین اوثلاثۃ ،ص ۹۷۷ ،نمبر ۵۴۸۴ رمسلم شریف، باب الصید بالکلاب المعلمۃ والرمی ،ص ۸۶۲ ،نمبر ۱۹۲۹ر ۴۹۸۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمہارے تیر ہی سے مرا ہے اس کا یقین ہے پانی سے نہیں مرا ہے تو دو دن کے بعد بھی مردہ ملا تو کھا سکتے ہو بشرطیکہ بدبودار نہ ہوا ہو۔(۳) کیونکہ دوسری حدیث میں ہے۔عن ابی ثعلبۃ عن النبی ﷺ قال اذا رمیت بسہمک فغاب عنک فادرکتہ فکلہ مالم ینتن (مسلم شریف، باب اذا غاب عنہ الصید ثم وجدہ ،ص ۸۶۳، نمبر ۱۹۳۱ر ۴۹۸۵)اور تلاش کرتا رہے اور مردہ پائے تو کھائے اور بیٹھ جائے پھر مردہ پائے تو نہ کھائے (۴) اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن عدی انہ قال للنبی ﷺ یرمی الصید فیفتقر اثرہ الیومین والثلاثۃ ثم یجدہ میتا وفیہ سہمہ قال یأکل ان شاء. (بخاری شریف، باب الصید اذا غاب عنہ یومین اوثلاثۃ ،ص ۹۷۷ ،نمبر ۵۴۸۵ رابوداؤد شریف، باب فی الصید ،ص ۴۱۵ ،نمبر ۲۸۵۳ رسنن للبیہقی ، باب الارسال علی الصید یتواری عنہ ثم تجدہ مقتولا ، ج تاسع ،ص ۴۰۵ ،نمبر ۱۸۹۰۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلاش کرتا رہے تو حلال ہے اور بیٹھ جائے تو حلال نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کے تیر سے نہ مرا ہو بلکہ کسی اور وجہ سے شکار مرا ہو اس لئے جائز نہیں ہے۔

لغت: فتحامل : حمل سے مشتق ہے برداشت کرنا۔

ترجمہ: ۲؎ اس لئے کہ دوسرے سبب سے موت کا احتمال قائم ہے اس لئے اس کا کھانا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ وہم حقیقت کے درجے میں ہے اس حدیث کی وجہ سے جو ہم نے روایت کی۔مگر جب تک اس کے طلب میں ہے ہم نے اس کو

يَعْرَى الاصْطِيَادُ عَنْهُ، وَلَا ضَرُورَةَ فِيمَا إِذَا قَعَدَ عَنْ طَلَبِهِ لِإِمْكَانِ التَّحَرُّزِ عَنْ تَوَارٍ يَكُونُ بِسَبَبِ عَمَلِهِ، ۳ وَالَّذِي رَوَيْنَاهُ حُجَّةٌ عَلَى مَالِكٍ فِي قَوْلِهِ إِنَّ مَا تَوَارَى عَنْهُ إِذَا لَمْ يَبِتْ يَحِلُّ فَإِذَا بَاتَ لَيْلَةً لَمْ يَحِلَّ (۴۰۹)وَلَوْ وُجِدَ بِهِ جِرَاحَةٌ سِوَى جِرَاحَةِ سَهْمِهِ لَا يَحِلُّ ﴿ا لِأَنَّهُ مَوْهُومٌ يُمْكِنُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ فَاعْتُبِرَ مُحَرَّمًا، بِخِلَافِ وَهْمِ الْهَوَامِّ

ساقط کر دیا اس لئے کہ شکار کرنے میں اس سے خالی نہیں ہوتا، اور جب طلب کرنے سے بیٹھ گیا تو اس کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اس سے بچنا ممکن ہے کہ اپنے عمل کے سبب سے چھپا ہو۔

تشریح : یہاں یہ ممکن ہے کہ دوسرے سبب سے مرا ہو اس لئے اس کے کھانے سے احتراز کرنا چاہئے، کیونکہ یہاں حدیث کی بنا پر وہم حقیقت کے درجے میں ہے۔ اس لئے یہاں یہ فرق کیا کہ اگر طلب کرنے سے بیٹھ گیا تو سمجھا جائے گا کہ دوسرے سبب سے مرا ہے، اور نہیں بیٹھا تو سمجھا جائے گا کہ اس کے تیر ہی سے مرا ہے، کیونکہ اس سے بچنا ناممکن ہے۔

لغت: تواری: وری سے مشتق ہے، چھپنا۔

ترجمہ : ۳ جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ امام مالک پر حجت ہے کہ چھپنے پر رات نہیں گزرا ہے تو حلال ہے، اور رات گزر گئی تو حلال نہیں۔

تشریح : امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر شکار کے چھپنے پر رات گزر گئی تو اب حلال نہیں، اور رات نہیں گزری ہے تو حلال ہے ،لیکن انکے خلاف وہ حدیث حجت ہے جس کو صاحب ہدایہ نے اوپر ذکر کیا۔

وجہ :حضرت مالک کی دلیل یہ قول صحابی ہے، **یا ابن عباس انا ارمی الصید فاصمی و انمی ؟ فقال ما اصمیت فکل و ما تواری عنک لیلة فلا تاکل و انی لا ادری انت قتلته ام غیرک** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الصید یغیب مقتلہ، ج رابع ،ص ۳۵۲، نمبر ۸۴۸۴) اس قول صحابی میں ہے کہ ایک رات شکار غائب رہ جائے تو مت کھاؤ، کیونکہ کیا معلوم کہ تم نے قتل کیا ہے یا کسی اور طریقے سے مرا ہے۔

ترجمہ :(۴۰۹) اگر شکار کو تیر کے زخم کے علاوہ زخم ہے تو حلال نہیں ہوگا

ترجمہ : ا اس لئے کہ یہ ایسا موہوم ہے کہ اس سے بچا جا سکتا ہے، اس لئے اس کو حرام قرار دیا جائے گا، بخلاف رینگنے والی چیز کے۔

تشریح: شکاری نے مرے ہوئے شکار میں اپنے تیر کے علاوہ کسی اور چیز کا بھی نشان پایا، جس سے وہم ہوا کہ اس نشان سے مرا ہو تو چاہے اس کی طلب سے بیٹھا نہ ہو تب بھی یہ شکار حلال نہیں ہے۔

وجہ :(۱) یہ وہم ہے کہ تیر سے مرا ہو اور یہ بھی وہم ہے کہ دوسرے نشان سے مرا ہو، لیکن اس نشان سے بچنا ممکن ہے، کیونکہ یہ

۲؎ وَالْجَوَابُ فِي إرْسَالِ الْكَلْبِ فِي هَذَا كَالْجَوَابِ فِي الرَّمْيِ فِي جَمِيعِ مَا ذَكَرْنَاهُ.(۴۱۰) قَالَ :وَإِذَا رَمَى صَيْدًا فَوَقَعَ فِي الْمَاءِ أَوْ وَقَعَ عَلَى سَطْحٍ أَوْ جَبَلٍ ثُمَّ تَرَدَّى مِنْهُ إلَى الْأَرْضِ لَمْ يُؤْكَلْ﴾ ا؎ لِأَنَّهُ الْمُتَرَدِّيَةُ وَهِيَ حَرَامٌ بِالنَّصِّ، وَلِأَنَّهُ احْتَمَلَ الْمَوْتَ بِغَيْرِ الرَّمْيِ؛ إذْ الْمَاءُ

بار بار نہیں ہوتا اس لئے چاہے شکار کے طلب سے بیٹھا نہ ہو تب بھی اس کو حرام قرار دیا جائے گا، بخلاف زمین کے رینگنے والی چیز کے، یہ کثرت سے پائی جاتی ہے اس لئے اس میں یہ قاعدہ رکھا کہ طلب سے بیٹھا نہ ہو تو حلال ہے اور بیٹھ گیا ہو تو حلال نہیں ہے ۔(۲)عن عدی بن حاتم ان النبی ﷺ قال اذا رمیت سھمک و ذکرت اسم اللہ فوجدتہ من الغد و لم تجدہ فی ماء و لا فیہ اثر غیر سھمک فکل .(ابوداؤدشریف، باب فی الصید، ص۴۱۴، نمبر۲۸۴۹)اس حدیث میں ہے کہ دوسرے کے تیر کا مشان نہ ہو تو کھاؤ جس سے پتہ چلا کہ دوسرے کے تیر کا نشان ہو تو مت کھاؤ۔

ترجمہ :۲؎ جو حکم تیر پھینکنے میں ہے وہی حکم کتا کے بھیجنے میں ہے ان تمام احکام میں جو ہم نے ذکر کئے ۔

تشریح :اوپر تیر کے بارے میں چار احکام ذکر کئے ، کتا کے چھوڑتے وقت بھی وہی چار احکام ہوں[۱] تیر پھینکتے وقت بسم اللہ پڑھے، کتا چھوڑتے وقت بھی بسم اللہ پڑھے۔[۲] تیر لگنے کے بعد شکار کو زندہ پکڑا تو ذبح اختیاری کرنا ہوگا تب حلال ہوگا، کتا کے زخمی کرنے کے بعد شکار زندہ پکڑا گیا تو ذبح اختیاری کرنا تب حلال ہوگا۔[۳] تیر لگنے کے بعد شکار غائب ہو گیا، پھر مردہ پایا، تو اگر اس کے طلب سے بیٹھا نہیں ہے تو شکار حلال ہے اور بیٹھ گیا تو حلال نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ہوام الارض نے اسکو قتل کیا ہو، کتا کے زخمی کرنے کے بعد شکار غائب ہو گیا، پھر شکار مردہ ملا تو اگر اس کے طلب سے بیٹھا نہ ہو تو حلال ہے اور بیٹھ گیا تو حلال نہیں ہے،[۴] تیر کے علاوہ کوئی اور زخم شکار پر ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس سے مرا ہو اس لئے حلال نہیں ہوگا، اسی طرح کتے کے زخم کے علاوہ کوئی اور زخم ہو تا حلال نہیں ہوگا۔

وجہ :اس چوتھی صورت کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عدی بن حاتم ان النبی ﷺ قال اذا رمیت سھمک و ذکرت اسم اللہ فوجدتہ من الغد و لم تجدہ فی ماء و لا فیہ اثر غیر سھمک فکل و اذا اختلط بکلابک کلب می غیر ھیا فلا تأکل لا تدری لعلہ قتلہ الذی لیس منھا .(ابوداؤدشریف، باب فی الصید ص۴۱۴، نمبر۲۸۴۹)اس حدیث میں ہے کہ دوسرا کتا مل جائے تب بھی مت کھاؤ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دوسرے کتے نے قتل کیا ہو، اسی پر قیاس کر کے دوسرے زخم سے قتل ہوا ہو تب بھی مت کھاؤ۔

ترجمہ :(۴۱۰)اگر شکار کو تیر مارا اور وہ پانی میں گر گیا تو نہیں کھایا جائے گا۔ ایسے ہی اگر چھت پر یا پہاڑ پر گرا پھر وہاں سے زمین تک لڑھکا تو نہیں کھایا جائے گا۔

ترجمہ :ا؎ اس لئے کہ وہ لڑھکا ہوا ہے، اور وہ آیت کی وجہ سے حرام ہے، اور اس لئے کہ ممکن ہے کہ موت تیر کے علاوہ کسی

مُهْلِکٌ وَکَذَا السُّقُوطُ مِنْ عَالٍ، یُؤَیِّدُ ذٰلِکَ قَوْلُهُ - عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - لِعَدِیٍّ - رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ - «وَإِنْ وَقَعَتْ رَمِیَّتُکَ فِي الْمَاءِ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّکَ لَا تَدْرِي أَنَّ الْمَاءَ قَتَلَهُ أَوْ سَهْمُکَ» (۴۱۱)وَإِنْ وَقَعَ عَلَی الْأَرْضِ ابْتِدَاءً أُكِلَ﴾ ؎ لِأَنَّهُ لَا یُمْکِنُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ، وَفِي

اور چیز سے ہوئی ہو، کیونکہ پانی بھی مارنے والی چیز ہے، اسی طرح بلندی سے نیچے گرنا بھی مرنے کا سبب ہے، اس کی تائید میں حضرت عدی بن حاتم کو حضورؐ کا قول ہے، اگر تمہارا تیر مارا ہوا شکار پانی میں گر جائے تو مت کھاؤ، اس لئے کہ تمہیں کیا معلوم پانی سے مرا ہے یا تمہارے تیر سے مرا ہے۔

تشریح: یہاں دو مسئلے ہیں[۱] ایک یہ ہے کہ تیر لگنے کے بعد شکار پانی میں گر گیا، تو اس کو نہیں کھایا جائے گا، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ شکار پانی سے مرا ہو تیر سے نہ مرا ہو۔[۲] اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ تیر لگنے کے بعد شکار چھت پر گرا اور وہاں سے لڑھکا، یا پہاڑ پر گرا اور وہاں سے لڑھکا تو یہ ممکن ہے کہ لڑھکنے سے مرا ہو اس لئے اس شکار کو نہیں کھایا جائے گا، دونوں کی دلیل آگے آرہی ہے

وجہ: (۱) پانی میں گرا ہو تو نہیں کھایا جائے اس کی دلیل یہ حدیث ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے۔ عن عدی بن حاتمؓ قال سألت رسول الله ﷺ عن الصيد قال اذا رميت بسهمک فاذکر اسم الله فان وجدته قدقتل فکل الا ان تجده قد وقع فی ماء فانک لا تدری الماء قتله او سهمک (مسلم شریف، باب الصید بالکلاب المعلمة والرمی، ص ۸۶۲، نمبر ۱۹۲۹/۴۹۸۲ / بخاری شریف، باب الصید اذا اغاب عنه یومین اوثلاثة، ص ۹۷۷، نمبر ۵۴۸۴ / ابو داؤد شریف، باب فی الصید، ص ۴۱۴، نمبر ۲۸۵۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شکار پانی میں گر گیا ہو اور وہاں سے مردہ نکالا تو نہ کھائے کیونکہ کیا معلوم کہ پانی سے ہی مرا ہو تیر سے نہیں۔

وجہ: (۱) اگر لڑھکنے کی وجہ سے مرا ہو تو حلال نہیں ہے۔ آیت میں ہے۔ والمنخنقة والموقوذة والمتردية (آیت ۳ سورۃ المائدۃ ۵) اور چونکہ یہاں تیر اور لڑھکنے میں شبہ پیدا ہو گیا اس لئے حلال نہیں ہے (۲) قول صحابی میں ہے۔ قال عبد الله اذا رمی احدکم صیدا فتردی من جبل فمات فلا تأکلوا فانی اخاف ان یکون التردی قتله (سنن للبیهقی، باب الصید یرمی فیقع علی جبل ثم یتردی منه او یقع فی الماء ج تاسع ص ۴۱۶ نمبر ۱۸۹۴۲ / مصنف ابن ابی شیبة ۱۷ اذا رمی صیدا فوقع فی الماء ج رابع ص ۲۴۸ نمبر ۱۹۶۸۴) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ پہاڑ سے لڑھکا ہو تو حلال نہیں ہے۔

لغت: تردی: اوپر سے لڑھکنا۔ اسی سے آیت میں متردیة، ہے اوپر سے لڑھک کر مرا ہوا۔ عل: علی سے مشتق ہے، بلندی۔

ترجمہ: (۴۱۱) اور اگر ابتدا میں زمین پر گرا تو کھایا جائے گا۔

ترجمہ: ؎ اس لئے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے، اور اس کے اعتبار کرنے مین شکار کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا، بخلاف جو پہلے گزرے [پانی میں گرنا، پہاڑ سے لڑھکنا،] اس سے بچنا ممکن تھا۔

تشریح: شکار تیر کھا کر زمین پر گرا اور مر گیا تو کھایا جائے گا۔ اس میں بھی اگر چہ شک ہے کہ تیر سے نہ مرا ہو بلکہ زمین پر

اعْتِبَارِهِ سَدَّ بَابِ الِاصْطِيَادِ بِخِلَافِ مَا تَقَدَّمَ؛ لِأَنَّهُ يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ،۲ فَصَارَ الْأَصْلُ أَنَّ سَبَبَ الْحُرْمَةِ وَالْحِلِّ إذَا اجْتَمَعَا وَأَمْكَنَ التَّحَرُّزُ عَمَّا هُوَ سَبَبُ الْحُرْمَةِ تُرَجَّحُ جِهَةُ الْحُرْمَةِ احْتِيَاطًا، وَإِنْ كَانَ مِمَّا لَا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ جَرَى وُجُودُهُ مَجْرَى عَدَمِهِ؛ لِأَنَّ التَّكْلِيفَ بِحَسَبِ الْوُسْعِ، ۳ فَمِمَّا يُمْكِنُ التَّحَرُّزُ عَنْهُ إذَا وَقَعَ عَلَى شَجَرٍ أَوْ حَائِطٍ أَوْ آجُرَّةٍ ثُمَّ وَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ أَوْ رَمَاهُ، وَهُوَ عَلَى جَبَلٍ فَتَرَدَّى مِنْ مَوْضِعٍ إلَى مَوْضِعٍ حَتَّى تَرَدَّى إلَى الْأَرْضِ، أَوْ رَمَاهُ فَوَقَعَ عَلَى رُمْحٍ مَنْصُوبٍ أَوْ عَلَى قَصَبَةٍ قَائِمَةٍ أَوْ عَلَى حَرْفِ آجُرَّةٍ لِاحْتِمَالِ أَنَّ حَدَّ

گرنے کی وجہ سے مرا ہو۔

وجہ : لیکن چونکہ شکار آخر زمین پر ہی گرے گا اس لئے یہاں اس شک کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور شکار حلال رہے گا۔ کیونکہ کہ زمین پر گرنے سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

ترجمہ :۲ تو قاعدہ کلیہ یہ نکلا کہ حرام ہونے اور حلال ہونے دونوں کے اسباب جمع ہو جائیں اور حرام سے بچنا ممکن ہو تو احتیاطا حرام کو ترجیح دی جائے گی [اور شکار حرام ہوگا] اور حرام سے بچنا ممکن نہ ہو تو اس کو معدوم قرار دیا جائے گا، اس لئے کہ تکلیف انسانی وسعت کے مطابق ہے۔

تشریح : یہاں سے شکار کے بارے میں قاعدہ کلیہ بتاتے ہیں کہ حرام اور حلال دونوں کے اسباب جمع ہو جائیں، اور حرام سے بچنا ممکن ہو حرام کو ترجیح دی جائے گی، احتیاط اسی میں ہے۔ اور اگر حرام پر عمل کرنا ممکن نہ ہو تو حرام کو کالعدم قرار دیا جائے گا ، اور چیز کو حلال قرار دیا جائے گا، کیونکہ وسعت مطابق ہی تکلیف دی جاتی ہے۔

وجہ :(۱) حرام اور حلال میں حرام کو ترجیح دی جاتی ہے اس کے لئے یہ قول صحابی گزر چکا ہے۔ ۔ قال عبد اللہ [بن مسعود] ما اجتمع حلال و حرام الا غلب الحرام علی الحلال (مصنف عبد الرزاق، باب الرجل یزنی بام امراتہ ، ج سابع ،ص ۱۵۷، نمبر ۱۲۸۲۶) اس قول صحابی میں ہے کہ حلال اور حرام جمع ہو جائے تو حرام کو ترجیح دی جائے گی ۔(۲) اور وسعت کے مطابق تکلیف دی جاتی ہے اس کے لئے یہ آیت ہے۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ (آیت ۲۸۶، سورۃ البقرۃ ۲)

ترجمہ :۳ جن سے بچنا ممکن ہے جبکہ شکار درخت پر گر جائے، دیوار پر گر جائے، پکی اینٹ پر گر جائے، پھر وہاں سے زمین پر گرے، پہاڑ پر گرے اور وہاں سے لڑھک جائے اور زمین تک آجائے، تیر لگا اور کسی کھڑے نیزے پر شکار گر گیا، ، یا کھڑے بانس پر گرا، یا پکی اینٹ کے کنارے پر شکار گرا، ، اس کا احتمال ہے کہ ان چیزوں کی دھار نے شکار کو مارا ہے۔

تشریح : یہ آٹھ صورتیں ایسی ہیں کہ کبھی کبھار ہی چانس پیش آتی ہیں اس لئے اس سے بچنا ممکن ہے، اس لئے ان صورتوں میں شکار گرا اور مرا تو نہیں کھایا جائے گا

هَذِهِ الْأَشْيَاءِ قَتَلَهُ، ۴؎ وَمِمَّا لا يُمْكِنُ الِاحْتِرَازُ عَنْهُ إِذَا وَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ كَمَا ذَكَرْنَاهُ، أَوْ عَلَى مَا هُوَ مَعْنَاهُ كَجَبَلٍ أَوْ ظَهْرِ بَيْتٍ أَوْ لَبِنَةٍ مَوْضُوعَةٍ أَوْ صَخْرَةٍ فَاسْتَقَرَّ عَلَيْهَا؛ لِأَنَّ وُقُوعَهُ عَلَيْهِ

[۱] تیر کھا کر کسی درخت پر گر جانا

[۲] کسی دیوار پر گرنا

[۳] پختہ اینٹ پر گر جانا

[۴] پہاڑ پر گرنا اور وہاں سے لڑھکنا

[۵] کسی گڑے ہوئے نیزے پر گر جانا

[۶] کسی کھڑے بانس پر گرنا

[۷] کسی کھڑے نرکل پر گرنا

[۸] پختہ انیٹ کے کنارے پر گرنا اور مر جانا،

کیونکہ ان چیزوں کے دھار سے شکار مرا ہو اس لئے وہ حرام ہوگا۔

لغت: آجر: پختہ اینٹ، پختہ اینٹ پچھلے زمانے میں کم ہوتی تھی، اس لئے اس پر کبھی کبھار ہی شکار کرے گا، اس زمانے میں کثرت سے ہوتی ہے اس لئے اس کا حکم کچے انیٹ کی طرح ہوگا، یعنی اگر وہ زیادہ مقدار میں بچھی ہوئی ہے اور اس پر شکار گرا تو حلال رہے گا۔ تردی: لڑھکا ۔ رمح: نیزہ۔ قصبۃ: بانس

ترجمہ: ۴؎ اور جن صورتوں سے بچنا ممکن نہیں ہے۔۔ شکار زمین پر گرے، یا جو زمین کے مانند ہو، جیسے پہاڑ، یا گھر کی چھت، یا بچھی ہوئی کچی انیٹ، یا بڑا چٹان پر اور شکار وہیں اٹکا رہے، اس لئے کہ ان چیزوں پر گرنا، اور زمین پر گرنا برابر ہے۔

تشریح: یہ پانچ صورتیں عام طور پر پیش آتی ہے، اس لئے اس سے بچنا ممکن نہیں ہے، اس لئے زخم کھانے کے بعد اس طرح شکار مرا تو یہ معاف ہے اور شکار کھایا جائے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان چیزوں پر گرنا اور زمین پر گرنا برابر درجے میں ہے

تیر سے زخمی ہونے کے بعد

[۱] شکار زمین پر گر جائے اور مر جائے

[۲] پہاڑ پر گرے اور وہیں رکا رہے

[۳] گھر کی چھت پر گرے

[۴] بچھی ہوئی کچی انیٹ پر گرے

[۵] کسی بڑے پتھر پر گرے اور وہیں ٹھہرا رہے۔

لغت: لبنۃ: کچی اینٹ۔ بچھی ہوئی کچی اینٹ، مٹی رکھی ہوئی کی طرح ہے۔ صخرۃ: چٹان، بڑا پتھر۔

وَعَلَى الْأَرْضِ سَوَاءٌ ۵ وَذُكِرَ فِي الْمُنْتَقَى: لَوْ وَقَعَ عَلَى صَخْرَةٍ فَانْشَقَّ بَطْنُهُ لَمْ يُؤْكَلْ لِاحْتِمَالِ الْمَوْتِ بِسَبَبٍ آخَرَ وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ الشَّهِيدُ وَحُمِلَ مُطْلَقُ الْمَرْوِيِّ فِي الْأَصْلِ عَلَى غَيْرِ حَالَةِ الِانْشِقَاقِ، ٦ وَحَمَلَهُ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ السَّرَخْسِيُّ - رَحِمَهُ اللَّهُ - عَلَى مَا أَصَابَهُ حَدُّ الصَّخْرَةِ فَانْشَقَّ بَطْنُهُ بِذَلِكَ، وَحَمَلَ الْمَرْوِيَّ فِي الْأَصْلِ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يُصِبْهُ مِنَ الْآجُرَّةِ إلَّا مَا يُصِيبُهُ مِنَ الْأَرْضِ لَوْ وَقَعَ عَلَيْهَا وَذَلِكَ عَفْوٌ وَهَذَا أَصَحُّ ۷ وَإِنْ كَانَ الطَّيْرُ مَائِيًّا، فَإِنْ كَانَتِ الْجِرَاحَةُ لَا تَنْغَمِسُ فِي الْمَاءِ أُكِلَ، وَإِنِ انْغَمَسَتْ لَا يُؤْكَلُ كَمَا إذَا وَقَعَ فِي الْمَاءِ

ترجمہ: ۵ حاکم شہید کی کتاب منتقی میں ذکر کیا ہے کہ شکار چٹان پر گرا اور اس سے اس کا پیٹ پھٹ گیا تو وہ نہیں کھایا جائے گا، کیونکہ یہ احتمال ہے کہ گرنے کے سبب سے مرا ہو، اور حاکم شہیدؒ نے اس کو صحیح قرار دیا، اور امام محمد کی کتاب الاصل میں مطلق حلال لکھا ہے اس کو پیٹ پھٹنے کے علاوہ پر حمل کیا ہے۔

تشریح: امام محمدؒ کی کتاب، الاصل، میں یہ ہے کہ شکار چٹان پر گرا ہو تو کھایا جائے گا، یہ عبارت یہاں مطلق ہے، اس لئے ، اس لئے حاکم شہیدؒ نے یوں اس کی تاویل کی کہ شکار کا پیٹ نہیں پھٹا ہو تو کھایا جائے گا، اور حاکم شہیدؒ نے اپنی کتاب المنتقی میں یہ لکھا کہ چٹان پر گرنے کی وجہ سے شکار کا پیٹ پھٹ گیا ہو تو نہیں کھایا جائے، کیونکہ ممکن ہے کہ تیر سے نہ مرا ہو بلکہ پیٹ پھٹنے کی وجہ سے مرا ہو، اس طرح دونوں کتابوں کی عبارت اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہوگئی۔

ترجمہ: ٦ شمس الائمہ سرکسی نے منتقی کی عبارت کو اس پر محمول کیا کہ چٹان کی دھار لگی اور اس سے شکار کا پیٹ پھٹ گیا [تو نہیں کھایا جائے گا] اور کتاب الاصل میں جو روایت ہے اس کو اس پر حمل کیا کہ چٹان سے اتنی ہی چوٹ لگی جتنی زمین سے لگتی ہے [اور پیٹ نہیں پھٹا] تو یہ معاف ہے، کھایا جائے گا۔

تشریح: حضرت شمس الائمہ نے اپنی کتاب مبسوط میں لکھا کہ حاکم شہید کی کتاب المنتقی میں جو عبارت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ شکار چٹان کی دھار پر گرا اور اس سے اس کا پیٹ پھٹ گیا اس لئے نہیں کھایا جائے گا، کیونکہ غالب گمان یہ ہے کہ چٹان کی دھار سے مرا ہے۔ اور الاصل کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ شکار چٹان پر، یا پکی اینٹ پر گرا اور اتنی ہی چوٹ لگی جتنی زمین پر لگتی ہے، اور اس کا پیٹ نہیں پھٹا تو کھایا جاۓ گا، کیونکہ چٹان سے مرنے کا شبہ نہیں ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ زیادہ صحیح ہو گیا۔

لغت: انشق بطنہ: اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ صخرۃ: چٹان ، بڑا پتھر۔ آجرۃ: پکی اینٹ۔

ترجمہ: ۷ اگر پانی میں رہنے والا پرندہ ہو پس اگر زخم پانی میں نہ ڈوبے تو کھایا جائے گا، اور اگر پانی میں ڈوب جائے تو نہیں کھایا جائے گا، جیسے کہ پرندہ پانی میں ڈوب جائے تو نہیں کھایا جاتا ہے۔

تشریح: پانی میں تیرنے والا پرندہ ہے اب اس کو تیر کا زخم لگا تو یہ زخم پانی میں ڈوب جائے تو یوں سمجھا جائے گا یہ پانی زخم میں

(۴۱۲)قَالَ: وَمَا أَصَابَهُ الْمِعْرَاضُ بِعَرْضِهِ لَمْ يُؤْكَلْ، وَإِنْ جَرَحَهُ يُؤْكَلُ ﴿لـ﴾ لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – فِيهِ «مَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَمَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَلَا تَأْكُلْ» وَلِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنَ الْجُرْحِ لِيَتَحَقَّقَ مَعْنَى الذَّكَاةِ عَلَى مَا قَدَّمْنَاهُ.

سرایت کی اور اس سرایت کرنے کی وجہ سے پرندہ مرا ہے اس لئے نہیں کھایا جائے گا، جیسے زخم لگنے کے بعد پرندہ پانی میں ڈوب گیا تو نہیں کھایا جائے گا، کیونکہ گویا کہ وہ پانی میں ڈوبا ہے۔ اور اگر زخم پانی میں نہیں ڈوبا اور پرندہ تیر سے مر گیا تو کھایا جائے گا، کیونکہ اس صورت میں پانی سے مرنے کا امکان نہیں ہے۔

وجه: قال عبد الله اذا رميت طيرا فوقع فی ماء فلا تأكل فانی اخاف ان الماء قتله و ان رميت صيدا و هو علی جبل فتردی فلا تأكله فانی اخاف ان التردی أهلكه۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب اذا رمی صیدا فوقع فی الماء، ج رابع، ص ۲۴۹، نمبر ۱۹۶۸۴) اس قول صحابی میں ہے کہ پرندہ پانی میں ڈوب جائے تو مت کھاؤ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ پانی سے مرا ہو

ترجمه: (۴۱۲) کسی شکار کو لگے بے پھل کا تیر چوڑائی کی جانب سے تو نہ کھایا جائے گا۔

ترجمه: لـ حضورؐ کے قول کی وجہ سے جو تیر کی دھار سے لگے تو اس کو کھاؤ، اور اس کی چوڑائی سے لگے تو مت کھاؤ، اور یہ وجہ بھی ہے کہ زخم ہونا ضروری ہے تا کہ اضطراری ذبح ہو جائے، جیسا کہ پہلے کہا۔

تشریح: تیر کا دھار دار حصہ شکار کو نہیں لگا بلکہ لکڑی کا حصہ لگا اور شکار گویا کہ لکڑی کے دباؤ سے مر گیا تو نہیں کھایا جائے گا۔

وجه: (۱) شکار زخمی نہیں ہوا اس لئے ذبح اضطراری نہیں ہوا۔ (۲) وہ آیت کے مطابق موقوذہ ہو گیا یعنی دبوچ کر مارا گیا ہوا اس لئے یہ حلال نہیں ہے۔ آیت یہ ہے۔ حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به والمنخنقة والموقوذة والمترديه و النطيحة وما اكل السبع الا ما ذكيتم وما ذبح علی النصب۔ (آیت ۳، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں موقوذہ یعنی دباؤ سے مرے ہوئے کو حرام قرار دیا گیا ہے (۳) حدیث میں ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا۔ عن عدی بن حاتم ... وسألته عن صيد المعراض فقال اذا اصبت بحده فكل واذا اصبت بعرضه فقتل فانه وقيذ فلا تأكل. (بخاری شریف، باب اذا وجد مع الصید کلبا آخر، ص ۸۲۴، نمبر ۵۴۸۶/ مسلم شریف، باب الصید بالکلاب المعلمۃ والرمی ص ۱۴۵، نمبر ۱۹۲۹/ ۴۹۷۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تیر کی چوڑائی کا حصہ لگا تو نہیں کھایا جائے گا کیونکہ وہ وقیذ ہو گیا یعنی دباؤ سے مرا ہوا ہو گیا۔ اور دھار دار حصہ لگے تو کھایا جائے گا کیونکہ وہ ذبح اضطراری ہو گیا۔ اور اوپر حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ اذا اصبت بحده فكل۔

لغت: معراض: عرض سے مشتق ہے، چوڑا ہونا، یہاں تیر کا وہ حصہ مراد ہے، جس میں نوکدار بھال نہ ہو۔ حد: دھار۔

(۴۱۳) قَالَ :وَلَا يُؤْكَلُ مَا أَصَابَتْهُ الْبُنْدُقَةُ فَمَاتَ بِهَا ﴿١ ؛ لِأَنَّهَا تَدُقُّ وَتَكْسِرُ وَلَا تَجْرَحُ فَصَارَ كَالْمِعْرَاضِ إِذَا لَمْ يَخْزِقْ، ٢ وَكَذَلِكَ إِنْ رَمَاهُ بِحَجَرٍ ، وَكَذَا إِنْ جَرَحَهُ قَالُوا: تَأْوِيلُهُ

ترجمه :(۴۱۳)نہیں کھایا جائے گا جس کو غلیل کی گولی لگے اگر وہ اس سے مر جائے۔

ترجمه :١ اس لئے کہ غلہ کوٹتا ہے اور توڑتا ہے، زخمی نہیں کرتا تو وہ معراض [بے بھالے کے تیر کی طرح ہو گیا] جبکہ وہ زخمی نہ کرے۔

اصول : ہر وہ گولی، پتھر، لکڑی، لوہا جو دھاردار ہو اور زخمی اور گھائل کرتا ہو ان سے مار کر گھائل کر دیا تو حلال ہے اور زخمی اور گھائل نہ کرتا ہو بلکہ گوشت چور کرتا ہو تو حلال نہیں ہے۔

تشریح : پچھلے زمانے میں گول گول مٹی کی گولی بناتے تھے اور غلیل پر رکھ کر شکار کرتے تھے وہ چونکہ مٹی کا ہوتا تھا اور گول ہوتا تھا اس لئے وہ شکار کو زخمی نہیں کرتا تھا بلکہ اس کے لگنے سے موقوذ کی شکل بنتی یعنی گوشت ہڈی چور کر دیتا اور شکار مر جاتا۔ چونکہ اس صورت میں ذبح اضطراری کی شکل نہیں بنی اس لئے شکار حلال نہیں ہے۔

وجه :(۱) اس قول صحابی میں ہے۔ عن ابن عمرؓ انه كان يقول فی المقتولة بالبندقية تلک الموقوذة (بخاری شریف، باب صید المعراض، ص ۹۷۵، نمبر ۵۴۷۶ رسنن للبیہقی ، باب الصید یرمی بحجر او بندقیة ج تاسع ،ص ۴۱۷ نمبر ۱۸۹۴۶ رمصنف ابن ابی شیبة ۲۱ فی البندقیة والحجر یرمی بہ فیقتل ما قالوا فی ذلک، ج رابع ،ص ۲۵۲ نمبر ۱۹۷۲۴) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ غلیل کی گولی سے شکار شدہ موقوذہ ہے اس لئے حرام ہے۔ (۲) بخاری شریف میں اس کا ثبوت ہے اس لئے کہ وہاں خذف کا لفظ استعمال کیا ہے جو غلیل کے معنی میں ہے۔ حدیث یہ ہے۔ عن عبد الله بن مغفل انه رأى رجلا يخذف فقال له لا تخذف فان رسول الله ﷺ نهى عن الخذف او كان يكره الخذف وقال انه لا يصاد به صيد ولا ينكاء به عدو ولكنها قد تكسر السن وتفقاء العين۔ (بخاری شریف، باب الخذف والبندقیة ص ۸۲۳ نمبر ۵۴۷۹) اس حدیث کے اشارہ سے معلوم ہوا کہ گولی سے شکار نہیں کیا جا سکتا یعنی اس کا شکار حلال نہیں ہے۔ (۳) آیت یہ ہے۔ حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به والمنخنقة والموقوذة والمترديه و النطيحة وما اكل السبع الا ما ذكيتم وما ذبح على النصب ۔ (آیت ۳، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ موقوذہ حلال نہیں ہے، یعنی چور کرنے سے مرا ہو تو حلال نہیں ہے۔

نوٹ: اگر آج کل کے زمانے میں بندوق کی گولی نوکدار ہو جس سے زخمی اور گھائل ہو جاتا ہو جسطرح تیر زخمی اور گھائل کرتا ہے تو اس سے شکار کرنے سے حلال ہوگا۔ کیونکہ وہ موقوذہ نہیں ہے ذبح اضطراری کے درجے میں ہے۔

ترجمه :٢ ایسے ہی اگر پتھر سے مارا، اور ایسے ہی اگر پتھر سے زخمی کر دیا تو حلال نہیں ہے، اس کی تاویل یہ ہے کہ اگر پتھر بھاری ہو تو اس کا احتمال ہے کہ پتھر کی بوجھ سے مرا ہو۔

إذَا كَانَ ثَقِيلًا وَبِهِ حِدَةٌ لِاحْتِمَالِ أَنَّهُ قَتَلَهُ بِثِقَلِهِ، ۳؎ وَإِنْ كَانَ الْحَجَرُ خَفِيفًا وَبِهِ حِدَةٌ يَحِلُّ لِتَعَيُّنِ الْمَوْتِ بِالْجُرْحِ، ۴؎ وَلَوْ كَانَ الْحَجَرُ خَفِيفًا، وَجَعَلَهُ طَوِيلًا كَالسَّهْمِ وَبِهِ حِدَةٌ فَإِنَّهُ يَحِلُّ؛ لِأَنَّهُ يَقْتُلُهُ بِجُرْحِهِ، ۵؎ وَلَوْ رَمَاهُ بِمَرْوَةٍ حَدِيدَةٍ وَلَمْ تُبْضِعْ بَضْعًا لَا يَحِلُّ؛ لِأَنَّهُ قَتَلَهُ دَقًّا، ۶؎ وَكَذَا إذَا رَمَاهُ بِهَا فَأَبَانَ رَأْسَهُ أَوْ قَطَعَ أَوْدَاجَهُ؛ لِأَنَّ الْعُرُوقَ تَنْقَطِعُ بِثِقَلِ الْحَجَرِ كَمَا

تشریح: یہاں سے ۱۰ دس جزئیہ بیان کر رہے ہیں۔

[۱] پہلا جزئیہ۔ پتھر بھاری ہے، اور اس میں دھار بھی ہے، اب پتھر پھینک کر مارا، تو اس کا احتمال ہے کہ اس کی بوجھ سے مرا ہو، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اس کی دھار سے مرا ہو اس لئے حرام کی جانب ترجیح دے کر حرام قرار دیا جائے گا۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر پتھر ہلکا ہے اور اس میں دھار ہے تو شکار حلال ہے، اس لئے کہ یہ متعین ہے کہ شکار زخم سے مرا ہے۔

تشریح: [۲] یہ دوسرا جزئیہ ہے۔ اگر پتھر ہلکا ہے اور اس میں دھار بھی ہے تو ہلکا ہونے کی وجہ سے یہ طے ہے کہ اس کی دھار سے شکار مرا ہے اس لئے وہ حلال ہے۔

ترجمہ: ۴؎ اور اگر پتھر ہلکا ہو اور اس کو تیر کی طرح لمبا کر دیا ہے اور اس میں دھار بھی ہے تو وہ شکار حلال ہے اس لئے کہ اس کے زخم کی وجہ سے حلال ہے۔

تشریح: [۳] یہ تیسرا جزئیہ ہے۔ کہ پتھر تیر کی طرح لمبا ہے اور اس میں دھار بھی ہے تو یقینی ہے کہ دھار سے مرا ہے اس لئے یہ شکار حلال ہے۔

ترجمہ: ۵؎ اگر دھار دار مروہ [سنگ مرمر] پتھر سے مارا اور اس نے عضو کو نہیں کاٹا تو حلال نہیں ہے، کیونکہ چور ہو کر مرا ہے

تشریح: [۴] یہ چوتھا جزئیہ ہے۔ مروہ پتھر سخت ہوتا ہے، اس کو دھار دار بنایا جائے تو وہ دھار دار بن جاتا ہے، اب اس کے مارنے سے زخمی نہیں ہوا، یا جسم کا کوئی حصہ نہیں کٹا تو گویا کہ چور کرنا ہوا اس لئے شکار حلال نہیں ہوگا۔

لغت: مروۃ: سنگ مرمر، ایک قسم کا سخت پتھر، جو بھاری ہوتا ہے۔ تبضع: بضع سے مشتق ہے، کاٹنا، اسی سے ہے بضعا، کوئی عضو، یا جسم کا ٹکڑا۔ دقا: چور ہونا۔

ترجمہ: ۶؎ اور ایسے ہی شکار کو مارا اور اس سے اس کا سر جدا ہو گیا، یا شہ رگ کٹ گئی تو نہیں کھایا جائے گا اس لئے کہ رگ پتھر کے بوجھ سے بھی کٹتا ہے، اس لئے شک ہو گیا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے شہ رگ کٹنے سے پہلے مر گیا ہو۔

تشریح: [۵] یہ پانچواں جزئیہ ہے۔ مروہ پتھر سے شکار کو مارا جس سے اس کا سر جدا ہو گیا، یا شہ رگ کٹ گئی تو نہیں کھایا جائے گا۔

وجہ: یہ ہے بھاری پتھر اس لئے ممکن ہے کہ اس کی بوجھ کی وجہ سے سر جدا ہوا ہو، یا رگ کٹی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی بوجھ

تَنقَطِعُ بِالْقَطْعِ فَوْقَ الشَّكِّ أَوْ لَعَلَّهُ مَاتَ قَبْلَ قَطْعِ الْأَوْدَاجِ، ے وَلَوْ رَمَاهُ بِعَصًا أَوْ بِعُودٍ حَتَّى قَتَلَهُ لَا يَحِلُّ؛ لِأَنَّهُ يَقْتُلُهُ ثِقَلًا لَا جُرْحًا، اللَّهُمَّ إِلَّا إِذَا كَانَ لَهُ حِدَةٌ يُبْضِعُ بِضْعًا فَحِينَئِذٍ لَا بَأْسَ بِهِ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ السَّيْفِ وَالرُّمْحِ ۸ وَالْأَصْلُ فِي هَذِهِ الْمَسَائِلِ أَنَّ الْمَوْتَ إِذَا كَانَ مُضَافًا إِلَى الْجُرْحِ بِيَقِينٍ كَانَ الصَّيْدُ حَلَالًا، وَإِذَا كَانَ مُضَافًا إِلَى الثِّقَلِ بِيَقِينٍ كَانَ حَرَامًا، وَإِنْ وَقَعَ

کی وجہ سے پہلے شکار مرا پھراس کی رگ کٹی، چونکہ یہ شک موجود ہے اس لئے یہ حلال نہیں ہے۔

لغت: اوداج: ودج کی جمع ہے، گردن میں دو رگیں ہوتی ہیں انکو، اوداج، کہتے ہیں۔ عروق: عرق کی جمع ہے، رگ۔

ترجمہ: ے اور اگر لاٹھی سے مارا یا چھڑی سے مارا اور شکار مر گیا تو حلال نہیں ہے، اس لئے کہ بوجھ سے مرا ہے زخم سے نہیں مرا ہے۔ ہاں اس کی دھار ہو جس سے جسم کٹ جائے تو اس وقت اس شکار کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ یہ لاٹھی تلوار اور نیزے کی طرح ہوگئی۔

تشریح: [۶] یہ چھٹا جزئیہ ہے۔ لاٹھی یا چھڑی سے شکار کو مارا اور وہ مر گیا تو یہ حلال نہیں ہے، کیونکہ اس کی بوجھ سے مرا ہے، دھار سے نہیں مرا ہے، ہاں اس میں دھار ہو اور وہ لگے اور اس کی وجہ سے زخمی ہو جائے تو اب یہ شکار حلال ہوگا، کیونکہ یہ لاٹھی اب تلوار اور نیزے کی طرح ہو گیا۔

ترجمہ ۸: ان مسائل کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر شکار یقینی طور پر زخم سے مرا ہو تو شکار حلال ہے، اور اگر مرا ہو یقینی طور پر بوجھ سے تو تو شکار حرام ہے، اور اگر شک واقع ہو گیا، اور معلوم نہیں کہ زخم سے مرا یا بوجھ سے مرا تو احتیاطا حرام قرار دیا جائے گا۔

تشریح: یہاں تین قاعدے بتا رہے ہیں

[۱] اگر یقین ہے کہ شکار بوجھ سے مرا ہے چاہے کسی چیز کا بوجھ ہو تو وہ حرام ہے

[۲] اگر یہ یقین ہو کہ شکار دھار سے مرا ہے چاہے کسی چیز کی دھار ہو تو وہ حلال ہے۔

[۳] اور شک ہو گیا ہو کہ بوجھ سے مرا ہے، یا دھار سے مرا ہے تو حرام کی جانب سے ترجیح دے کر احتیاطا وہ حرام ہوگا۔

وجہ: اس حدیث میں ان قاعدوں کی دلیل ہے، کہ بوجھ سے مرا ہو تو حلال نہیں، اور دھار سے مرا ہو تو حلال ہے۔ عن عدی بن حاتم ... وسألته عن صيد المعراض فقال اذا اصبت بحده فكل واذا اصبت بعرضه فقتل فانه وقيذ فلا تأكل . (بخاری شریف، باب اذا وجد مع الصید کلبا آخر، ص ۹۸۲، نمبر ۵۴۸۶ / مسلم شریف، باب الصید بالکلاب المعلمۃ والرمی ص ۸۵۱، نمبر ۱۹۲۹ / ۴۹۷۴)

ترجمہ: ۹ اور اگر تلوار، یا چھری ماری اور شکار کو دھار لگا، اور اس کو زخمی کر دیا تو حلال ہے، اور اگر چھری کی پشت کی جانب لگی، یا تلوار کا دستہ لگا تو حلال نہیں ہے اس لئے کہ چور ہو کر مرا ہے، اور لوہا اور اس کے علاوہ اس میں برابر ہے۔

الشَّکُّ وَلا یَدْرِي مَاتَ بِالْجُرْحِ أَوْ بِالثِّقَلِ کَانَ حَرَامًا احْتِیَاطًا، ۹ وَإِنْ رَمَاهُ بِسَیْفٍ أَوْ بِسِکِّینٍ فَأَصَابَهُ بِحَدِّهِ فَجَرَحَهُ حَلَّ، وَإِنْ أَصَابَهُ بِقَفَا السِّکِّینِ أَوْ بِمِقْبَضِ السَّیْفِ لَا یَحِلُّ؛ لِأَنَّهُ قَتَلَهُ دَقًّا، وَالْحَدِیدُ وَغَیْرُهُ فِیهِ سَوَاءٌ ۱۰ وَلَوْ رَمَاهُ فَجَرَحَهُ وَمَاتَ بِالْجُرْحِ، إنْ کَانَ الْجُرْحُ مُدْمِیًا یَحِلُّ بِالِاتِّفَاقِ، وَإِنْ لَمْ یَکُنْ مُدْمِیًا فَکَذَلِکَ عِنْدَ بَعْضِ الْمُتَأَخِّرِینَ سَوَاءٌ کَانَتْ الْجِرَاحَةُ صَغِیرَةً أَوْ کَبِیرَةً؛ لِأَنَّ الدَّمَ قَدْ یَحْتَبِسُ بِضِیقِ الْمَنْفَذِ أَوْ غِلَظِ الدَّمِ ۱۱ وَعِنْدَ بَعْضِهِمْ یُشْتَرَطُ الْإِدْمَاءُ لِقَوْلِهِ – عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَأَفْرَی الْأَوْدَاجَ فَکُلْ» شَرَطَ

تشریح: [۷] یہ ساتویں جزئیہ ہے۔ چھری کی پشت لگی، یا تلوار کا دستہ لگا تو حلال نہیں، کیونکہ شکار ٹکر سے مرا، یا چور ہو کر مرا، اور اس کی دھار لگی تو حلال ہے، کیونکہ زخمی ہو کر مرا ہے۔

لغت: سکین: چھری۔ قفا: پشت کی جانب۔ مقبض: قبضہ سے مشتق ہے، تلوار کا دستہ۔

ترجمہ: ۱۰ اگر کوئی چیز پھینک کر مارا جس سے شکار زخمی ہو گیا اور زخم سے مر گیا تو اگر زخم سے خون بہ رہا ہے تو بالاتفاق حلال ہے، اور اگر خون نہیں بہ رہا ہے تو متاخرین کے نزدیک پھر بھی حلال ہے چاہے زخم چھوٹا ہو یا بڑا ہو، اس لئے کہ سوراخ کے تنگ ہونے کی وجہ سے یا خون کے گاڑھے ہونے کی وجہ سے خون کبھی محبوس ہو جاتا ہے۔

تشریح: [۸] یہ آٹھواں جزئیہ ہے۔ یہاں سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ زخم سے خون بہنا بھی ضروری ہے یا نہیں۔ اگر شکار کے زخم سے خون بہ گیا ہے تو سب کے نزدیک حلال ہے، اور اگر خون نہیں بہا تو بعض متاخرین کے نزدیک پھر بھی حلال ہے، چاہے زخم چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض مرتبہ زخم کا منہ تنگ ہوتا ہے، جسکی وجہ سے خون نہیں نکلتا، اور بعض مرتبہ خون گاڑھا ہوتا ہے اس لئے زخم سے نہیں نکلتا۔

لغت: مدمیا: دم سے مشتق ہے، خون آلود ہونا، خون بہنا۔

ترجمہ: ۱۱ اور بعض حضرات کے نزدیک خون کا بہنا ضروری ہے، حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ جو اگر خون بہایا اور شہ رگ کو کاٹا تو کھاؤ، تو یہاں خون کے بہانے کی شرط لگائی

وجہ: (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن عبایة بن رفاعة عن جده انه قال یا رسول الله لیس لنا مدی فقال ما انهر الدم و ذکر اسم الله فکل۔ (بخاری شریف، باب ما انھر الدم من القصب والمروۃ والحدید، ص ۹۸۰، نمبر ۵۵۰۳) اس حدیث میں ہے کہ جو چیز خون بہائے اس کو کھاؤ۔ (۲) دوسری حدیث میں ہے جس سے چاہو خون بہادو۔ عن عدی بن حاتم قلت یا رسول الله أرأیت ان احدنا اصاب صیدا و لیس معه سکین أیذبح بالمروة و شقة

الْإِنْهَارَ، وَعِنْدَ بَعْضِهِمْ إِنْ كَانَتْ كَبِيرَةً حَلَّ بِدُونِ الْإِدْمَاءِ، ١٢ وَلَوْ ذَبَحَ شَاةً وَلَمْ يَسِلْ مِنْهُ الدَّمُ قِيلَ لَا تَحِلُّ وَقِيلَ تَحِلُّ وَوَجْهُ الْقَوْلَيْنِ دَخَلَ فِيمَا ذَكَرْنَاهُ وَإِذَا أَصَابَ السَّهْمُ ظِلْفَ الصَّيْدِ أَوْ قَرْنَهُ، فَإِنْ أَدْمَاهُ حَلَّ وَإِلَّا فَلَا، وَهَذَا يُؤَيِّدُ بَعْضَ مَا ذَكَرْنَاهُ(۴۱۴) قَالَ وَإِذَا رَمَى صَيْدًا فَقَطَعَ عُضْوًا مِنْهُ أُكِلَ الصَّيْدُ﴾[لِمَا بَيَّنَّاهُ](وَلَا يُؤْكَلُ الْعُضْوُ﴾

العصا؟ قال امرر الدم بما شئت و اذكر اسم الله ۔ (ابوداؤدشریف، باب الذبیحۃ بالمروۃ،ص ۴۱۱،نمبر ۲۸۲۴/ابن ماجۃ شریف باب مایذ کی بہ،ص ۴۶۲،نمبر ۳۱۷۷)اس حدیث میں ہے امرر الدم بما شئت ۔کہ جس سے چاہو خون نکال دو تو حلال ہو جائے گا۔اس لئے شکار سے خون بہانا ضروری ہے۔

ترجمه :۱۲ اور بعض حضرات کے یہاں اگر زخم بڑا ہو تو بغیر خون بہے بھی حلال ہے،اور اگر چھوٹا ہو تو خون بہنا ضروری ہے

تشریح:واضح ہے

ترجمه :۱۳ اگر بکری ذبح کی اور اس سے خون نہیں بہا تو بعض حضرات نے فرمایا کہ حلال نہیں ہے،اور بعض حضرات نے فرمایا کہ حلال ہے،اوپر جو ہم نے اختلاف ذکر کیا اس میں دونوں قولوں کی وجہ داخل ہیں۔

تشریح :[۹] یہ نواں جزئیہ ہے۔بکری اختیاری طور پر ذبح کی اس کے سارے رگوں کو کاٹا ، پھر بھی خون نہیں بہا تو جن کے یہاں خون بہانا ضروری ہے انکے یہاں حلال نہیں ہے،اور جن کے یہاں خون بہانا ضروری نہیں خون کے گاڑھے ہونے کی وجہ سے نہیں نکل پایا،انکے یہاں حلال ہے۔

ترجمه :۱۴ اگر تیر شکار کے کھر کو لگا،یا اس کے سینگ کو لگا پس اگر خون بہا تو حلال ہے ورنہ نہیں، بعض اقوال جو ہم نے ذکر کیا یہ مسئلہ ان میں سے ایک کی تائید کرتا ہے[کہ خون بہانا ضروری ہے]

تشریح:[۱۰] یہ دسواں جزئیہ ہے۔تیر ایسی عضو پر لگا جو سخت ہے،تاہم اگر خون نکلا تو یہ سمجھا جائے گا،کہ تیر نرم جگہ پر لگا ہے ،اور اس سے ذبح اضطراری ہو جائے گا اور شکار حلال ہو جائے گا ، یہ جزئیہ ان حضرات کی تائید کرتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حلال ہونے کے لئے خون نکلنا ضروری ہے۔

لغت:ظلف : کھر۔

ترجمه :(۴۱۴)اگر شکار پر تیر مارا اور اس سے کوئی عضو کاٹ دیا تو شکار کھایا جائے گا اور عضو نہیں کھایا جائے گا۔

تشریح :شکار پر اس طرح تیر مارا کہ مثلا اس کا پاؤں کٹ کر جدا ہو گیا اور پورا جانور الگ ہو گیا تو جانور حلال ہے اور عضو مثلا پاؤں اب حلال نہیں ہے۔

وجه :(۱)حدیث میں ہے۔عن ابی واقد اللیثی قال قدم النبی ﷺ المدینة وهم یجبون اسنمة الابل

۱؎ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ – رَحِمَهُ اللَّهُ –: أُكِلَا إنْ مَاتَ الصَّيْدُ مِنْهُ؛ لِأَنَّهُ مُبَانٌ بِذَكَاةِ الِاضْطِرَارِ فَيَحِلُّ الْمُبَانُ وَالْمُبَانُ مِنْهُ كَمَا إذَا أُبِينَ الرَّأْسُ بِذَكَاةِ الِاخْتِيَارِ بِخِلَافِ مَا إذَا لَمْ يَمُتْ؛ لِأَنَّهُ مَا أُبِينَ بِالذَّكَاةِ ۲؎ وَلَنَا قَوْلُهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «مَا أُبِينَ مِنْ الْحَيِّ فَهُوَ مَيِّتٌ» ذِكْرُ الْحَيِّ مُطْلَقًا فَيَنْصَرِفُ إلَى الْحَيِّ حَقِيقَةً وَحُكْمًا، وَالْعُضْوُ الْمُبَانُ بِهَذِهِ الصِّفَةِ؛ لِأَنَّ الْمُبَانَ مِنْهُ حَيٌّ حَقِيقَةً لِقِيَامِ الْحَيَاةِ فِيهِ، وَكَذَا حُكْمًا؛ لِأَنَّهُ تُتَوَهَّمُ سَلَامَتُهُ بَعْدَ هَذِهِ الْجِرَاحَةِ وَلِهَذَا

ويقطعون اليات الغنم فقال ماقطع من البهيمة وهي حية فهو ميتة . (ترمذی شریف، باب ماجاء ماقطع من الحی فهو میت، ص۳۶۰، نمبر۱۴۸۰/ابوداؤدشریف، باب اذا قطع من الصید قطعة، ص۴۱۵، نمبر ۲۸۵۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ جانور کا کوئی عضو کاٹ لے تو وہ عضو حلال نہیں ہے۔یہی حال ہے کہ اگر ایسا تیر مارا کہ پاؤں کٹ کر الگ ہو گیا اور شکار مر گیا تو پاؤں حلال نہیں البتہ باقی شکار حلال ہے۔

ترجمہ :۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر عضو کے جدا ہونے سے شکار مر جائے تو کھایا جائے گا، اس لئے کہ ذبح اضطراری سے جدا ہوا ہے، اس لئے جو اصل ہے وہ بھی حلال ہوگا، اور جو اس سے جدا ہوا ہے وہ بھی حلال ہوگا، جیسے اختیار ذبح سے سر جدا ہوتا ہے تو سر بھی حلال ہے، بخلاف اگر اصل شکار نہیں مرا، اس لئے کہ ذبح کے ذریعہ عضو جدا نہیں ہوا۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عضو جدا ہونے کی وجہ سے اصل شکار مر گیا تو اصل شکار بھی کھایا جائے گا اور اس کا عضو بھی کھایا جائے گا، اور اگر اصل شکار نہیں مرا تو عضو نہیں کھایا جائے گا، اور اصل شکار تو اب ذبح اختیاری کے بعد حلال ہوگا۔

وجہ :جب اصل شکار مر گیا تو گویا کہ ذبح اضطراری ہوئی، اور یہ عضو ذبح اضطراری سے جدا ہوا اس لئے دونوں کو کھایا جائے گا، اور اصل شکار نہیں مرا تو یہ عضو ذبح اضطراری سے الگ نہیں ہوا اس لئے اس عضو کو نہیں کھایا جائے گا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ ذبح اختیاری میں سر جدا ہو جائے تو سر بھی کھایا جاتا ہے، اور اصل شکار بھی کھایا جاتا ہے، اسی طرح یہاں دونوں کھائے جائیں گے۔

لغت: مبان، بین سے مشتق ہے جو عضو جدا ہوا، مبان منہ: جس سے عضو جدا ہوا، یعنی اصل شکار۔ ابین: جدا کیا گیا۔

ترجمہ :۲؎ ہماری دلیل حضورؐ کا قول کہ جو کچھ زندہ جانور سے جدا کیا گیا ہو وہ مردہ ہے [یعنی حلال نہیں ہے]، یہاں مطلق زندہ ذکر کیا گیا ہے، یہ حقیقت میں زندہ اور حکم کے اعتبار سے زندہ دونوں کی طرف پھیرا جائے گا، اور جو عضو جدا ہوا ہے وہ اسی صفت کا ہے، اس لئے کہ جس اصل شکار سے جدا ہوا ہے وہ حقیقت میں زندہ ہے اس لئے کہ اس میں حیات موجود ہے، اور حکما بھی زندہ ہے اس لئے کہ اس زخم لگنے کے بعد صحیح سالم رہنے کا گمان ہے، اسی لئے شریعت نے اس کا اعتبار کیا ہے، چنانچہ اگر پانی میں گر جائے اور اس میں یہ حکمی حیات ہو تو شکار حرام ہوگا۔

اعْتَبَرَهُ الشَّرْعُ حَيًّا، حَتَّى لَوْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ وَفِيهِ حَيَاةٌ بِهَذِهِ الصِّفَةِ يَحْرُمُ

تشریح : یہاں منطقی عبارت استعمال کیا ہے، اس کوغور سے سمجھیں۔اس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ زندہ سے کوئی عضو کاٹا جائے تو وہ حلال نہیں ہے۔ یہاں جو شکار ہے اگر وہ زندہ رہا تب تو حقیقت میں زندہ سے عضو الگ کیا گیا اس لئے وہ حرام ہوگا، اور اگر وہ مر گیا، تو عضو کے الگ ہوتے وقت شکار میں تھوڑی سی حیات موجود ہے، وہ پھڑ پھڑا رہا ہے، جسکو حکمی حیات کہتے ہیں، اب یہ حکمی حیات سے جدا کیا گیا اس لئے اس صورت میں بھی عضو حرام ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اس حالت میں شکار پانی میں گر جائے تو وہ حرام ہوگا۔

وجه :اس حدیث میں ہے کہ جانور سے عضو کاٹا جائے تو یہ عضو حلال نہیں ہے، حدیث یہ ہے۔ عن ابی واقد اللیثی قال قدم النبی ﷺ المدینة وهم یجبون اسنمة الابل ویقطعون الیات الغنم فقال ماقطع من البهیمة وهی حیة فهو میتة . (ترمذی شریف، باب ماجاء ماقطع من الحی فھو میت، ص ۳۶۰، نمبر ۱۴۸۰/ ابوداؤد شریف، باب اذا قطع من الصید قطعة، ص ۴۱۵، نمبر ۲۸۵۸)

لغت :الحی حقیقة و حکما :حقیقت کے اعتبار سے بھی زندہ ہے اور صورت کے اعتبار سے بھی زندہ ہے، جیسے زندہ جانور کا پاؤں کاٹ لیا جائے تو یقین ہے کہ یہ جانور زندہ رہے گا، تو اس جانور کو حقیقت میں اور حکم کے اعتبار سے زندہ کہتے ہیں ، اس کا یہ کاٹا ہوا پاؤں حلال نہیں ہے، اور جو اصل جانور ہے یہ ذبح اختیاری کے بعد حلال ہوگا۔ اور جانور کا سر کاٹ لیا جائے تو یقین ہے کہ جانور زندہ نہیں رہے گا، تو یہ جانور صورت کے اعتبار سے زندہ ہے، پھڑ پھڑا رہا ہے، حکم کے اعتبار سے زندہ نہیں ہے ، اس کا کاٹا ہوا سر بھی حلال ہے، اور اصل جانور بھی حلال ہے۔ العضو المبان: جو عضو کاٹا گیا ہو، مثلا پاؤں ۔ المبان منہ: اصل شکار جس سے عضو کاٹا گیا ہو۔

اصول :عضو کے کٹتے وقت جسم کا مرنا یقینی ہو تو عضو بھی حلال اور جسم بھی حلال [جیسے جسم سے سر کٹ جائے، تو جسم کا مرنا یقینی ہے] تو جسم بھی حلال اور سر بھی حلال۔

اصول :عضو کے کٹتے وقت جسم کا زندہ رہنا یقینی ہو تو جسم ذبح کے بعد حلال ہوگا، اور عضو حرام ہوگا [جیسے جانور سے پاؤں کاٹ لے، تو جانور کا زندہ رہنا یقینی ہے] تو پاؤں حرام ہے۔ اور جسم ذبح اختیاری کے بعد حلال ہوگا۔

اس اصول کے لئے دلیل یہ قول صحابی ہے۔ ، سمع عکرمة یقول اذا ضربت الصید فسقط منه عضو ثم عدا حیا فلا تأکل ذالک العضو ، و کل سائره الذی فیه الرأس ، فان مات حین ضربته فکل کله ، ما سقط منه و مالم یسقط ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الصید یقطع بعضہ، ج رابع، ص ۳۵۵، نمبر ۸۵۰۲) اس قول صحابی میں ہے کہ عضو کٹنے کے بعد جانور زندہ رہ جائے تو اس عضو کو مت کھاؤ، کیونکہ زندوں سے عضو کاٹا ہوا۔ اور عضو اس طرح کاٹا کہ جانور زندہ نہیں رہ سکتا تو دونوں کو کھایا جائے گا۔

۳ وَقَوْلُهُ أُبِينَ بِالذَّكَاةِ قُلْنَا حَالَ وُقُوعِهِ لَمْ يَقَعْ ذَكَاةً لِبَقَاءِ الرُّوحِ فِي الْبَاقِي، وَعِنْدَ زَوَالِهِ لَا يَظْهَرُ فِي الْمُبَانِ لِعَدَمِ الْحَيَاةِ فِيهِ، وَلَا تَبَعِيَّةَ لِزَوَالِهَا بِالِانْفِصَالِ ۴ فَصَارَ هَذَا الْحَرْفُ هُوَ الْأَصْلَ؛ لِأَنَّ الْمُبَانَ مِنْ الْحَيِّ حَقِيقَةً وَحُكْمًا لَا يَحِلُّ، وَالْمُبَانُ مِنْ الْحَيِّ صُورَةً لَا حُكْمًا يَحِلُّ وَذَلِكَ بِأَنْ يَبْقَى فِي الْمُبَانِ مِنْهُ حَيَاةٌ بِقَدْرِ مَا يَكُونُ فِي الْمَذْبُوحِ فَإِنَّهُ حَيَاةٌ صُورَةً لَا حُكْمًا، وَلِهَذَا لَوْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ وَبِهِ هَذَا الْقَدْرُ مِنْ الْحَيَاةِ أَوْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ أَوْ سَطْحٍ لَا

ترجمہ : ۳ امام شافعیؒ کا قول, ابین الراس بذکاۃ الاختیار ، کا جواب ہم دیتے ہیں کہ پاؤں جب جدا ہو رہا تھا تو ذبح نہیں ہوا کیونکہ اصل شکار میں ابھی روح باقی ہے، اور بعد میں جب اصل شکار سے روح نکل رہی تھی تو عضو میں ذبح نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں زندگی نہیں ہے، اور یہ عضو اصل شکار کا تابع نہیں ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ بہت پہلے جدا ہو چکا ہے۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ جس طرح ذبح اختیاری میں سر جدا ہونے کے باوجود اس کا کھانا حلال ہے، اسی طرح ذبح اضطراری میں پاؤں جدا ہونے کے باوجود پاؤں حلال ہے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ پاؤں جب جدا ہو رہا تھا اس وقت اصل شکار میں روح باقی ہے اس لئے ذبح نہیں ہوا، اور کافی دیر کے بعد جب اس سے روح نکل رہی ہے تو پاؤں کا ذبح اس لئے شمار نہیں کیا جائے گا کہ وہ بہت پہلے جسم سے جدا ہو چکا ہے، اور اس میں روح بھی باقی نہیں ہے۔

اصول : عضو کے کٹتے وقت جسم کا مرنا یقینی ہو تو عضو بھی حلال اور جسم بھی حلال [جیسے جسم سے سر کٹ جائے، تو جسم کا مرنا یقینی ہے] تو جسم بھی حلال اور سر بھی حلال۔

اصول : عضو کے کٹتے وقت جسم کا زندہ رہنا یقینی ہو تو جسم ذبح کے بعد حلال ہوگا، اور عضو حرام ہوگا [جیسے جانور سے پاؤں کاٹ لے، تو جانور کا زندہ رہنا یقینی ہے] تو پاؤں حرام ہے۔ اور جسم ذبح اختیاری کے بعد حلال ہوگا۔

ترجمہ : ۴ یہ نکتہ اصل قاعدہ بن گیا، کہ حقیقت میں اور حکم میں زندہ سے عضو الگ ہوا تو [جیسے شکار سے پاؤں الگ ہوا] تو حلال نہیں ہے۔ اور جو صرف صورت کے اعتبار سے زندہ ہے حکم کے اعتبار سے زندہ نہیں اس سے عضو جدا ہوا تو وہ حلال ہے [جیسے جانور سے اس کا سر جدا ہو تو سر حلال ہے]، یہی وجہ ہے کہ اگر یہ جسم پانی میں گر جائے، اور اس میں صورت کے اعتبار سے حیات ہو، یا پہاڑ سے یا چھت سے لڑھک جائے تو یہ جانور حرام نہیں ہے۔

تشریح : یہاں سے ایک قاعدہ کلیہ بتا رہے ہیں جو پہلے گزر چکا ہے۔ [۱] حقیقت اور حکم کے اعتبار سے حیات موجود ہے اور اس سے عضو کاٹا تو عضو حلال نہیں ہے، جیسے جانور سے اس کا پاؤں کاٹ دیا تو پاؤں حلال نہیں ہے۔ [۲] اور اگر صرف صورت کے اعتبار سے حیات ہے، حکم کے اعتبار سے حیات نہیں ہے، جیسے سر کٹنے کے بعد جسم میں صرف پھڑ پھڑاہٹ رہتی ہے، جسم حقیقت میں مر چکا ہوتا ہے، تو سر بھی حلال ہے اور جانور بھی حلال ہے۔ چنانچہ یہ جسم پانی میں گر جائے تو یہ نہیں کہا جائے

يَحْرُم ۵؎ فَتَخَرَّجُ عَلَيْهِ الْمَسَائِلُ، فَنَقُولُ: إذَا قَطَعَ يَدًا أَوْ رِجْلًا أَوْ فَخِذًا أَوْ ثُلُثَهُ مِمَّا يَلِي الْقَوَائِمَ أَوْ أَقَلَّ مِنْ نِصْفِ الرَّأْسِ يَحْرُمُ الْمُبَانُ وَيَحِلُّ الْمُبَانُ مِنْهُ؛ لِأَنَّهُ يُتَوَهَّمُ بَقَاءُ الْحَيَاةِ فِي الْبَاقِي ٦؎ (وَلَوْ قَدَّهُ بِنِصْفَيْنِ أَوْ قَطَّعَهُ أَثْلَاثًا وَالْأَكْثَرُ مِمَّا يَلِي الْعَجُزَ أَوْ قَطَعَ نِصْفَ رَأْسِهِ أَوْ أَكْثَرَ مِنْهُ يَحِلُّ الْمُبَانُ وَالْمُبَانُ مِنْهُ ؛ لِأَنَّ الْمُبَانَ مِنْهُ حَيٌّ صُورَةً لَا حُكْمًا؛ إذْ لَا يُتَوَهَّمُ بَقَاءُ

گا کہ پانی سے مرا ہے، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ ذبح کرنے سے مرا ہے اس لئے جسم حلال ہوگا، یا یہ جسم پہاڑ سے لڑھک جائے، یا چھت سے لڑھک جائے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ لڑھکنے سے مرا، بلکہ کہا جائے گا کہ ذبح کرنے سے مرا ہے، اسلئے جسم حلال ہوگا

ترجمہ :۵؎ اس قاعدہ سے بہت سے مسائل نکلتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ اگر شکار کا ہاتھ کاٹ دے، یا پاؤں کاٹ دے۔ یا ران کاٹ دے، یا پاؤں کی جانب سے تہائی کاٹ دے، یا سر کے آدھے حصے سے کم کاٹے تو جو عضو الگ ہوا وہ حرام ہے اور جو اصل شکار ہے وہ حلال ہے، اس لئے کہ اصل شکار کا زندہ رہنا ممکن ہے۔

تشریح : یہاں پانچ مثالیں دے رہے ہیں جنکے کٹنے کے بعد شکار زندہ رہتا ہے، اس لئے یہ عضو حرام ہوگا، اور اصل شکار حلال ہوگا۔، مثلا[۱] ہاتھ کٹ جائے تو شکار زندہ رہتا ہے، [۲] پاؤں، کٹ جائے، [۳] ران کٹ جائے [۴] پاوں کی جانب سے شکار کی تہائی کٹ جائے، تو باقی دو تہائی میں شکار زندہ رہ سکتا ہے، [۵] یا آدے سر سے بھی کم کٹا تو جانور کا ابھی زندہ رہنا ممکن ہے اس لئے یہ عضو حرام ہوگا اور اصل شکار حلال ہوگا، پہلے کئی مرتبہ اس کا اصول گزر چکا ہے۔، یہاں مبان سے مراد عضو ہے، اور مبان منہ سے مراد اصل شکار ہے۔

ترجمہ:٦؎ اور اگر دو حصوں میں چیر دیا، یا تہائی میں کاٹا اور زیادہ حصہ سرین کی طرف ہے۔ یا سر کو دو ٹکڑا کر دیا، یا سر کا اکثر حصہ کاٹ دیا تو جسکو کاٹا وہ بھی حلال اور اصل شکار بھی حلال، اس لئے کہ شکار صورت کے اعتبار سے زندہ ہے، حکم کے اعتبار سے زندہ نہیں ہے اس لئے کہ اس زخم کے بعد زندہ رہنا ممکن نہیں ہے۔

تشریح : یہاں چار مثالیں دے رہے ہیں جن کے کٹنے کے بعد شکار یقینی طور مر جاتا ہے، اس لئے کٹا ہوا عضو بھی حلال اور اصل شکار بھی حلال ہے۔ مثلا[۱] شکار کو بیچ سے چیر دیا تو شکار زندہ نہیں رہے گا، اس لئے دونوں حصے حلال ہیں[۲] جانور کو اس طرح کاٹا کہ دو تہائی سرین کی طرف ہے اور ایک تہائی سر کی طرف ہے، تو جانور زندہ نہیں رہ سکتا، اس لئے دونوں حصے حلال ہیں[۳] آدھے سر کو کاٹ دیا[۴] یا آدھا سر سے زیادہ کاٹا تو اب جانور زندہ نہیں رہ سکتا، اس لئے دوں حصے حلال ہیں

وجہ :(۱) جب اس طرح کاٹا کہ اصل شکار زندہ نہیں رہ سکتا تو یہاں شکار سے عضو کا کاٹنا نہیں ہوا بلکہ اس کو اضطراری ذبح کرنا ہوا، اس لئے دونوں ٹکڑے حلال ہوں گے۔ (۲) جس طرح سر کاٹ کر مکمل جانور کو مارنا ہوتا ہے، اور اس سے سر اور شکار دونوں حلال ہو جاتے ہیں اسی طرح یہاں کاٹنا مقصود نہیں بلکہ مارنا مقصود ہے اس لئے دونوں حصے حلال ہوں گے۔ (۳) اس قول

الْـحَيَاةِ بَعْدَ هَذَا الْجُرْحِ، ۷ وَالْـحَـدِيثُ وَإِنْ تَنَاوَلَ السَّمَكَ وَمَا أُبِينَ مِنْهُ فَهُوَ مَيِّتٌ، إلَّا أَنَّ مَيْتَتَهُ حَلَالٌ بِالْحَدِيثِ الَّذِي رَوَيْنَاهُ ۸ وَلَوْ ضَرَبَ عُنُقَ شَاةٍ فَأَبَانَ رَأْسَهَا يَحِلُّ لِقَطْعِ الْأَوْدَاجِ

تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔اخبرنا الثوری قال ان قطع الفخذین فابا نهما لم یأکل الفخذین واکل مافیه الرأس فان کان مع الفخذین مایکون اقل من نصف الوحش لم یأکله واکل ما یلی الرأس فان استوی النصفان اکلهما جمیعا وکل مازاد من قبل الرأس وهو قول ابی حنیفة ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الصید یقطع بعضه ، ج رابع ،ص ۳۵۵،نمبر ۸۵۰۲)اس حدیث میں پوری تفصیل ہے کہ سرین کی طرف زیادہ ہوتو سر اور سرین دونوں کھائیں جائیں۔اور سر کی طرف زیادہ اور سرین کی طرف کم ہوتو سر والا حصہ حلال ہے اور سرین والا حصہ حلال نہیں ہے(۴) قول صحابی میں ہے۔عن علی قال یدع ما ابان ویأکل ما بقی فان جزله جزلا فلیأکل (مصنف ابن ابی شیبة ۱۸ فی الرجل یضرب الصید فیبین منه العضو ج رابع ص ۲۴۹ نمبر ۱۹۶۹۵/مصنف عبد الرزاق ، باب الصید یقطع بعضه ، ج رابع ،ص ۳۵۵،نمبر ۸۵۰۱)اس قول صحابی میں جزله جزلا کا مطلب یہ ہے کہ شکار کے آدھے آدھے دو حصے ہو جائیں تو دونوں حلال ہیں۔اس لئے اگر سرین کی طرف آدھے سے زیادہ ہو جائے تو بدرجہ اولی وہ حصہ کھایا جائے گا۔اور سر کا حصہ ذبح کے طور پر ہونے کی وجہ سے کھایا جائے گا۔۔العجز : سرین۔ یلی : ملا ہوا ہو،ساتھ ہو۔

ترجمه :۷ اور حدیث میں اگر چہ مچھلی بھی شامل ہے، کہ جو زندوں سے جدا کیا گیا وہ مردہ ہے،مگر جو حدیث ہم نے روایت کی اس کی بنا پر مچھلی کا مردہ حلال ہے۔

تشريح :اوپر جو حدیث گزری، کہ زندہ سے عضو کاٹا گیا ہوتو وہ عضو حرام ہے،اس کی بنا پر بڑی مچھلی کی دم کاٹ لی جائے تو وہ حرام ہونا چاہئے،لیکن دوسری حدیث میں ہے کہ مچھلی مردہ بھی ہوتب بھی حلال ہے،اس لئے وہ دم بھی حلال ہوگی۔

وجه : صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن عبد الله بن عمر ان رسول الله قال احلت لنا میتتان و دمان ، اما المیتتان فالحوت و الجراد ، و اما الدمان فالکبد و الطحال ۔(ابن ماجۃ شریف،باب الکبد الطحال،ص ۴۸۰،نمبر ۳۳۱۴)اس حدیث میں ہے کہ مچھلی مردہ بھی ہوتب بھی حلال ہے۔

ترجمه :۸ اگر بکری کی گردن ماری اور اس کے سر کو جدا کر دیا تو شہ رگ کٹنے کی وجہ سے وہ بکری حلال ہے،لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے،اس لئے کہ نخاع تک پہنچ جائے گا

تشريح : بکری کی گردن پر تلوار ی ماری،اور اس کی گردن کو الگ کر دیا،تو اگر موت سے پہلے اس کی شہ رگ کٹ گئی تو یہ بکری حلال ہے،لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس طرح ہڈی کے اندر جو رگ ہے وہاں تک تلوار پہنچے گی جو مکروہ ہے۔

وجه :(۱)عن الشعبی انه سئل عن دیک ذبح من قبل قفاة فقال ان شئت فکل. (مصنف عبدالرزاق،باب سنة الذبح،ج رابع ،ص ۴۷۵،نمبر ۸۶۲۳)اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ گدی کی جانب سے ذبح کرے اور تمام رگیں کٹ

وَيُكْرَهُ هَذَا الصَّنِيعُ لِإِبْلَاغِهِ النُّخَاعَ،۹ وَإِنْ ضَرَبَهُ مِنْ قِبَلِ الْقَفَا، إِنْ مَاتَ قَبْلَ قَطْعِ الْأَوْدَاجِ لَا يَحِلُّ، وَإِنْ لَمْ يَمُتْ حَتَّى قَطَعَ الْأَوْدَاجَ حَلَّ ۱۰ وَلَوْ ضَرَبَ صَيْدًا فَقَطَعَ يَدًا أَوْ رِجْلًا وَلَمْ يُبِنْهُ؛ إِنْ كَانَ يُتَوَهَّمُ الِالْتِئَامُ وَالِانْدِمَالُ فَإِذَا مَاتَ حَلَّ أَكْلُهُ ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ سَائِرِ أَجْزَائِهِ، وَإِنْ كَانَ لَا يُتَوَهَّمُ بِأَنْ بَقِيَ مُتَعَلِّقًا بِجِلْدِهِ حَلَّ مَا سِوَاهُ لِوُجُودِ الْإِبَانَةِ مَعْنًى وَالْعِبْرَةُ لِلْمَعَانِي.

جائیں تو کھایا جائے گا۔(۲)**وقال ابن عمر وابن عباس وانس اذا قطع الرأس فلا بأس** (بخاری شریف، باب النحر والذبح، ۹۸۱، نمبر ۵۵۱۰)اس قول صحابی میں ہے کہ سر کاٹ دے تو کھانا حلال ہے، کوئی حرج کی بات نہیں ہے(۳)اور نخاع تک چھری پہنچانا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**اخبرنی نافع ان ابن عمر نهی عن النخع يقول يقطع مادون العظم ثم يدع حتى يموت.** (بخاری شریف، باب النحر والذبح ص ۹۸۱، نمبر ۵۵۱۰)

لغت :النخاع : حرام مغز جو گردن کی ہڈی کے درمیان ہوتا ہے۔

ترجمہ :۹ اگر گدی کی جانب سے چھری ماری، پس اگر شہ رگ کٹنے سے پہلے جانور مر گیا تو حلال نہیں ہے، اور اگر شہ رگ کٹنے کے بعد مرا تو حلال ہے۔

تشریح : جانور کو گلے کی جانب ذبح کرنا چاہئے، لیکن اس نے گدی کی جانب سے چھری ماری تو اگر مرنے سے پہلے شہ رگ کاٹ دیا تو یوں سمجھا جائے گا کہ ذبح کرنے سے مرا ہے اس لئے حلال ہوگا، اور اگر شہ رگ کٹنے سے پہلے مر گیا تو یوں سمجھا جائے گا کہ زخم سے مرا ہے ذبح سے نہیں مرا ہے اس لئے جانور حرام ہوگا۔

وجہ :(۱)اور باقی رگیں کٹنے سے پہلے مر گیا تو حلال نہیں اس کے لئے اس قول تابعی میں اشارہ ہے۔**عن ابی نجیح قال من ذبح بعيرا من خلفه متعمدا لم يوكل وان ذبح شاة من فصها متعمدا يعنى الفص متعمدا لم توكل۔** (مصنف عبد الرزاق، باب سنۃ الذبح، ج رابع، ص ۴۳۵، نمبر ۸۶۲۹) اس اثر کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا جب باقی رگیں کٹنے سے پہلے جانور مر گیا ہو۔

ترجمہ:۱۰ شکار کو مارا اور اس کا ہاتھ یا پاؤں کاٹ دیا، لیکن جدا نہیں کیا پس اگر اس کا خیال ہے کہ زخم بھر جائے گا اور اسی حال میں مر گیا تو اس عضو کا کھانا بھی حلال ہے، اس لئے کہ وہ باقی عضو کی طرح ہے، اور اگر زخم بھر کا انداز نہیں ہے، مثلا صرف کھال لگی ہوئی ہے تو اس عضو کے علاوہ حلال ہے، کیونکہ زندہ سے عضو کاٹا گیا ہے، اور معانی کا اعتبار ہے۔

تشریح :شکار کو تیر مارا جس سے اس کا پاؤں، یا ہاتھ کٹ گیا، لیکن وہ جسم سے جدا نہیں ہوا، اب اس کی دو صورتیں ہیں[۱] اگر پاؤں کو چھوڑ دیا جاتا تو وہ جسم کے ساتھ مل جاتا اور زخم بھر جاتا تو یوں سمجھا جائے گا کہ وہ پاؤں شکار سے الگ نہیں ہوا تھا، اسی دوران شکار مر گیا تو شکار بھی کھایا جائے گا اور وہ پاؤں بھی کھایا جائے گا، کیونکہ زندہ سے عضوا لگ نہیں کیا گیا جو حدیث کے

(۴۱۵) قَالَ وَلَا يُؤْكَلُ صَيْدُ الْمَجُوسِيِّ وَالْمُرْتَدِّ وَالْوَثَنِي ﴿۱﴾ لِأَنَّهُمْ لَيْسُوا مِنْ أَهْلِ الذَّكَاةِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ فِي الذَّبَائِحِ، وَلَا بُدَّ مِنْهَا فِي إبَاحَةِ الصَّيْدِ بِخِلَافِ النَّصْرَانِيِّ وَالْيَهُودِيِّ؛ لِأَنَّهُمَا

اعتبار سے حرام ہے۔[۲] اور اگر پاؤں کافی کٹ چکا ہے، اور تھوڑا سا لگا ہوا ہے، تو یہ زندہ سے عضو کاٹا گیا ہے اس لئے شکار تو کھایا جائے گا، لیکن اس پاؤں کو نہیں کھایا جائے گا، کیونکہ حدیث کے اعتبار سے یہ حرام ہے۔

لغت: یبنه: بان سے مشتق ہے، جدا کرنا، کاٹنا، اسی سے ہے ابانۃ۔ یتوھم: خیال ہے، گمان ہے۔ الالتیام: بھرنا، مندمل ہونا۔ اندمال: زخم کا بھرنا۔ ابانۃ معنی: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کھال کی وجہ سے ظاہری طور پر پاؤں جسم سے لگا ہوا ہے، لیکن حقیقت میں یہ جسم سے جدا ہو چکا ہے، کیونکہ اب جسم کے ساتھ چپک کر نہیں رہ سکتا۔ اسی معنی کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو الگ قرار دیا جائے گا۔

ترجمہ: (۴۱۵) اور نہیں کھایا جائے گا مجوسی کا شکار اور مرتد کا اور بت پرست کا۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ ان لوگوں کا ذبح کیا ہوا حلال نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے کتاب الذبائح میں بیان کیا، اور شکار حلال ہونے کے لئے ذبح کرنے والوں میں سے ہونا ضروری ہے، بخلاف نصرانی، اور یہودی کے اس لئے کہ وہ ذبح کرنے والوں میں ہیں، اسی طرح اضطراری ذبح میں بھی اہل ذکات ہونا ضروری ہے۔

تشریح: مجوسی نے یا مرتد نے یا بت پرست نے اپنے کتے یا تیر سے شکار کیا ہو اور مسلمان کے ذبح کرنے سے پہلے مر گیا ہو تو وہ شکار حلال نہیں ہے۔

وجہ: (۱) ذبح سے حلال ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو یا اہل کتاب ہو، اور یہ لوگ نہ مسلمان ہیں اور نہ اہل کتاب ہیں اس لئے انکا ذبح اضطراری کیا ہوا بھی حلال نہیں ہے (۲) حدیث میں ہے کہ شکار کرتے وقت اور آیت میں ہے کہ ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھے تب حلال ہوگا۔ اور یہ لوگ بسم اللہ پر اعتقاد ہی نہیں رکھتے اس لئے یہ پڑھے بھی تو اس کا اعتبار نہیں ہے اس لئے شکار حلال نہیں ہوگا۔ آیت میں ہے۔ ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیه وانه لفسق (آیت ۱۲۱ سورۃ الانعام ۶) اس آیت سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ نہ پڑھا ہو تو اس کو مت کھاؤ۔ اور شکار کی حدیث تو پہلے کئی بار گزر چکی ہے اس لئے ان لوگوں کا شکار حلال نہیں۔(۳) عن جابر بن عبد اللہ قال نھینا عن صید کلب المجوسی۔ (ترمذی شریف، باب ما جاء فی صید کلب المجوسی، ص ۳۵۷، نمبر ۱۴۶۶) اس حدیث میں کہ مجوسی کا کتا شامل ہو جائے تو وہ شکار حلال نہیں، اسی طرح اس کا شکار کیا ہوا جانور بھی حلال نہیں ہے (۴) اس حدیث میں ہے۔ عن جابرؓ قال نھی عن ذبیحة المجوسی وصید کلبه وطائره (سنن للبیہقی، باب ما جاء فی صید المجوسی ج تاسع ص ۴۱۱ نمبر ۱۸۹۲۶ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۷ فی صید کلب المشرک والمجوسی والیھودی والنصرانی ج رابع ص ۲۴۲ نمبر ۱۹۶۰۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجوسی اور اسی کے تحت میں مرتد اور بت پرست کا شکار حلال نہیں ہے۔

مِنْ أَهْلِ الذَّكَاةِ اخْتِيَارًا فَكَذَا اضْطِرَارًا. (۴۱۶) قَالَ: وَمَنْ رَمَى صَيْدًا فَأَصَابَهُ وَلَمْ يُثْخِنْهُ وَلَمْ يُخْرِجْهُ عَنْ حَيِّزِ الِامْتِنَاعِ فَرَمَاهُ آخَرُ فَقَتَلَهُ فَهُوَ لِلثَّانِي وَيُؤْكَلُ لِأَنَّهُ هُوَ الْآخِذُ، وَقَدْ قَالَ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – «الصَّيْدُ لِمَنْ أَخَذَ» (۴۱۷) وَإِنْ كَانَ الْأَوَّلُ أَثْخَنَهُ فَرَمَاهُ الثَّانِي

ترجمہ :(۴۱۶) کسی نے شکار کو تیر مارا پس اس کو لگا لیکن اس کو نڈھال نہیں کیا نہ اس کو اپنے بچاؤ سے نکالا پھر دوسرے نے اس کو مارا اور اس کو قتل کر دیا تو شکار دوسرے کا ہوگا اور کھایا جائے گا۔

ترجمہ :1 اس لئے کہ وہی شکار کو پکڑنے والا ہے، چنانچہ حضورؐ نے کہا کہ شکار اس کا ہے جس نے اس کو پکڑا۔

تشریح :ایک آدمی نے شکار کو تیر مارا وہ لگا تو ضرور لیکن پھر بھی شکار بھاگتا رہا اور نڈھال نہیں ہوا جیسے صحتمند شکار بھاگتا ہے اس لئے یہ یہ عام شکار کی طرح ہی ہے اور پہلے کا شکار نہیں ہوا۔ اب دوسرے آدمی نے تیر مار کر مار دیا تو شکار دوسرے کا ہوگا۔ اور چونکہ دوسرے نے بسم اللہ پڑھ کر قتل کیا ہے اس لئے کھایا جائے گا وہ حلال ہے۔

وجہ :(۱) پہلے کی مار سے شکار صحتمند شکار ہی رہا وہ پالتو کی طرح مجبور نہیں ہوگیا اس لئے وہ پہلے والے کا شکار نہیں ہوگا۔ کیونکہ شکار اس کی ملکیت ہے جس نے مار کر نڈھال کر دیا کہ اب آسانی سے اس کو پکڑ سکتا ہے۔ اور دوسرے آدمی نے گویا کہ صحتمند شکار کو تیر سے قتل کیا اس لئے یہ شکار دوسرے آدمی کا ہے۔ اور شکار کی حالت میں مر گیا اس لئے حلال ہے (۲) دوسرے آدمی کے شکار ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابیھا اسمر ابن مضرس قال اتیت النبی ﷺ فبایعتہ فقال من سبق الی ما لم یسبقہ الیہ مسلم فھو لہ** ۔(ابوداؤد شریف، باب فی اقطاع الارضین، ص ۴۵۰، نمبر ۳۰۷۱) یہ حدیث اگرچہ مردہ اور بنجر زمین کے بارے میں ہے لیکن عام جملہ سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ عام مسلمانوں کے لئے مباح چیز جو لے اسی کی ہوگی۔ اس لئے شکار کو جو مار کر نڈھال کرے گا اسی کا ہوگا۔ **نوٹ**: صاحب ہدایہ کی حدیث نہیں ملی۔

لغت : اثخن: ثخن سے مشتق ہے، سخت زخمی کرنا، خون بہانا، اتنا زخمی کر دے کہ وہ اب زندہ رہنے کے قابل نہ رہے۔ حیز الامتناع: یہ منطقی لفظ ہے، شکار اپنے آپ کو بچاؤ کر سکے اس کو حیز الامتناع، کہتے ہیں۔ لم یخرجہ عن حیز الامتناع: کا ترجمہ ہے کہ شکار بھاگنے کے قابل رہا۔

ترجمہ :(۴۱۷) اور اگر پہلے نے اس کو نڈھال کر دیا پھر دوسرے آدمی نے مارا اور قتل کر دیا تو شکار پہلے کا ہوگا لیکن کھایا نہیں جائے گا۔

ترجمہ :1 یہ احتمال ہے کہ دوسرے کے تیر سے مرا ہو، اور دوسرے کے تیر سے ذبح اضطراری نہیں ہوگا، کیونکہ ذبح اختیاری پر قدرت ہے۔

تشریح : پہلے آدمی نے شکار کو اتنا مارا کہ وہ نڈھال ہوگیا اور بھاگنے کے قابل نہیں رہا اس لئے یہ شکار حقیقت میں اسی کا ہوگیا۔ بعد میں دوسرے آدمی نے تیر مار کر ہلاک کیا تو اس کا نہیں ہوگا کیونکہ پہلے نے نڈھال کیا ہے اور شکار اسی کا ہوگیا ہے۔

فَقَتَلَهُ فَهُوَ لِلْأَوَّلِ وَلَمْ يُؤْكَلْ﴾ ١ لِاحْتِمَالِ الْمَوْتِ بِالثَّانِي، وَهُوَ لَيْسَ بِذَكَاةٍ لِلْقُدْرَةِ عَلَى ذَكَاةِ الِاخْتِيَارِ، ٢ بِخِلَافِ الْوَجْهِ الْأَوَّلِ، ٣ وَهَذَا إذَا كَانَ الرَّمْيُ الْأَوَّلُ بِحَالٍ يَنْجُو مِنْهُ الصَّيْدُ؛ لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ يَكُونُ الْمَوْتُ مُضَافًا إلَى الرَّمْيِ الثَّانِي ٤ وَأَمَّا إذَا كَانَ الْأَوَّلُ بِحَالٍ لَا يَسْلَمُ مِنْهُ الصَّيْدُ بِأَنْ لَا يَبْقَى فِيهِ مِنْ الْحَيَاةِ إلَّا بِقَدْرِ مَا يَبْقَى فِي الْمَذْبُوحِ، كَمَا إذَا أَبَانَ رَأْسَهُ يَحِلُّ؛ لِأَنَّ الْمَوْتَ لَا يُضَافُ إلَى الرَّمْيِ الثَّانِي؛ لِأَنَّ وُجُودَهُ وَعَدَمَهُ بِمَنْزِلَةٍ،

اور کھایا اس لئے نہیں جائے گا کہ وہ زندہ ہاتھ آ گیا تھا اس لئے اس کو ذبح اختیاری کر کے کھانا چاہئے تھا لیکن ذبح حقیقی کرنے کی بجائے تیر سے ہلاک کر دیا اس لئے حلال نہیں ہے۔

وجه:(١) حدیث میں ہے. عن عدی بن حاتم قال قال لی رسول الله ﷺ اذا ارسلت کلبک فاذکر اسم الله فان امسک علیک فادرکته حیا فاذبحه۔(مسلم شریف، باب الصید بالکلاب المعلمة والرمی، ص ٨٦٢، نمبر ١٩٢٩/٤٩٨١)(٢) اور قول تابعی میں ہے۔ عن ابراهیم قال اذا اخذت الصید وبه رمق فمات فی یدک فلا تأکله (مصنف ابن ابی شیبة ١٨ الرجل یاخذ الصید وبه رمق ج رابع ص ٢٤٣ نمبر ١٩٦٢٥) اس حدیث اور قول تابعی سے معلوم ہوا کہ اس شکار میں رمق تھی اس لئے اس کو ذبح کرنا چاہئے تھا لیکن قتل کر دیا اس لئے وہ حلال نہیں رہا۔

ترجمه: ٢ بخلاف پہلی صورت کے۔

تشریح: پہلی صورت میں یہ تھا کہ شکار کو سخت زخمی نہیں کیا تھا اس لئے یہ شکار دوسرے کا ہوا، کیونکہ اس نے ہی شکار کو اڑنے سے بیکار کیا۔

ترجمه: ٣ یہ اس وقت ہے کہ پہلے کے تیر مارنے کے باوجود شکار نجات حاصل کر سکتا ہو اس وقت موت دوسرے کے تیر کی طرف منسوب ہو جائے گا۔

تشریح: یہاں سے تیر لگے شکار کی تین حالتیں بیان کر رہے ہیں، اور اسکے تین احکام ہیں، عبارت تھوڑی پیچیدہ ہے۔[١] پہلی شکل یہ ہے کہ پہلے نے تیر مارا، اور شکار بھاگنے کے قابل نہیں رہا، لیکن زندہ ہے، اس لئے ذبح اختیار کرنا چاہئے، لیکن اس حال میں دوسرے نے تیر مار دیا، تو دوسرے کی تیر سے مرا ہے، اس لئے وہ حلال نہیں ہوگا، کیونکہ اس کو ذبح اختیاری کرنا چاہئے

ترجمه: ٤ اور اگر پہلے کے تیر مارنے کے بعد شکار اس حال میں ہو کہ وہ زندہ نہیں رہ سکتا، اس طرح کہ اس میں اتنی ہی حیات ہو جتنی ذبح شدہ جانور میں ہوتی ہے، مثلا اس کا سر الگ ہو چکا ہو تو وہ شکار حلال ہے، اس لئے کہ موت دوسرے کے تیر کی طرف منسوب نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس کا زندہ رہنا اور مرنا ایک درجے میں ہے۔

تشریح: [٢] یہ دوسری صورت ہے۔ پہلے کے تیر لگنے کے بعد شکار مرنے کے قریب ہو گیا، مثلا اس کا سر کٹ گیا، اب اس

۵ وَإِنْ كَـانَ الـرَّمْـيُ الْأَوَّلُ بِـحَـالٍ لَا يَـعِيـشُ مِنْهُ الصَّيْدُ إِلَّا أَنَّهُ بَقِيَ فِيهِ مِنْ الْحَيَاةِ أَكْثَرُ مِمَّا يَكُونُ بَعْدَ الذَّبْحِ بِأَنْ كَانَ يَعِيشُ يَوْمًا أَوْ دُونَهُ؛ فَعَلَى قَوْلِ أَبِي يُوسُفَ لَا يَحْرُمُ بِالرَّمْيِ الثَّانِي؛ لِأَنَّ هَـذَا الْقَدْرَ مِنْ الْحَيَاةِ لَا عِبْرَةَ بِهَا عِنْدَهُ ٦ وَعِـنْدَ مُحَمَّدٍ يَحْرُمُ؛ لِأَنَّ هَذَا الْقَدْرَ مِنْ الْحَيَاةِ مُعْتَبَرٌ عِنْدَهُ عَلَى مَا عُرِفَ مِنْ مَذْهَبِهِ فَصَارَ الْجَوَابُ فِيهِ وَالْجَوَابُ فِيمَا إذَا كَانَ الْأَوَّلُ بِحَالٍ لَا يَسْلَمُ مِنْهُ الصَّيْدُ سَوَاءٌ فَلَا يَحِلُّ (٤١٨)قَالَ :وَالثَّانِي ضَامِنٌ لِقِيمَتِهِ لِلْأَوَّلِ غَيْرَ مَا نَقَصَتْهُ

میں صرف پھڑ پھڑاہٹ ہے، اب ذبح اختیاری کرنے کا وقت نہیں ہے اس لئے شکار حلال ہوگا، اور یوں نہیں سمجھا جائے گا کہ دوسرے کے تیر سے مرا ہے، بلکہ پہلے ہی کے تیر سے موت ہوئی ہے۔ **لا یسلم منه الصید**: شکار زندہ نہیں رہ سکتا۔

ترجمه :۵ اور اگر پہلے کے تیر مارنے کے بعد کچھ دیر تک زندہ رہ سکتا ہو، اور ذبح شدہ سے زیادہ حیات ہو، مثلا ایک دن یا اس سے کم زندہ رہ سکتا ہو، تو امام ابو یوسفؒ کے قول پر دوسرے کے تیر سے حرام نہیں ہوگا، اس لئے کہ انکے نزدیک اتنی حیات کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح :[۳] یہ تیسری صورت ہے۔ پہلے کے تیر مارنے کے بعد اتنی حیات ہے کہ ایک دن سے کم زندہ رہ سکے، تو امام ابو یوسفؒ اس کو حیات نہیں مانتے اس لئے یوں کہا جائے گا کہ پہلے ہی کے تیر سے مرا ہے، اور جانور حلال ہے، کیونکہ ذبح اختیاری کا موقع نہیں ملا ہے۔

نوٹ : پہلے یہ گزرا ہے کہ تھوڑی بھی حیات ہو اور ذبح اختیاری کا موقع ملا ہو تو ذبح اختیاری کئے بغیر جانور حلال نہیں ہوگا، اس لئے حضرت امام ابو یوسفؒ کا یہ قول خلاف قیاس ہے۔

ترجمه :٦ اور امام محمدؒ کے یہاں شکار حرام ہو جائے گا اس لئے کہ اتنی حیات انکے یہاں معتبر ہے، جیسا کہ انکا مذہب گزرا اس لئے دونوں کا جواب ایک ہی ہوگا، جبکہ شکار دیر تک زندہ رہ سکتا ہو، اور شکار حلال نہیں ہوگا۔

تشریح : یہ بھی تیسری صورت کا تتمہ ہے۔ امام محمد کے نزدیک اتنی سی حیات لمبی حیات کی طرح ہے اس لئے یوں کہا جائے گا کہ اس کو ذبح اختیاری کرنے کا موقع ملا، اس کے باوجود اس نے ذبح اختیاری نہیں کیا، اور دوسرے نے تیر مار کر مار دیا اس لئے یہ شکار حرام ہوگا۔

ترجمه:(۴۱۸) اور دوسرا آدمی پہلے کے لئے قیمت کا ضامن ہوگا اس کے علاوہ جو نقصان کیا اس کے زخمی کرنے نے۔

تشریح : شکار مکمل طور پر پہلے آدمی کا ہو چکا ہے اس لئے دوسرے آدمی نے اس شکار کو ہلاک کیا تو اس پر پہلے آدمی کے لئے شکار کا تاوان لازم ہوگا۔ البتہ شکار کو پہلے آدمی نے زخمی کیا تو دیکھا جائے گا کہ زخمی کرنے کے بعد شکار کی قیمت کیا رہ گئی وہ قیمت لازم ہوگی۔ مثلا وہ جانور صحیح سالم ہوتا تو اس کی قیمت دس درہم تھی اور زخمی ہونے کے بعد اس کی قیمت چار درہم رہ گئی تو

جِرَاحَتُهُ ﴿ لِ لِأَنَّـهُ بِـالـرَّمْـيِ أَتْلَفَ صَيْدًا مَمْلُوكًا لَهُ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِالرَّمْيِ الْمُثْخِنِ وَهُوَ مَنْقُوصٌ بِـجِرَاحَتِهِ، وَقِيمَةُ الْمُتْلَفِ تُعْتَبَرُ يَوْمَ الْإِتْلَافِ ٢ قَـالَ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ –: تَأْوِيلُهُ إِذَا عُلِمَ أَنَّ الْـقَتْـلَ حَصَلَ بِالثَّانِي بِأَنْ كَانَ الْأَوَّلُ بِحَالٍ يَجُوزُ أَنْ يَسْلَمَ الصَّيْدُ مِنْهُ وَالثَّانِي بِحَالٍ لَا يَسْلَمُ الـصَّيْـدُ مِـنْـهُ لِيَـكُـونَ الْـقَتْـلُ كُـلُّهُ مُضَافًا إِلَى الثَّانِيَ وَقَدْ قَتَلَ حَيَوَانًا مَمْلُوكًا لِلْأَوَّلِ مَنْقُوصًا بِالْجِرَاحَةِ فَلَا يَضْمَنُهُ كَمَلًا، كَمَا إِذَا قَتَلَ عَبْدًا مَرِيضًا

دوسرے آدمی پر چار درہم ہی لازم ہوں گے۔ کیونکہ پہلے آدمی نے خود زخمی کر کے شکار کی قیمت کم کر دی ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ شکار پہلے آدمی کا ہو چکا ہے۔

اور دوسرا اصول: یہ ہے کہ دوسرے نے جتنا ضائع کیا ہے اتنا ہی تاوان لازم ہوگا زیادہ نہیں۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ دوسرے نے تیر مار کر پہلے کے مملوک شکار کو ضائع کیا ہے، اس لئے کہ پہلا آدمی سخت زخمی کرنے کی وجہ سے مالک ہو چکا تھا، لیکن اس کو زخم کرنے کی وجہ سے قیمت کم ہو گئی تھی، اور ضائع شدہ کی قیمت ضائع کرنے کے دن کا اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح: یہ مسئلے کی دلیل ہے۔ یہاں چار باتیں ہیں [۱] پہلے آدمی نے شکار کو تیر مار کر نڈھال کر دیا ہے اس لئے یہ شکار اس کی ملکیت ہے۔ [۲] پہلے آدمی نے شکار کو زخمی کیا ہے اس لئے اس کی قیمت کم ہو گئی ہے، اس لئے دوسرے آدمی پر کم قیمت ہی واجب ہوگی۔ [۳] دوسرا آدمی تیر نہ مارتا تو ذبح اختیاری کر کے اس کو کھاتا، لیکن اس نے تیر مار کر شکار کو حرام کر دیا، اس لئے اس پر ضمان لازم ہوگا۔ [۴] جس دن شکار کو ضائع کیا ہے اس دن کی قیمت واجب ہوگی، مثلا پہلی تاریخ کو شکار کو مارا، اس دن اس کی قیمت پانچ درہم تھی، اور چوتھی تاریخ کو قیمت ادا کر رہا ہے اس دن شکار کی قیمت چھ درہم ہے تو پہلی تاریخ کی قیمت پانچ درہم لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۲ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس عبارت کی تاویل یہ ہے کہ اگر اس کا علم ہو کہ دوسرے سے شکار مرا ہے، مثلا پہلے آدمی نے اس طرح مارا ہے کہ شکار زندہ رہ سکتا ہے، اور دوسرے آدمی نے اس طرح تیر مارا ہے کہ وہ زندہ نہیں رہ سکتا تا کہ پورا قتل دوسرے کی طرف منسوب ہو جائے، اور حال یہ ہے کہ پہلے آدمی کے مملوک جانور کو قتل کیا ہے، جو جو زخمی ہو کر اس کی قیمت کم ہو گئی تھی، اس لئے پوری قیمت کا ضامن نہیں ہوگا، جیسے بیمار غلام کو قتل کرے تو [بیمار غلام کی قیمت ہی لازم ہوتی ہے]

تشریح: یہاں سے دو صورتیں بیان کر رہے ہیں [۱] اوپر کی صورت یہ ہے کہ یہ یقین ہو کہ دوسرے کے تیر سے شکار مرا ہے، مثلا پہلے نے اتنا مارا تھا کہ وہ زندہ رہ سکتا تھا، اور دوسرے نے اتنا مارا کہ وہ مر گیا تو دوسرے پر پوری قیمت لازم ہوگی، لیکن پہلے کے زخمی شدہ شکار کو مارا ہے اس لئے زخمی شدہ شکار کی پوری قیمت لازم ہوگی، جیسے بیمار غلام کو قتل کیا ہو تو بیمار غلام کی قیمت ہی

۳ إِنْ عَلِمَ أَنَّ الْمَوْتَ يَحْصُلُ مِنَ الْجِرَاحَتَيْنِ أَوْ لا يَدْرِي قَالَ فِي الزِّيَادَاتِ: يَضْمَنُ الثَّانِي مَا نَقَصَتْهُ جِرَاحَتُهُ ثُمَّ يُضَمِّنُهُ نِصْفَ قِيمَتِهِ مَجْرُوحًا بِجِرَاحَتَيْنِ ثُمَّ يَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَةِ لَحْمِهِ ۴ أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّهُ جَرَحَ حَيَوَانًا مَمْلُوكًا لِلْغَيْرِ وَقَدْ نَقَصَهُ فَيَضْمَنُ مَا نَقَصَهُ أَوَّلًا وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّ الْمَوْتَ حَصَلَ بِالْجِرَاحَتَيْنِ فَيَكُونُ هُوَ مُتْلِفًا نِصْفَهُ وَهُوَ مَمْلُوكٌ لِغَيْرِهِ فَيَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَتِهِ مَجْرُوحًا بِالْجِرَاحَتَيْنِ؛ لِأَنَّ الْأُولَى مَا كَانَتْ بِصُنْعِهِ، وَالثَّانِيَةُ ضَمِنَهَا مَرَّةً فَلَا يَضْمَنُهَا

لازم ہوتی ہے، صحت مند غلام کی قیمت لازم نہیں ہوگی اسی طرح یہاں ہے۔

ترجمہ: ۳ اور اگر یہ معلوم ہوا کہ دونوں کے زخم سے شکار مرا ہے، یا معلوم ہی نہیں ہوا کہ کس کے زخم سے شکار مرا ہے، تو امام محمد کی کتاب زیادات میں یہ فرمایا کہ دوسرے آدمی پر اس کے زخم کرنے سے جو نقص پیدا ہوا وہ لازم ہوگا پھر دونوں کے زخم سے مرا ہے اس لئے زخمی شدہ کا آدھا لازم ہوگا، پھر گوشت کی قیمت کا آدھا لازم ہوگا۔

تشریح: مصنف نے عبارت بہت پیچیدہ استعمال کیا ہے، غور سے سمجھیں۔۔ اگر یہ معلوم نہیں ہے کہ کس کے زخم سے شکار مرا ہے تو شکل اس طرح بنے گی۔ مثلا شکار بیس درہم کا تھا، پہلے آدمی نے جب اس کو تیر مارا تو شکار کی قیمت سولہ درہم ہوگئی، اب دوسرے آدمی نے تیر مارا تو زخمی ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت بارہ درہم ہوگئی، اس لئے دوسرے آدمی پر چار درہم لازم ہوگا۔ اب دونوں کی وجہ سے شکار مرا ہے اس لئے شکار کا آدھا آدھا دونوں پر لازم ہوگا، اور اس دوسرے پر بارہ درہم کا آدھا چھ درہم لازم ہوگا۔ یہ دوسرا آدمی شکار کو تیر نہ مارا ہوتا تو ذبح اختیاری کر کے اس کا گوشت کھاتا، لیکن اس کو تیر مار کر اس کا گوشت حرام کیا ہے اس لئے گوشت کی قیمت بھی اس پر لازم ہوگی، مثلا گوشت کی قیمت چھ درہم ہے تو اس کا آدھا تین درہم لازم ہوگا، پوری قیمت اس لئے لازم نہیں ہوگی، کہ شکار کی آدھی قیمت پہلے دے چکا ہے۔ اس طرح 4+6+3=13 درہم [یعنی تیرہ درہم] دوسرے آدمی پر لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۴ دوسرے آدمی پر پہلا ضمان [یعنی تیر سے زخمی کرنے کا ضمان] اس لئے لازم ہوگا کہ دوسرے کے مملوک حیوان کو زخمی کیا ہے اور اس میں نقص ڈالا ہے اس لئے پہلا نقصان لازم ہوگا، اور دوسرا ضمان [دونوں زخموں سے مرنے کی وجہ سے آدھی قیمت جو لازم ہوتی ہے] اس لئے کہ موت دو زخموں سے ہوئی ہے، اور غیر کی ملکیت کے آدھے کو ضائع کرنے والا ہے، اس لئے دو زخموں سے مرنے کی وجہ سے آدھی قیمت کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ پہلا زخم اس کا نہیں ہے، اور دوسرے زخم کا ایک مرتبہ ضامن ہو چکا ہے اس لئے دوبارہ ضامن نہیں ہوگا۔

تشریح: دوسرے آدمی پر دو ضمان لازم ہونے کی یہ دلیل ہے [۱] پہلا ضمان اس لئے لازم ہوا کہ اس نے دوسرے کے شکار کو زخمی کیا، [۲] اور دوسرا ضمان اس لئے لازم ہوا کہ اس کے زخم سے شکار مرا ہے، لیکن آدھا اس لئے لازم ہوا کہ دو زخموں سے

ثَانِيًا ۵ؕ وَأَمَّا الثَّالِثُ فَلِأَنَّ بِالرَّمْيِ الْأَوَّلِ صَارَ بِحَالٍ يَحِلُّ بِذَكَاةِ الِاخْتِيَارِ لَوْلَا رَمْيُ الثَّانِي، فَهَذَا بِالرَّمْيِ الثَّانِي أَفْسَدَ عَلَيْهِ نِصْفَ اللَّحْمِ فَيَضْمَنُهُ، وَلَا يَضْمَنُ النِّصْفَ الْآخَرَ؛ لِأَنَّهُ ضَمِنَهُ مَرَّةً فَدَخَلَ ضَمَانُ اللَّحْمِ فِيهِ،٦ؕ وَإِنْ كَانَ رَمَاهُ الْأَوَّلُ ثَانِيًا فَالْجَوَابُ فِي حُكْمِ الْإِبَاحَةِ كَالْجَوَابِ فِيمَا إذَا كَانَ الرَّامِي غَيْرَهُ، وَيَصِيرُ كَمَا إذَا رَمَى صَيْدًا عَلَى قِمَّةِ جَبَلٍ فَأَثْخَنَهُ ثُمَّ

مرا ہے۔

ترجمه :۵ؕ تیسرا ضمان [گوشت کا آدھا ضمان] کہ پہلے تیر کے بعد اختیاری ذبح کرسکتا تھا اگر دوسرا تیر نہ مارتا پس دوسرے تیر نے آدھے گوشت کو خراب کیا اس لئے آدھے کا ضامن بنے گا، اور دوسرے آدھے کا ضامن اس لئے نہیں بنے گا کہ ایک مرتبہ اس شکار کا ضمان ادا کر چکا ہے، اس لئے گوشت کا ضمان اس میں داخل ہو گیا۔

تشریح : تیسرا ضمان [گوشت کا ضمان] اس لئے لازم ہوگا کہ اگر یہ تیر نہ مارتا تو پہلا آدمی اس کو ذبح اختیاری کر کے گوشت کھا سکتا تھا، لیکن دوسرا تیر مار کر ذبح اختیاری کا موقع نہیں دیا جس کی وجہ سے گوشت حرام ہو گیا۔ لیکن پورے گوشت کا ضمان اس لئے نہیں دے گا کہ ایک مرتبہ آدھے شکار کی قیمت دے چکا ہے۔

نوٹ : قاعدے کے اعتبار سے جب دوسری مرتبہ شکار کی آدھی قیمت ادا کر دی تو اب دوبارہ گوشت کی قیمت لازم نہیں ہونی چاہئے واللہ اعلم

ترجمه :٦ؕ اگر پہلے ہی آدمی نے دوسری مرتبہ تیر مارا تو حلال ہونے میں وہی جواب ہے جو دوسرا آدمی تیر مارتا، اس کی مثال یہ ہے کہ پہاڑ کی چوٹی پر ایک شکار تھا اس کو تیر مارا، اور نڈھال کر دیا پھر دوبارہ تیر مار دیا جس سے وہ لڑھک پڑا اور حرام ہو گیا، اس لئے کہ دوسرے تیر نے حرام کیا ہے، اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔

اصول : یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دوسرا آدمی تیر مارے یا پہلا ہی آدمی دوسری مرتبہ تیر مار کر ذبح اختیاری کو ختم کر دے دونوں صورتوں میں شکار حرام ہوگا۔

تشریح : زید نے شکار پر پہلا تیر مارا، جس سے وہ نڈھال ہو گیا، لیکن اس حال میں تھا کہ اس کو ذبح اختیاری کر کے گوشت کھاتا، لیکن اس نے دوسرا تیر مارا اور ہلاک کر دیا، اس لئے اس کا گوشت حرام ہو گیا، کیونکہ ذبح اختیاری کا موقع تھا اور اس نے نہیں کیا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ پہاڑ پر شکار تھا اس کو مار کر نڈھال کر دیا، اب اس کو ذبح اختیاری کرنا چاہئے تھا، لیکن اس نے دوسرا تیر مارا جس سے شکار لڑھک کر نیچے آ گیا اور مر گیا تو یہ شکار حرام ہوگا، کیونکہ یہ لڑھک گیا اور متردیہ بن گیا، نیز ذبح اختیاری چھوڑ دیا۔ اسی طرح پہلے ہی آدمی نے دوسری مرتبہ تیر مار کر ہلاک کیا اس لئے وہ شکار حرام ہو جائے گا۔

لغت : اثخن : ثخن سے مشتق ہے، نڈھال کرنا، اتنا مارے کہ شکار اب بھاگنے کے قابل نہ رہے۔ قلة : پہاڑ کی چوٹی۔ انزلہ : نیچے اتارا، لڑھک گیا۔

رَمَاهُ ثَانِيًا فَأَنْزَلَهُ لا يَحِلُّ؛ لِأَنَّ الثَّانِيَ مُحَرَّمٌ، كَذَا هَذَا.(۴۱۹) قَالَ :وَيَجُوزُ اصْطِيَادُ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ مِنْ الْحَيَوَانِ وَمَا لا يُؤْكَلﷺ ا لِإِطْلَاقِ مَا تَلَوْنَا وَالصَّيْدُ لا يَخْتَصُّ بِمَأْكُولِ اللَّحْمِ ۲ قَالَ قَائِلُهُمْ: صَيْدُ الْمُلُوكِ أَرَانِب وَثَعَالِب ... وَإِذَا رَكِبْتُ فَصَيْدِي الْأَبْطَال ۳ وَلِأَنَّ صَيْدَهُ سَبَبٌ لِلانْتِفَاعِ بِجِلْدِهِ أَوْ شَعْرِهِ أَوْ رِيشَةِ أَوْ لِاسْتِدْفَاعِ شَرِّهِ وَكُلُّ ذَلِكَ مَشْرُوعٌ.

ترجمه:(۴۱۹)اور جائز ہے شکار کرنا گوشت کھائے جانے والے جانور کا اور جس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو۔

ا اس آیت کے مطلق ہونے کی وجہ سے جو ہم نے تلاوت کی ہے، اور شکار گوشت کھائے جانے والے جانور کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اصول :اس عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ گوشت کھائے جانے والے جانور کا شکار کرے گا تو اس کا گوشت حلال ہوگا، اور دوسرے جانور کا شکار کرے تو اس کی کھال اور ہڈی پاک ہو جائے گی ،اور کھال اور ہڈی بھی پاک نہ ہو بلکہ وہ سور کی طرح نجس العین ہو تو اس کے شر سے محفوظ رہنا مقصود ہوگا۔

تشریح :جن جانوروں کے گوشت کھائے جاتے ہیں ان کو بھی شکار کر سکتا ہے اور جن جانوروں کے گوشت نہیں کھائے جاتے ان کو بھی شکار کر سکتے ہیں۔

وجه :آیت میں ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔**واذا حللتم فالصطادوا** (آیت۲ سورۃ المائدۃ ۵)اس آیت میں شکار کرنیکا حکم عام ہے چاہے وہ جانور ہو جس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور وہ جانور بھی شامل ہے جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے۔اس لئے دونوں کا شکار حلال ہے۔

ترجمه :۲ شاعر نے کہا ہے۔بادشاہ کا شکار خرگوش اور لومڑیاں ہیں،اور جب میں گھوڑے پر سوار ہوتا ہوں تو میرا شکار دلیر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

تشریح :اس شعر میں خرگوش، لومڑی، اور بہادر لوگ کے شکار کا تذکرہ ہے، حالانکہ لومڑی اور بہادر انسان حلال نہیں ہیں، اس سے پتہ چلا کہ ماکول اللحم ہی شکار کے لئے خاص نہیں ہیں۔

لغت:ارانب: ارنب کی جمع ہے،خرگوش۔ثعلب:لومڑی۔ابطال:بطل کی جمع ہے، بہادر انسان۔

ترجمه :۳ اس لئے کہ شکار کا سبب اس کی کھال، اس کے بال، اس کے پر سے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے، اور اس کے شر سے محفوظ ہونا ہوتا ہے، اور یہ سب مشروع ہیں۔

تشریح :شکار کرنے کا مقصد گوشت کھانا ہی نہیں ہوتا، بلکہ اس کی کھال، اس کے بال سے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے، اور کبھی یہ مقصد ہوتا ہے کہ اس کے شر سے محفوظ ہو جائیں، اس لئے ان سب کے لئے شکار جائز ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

﴿كتاب الرهن﴾

۱ الرَّهْنُ لُغَةً: حَبْسُ الشَّيْءِ بِأَيِّ سَبَبٍ كَانَ وَفِي الشَّرِيعَةِ: جَعْلُ الشَّيْءِ مَحْبُوسًا بِحَقٍّ يُمْكِنُ اسْتِيفَاؤُهُ مِنْ الرَّهْنِ كَالدُّيُونِ، ۲ وَهُوَ مَشْرُوعٌ بِقَوْلِهِ تَعَالَى ﴿فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ﴾ [البقرة: 283] وَبِمَا رُوِيَ «أَنَّهُ – عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ – اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا وَرَهَنَهُ بِهِ دِرْعَهُ» وَقَدْ انْعَقَدَ عَلَى ذَلِكَ الْإِجْمَاعُ، وَلِأَنَّهُ عَقْدُ وَثِيقَةٍ لِجَانِبِ الِاسْتِيفَاءِ فَيُعْتَبَرُ بِالْوَثِيقَةِ فِي طَرَفِ الْوُجُوبِ وَهِيَ الْكَفَالَةُ

﴿ كتاب الرهن ﴾

ضروری نوٹ: کتاب الرہن میں یہ تین الفاظ کا یاد رکھنا ضروری ہے۔ راھن: وہ غریب جسنے قرض لیا ہے اور اس کے بدلے میں کوئی چیز رہن پر رکھا، اس کو ،راہن، کہتے ہیں۔ مرتھن: جس نے قرض دیا ہے اور اس قرض کے بدلے اپنے پاس کوئی چیز رہن پر رکھا ہے، اس کو ،مرتہن، کہتے ہیں۔ شیء مرھون: جس چیز کو رہن پر رکھا ہے اس کو شیء مرہون، کہتے ہیں۔

ترجمه: ۱ رہن کا لغوی ترجمہ کسی چیز کو کسی چیز کے سبب روکنا ہے، اور شریعت میں کسی چیز کو ایسے حق کے بدلے میں روکنا ہے جس کو رہن کے ذریعہ وصول کرنا ممکن ہو، جیسے قرض۔

تشریح: یہاں رہن کا لغوی اور شرعی ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ رہن کا لغوی ترجمہ ہے کہ کسی چیز کو کسی بھی سبب سے اپنے پاس روک کے رکھے، اور شریعت میں قرض کے بدلے میں کوئی چیز روک لے تا کہ اگر قرض نہ دے تو رہن کی چیز کو بیچ کر قرض وصول کر لے، مثلا: کوئی آدمی کسی سے کچھ پونڈ قرض لے اور وثیقہ اور اعتماد کے لئے کوئی چیز قرض دینے والے کے پاس رہن رکھے تو اس معاملے کو رہن کہتے ہیں۔ اس میں غریب جس نے اپنا مال رہن پر رکھا اس کو راہن کہتے ہیں، اور جس کے پاس رہن رکھا اس کو مرتہن کہتے ہیں، اور جو چیز رہن رکھی گئی اس کو شیء مرہون کہتے ہیں۔

ترجمه: ۲ رہن رکھنا مشروع ہے۔ [۱] اللہ تعالی کے قول میں ہے فرھان مقبوضة، [۲] اور حدیث میں ہے حضورؐ نے یہودی سے کھانا خریدا، اور اس کے بدلے میں اپنا درع رہن رکھا [۳] اور اس پر اجماع بھی منعقد ہے [۴] اور دلیل عقلی یہ ہے کہ۔ یہ ایسا عقد ہے جس میں وصولیابی کی جانب ترجیح ہوتی ہے، تو اس کو کفالہ پر قیاس کیا جائے گا جس میں وجوب کی جانب ترجیح ہوتی ہے۔

تشریح: رہن مشروع ہے اس کے لئے چار دلیلیں دے رہے ہیں۔

وجه: (۱) رہن رکھنے کا ثبات اس آیت سے ہے۔ وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتبا فرھان مقبوضة (آیت

(۴۲۰) قَالَ الرَّهْنُ يَنْعَقِدُ بِالْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ وَيَتِمُّ بِالْقَبْضِ ﴿١ قَالُوا: الرُّكْنُ الْإِيجَابُ بِمُجَرَّدِهِ؛ لِأَنَّهُ عَقْدُ تَبَرُّعٍ فَيَتِمُّ بِالْمُتَبَرِّعِ كَالْهِبَةِ وَالصَّدَقَةِ ٢ وَالْقَبْضُ شَرْطُ اللُّزُومِ عَلَى مَا

۲۸۳، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں رہن رکھنے کا ذکر ہے۔(۲) اور حدیث میں ثبوت ہے وہ حدیث یہ ہے۔ عن عائشة ان النبی ﷺ اشتری من یهودی طعاما الی اجل ورهنه درعه (بخاری شریف، باب من رھن درعہ، ص۴۰۶، نمبر ۲۵۰۹ رمسلم شریف، باب الرھن وجوازہ فی الحضر کالسفر، ص۷۰۱، نمبر ۱۶۰۳ر ۴۱۱۴) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رہن رکھنا جائز ہے (۳) اس بات پر اجماع ہے کہ رہن جائز ہے۔(۴) دلیل عقلی کی تفصیل یہ ہے۔ کفالت بالاتفاق جائز ہے، اس میں کفیل سے وصول کرنا آسان ہوتا ہے، اسی طرح رہن میں رہن سے قرض کو وصول کرنا آسان ہوتا ہے اس لئے رہن کو کفالہ پر قیاس کر کے جائز ہونا چاہئے۔

لغت: انه عقد وثيقة لجانب الاستيفاء: رہن رکھی ہوئی چیز ہو تو قرض وصول کرنے کے لئے ایک بھروسے کی چیز ہو جاتی ہے، جس طرح کفیل ہو تو اس سے وصول کرنے کے لئے بھروسے کا آدمی مل جاتا ہے، اور کفالت سب کے نزدیک جائز ہے اس لئے اس پر قیاس کر کے رہن بھی جائز ہونا چاہئے۔

ترجمہ: (۴۲۰) رہن منعقد ہوتا ہے ایجاب اور قبول سے اور پوارا ہوتا ہے قبضہ سے۔

تشریح: رہن ایجاب اور قبول سے منعقد ہوتا ہے۔ اور اس پر مرتہن کے قبضہ کرنے سے پورا ہوتا ہے۔

وجہ: (۱) رہن معاملہ ہے اور پیچھے گزر چکا ہے کہ معاملہ ایجاب کرنے اور دوسرے کے قبول کرنے سے منعقد ہوتا ہے۔ اس لئے رہن ایجاب کرنے اور دوسرے کے قبول کرنے سے منعقد ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ قرض کے بدلے رہن رکھنا ضروری نہیں ہے۔ بہت مرتبہ لوگ قرض دیتے ہیں اور اس کے بدلے رہن نہیں رکھتے ہیں۔ اس لئے رہن رکھنا تبرع ہے۔ اس لئے جب تک مرتہن اس پر قبضہ نہیں کرے گا رہن مکمل نہیں ہوگا۔ ایجاب اور قبول کے بعد بھی راہن رکھنے سے پھرنا چاہے تو پھر سکتا ہے (۲) آیت میں اس کا اشارہ ہے کہ قبضہ کرنے سے رہن مکمل ہوگا۔ آیت میں ہے۔ فرهان مقبوضة (آیت ۲۸۳ سورۃ البقرۃ ۲) اس میں مقبوضۃ سے اشارہ ہے کہ قبضہ کرنے سے رہن مکمل ہوگا۔

ترجمہ: ١ بعض حضرات نے فرمایا کہ صرف ایجاب کرنا ہی اصل رکن ہے، اس لئے کہ یہ تبرع کا عقد ہے، اس لئے صرف تبرع کرنے والے کے ایجاب سے پورا ہو جائے گا، جیسے ہبہ اور صدقہ میں صرف ہبہ کرنے والے کے ایجاب سے ہبہ مکمل ہو جاتا ہے۔

تشریح: بعض حضرات نے فرمایا کہ رہن رکھنا ضروری نہیں ہے، یہ راہن کی جانب سے تبرع اور احسان ہے اس لئے صرف اسکی جانب سے ایجاب ہو جائے اسی سے رہن مکمل ہو جائے گا، قبول کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کی دو مثالیں دیں [۱] ہبہ میں صرف ہبہ کرنے والے کے ایجاب سے مکمل ہو جاتا ہے، [۲] صدقہ میں صرف صدقہ کرنے والے کے ایجاب سے

نُبَيِّنُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى ٣ وَقَالَ مَالِكٌ: يَلْزَمُ بِنَفْسِ الْعَقْدِ؛ لِأَنَّهُ يَخْتَصُّ بِالْمَالِ مِنْ الْجَانِبَيْنِ فَصَارَ كَالْبَيْعِ، وَلِأَنَّهُ عَقْدُ وَثِيقَةٍ فَأَشْبَهَ الْكَفَالَةَ ٤ وَلَنَا مَا تَلَوْنَا، وَالْمَصْدَرُ الْمَقْرُونُ بِحَرْفِ الْفَاءِ فِي مَحَلِّ الْجَزَاءِ يُرَادُ بِهِ الْأَمْرُ، ٥ وَلِأَنَّهُ عَقْدُ تَبَرُّعٍ لِمَا أَنَّ الرَّاهِنَ لَا يَسْتَوْجِبُ بِمُقَابَلَتِهِ عَلَى الْمُرْتَهِنِ شَيْئًا وَلِهَذَا لَا يُجْبَرُ عَلَيْهِ فَلَا بُدَّ مِنْ إمْضَائِهِ كَمَا فِي الْوَصِيَّةِ وَذَلِكَ

مکمل ہوجاتا ہے اسی طرح یہاں صرف رہن رکھنے والے کے ایجاب سے رہن مکمل ہوجائے گا، اس میں مرتہن کے قبول کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ :٢ اور شئی مرہون پر قبضہ کرنا شرط ہے جیسا کہ ان شاءاللہ بعد میں بیان کریں گے۔

تشریح :ایجاب اور قبول سے رہن منعقد ہوجائے گا، لیکن شیء مرہون پر قبضہ کرے گا تب رہن پورا ہوگا، اس درمیان راہن رہن رکھنے سے انکار کردے تو وہ ایسا کرسکتا ہے۔اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

ترجمہ :٣ امام مالکؒ نے فرمایا کہ صرف عقد سے رہن لازم ہوجائے گا[قبضہ کرنا لازم نہیں ہے] اسلئے کہ دونوں جانب سے مال کے ساتھ خاص ہے تو وہ بیع کی طرح ہوگیا، اور اس لئے کہ وہ وثیقہ کا عقد ہے اس لئے کفالہ کی طرح ہوگیا۔

تشریح:امام مالکؒ کے یہاں رہن کے لئے ایجاب اور قبول کرنا کافی ہے، رہن پر قبضہ کرنا لازم نہیں۔

وجہ :(١) اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں جانب سے مال ہے، ایک جانب سے قرض ہے، اور دوسری جانب سے شیء مرہون ہے تو جس طرح بیع میں ایک جانب سے مبیع ہے اور دوسری جانب سے ثمن ہوتا ہے، اور وہاں قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں، صرف ایجاب اور قبول سے بیع مکمل ہوجاتی ہے، اسی طرح یہاں قبضہ کرنا لازم نہیں ہوگا، (٢) کفالہ میں ایجاب اور قبول سے کفالہ مکمل ہوجاتا ہے، قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں اسی طرح یہاں بھی قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ:٤ ہماری دلیل وہ آیت ہے جسکو ہم نے پہلے تلاوت کی، اور وہاں مصدر حرف ,ف، کے ساتھ جزا کی جگہ میں لگا ہوا ہے جس سے امر مراد ہوتا ہے

تشریح :قبضہ لازم ہونے کی تین دلیلیں ہیں[١] آیت میں ہے فرهان مقبوضة (آیت ٢٨٣ سورۃ البقرۃ ٢)۔رہن پر قبضہ ہونا چاہئے اس آیت سے بھی قبضہ کرنا شرط معلوم ہوتا ہے۔ [٢] دوسری دلیل یہ ہے کہ رهان سے پہلے ,ف، ہے، جو شرط کی جزا کی جگہ پر ہے، اور نحو کا قاعدہ یہ ہے کہ جزا کی جگہ پر ,ف، ہو تو اس سے امر اور وجوب کا معنی ہوتا ہے، اس لئے رہن میں قبضہ کرنا واجب ہونا چاہئے۔

ترجمہ :٥ اور اس لئے کہ رہن تبرع کا عقد ہے اس لئے کہ راہن رہن کے بدلے میں مرتہن پر کوئی چیز لازم نہیں کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ راہن کو رہن رکھنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے اس لئے رہن کو نافذ کرنے کے لئے قبضہ ضروری ہے، جیسے وصیت

بِالْقَبْضِ، ٦ے ثُمَّ يَكْتَفِي فِيهِ بِالتَّخْلِيَةِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ؛ لِأَنَّهُ قَبْضٌ بِحُكْمِ عَقْدٍ مَشْرُوعٍ فَأَشْبَهَ قَبْضَ الْمَبِيعِ ےے وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – أَنَّهُ لَا يَثْبُتُ فِي الْمَنْقُولِ إلَّا بِالنَّقْلِ؛ لِأَنَّهُ

کو نافذ کرنے کے لئے قبضہ ضروری ہے۔

تشریح :[٣] قبضہ کے لئے یہ تیسری دلیل ہے۔ رہن رکھنا راہن کی جانب سے تبرع اور احسان ہے، یہ راہن پر لازم نہیں تھا، دوسری بات یہی ہے کہ اس کے بدلے میں مرتہن کی جانب سے کوئی رقم نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ راہن کو رہن رکھنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے، اور پہلے یہ قاعدہ گزر گیا ہے کہ جو چیز تبرع اور احسان ہو اس کو نافذ کرنے کے لئے قبضہ ضروری ہے، اس لئے شیء مرہون پر قبضہ ہوگا تب یہ مکمل ہوگا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ وصیت تبرع اور احسان ہے اس لئے وہ قبضے کے بعد مکمل ہوتی ہے، اسی طرح رہن تبرع اور احسان ہے اس لئے اس پر قبضے کے بعد مکمل ہوگا۔

لغت: لا یستوجب بمقابلتہ علی المرتہن شیئا: رہن کے مقابلے پر مرتہن پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی ہے۔ باقی رہا اس کی جانب سے قرض تو یہ بہت پہلے دے چکا ہے۔

ترجمہ :٦ے پھر ظاہر روایت میں رہن کی چیز کو مرتہن کے سامنے کر دے [تخلیہ کر دے] اتنا ہی قبضہ کے لئے کافی ہے، اس لئے کہ عقد مشروع کی وجہ سے قبضہ ہے اس لئے مبیع کے قبضے کی طرح ہو گیا۔

لغت :قبضہ کی دو قسمیں ہیں [ا] قبضہ حکمی: شیء مرہون کو مرتہن کے سامنے اس طرح رکھ دے کہ وہ آسانی سے قبضہ کر لے، چاہے اس نے ابھی قبضہ نہ کیا ہو، اس کو تخلیہ کرنا، کہتے ہیں اسی کو قبضہ حکمی، کہتے ہیں [٢] مرتہن باضابطہ اس پر قبضہ کر لے اور اپنے گھر لے جائے اس کو قبضہ حقیقی، کہتے ہیں۔

تشریح: ظاہر روایت میں شیء مرہون کو صرف مرتہن کے سامنے رکھ دے اتنا ہی قبضہ کے لئے کافی ہے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ مشروع عقد کی وجہ سے یہ قبضہ لازم ہوا ہے اس لئے صرف تخلیہ کر دینا کافی ہوگا، جیسے بیع میں مبیع کو مشتری کے سامنے رکھ دیتے ہیں تو قبضہ شمار ہو جاتا ہے، اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔ مشروع عقد اس لئے کہا کہ غصب میں مشروع عقد نہیں ہوتا ہے اس لئے وہاں صرف تخلیہ کافی نہیں ہوتا بلکہ غاصب قبضہ کرے اور اپنے پاس لیجائے تب اس کا قبضہ شمار کیا جاتا ہے۔

ترجمہ :ےے امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ منقولی چیز میں منتقل کرنے سے قبضہ ہوگا، اس لئے کہ رہن میں قبضہ شروع میں ضمان کا سبب ہے، جیسے کہ غصب میں۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ جو چیز منتقل ہو سکتی ہے اس میں تخلیہ کافی نہیں ہوگا، بلکہ باضابطہ اس پر قبضہ کرے اور اس کو منتقل کر کے اپنے پاس لیجائے تب رہن مکمل ہوگا۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ شیء مرہون مرتہن کے یہاں ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان لازم ہوتا ہے، تو یہ غصب کی طرح ہو گیا،

قَبْـضٌ مُـوجِـبٌ لِلضَّمَانِ ابْتِدَاءً بِمَنْزِلَةِ الْغَصْبِ، ٨ بِـخِلَافِ الشِّـرَاءِ؛ لِأَنَّهُ نَاقِلٌ لِلضَّمَانِ مِنْ الْبَـائِعِ إلَى الْمُشْتَرِي وَلَيْسَ بِمُوجِبٍ ابْتِدَاءً وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ. (۴۲۱) قَالَ وَإِذَا قَبَضَهُ الْمُرْتَهِنُ مَحُوزًا مُفَرَّغًا مُتَمَيِّزًا تَمَّ الْعَقْدُ فِيهِ ﴿١ لِوُجُودِ الْقَبْضِ بِكَمَالِهِ فَلَزِمَ الْعَقْدُ

غصب میں بھی مغصوب چیز ہلاک ہو جائے تو غاصب پر ضمان [یعنی اس کی قیمت لازم ہوتی ہے] اور غصب میں تخلیہ کافی نہیں ہے اسی طرح رہن میں بھی تخلیہ کافی نہیں ہوگا باضابطہ قبضہ کرنا ہوگا۔

ترجمہ :٨ بخلاف خریدنے کے وہاں ضمان بائع سے مشتری کی طرف ضمان منتقل ہوتا ہے، اور ابتداء ضمان کا سبب نہیں ہے۔ اور پہلی روایت صحیح ہے۔

تشریح : یہ امام ابو یوسفؒ کی جانب سے دلیل کا تتمہ ہے۔ رہن کو شراء پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اگر مشتری قبضہ کرلے اور اس سے ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان لازم نہیں ہوتا، کیونکہ یہ چیز اسی کی ہی ہے۔ اور رہن ہلاک ہو جائے تو مرتہن پر ضمان لازم ہوتا ہے، اس لئے رہن کو شراء پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ پہلی روایت، یعنی شیء مرہون کا صرف تخلیہ کر دینا کافی ہے، یہ روایت صحیح ہے۔

ترجمہ :(۴۲۱) پس جبکہ مرتہن نے رہن پر قبضہ کرلیا محوز، مفرغ اور ممیّز ہونے کی حالت میں تو اس میں عقد پورا ہو گیا۔

ترجمہ:١ تا کہ شیء مرہون پر مکمل قبضہ ہو، اور عقد لازم ہو جائے۔

تشریح: مرتہن کے قبضہ ہونے کے لئے بھی رہن کا تین باتوں سے خالی ہونا ضروری ہے

[۱] محوز ہو یعنی رہن کی چیز دوسروں کی شرکت میں نہ ہو۔ دوسروں کی شرکت سے تقسیم ہو کر الگ ہو چکی ہو۔ مثلا دو آدمیوں کے درمیان میں گھر مشترک تھا تو دونوں شریکوں نے گھر تقسیم کر کے الگ الگ کر چکا ہو۔ اب جو راہن کا حصہ ہے اس پر مرتہن قبضہ کرے۔ رہن میں شیوع ہو تو رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

[۲] مفرغ ہو یعنی راہن کے مال و سامان سے شیء مرہون فارغ اور خالی ہو۔ مثلا گھر رہن پر رکھنا ہے تو گھر میں رہن رکھنے والے کا کوئی سامان نہ ہو تا کہ راہن کے آنے جانے کا تعلق نہ رہے۔ ایسے گھر پر مرتہن قبضہ کرے تب قبضہ مکمل ہوگا

[۳] اور تیسری شرط یہ ہے کہ شیء مرہون ممیّز ہو یعنی تخلیقی طور پر راہن کے سامان کے ساتھ متصل نہ ہو۔ جیسے درخت پر لگا ہوا پھل رہن پر رکھے تو اس پر مرتہن کا قبضہ مکمل نہیں ہوگا۔ کیونکہ پھل قدرتی اور تخلیقی طور پر راہن کے درخت سے چپکا ہوا ہے اور اس سے متمیز نہیں ہے۔ اس لئے پھل کو درخت سے جدا کرے اور متمیز کر کے مرتہن کو قبضہ دے تب رہن پر مکمل قبضہ شمار ہوگا۔

وجہ: مکمل قبضہ کرنے کے لئے محوز کی دلیل یہ قول تابعی ہے۔ **كتب عمر بن عبد العزيز انه لا يجوز من النحل الا ما عزل واخرد واعلم** (مصنف عبد الرزاق، باب النحل ج تاسع ص ۳۹، نمبر ۱۶۸۲۵) ہبہ میں مکمل قبضہ کرنے کے لئے محوز کی ضرورت ہے تو رہن میں بھی مکمل قبضہ کرنے کے لئے محوز اور مفرغ کی ضرورت ہوگی۔ **سألت ابن شبرمة عنه فقال لا**

(٤٢٢)وَمَا لَمْ يَقْبِضْهُ فَالرَّاهِنُ بِالْخِيَارِ إنْ شَاءَ سَلَّمَهُ وَإِنْ شَاءَ رَجَعَ عَنْ الرَّهْنِ ﴿ل لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ اللُّزُومَ بِالْقَبْضِ إذْ الْمَقْصُودُ لا يَحْصُلُ قَبْلَهُ. (٤٢٣)قَالَ وَإِذَا سَلَّمَهُ إلَيْهِ فَقَبَضَهُ دَخَلَ فِي ضَمَانِهِ ﴿ل وَقَالَ الشَّافِعِيُّ – رَحِمَهُ اللَّهُ –: هُوَ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ، وَلا يَسْقُطُ شَيْءٌ مِنْ الدَّيْنِ بِهَلاكِهِ لِقَوْلِهِ – عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ – «لَا يُغْلَقُ الرَّهْنُ، قَالَهَا ثَلَاثَةً، لِصَاحِبِهِ غُنْمُهُ وَعَلَيْهِ

يجوز حتى يقسم ۔(مصنف عبد الرزاق، باب النحل ج تاسع ص۴۰، نمبر ۱۶۸۲۸)اس قول تابعی میں بھی ہے کہ تقسیم کرنے کے بعد ہبہ صحیح ہوگا، اسی طرح رہن میں بھی تقسیم کے بعد قبضہ دینے سے رہن صحیح ہوگا۔

اصول: مکمل قبضہ کرنے کے لئے شی ء مرہون راہن کے مال سے بالکل الگ تھلگ ہو۔

ترجمہ:(۴۲۲)اور جب تک مرتہن مرہون پر قبضہ نہ کرے تو راہن کو اختیار ہے اگر چاہے تو اس کو سپرد کرے اور چاہے تو رہن سے رجوع کر جائے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ قبضے کے بعد مرتہن کی چیز ہوگی، اس لئے پہلے مقصد حاصل نہیں ہوگا

تشریح:اوپر بتایا کہ رہن رکھنا تبرع ہے اس لئے قبضہ کرنے سے پہلے رہن مکمل نہیں ہوا۔اس لئے قبضہ کرنے سے پہلے رہن رکھنے والا رہن رکھنے سے مکر جائے اور رجوع کر جائے تو رجوع کر سکتا ہے۔

لغت:راہن :جس نے قرض لیا ہے اور چیز رہن پر رکھا ہے۔

ترجمہ:(۴۲۳)پس جبکہ مرتہن کو سپرد کر دیا اور اس نے اس پر قبضہ کر لیا تو وہ اس کے ضمان میں داخل ہوگئی۔

تشریح:رہن رکھنے والے نے شی ء مرہون کو مرتہن کے حوالے کر دیا اور مرتہن نے اس پر قبضہ کر لیا تو وہ اس کے ضمان میں داخل ہوگئی۔اب اگر ہلاک ہوگی تو اس کے پیسے مرتہن کے قرض میں سے کاٹے جائیں گے۔

وجہ:(۱) حدیث میں ہے کہ اگر شی ء مرہون ہلاک ہو جائے تو مرتہن کے مال میں سے جائے گی۔سمعت عطاء یحدث ان رجلا رهن فرسا فنفق فی یدہ فقال رسول الله ﷺ للمرتھن ذھب حقه. (سنن للبیھقی، باب من قال الرھن مضمون، ج سادس، ص ۶۸، نمبر ۱۱۲۲۵)اس حدیث مرسل میں ہے کہ اگر شی ء مرہون ہلاک ہوئی تو مرتہن کا مال گیا(۲) دوسری حدیث میں ہے۔عن انس عن النبی ﷺ قال الرھن بما فیه۔(دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۲۸ ،نمبر ۲۸۹۴ رسنن للبیھقی، باب من قال الرھن مضمون، ج سادس، ص ۶۸، نمبر ۱۱۲۲۳)اس حدیث میں ہے کہ جس چیز کے لئے رہن رکھا گیا ہے اسی چیز کے لئے رہن جائے گا۔یعنی اگر شی ء مرہون ضائع ہوگئی تو قرض میں اس کو کاٹ لیا جائے گا۔اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ شی ء مرہون پر قبضہ کے بعد مرتہن کے ضمان میں داخل ہوگئی۔

ترجمہ: ل امام شافعیؒ نے فرمایا کہ شی ء مرہون مرتہن کے ہاتھ میں امانت ہوگا اس کے ہلاک ہونے سے قرض میں سے کچھ کاٹا جائے گا، حضورؐ کے قول کی وجہ سے رہن مضمون نہیں ہوگا، یہ تین مرتبہ کہا، راہن کو اس کا نفع ملے گا، اور اس پر اس کا نقصان

غُرْمُهُ» قَالَ: وَمَعْنَاهُ لَا يَصِيرُ مَضْمُونًا بِالدَّيْنِ، ٢ وَلِأَنَّ الرَّهْنَ وَثِيقَةٌ بِالدَّيْنِ فَبِهَلَاكِهِ لَا يَسْقُطُ الدَّيْنُ اعْتِبَارًا بِهَلَاكِ الصَّكِّ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ بَعْدَ الْوَثِيقَةِ يَزْدَادُ مَعْنَى الصِّيَانَةِ، وَالسُّقُوطُ بِالْهَلَاكِ يُضَادُّ مَا اقْتَضَاهُ الْعَقْدُ إِذَا لَحِقَ بِهِ يَصِيرُ بِعَرْضِ الْهَلَاكِ وَهُوَ ضِدُّ الصِّيَانَةِ ٣ وَلَنَا

بھی ہوگا، اور غلق کا معنی یہ ہے کہ قرضے کے بدلے میں ضمان نہیں ہوگا۔

لغت: غلق : کا ترجمہ ہے بند کرنا۔ لا یغلق : کا ترجمہ ہوگا کہ مرتہن کے ہاتھ میں شیء مرہون بند ھک نہیں ہوگا، یہ چیز راہن کی ہی ہوگی۔

تشریح: امام شافعیؒ کے نزدیک شیء مرہون مرتہن کے ہاتھ میں امانت کے طور پر ہے۔ اگر مرتہن کی بغیر زیادتی کے ہلاک ہو جائے تو مرتہن کے قرض میں سے کچھ نہیں کاٹا جائے گا۔ یہ مال راہن کا ہلاک ہوا۔

وجہ: (۱) ان کی دلیل یہ حدیث ہے جسکو صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے۔ **عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا يغلق الرهن له غنمه وعليه غرمه**۔ (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۲۹، نمبر ۲۸۹۶ سنن للبیھقی، باب الرھن غیر مضمون، ج سادس، ص ۶۶، نمبر ۱۱۲۱۹) اس حدیث میں ہے کہ رہن رکھنے کی وجہ سے راہن کا حق ختم نہیں ہوگا۔ رہن رکھنے والے کو اس کا فائدہ بھی ملے گا۔ اور اگر شیء مرہون میں کوئی نقصان ہوا تو راہن ہی کا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہلاک ہو جائے تو مرتہن پر اس کا ضمان نہیں ہے۔

ترجمہ: ٢ اور اس لئے کہ رہن قرض کے لیے وثیقہ ہے، اس لئے رہن کے ہلاک ہونے سے قرض نہیں کٹے گا، جیسے چیک کے ہلاک ہونے سے قرض نہیں کٹتا ہے، اور یہ وجہ بھی ہے کہ وثیقہ ہونے سے حفاظت کا معنی زیادہ ہوگا، اور ہلاک ہونے کی وجہ سے قرض کا کٹ جانا اس کے خلاف ہے جو اس کا تقاضہ ہے، اس لئے کہ کٹنے کی وجہ سے حق ہلاکت کی جگہ میں ہو جائے گا، تو یہ محفوظ ہونے کی ضد ہے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کی جانب سے دو دلیل عقلی ہے۔ [۱] پہلی دلیل عقلی یہ ہے کہ اگر چیک دیا ہوا اور وہ مرتہن سے ہلاک ہو جائے تو اس کے ہلاک ہونے سے قرض کم نہیں ہوتا تو اس پر قیاس کرتے ہوئے رہن ہلاک ہو جائے تو اس سے قرض نہیں کٹے گا۔ [۲] رہن قرض ملنے کا وثیقہ ہے، اس سے قرض ملنا مضبوط ہوتا ہے اب اس کے ہلاک ہونے سے قرض ہی کٹنے لگ جائے تو یہ مضبوط کے خلاف ہو جائے گا اس لئے قرض کٹنا نہیں چاہئے۔

لغت: الصک : اردو میں اس کو چیک، کہتے ہیں، جس پر رقم لکھی ہوتی ہے۔ اذا لحق بہ یصیر بعرض الھلاک: رہن کی وجہ سے قرض اور ہلاک ہو جائے گا، حالانکہ رہن قرض کو اور مضبوط کرنے کے لئے تھا، اس لئے یہ معنی صیانت کے منافی ہے۔

ترجمہ: ٣ ہماری دلیل حضورؐ کا قول ہے مرتہن کے پاس رہن کا گھوڑا ہلاک ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا حق ختم ہو گیا ہے۔ دوسری دلیل حضورؐ کا قول، جب رہن کی قیمت کا پتہ نہ چلے، تو فرمایا کہ جتنا قرض تھا رہن کی قیمت اتنی مان لی جائے [اور

قَوْلُهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - لِلْمُرْتَهِنِ بَعْدَ مَا نَفَقَ فَرَسُ الرَّهْنِ عِنْدَهُ «ذَهَبَ حَقُّكَ» وَقَوْلُهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - «إذَا عَمَّى الرَّهْنَ فَهُوَ بِمَا فِيهِ» مَعْنَاهُ: عَلَى مَا قَالُوا إذَا اشْتَبَهَتْ قِيمَةُ الرَّهْنِ بَعْدَ مَا هَلَكَ وَإِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ - عَلَى أَنَّ الرَّاهِنَ مَضْمُونٌ مَعَ اخْتِلَافِهِمْ فِي كَيْفِيَّتِهِ، وَالْقَوْلُ بِالْأَمَانَةِ خَرْقٌ لَهُ، ۴ وَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - «لَا يُغْلَقُ الرَّهْنُ» عَلَى مَا قَالُوا الِاحْتِبَاسُ الْكُلِّيُّ وَالتَّمَكُّنُ بِأَنْ يَصِيرَ

مرتہن کا قرض ساقط ہوجائے گا [۳] اور صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے رہن کے بدلے میں قرض کٹ جاتا ہے، البتہ کٹنے کی کیفیت میں اختلاف ہے، پس امانت کا قول ان حضرات کی مخالفت ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے یہاں تین دلیلیں پیش کی جارہی ہیں [۱] اوپر حدیث گزری۔ رہن کا گھوڑا ہلاک ہوگیا تو آپ نے مرتہن سے کہا کہ تمہارا حق ختم ہوگیا، یعنی گھوڑے کے بدلے میں تمہارا قرض کٹ گیا [۲] دوسری حدیث میں فرمایا کہ۔ رہن ہلاک ہوجائے اور پتہ نہ چلے کہ اس کی قیمت کیا تھی تو قرض کے مطابق اس کی قیمت مانی جائے گی اور پورا قرض کٹ جائے گا [۳] صحابہ کا اجماع ہے کہ رہن کے بدلے میں قرض ختم ہوجائے گا۔

وجہ: (۱) سمعت عطاء یحدث ان رجلا رھن فرسا فنفق فی یدہ فقال رسول اللہ ﷺ للمرتھن ذھب حقہ. (سنن للبیھقی، باب من قال الرھن مضمون، ج سادس، ص ۶۸، نمبر ۱۱۲۲۵) اس حدیث مرسل میں ہے کہ اگر شیء مرہون ہلاک ہوئی تو مرتہن کا مال گیا (۲) دوسری حدیث میں ہے۔ عن انس عن النبی ﷺ قال الرھن بما فیہ۔ (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۲۸، نمبر ۲۸۹۴ رسنن للبیھقی، باب من قال الرھن مضمون، ج سادس، ص ۶۸، نمبر ۱۱۲۲۳) اس حدیث میں ہے کہ جتنا رہن تھا اتنا قرض ختم ہوگیا (۳) اجماع صحابہ کی دلیل عمر بن خطابؓ کا قول ہے۔ ان عمر بن الخطاب قال فی الرجل یرتھن فیضیع، قال ان کان اقل مما فیہ رد علیہ تمام حقہ، و ان کان اکثر فھو امین (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۲۸، نمبر ۲۸۹۰) اس قول صحابی میں ہے کہ رہن کا ضمان ہوتا ہے۔

ترجمہ: ۴ حضورؐ کی حدیث میں لا یغلق الرھن، کا مطلب یہ ہے کہ پورے طور پر مرتہن کا نہیں ہوجائے گا، جیسا کہ کرخیؒ نے سلف سے اس کا معنی ذکر کیا ہے

تشریح: یہاں سے امام شافعیؒ کی پیش کردہ حدیث۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یغلق الرھن لہ غنمہ و علیہ غرمہ۔ (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۲۹، نمبر ۲۸۹۶) کا مطلب بتارہے ہیں کہ رہن مرتہن کا پورا مملوک نہیں بنے گا۔ بلکہ اس پر راہن کا حق تین ہیں اور مرتہن کا حق بھی تین ہیں اس کی تفصیل یہ ہیں

نوٹ: یہاں لمبی عبارت ہے، اور پیچیدہ ہے۔ جس میں یہ چھ باتیں ذکر کی جائیں گی۔

مَمْلُوكًا لَهُ كَذَا ذَكَرَ الْكَرْخِيُّ عَنْ السَّلَف ۵ وَلِأَنَّ الثَّابِتَ لِلْمُرْتَهِنِ يَدُ الِاسْتِيفَاءِ وَهُوَ مِلْكُ الْيَدِ وَالْحَبْسِ؛ لِأَنَّ الرَّهْنَ يُنْبِءُ عَنْ الْحَبْسِ الدَّائِمِ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾ [المدثر: 38] وَقَالَ قَائِلُهُمْ: وَفَارَقْتُك بِرَهْنٍ لَا فِكَاكَ لَهُ ... يَوْمَ الْوَدَاعِ فَأَمْسَى الرَّهْنُ قَدْ غَلِقَا وَالْأَحْكَامُ الشَّرْعِيَّةُ تَنْعَطِفُ عَلَى الْأَلْفَاظِ عَلَى وَفْقِ الْأَنْبَاءِ،

تین باتیں مرتہن کے لئے اور تین باتیں راہن کے لئے ہیں۔

مرتہن کے لئے تین باتیں یہ ہیں۔

[۱] مرتہن کو رہن پر قبضہ کرنے کا حق ہے۔

[۲] رہن کو اپنے پاس محبوس کرنے کا حق ہے۔اس کے لئے لمبی عبارت لا رہے ہیں۔

[۳] اگر راہن قرض ادا نہ کرے تو شیء مرہون کو بیچ کر اس سے اپنا قرض وصول کرے گا۔

راہن کے بھی تین حق ہیں

[۱] قرض ادا کر کے شیء مرہون کو واپس لے

[۲] اگر شیء مرہون بیچا اور پھر بھی قرض ادا نہیں ہوا تو راہن اپنی جانب سے مزید قرض ادا کرے گا، مثلا ایک ہزار قرض تھا اور شیء مرہون آٹھ سو میں بکا تو راہن دو سو اپنی جانب سے مرتہن کو دیگا تا کہ ایک ہزار قرض پورا ہو جائے۔ یہ **علیه غرمه** ہوا

[۳] اور اگر زیادہ ہو گیا تو وہ رقم راہن کا ہوگا، مثلا بارہ سو میں شیء مرہون بکا تو یہ دو سو درہم راہن کا ہوگا۔ یہ **له غنمه** ہوا۔

ترجمہ: ۵ اس لئے کہ مرتہن کو قرض وصول کرنے کے لئے قبضہ ثابت ہے، اور وہ قبضہ اور اس کو روک کر رکھنا، اس لئے کہ رہن کا معنی ہے ہمیشہ کے لئے محبوس کرنا، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا کل نفس بما کسبت رہینۃ (آیت ۳۸، سورۃ المدثر ۷۴) اس کا ترجمہ ہے، ہر انسان نے جو کچھ کمایا اس میں محبوس رہے گا۔ اور شعر بھی ہے۔ اے محبوبہ تم سے ایسے رہن کے ساتھ جدا ہوا جس سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے، رخصتی کے دن تو رہن ہمیشہ ہو گیا۔ اور احکام شرعیہ معانی لغویہ کے موافق ہوتا ہے۔

تشریح: یہاں قرآن پاک کی آیت پیش کر رہے ہیں، اور شعر پیش کر رہے ہیں، اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ رہن کا معنی دائمی حبس کرنا ہے، رہن کے معانی ضمان کے نہیں ہے۔

فرماتے ہیں کہ مرتہن کو وصولیابی کا قبضہ ہے چنانچہ وہ قبضہ کرنے اور اس کو روکے رکھنے کا مالک ہے۔ رہن کا ترجمہ ہے، ہمیشہ کے لئے حبس کرنا۔ قرآن پاک کی آیت میں ہے، کل نفس بما کسبت رهينة : ہر نفس نے جو کچھ کمایا ہے، قیامت میں اسی میں محبوس ہوگا۔ یہاں رہین کا ترجمہ محبوس ہونے کا ہے۔ اور شعر میں بھی رہن کا لفظ ہے، جس کا ترجمہ ہے، ہمیشہ محبوس رہنا

۶؎ وَلِأَنَّ الرَّهْنَ وَثِيقَةٌ لِجَانِبِ الِاسْتِيفَاءِ وَهُوَ أَنْ تَكُونَ مُوصِلَةً إلَيْهِ وَذَلِكَ ثَابِتٌ لَهُ بِمِلْكِ الْيَدِ وَالْحَبْسِ لِيَقَعَ الْأَمْنُ مِنْ الْجُحُودِ مَخَافَةَ جُحُودِ الْمُرْتَهِنِ الرَّهْنَ، وَلِيَكُونَ عَاجِزًا عَنْ الِانْتِفَاعِ بِهِ فَيَتَسَارَعُ إلَى قَضَاءِ الدَّيْنِ لِحَاجَتِهِ أَوْ لِضَجَرِهِ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ يَثْبُتُ الِاسْتِيفَاءُ مِنْ وَجْهٍ وَقَدْ تَقَرَّرَ بِالْهَلَاكِ، فَلَوْ اسْتَوْفَاهُ ثَانِيًا يُؤَدِّي إلَى الرِّبَا، ۷؎ بِخِلَافِ حَالَةِ الْقِيَامِ؛ لِأَنَّهُ يَنْقُضُ هَذَا الِاسْتِيفَاءَ بِالرَّدِّ عَلَى الرَّاهِنِ فَلَا يَتَكَرَّرُ، ۸؎ وَلَا وَجْهَ إلَى اسْتِيفَاءِ الْبَاقِي بِدُونِهِ؛

۔اورشرعی احکام کامدار لغوی معانی پر ہوتا ہے،اس لئے مسئلے میں جو رہن کا لفظ ہے اس میں محبوس کرنے کا معنی ہوگا،ضمان کا معنی نہیں ہوگا۔

لغت : یدالاستیفاء: یہ ایک منطقی محاورہ ہے جو یہاں بار بار آئے گا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ مرتہن کے پاس ایسا قبضہ موجود ہے جس سے وہ اپنا قرض وصول کرسکتا ہے۔تنعطف: مائل ہوتا ہے۔انباء: نباء: سے مشتق ہے،خبر دینا۔

ترجمہ:۶؎ اوراس لئے کہ رہن وصول کی جانب کا وثیقہ ہے،وہ اس طرح کہ رہن وصول کرنے کی طرف پہنچا تا ہے،اور یہ قبضے اور محبوس کرنے سے ثابت ہے تا کہ انکار کرنے سے محفوظ ہو جائے اس ڈر سے کہ مرتہن رہن کا انکار نہ کردے،اور راہن شیء مرہون سے نفع اٹھانے سے عاجز ہو جاتا ہے اس لئے اپنی ضرورت کی وجہ سے قرض کی ادائیگی کی جلدی کرے گا، یا تنگ دلی کی وجہ سے جلدی کرے گا،اور یہ بات ہے تو من وجہ وصول کرنا ثابت ہو گیا،اور ہلاک ہونے سے یہ بات اور ثابت ہوگئی،تو اگر دوبارہ وصول کریں تو سود ہو جائے گا۔

تشریح : یہاں سے لمبی عبارت ہے جس کا مطلب سمجھنا مشکل ہے۔رہن پر مرتہن کا قبضہ ہے،اوراس کو محبوس کر رکھا ہے اس سے مرتہن کو دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں [۱] یہ قرض کے وصول کرنے کا وسیلہ بنے گا، کیونکہ اب راہن قرض کا انکار نہیں کرسکتا ۔[۲] راہن جلدی قرض ادا کرے گا، کیونکہ اتنی بڑی چیز دوسرے کے پاس موجود ہے۔ یہ دو بڑی چیزیں مرتہن کے پاس موجود ہیں،اب اگر شیء مرہون ہلاک ہو جائے پھر بھی راہن سے قرض وصول کیا جائے تو یہ راہن سے دوبارہ وصول کرنا ہوا، جو سود کے درجے میں ہوگا۔

لغت: یتسارع: سرعۃ سے مشتق ہے،جلدی کرے گا۔جحود: انکار کرنا۔ضجر: تنگ دلی

ترجمہ :۷؎ بخلاف شیء مرہون موجود ہو تو رہن کی چیز واپس کردی جائے گی تو مکرر نہیں ہوگا۔

تشریح :اگر شیء مرہون موجود ہے،اور راہن نے اپنا قرض ادا کردیا تو شیء مرہون واپس کردیا جائے گا اس طرح راہن کا مکرر نقصان نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۸؎ باقی قرض کو وصول کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے بغیر قبضہ کے اس لئے کہ اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے۔

لِأَنَّهُ لا يُتَصَوَّرُ، ۹ وَالِاسْتِيفَاءُ يَقَعُ بِالْمَالِيَّةِ أَمَّا الْعَيْنُ فَأَمَانَةٌ حَتَّى كَانَتْ نَفَقَةُ الْمَرْهُونِ عَلَى الرَّاهِنِ فِي حَيَاتِهِ وَكَفَنِهِ بَعْدَ مَمَاتِهِ، ۱۰ وَكَذَا قَبْضُ الرَّهْنِ لا يَنُوبُ عَنْ قَبْضِ الشِّرَاءِ إِذَا اشْتَرَاهُ الْمُرْتَهِنُ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ أَمَانَةٌ فَلا تَنُوبُ عَنْ قَبْضِ ضَمَانٍ، ۱۱ وَمُوجِبُ الْعَقْدِ ثُبُوتُ يَدِ الِاسْتِيفَاءِ وَهَذَا يُحَقِّقُ الصِّيَانَةَ، وَإِنْ كَانَ فَرَاغُ الذِّمَّةِ مِنْ ضَرُورَاتِهِ كَمَا فِي الْحَوَالَةِ

تشریح :اوپر بتایا کہ قبضہ کرنا بھی مرتہن کے لئے ایک قسم کا فائدہ ہے،اس کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ بغیر قبضہ کے قرض کو وصول کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

ترجمہ:۹ قرض وصول کرنا رہن کی مالیت سے ہوتا ہے،اور عین رہن یہ مرتہن کے ہاتھ میں امانت رہتا ہے،یہی وجہ ہے کہ زندگی میں شیء مرہون کا نفقہ راہن پر ہوتا ہے،اور مرنے کے بعد اس کا کفن بھی راہن پر ہوتا ہے۔

تشریح : یہاں دو باتیں کہہ رہے ہیں[۱] مرتہن جو اپنا قرض وصول کرتا ہے وہ شیء مرہون کی مالیت سے کرتا ہے۔[۲] اور دوسری بات یہ ہے کہ۔عین مرہون اس کے پاس امانت کے طور پر رہتا ہے،اس کی تین دلیلیں دے رہے ہیں۔[۱] پہلی دلیل یہ ہے مرہون زندہ ہو تو اس کا نفقہ راہن پر ہوتا ہے،[۲] وہ مرجائے تو اس کا کفن بھی راہن پر ہوتا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ چیز راہن کی ہے اور مرتہن کے ہاتھ میں امانت کے طور پر رکھا ہوا ہے،البتہ وہ ہلاک ہوجائے تو اس کی مالیت سے گویا کہ اپنا قرض وصول کیا اس لئے جتنی شیء مرہون کی قیمت ہوگی قرض کٹ جائے گا۔

ترجمہ :۱۰ ایسے ہی رہن کا قبضہ کریدنے کے قبضے کے قائم مقام نہیں ہوگا اگر مرتہن نے شیء مرہون کو خریدلیا،اس لئے کہ عین رہن امانت ہے اس لئے ضمان کے قبضے کے قائم مقام نہیں ہوگا۔

تشریح: یہ تیسری دلیل ہے کہ شیء مرہون مرتہن کے ہاتھ میں امانت ہے۔مرتہن کا رہن پر قبضہ امانت کا قبضہ ہے،اس لئے اگر مرتہن نے شیء مرہون خریدلیا تو پہلا قبضہ کافی نہیں ہوگا ، بلکہ دوسرا قبضہ کرنا ہوگا جو خریدنے کا قبضہ ہے، کیونکہ دوسرا قبضہ ضمان کا قبضہ ہے، جو امانت کے قائم مقام نہیں ہوگا،اس سے بھی پتہ چلا کہ مرتہن کا قبضہ امانت کا قبضہ ہے۔

ترجمہ :۱۱ رہن کے عقد کا موجب وصولیابی کے قبضہ کا ثبوت ہے،اور یہ حفاظت کو زیادہ ثابت کرتا ہے،اگر چہ اس کی ضروریات میں سے ہے کہ راہن کے ذمہ سے فراغت ہوجائے ، جیسے کہ حوالہ میں ہوتا ہے۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے،انہوں نے فرمایا تھا کہ رہن قرض کا وثیقہ ہے،اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ رہن کا موجب یہ ہے کہ وصولیابی کا ثبوت ہوجائے ، اور اس سے قرض محفوظ ہوجاتا ہے ، یہ اور بات ہے کہ رہن ہلاک ہوجائے تو راہن کے ذمے سے قرض ختم ہوجاتا ہے، جیسے حوالہ میں قرض لینے والے کے ذمے سے قرض ختم ہوجاتا ہے۔

ترجمہ:۱۲ حاصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک رہن کا حکم یہ ہے۔رہن قرض کی وجہ سے محبوس ہے اور اس پر وصول کرنے کا

١٢؎ فَالْحَاصِلُ أَنَّ عِنْدَنَا حُكْمَ الرَّهْنِ صَيْرُورَةُ الرَّهْنِ مُحْتَبِسًا بِدَيْنِهِ بِإِثْبَاتِ يَدِ الِاسْتِيفَاءِ عَلَيْهِ وَعِنْدَهُ تَعَلُّقُ الدَّيْنِ بِالْعَيْنِ اسْتِيفَاءً مِنْهُ عَيْنًا بِالْبَيْعِ، ١٣؎ وَيُخَرَّجُ عَلَى هَذَيْنِ الْأَصْلَيْنِ عِدَّةٌ مِنْ الْمَسَائِلِ الْمُخْتَلَفِ فِيهَا بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ عَدَدْنَاهَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى جُمْلَةً: ١٤؎ مِنْهَا أَنَّ الرَّاهِنَ مَمْنُوعٌ عَنْ الِاسْتِرْدَادِ لِلِانْتِفَاعِ؛ لِأَنَّهُ يُفَوِّتُ مُوجَبَهُ وَهُوَ الِاحْتِبَاسُ عَلَى الدَّوَامِ، وَعِنْدَهُ لَا يُمْنَعُ مِنْهُ؛ لِأَنَّهُ لَا يُنَافِي مُوجَبَهُ وَهُوَ تَعَيُّنُهُ لِلْبَيْعِ وَسَيَأْتِيك الْبَوَاقِي فِي أَثْنَاءِ الْمَسَائِلِ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى. (٤٢٤) قَالَ: ﴿وَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ إلَّا بِدَيْنٍ مَضْمُونٍ﴾ ١؎؛ لِأَنَّ حُكْمَهُ ثُبُوتُ يَدِ

قبضہ ثابت ہے۔اور امام شافعیؒ کے یہاں قرض کا تعلق عین رہن سے ہوتا ہے، کہ عین رہن کو بیچ کر قرض وصول کرے۔

تشریح: لمبے بحث کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں رہن پر قبضہ اس لئے ہے کہ اس سے قرض وصول کیا جا سکے، اور امام شافعیؒ کے یہاں قرض کا تعلق عین رہن سے ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ رہن کی چیز کو بیچ کر قرض وصول کیا جائے گا

ترجمہ: ۱۳؎ اس پر بہت سے مسائل کا استخراج کیا گیا ہے جو ہمارے درمیان اور انکے درمیان مختلف فیہ ہیں، جنکو ہم نے کفایۃ المنتہی میں ذکر کیا۔

ترجمہ: ۱۴؎ ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ راہن کو رہن سے نفع اٹھانے کے لئے رہن واپس نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس سے رہن کا موجب فوت ہو جائے گا، اور وہ ہے ہمیشہ کے لئے محبوس کرنا۔اور امام شافعیؒ کے یہاں نفع اٹھانے سے روکا نہیں جائے گا، کیونکہ وہ رہن کے موجب کے منافی نہیں ہے، اور وہ ہے بیچنے کے لئے متعین ہونا۔ باقی باتیں ان شاء اللہ مسائل کے درمیان آئیں گی۔

تشریح: یہاں دونوں اماموں کے اصول پر ایک مسئلہ بیان کر رہے ہیں۔امام ابوحنیفہؒ کے یہاں رہن کا مطلب ہے ہمیشہ کے لئے مرتہن کے ہاتھ میں محبوس ہونا، اس لئے راہن رہن کی چیز کو نفع اٹھانے کے لئے واپس لینا چاہے تو واپس نہیں دیا جائے گا، کیونکہ یہ محبوس کے خلاف ہے۔اور امام شافعیؒ کے مسلک پر نفع اٹھانے کے لئے واپس لینا چاہے تو دیا جائے گا، کیونکہ انکے یہاں رہن کی چیز بیع کے لئے متعین ہے، اور نفع اٹھانے کے لئے واپس دینا بیع کے خلاف نہیں ہے۔ دونوں اصولوں کے درمیان یہ فرق ہوگا۔

ترجمہ: (۴۲۴) نہیں صحیح ہے رہن مگر دین مضمون کی وجہ سے۔

تشریح: قرض کی دو قسمیں ہیں [۱] ایک وہ قرض ہے جو اس پر لازم ہے، اور ہر حال میں اس کو دینا واجب ہے، جیسے مبیع کی قیمت دینا واجب ہے، اس کے بدلے میں رہن ہوتا ہے۔ [۲] دوسرا قرض وہ ہے کہ جو اس پر لازم نہیں ہے، بلکہ تبرع اور احسان کے طور پر اپنے اوپر لازم کیا ہے، جیسے مال کتابت ادا کرنا مکاتب پر لازم ہے، لیکن وہ عاجز ہو جائے اور کتابت چھوڑ کر

الاِسْتِيفَاءِ، وَالِاسْتِيفَاءُ يَتْلُو الْوُجُوب ٢ قَالَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -: وَيَدْخُلُ عَلَى هَذَا اللَّفْظِ الرَّهْنُ بِالْأَعْيَانِ الْمَضْمُونَةِ بِأَنْفُسِهَا، فَإِنَّهُ يَصِحُّ الرَّهْنُ بِهَا وَلَا دَيْنَ وَيُمْكِنُ أَنْ يُقَالَ: إنَّ الْوَاجِبَ الْأَصْلِيَّ فِيهَا هُوَ الْقِيمَةُ وَرَدُّ الْعَيْنِ مُخَلِّصٌ عَلَى مَا عَلَيْهِ أَكْثَرُ الْمَشَايِخِ وَهُوَ دَيْنٌ وَلِهَذَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِهَا، وَلَئِنْ كَانَ لَا يَجِبُ إلَّا بَعْدَ الْهَلَاكِ وَلَكِنَّهُ يَجِبُ عِنْدَ الْهَلَاكِ بِالْقَبْضِ السَّابِقِ، وَلِهَذَا تُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ يَوْمَ الْقَبْضِ فَيَكُونُ رَهْنًا بَعْدَ وُجُودِ سَبَبِ وُجُوبِهِ فَيَصِحُّ

غلامیت اختیار کرنا چاہئے تو کر سکتا ہے، اس صورت میں مال کتابت والا قرض ختم ہو جائے گا، اس لئے یہ قرض دین مضمون نہیں ہے، اسکے بدلے میں مکاتب پر رہن رکھنا جائز نہیں۔ مصنفؒ دین مضمون کہہ کر اسی مال کتابت والا قرض کو ساقط کرنا چاہتے ہیں

وجہ: رہن تو وثیقہ اور اعتماد کی چیز ہے۔ جس کی وجہ سے قرض دینے والے کو یقین ہوتا ہے کہ میرا قرض ضرور واپس ملے گا۔ اور اگر قرض واپس نہیں دیا تو شیء مرہون کو بیچ کر اپنا قرض وصول کروں گا۔ لیکن جب قرض ہی دینا واجب نہیں ہے بلکہ راہن نے تبرع کے طور پر اپنے اوپر قرض لازم کیا ہے تو وثیقہ کیوں دے۔ اور رہن رکھنا کیوں صحیح ہو۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ اس کا حکم ہے یداستیفاء کا ثابت ہونا، اور استیفاء کے بعد وجود آتا ہے۔

تشریح: یہ منطقی طور پر دلیل عقلی ہے۔ رہن رکھنے کا مطلب ہے کہ واجبی طور پر قرضہ وصول کرے، اس لئے پہلے قرضہ کا واجب ہونا ضروری ہے، اور وہ دین مضمون میں ہوتا ہے، دین غیر مضمون میں قرضہ کا ادا کرنا واجب نہیں ہوتا۔

ترجمہ: ٢ مصنف فرماتے ہیں کہ اس لفظ سے عینی چیز جس کا ضمان واجب ہوتا ہے اس کے بدلے میں بھی رہن رکھنا داخل ہوگا، اس لئے کہ اس کے بدلے میں رہن رکھنا صحیح ہے، حالانکہ وہ قرض نہیں ہے، ممکن ہے کہ یہ جواب دیا جائے یہاں بھی اصل موجب قیمت دینا ہے، اور عین چیز کو لوٹانا خلاصی کی چیز ہے، جیسا کہ اکثر مشائخ نے کہا، اور قیمت لوٹانا یہ قرض ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا کفیل بننا صحیح ہے، یہ اور بات ہے کہ عین چیز کے ہلاک ہونے کے بعد قیمت واجب ہوتی ہے، لیکن ہلاکت کے وقت، پہلے جو قبضہ کیا ہے اسی دن کی قیمت واجب ہوگی، اسی لئے قبضے کے دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا، اس لئے قیمت کے واجب ہونے کے سببکے بعد رہن رکھنا ہوا اس لئے رہن رکھنا صحیح ہوگا، جیسے کہ کفالہ صحیح ہوتا ہے، اسی لئے ایسا حوالہ جو ہلاکت کے ساتھ مقید ہو وہ باطل نہیں ہوگا، بخلاف امانت کے۔

تشریح: یہاں ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ متن میں یہ کہا کہ جو دین مضمون ہو اس کے لئے رہن رکھ سکتے ہیں، حالانکہ دو جگہ عین مضمون ہے، وہاں عین چیز واپس کرنا پڑتا ہے اس کے بدلے میں بھی رہن رکھنا جائز ہے۔ [١] ایک غصب کی ہوئی چیز۔ غصب کی ہوئی چیز کو ہی واپس کرنا ضروری ہے، لیکن یہ ہلاک ہو جائے تو اس کی قیمت واجب ہوتی ہے، لیکن جس دن غصب کیا تھا اس دن کی قیمت واجب ہوگی، اس کو اعیان مضمونہ، کہتے ہیں۔ اور غاصب اس چیز کے بدلے

كَمَا فِي الْكَفَالَةِ، ٣ وَلِهَذَا لا تَبْطُلُ الْحَوَالَةُ الْمُقَيَّدَةُ بِهِ بِهَلاكِهِ، بِخِلافِ الْوَدِيعَةِ،

(٤٢٥) قَال: وَهُوَ مَضْمُونٌ بِالْأَقَلِّ مِنْ قِيمَتِهِ وَمِنَ الدَّيْنِ، فَإِذَا هَلَكَ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ، وَقِيمَتُهُ وَالدَّيْنُ سَوَاءٌ صَارَ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا لِدَيْنِهِ، وَإِنْ كَانَتْ قِيمَةُ الرَّهْنِ أَكْثَرَ فَالْفَضْلُ أَمَانَةٌ فِي

میں، رہن رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے۔[٢] دوسرا۔ کسی مبیع کو بھاو کرنے کے لئے زید لے گیا، تو اسی مبیع کو واپس کرنا چاہئے، لیکن اگر یہ ہلاک ہوگئی تو اس کی قیمت واجب ہوگی، اور جس دن قبضہ کیا تھا اس دن کی قیمت واجب ہوگی، اس کو بھی اعیان مضمونہ، کہتے ہیں۔ بھاو کرنے والا اس کے بدلے میں رہن رکھنا چاہے تو رہن رکھ سکتا ہے۔

ان دونوں چیزوں کا کفیل بننا بھی جائز ہے، اور اس کا حوالہ بھی جائز ہے۔

وجه: (١) مصنف نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ اصل میں اعیان مضمونہ کی قیمت ہی واجب ہے، یہی وجہ ہے کہ جس دن غصب کیا تھا اس دن کی قیمت واجب ہوتی ہے، اسی طرح جس دن بھاو کرنے کے لئے لیا تھا اسی دن کی قیمت واجب ہوتی ہے، تو چونکہ اصل میں اس کی قیمت ادا کرنا ہے، اس لئے وہ دین مضمون بن گیا اس لئے اس کے بدلے رہن رکھنا جائز ہوگیا۔ لیکن یہ بھی گنجائش ہے کہ عین چیز موجود ہو تو اس کو واپس کر دے۔ (٢) ان دونوں چیزوں کا جس طرح کفیل بننا، اور حوالہ کرنا جائز ہے اسی طرح اس کے بدلے رہن رکھنا بھی جائز ہوگا۔ لمبی عبارت کا حاصل یہ ہے جو میں نے بیان کیا۔

ترجمه: ٣ اس لئے وہ حوالہ جو ہلاک کے ساتھ مقید ہے باطل نہیں ہوگا، بخلاف امانت کے۔

تشریح: زید نے عمر کی گھڑی غصب کی، عمر کے اوپر بکر کا قرضہ تھا، عمر نے کہا کہ یہ قرضہ اب زید غصب کے مال سے ادا کرے گا اور زید نے یہ بات مان لی، بعد میں گھڑی ہلاک ہوگئی تب بھی حوالہ باطل نہیں ہوگا، کیونکہ زید پر گھڑی کی قیمت ادا کرنا واجب ہے، جس سے معلوم ہوا کہ غصب میں اصل اس کی قیمت کا ادا کرنا ہے۔

دوسری صورت امانت کی یہ ہے۔ کہ زید نے عمر سے امانت کے طور گھڑی لی، عمر کے اوپر بکر کا قرضہ تھا، عمر نے زید سے کہا کہ گھڑی دیکر یہ قرضہ ادا کر دو اور اس نے بات مان لی، بعد میں گھڑی ہلاک ہوگئی، تو حوالہ باطل ہو جائے گا، کیونکہ یہاں گھڑی کی قیمت زید پر واجب نہیں ہے، عین گھڑی ہوتی تو قرضہ کر دیا جاتا، لیکن عین گھڑی نہیں ہے اس لئے حوالہ ختم ہو جائے گا

ترجمه: (٤٢٥) شیء مرہون مضمون ہوگی اس کی قیمت اور دین سے کم میں۔ پس جبکہ ہلاک ہو جائے شیء مرہون مرتہن کے ہاتھ میں اور اس کی قیمت اور قرض برابر ہیں تو حکما مرتہن اپنے قرض کو وصول کرنے والا ہو گیا۔ اور اگر رہن کی قیمت قرض سے زیادہ ہے، تو جو زیادہ ہوا وہ مرتہن کے ہاتھ میں امانت ہے

ترجمه: ١ اس لئے کہ جتنا قرض تھا اتنا ہی مضمون ہوتا ہے، اور باقی امانت کے طور پر مرتہن کے پاس رہے گا۔

تشریح: یہاں دو مسئلے بیان کر رہے ہیں۔[١] ایک یہ کہ جتنا قرض تھا اتنی ہی قیمت کا رہن تھا، اور رہن ہلاک ہو گیا تو گویا

يَدِهِ﴾ ؛ لِأَنَّ الْمَضْمُونَ بِقَدْرِ مَا يَقَعُ بِهِ الِاسْتِيفَاءُ وَذَاكَ بِقَدْرِ الدَّيْنِ(٤٢٦) فَإِنْ كَانَتْ أَقَلَّ سَقَطَ مِنْ الدَّيْنِ بِقَدْرِهِ وَرَجَعَ الْمُرْتَهِنُ بِالْفَضْلِ﴾ لِأَنَّ الِاسْتِيفَاءَ بِقَدْرِ الْمَالِيَّة

کہ مرتہن نے اپنا پورا قرضہ وصول کرلیا۔ مثلا ایک سو پونڈ مرتہن کا راہن پر قرض تھا۔ اور راہن نے ایک سو پونڈ کی چیز رہن پر رکھ دی۔ بعد میں وہ چیز مرتہن کے یہاں ہلاک ہوگئی تو مرتہن کے سو پونڈ گئے اور گویا کہ مرتہن نے اپنے سو پونڈ وصول کر لئے۔

وجہ : مرتہن اپنے قرض کے مطابق شیء مرہون کا ضامن تھا، اور شیء مرہون ہلاک ہوئی جو اس کے قرض کے برابر تھی تو گویا کہ اس نے اپنا قرض راہن سے وصول کرلیا۔ اب راہن سے کچھ وصول نہیں کر سکے گا۔

[۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ شیء مرہون کی قیمت قرض سے زیادہ ہے تو جتنا قرض ہے وہ ساقط ہو جائے گا، اور جو زیادہ ہے وہ مرتہن یہاتھ میں امانت ہوگا، مثلا ایک سو پونڈ مرتہن پر قرض تھا اور ڈیڑھ سو پونڈ کی چیز رہن پر رکھ دی تو شیء مرہون کے ہلاک ہونے پر ایک سو پونڈ کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا اور اس کا اتنا پونڈ ختم ہو جائے گا۔ اور باقی پچاس پونڈ جو قرض سے زیادہ تھے وہ مرتہن کے ہاتھ میں امانت کے طور پر تھے۔ اور امانت کا قاعدہ یہ ہے کہ بغیر زیادتی کے ہلاک ہو جائے تو صاحب مال کو واپس دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ صاحب مال کا مال ہلاک ہوا۔

وجہ :اس قول صحابی میں اس کا ثبوت ہے۔ ان عمر بن الخطاب قال فی الرجل یرتهن فیضیع قال ان کان اقل مما فیه رد علیه تمام حقه وان کان اکثر فهو امین (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۲۸، نمبر ۲۸۹۰ رسنن للبیہقی، باب من قال الرھن مضمون، ج سادس، ص ۷۱، نمبر ۱۱۲۲۸) اس قول صحابی میں ہے کہ اگر شیء مرہون دین سے کم قیمت کی تھی اور ہلاک ہوئی تو جو زیادہ پونڈ ہونے چاہئے وہ مرتہن راہن سے وصول کرے گا۔ اور شیء مرہون دین سے زیادہ قیمت کی تھی تو وہ زیادہ قیمت اور فضل مرتہن کے ہاتھ میں امانت کے طور پر ہے۔

اصول: مرتہن اتنا ہی کا ضامن ہوتا ہے جتنا اس کا دین ہے۔ باقی شیء مرہون اس کے ہاتھ میں امانت کے طور پر ہے۔

ترجمہ:(۴۲۶) اور اگر رہن کی قیمت کم ہے دین سے تو ساقط ہو جائے گا دین اس کی مقدار اور وصول کرے گا مرتہن زیادتی۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ رہن کی جتنی قیمت ہے اتنا ہی وصول ہوگا۔

تشریح :مثلا سو پونڈ دین تھا اور راہن نے [۸۰] اسی پونڈ کا رہن رکھا اور وہ ہلاک ہو گیا تو گویا کہ مرتہن نے اسی پونڈ وصول کر لئے۔ اب بیس پونڈ جو باقی ہے وہ راہن سے وصول کرے گا۔

وجہ:(۱) اوپر قول صحابی گزرا۔ ان عمر بن الخطاب قال فی الرجل یرتهن فیضیع قال ان کان اقل مما فیه رد علیه تمام حقه (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۲۸، نمبر ۲۸۹۰ رسنن للبیہقی، باب من قال الرھن مضمون، ج سادس، ص ۷۱، نمبر ۱۱۲۲۸) اس قول صحابی میں ہے کہ اگر رہن کی قیمت کم ہو تو جو زیادہ قرض ہے وہ اس پر لوٹایا جائے گا یعنی

۲ؔ وَقَالَ زُفَرُ: الرَّهْنُ مَضْمُونٌ بِالْقِيمَةِ، حَتَّى لَوْ هَلَكَ الرَّهْنُ، وَقِيمَتُهُ يَوْمَ الرَّهْنِ أَلْفٌ وَخَمْسمِائَةٍ وَالدَّيْنُ أَلْفٌ رَجَعَ الرَّاهِنُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ بِخَمْسِمِائَةٍ لَهُ حَدِيثُ عَلِيٍّ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ – قَالَ "يَتَرَادَّانِ الْفَضْلَ فِي الرَّهْنِ " ۳ؔ وَلِأَنَّ الزِّيَادَةَ عَلَى الدَّيْنِ مَرْهُونَةٌ لِكَوْنِهَا مَحْبُوسَةً بِهِ فَتَكُونُ مَضْمُونَةً اعْتِبَارًا بِقَدْرِ الدَّيْنِ ۴ؔ وَمَذْهَبُنَا مَرْوِيٌّ عَنْ عُمَرَ وَعَبْدِ اللَّهِ ابْنِ

راہن سے وصول کرے گا (۲) مرتہن کا حق باقی ہے اس لئے وہ راہن سے وصول کرے گا۔ کیونکہ اس کا اتنا ہی ساقط ہوا جتنا رہن ہلاک ہوا۔ اور باقی قرض اس نے وصول نہیں کیا ہے اس لئے باقی قرض راہن سے وصول کرے گا۔

لغت: الفضل : جو زیادہ ہو، جو باقی بچے۔

ترجمہ:۲ؔ امام زفرؒ نے فرمایا کہ رہن کی پوری قیمت ہی ضمان مرتہن پر واجب ہے، یہاں تک کہ اگر رہن ہلاک ہو جائے، اور رہن رکھنے کے دن اس کی قیمت پندرہ سو تھی اور قرض ایک ہزار تھا تو راہن مرتہن سے پانچ سو واپس لیگا، انکی دلیل حضرت علیؓ کا قول ہے فرمایا کہ رہن میں جو زیادہ ہو اس کو دونوں واپس لیں گے۔

تشریح: امام زفرؒ کی رائے ہے کہ شیء مرہون جتنی قیمت کی ہے مرتہن سب کا ضمان دیگا قرض سے جو زیادہ ہے وہ اسکے ہاتھ میں امانت نہیں ہے، مثلا ایک ہزار قرض تھا اور پندرہ سو کا گھوڑا رہن پر رکھا اور گھوڑا ہلاک ہو گیا تو ایک ہزار قرض میں چلا گیا اور باقی پانچ سو راہن مرتہن سے واپس لیگا، کیونکہ یہ پانچ سو امانت کے طور پر نہیں ہے، بلکہ مرتہن کے پاس ضمانت کے طور پر ہے

وجہ: (۱) امام زفر کی دلیل حضرت علیؓ کا یہ قول ہے۔ **عن علی فی الرھن اذا ھلک یترادان الفضل** ۔(سنن للبیھقی ، باب من قال الرھن مضمون، ج سادس، ص ۷۱، نمبر ۱۱۲۳۰) اس قول صحابی میں ہے کہ اگر زیادہ ہو جائے تو مرتہن اس کو واپس کرے گا۔ (۲) یہ قول بھی ہے۔ **عن علی قال اذا کان فی الرھن فضل فان اصابتہ جائحۃ فالرھن بما فیہ فان لم تصبہ جائحۃ فانہ یرد الفضل** (سنن للبیھقی، باب من قال الرھن مضمون، ج سادس، ص ۷۱، نمبر ۱۱۲۲۹) اس قول صحابی میں بھی ہے کہ زیادہ ہو جائے تو مرتہن اس کو واپس کرے گا۔ دلیل عقلی آگے آ رہی ہے۔

ترجمہ:۳ؔ اور اس لئے کہ قرض سے جو زیادہ ہے وہ بھی تو رہن ہی ہے اور رہن ہی میں محبوس ہے اس لئے جس طرح قرض کے مقدار مضمون ہے اسی طرح مزید بھی مضمون ہوگا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، کہ جو پانچ سو زیادہ ہے وہ بھی رہن کی طرح ہی محبوس ہے، جو جس طرح قرض کی مقدار ضمان ہوگا اسی طرح اس سے زیادہ جو ہے وہ بھی ضمان میں ہوگا۔

ترجمہ:۴ؔ اور ہمارا مذہب حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے۔

وجہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود سے تو روایت نہیں ملی، البتہ حضرت عمر کا قول یہ ہے۔ **ان عمر بن الخطاب قال فی**

مَسْعُودٍ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ -، ۵ ﴿ وَلِأَنَّ يَدَ الْمُرْتَهِنِ يَدُ الِاسْتِيفَاءِ فَلَا تُوجِبُ الضَّمَانَ إِلَّا بِالْقَدْرِ الْمُسْتَوْفِي كَمَا فِي حَقِيقَةِ الِاسْتِيفَاءِ، ٦ ﴿ وَالزِّيَادَةُ مَرْهُونَةٌ بِهِ ضَرُورَةَ امْتِنَاعِ حَبْسِ الْأَصْلِ بِدُونِهَا وَلَا ضَرُورَةَ فِي حَقِّ الضَّمَانِ ٧ ﴿ وَالْمُرَادُ بِالتَّرَادِّ فِيمَا يُرْوَى حَالَةَ الْبَيْعِ، فَإِنَّهُ

الرجل يرتهن فيضيع قال ان كان اقل مما فيه رد عليه تمام حقه وان كان اكثر فهو امين (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۲۸، نمبر ۲۸۹۰ رسنن للبیھقی، باب من قال الرھن مضمون، ج سادس، ص ۷۱، نمبر ۱۱۲۲۸) اس قول صحابی میں ہے کہ اگر شیء مرہون دین سے کم قیمت کی تھی اور ہلاک ہوئی تو جو زیادہ پونڈ ہونے چاہئے وہ مرتہن راہن سے وصول کرے گا۔ اور شیء مرہون دین سے زیادہ قیمت کی تھی تو وہ زیادہ قیمت اور فضل مرتہن کے ہاتھ میں امانت کے طور پر ہے۔

ترجمہ: ۵ ﴿ اور اس لئے کہ مرتہن کا قبضہ وصول کرنے کا قبضہ ہے اس لئے جتنا وصول کرنا ہے اتنے ہی کا ضمان لازم ہوگا، جیسے کہ حقیقت میں وصول کرنا ہو۔

لغت: ید الاستفاء: یہ منطقی محاورہ ہے، جتنا حق ہے اتنا وصول کرنے کا قبضہ۔ یہ جملہ بار بار آئے گا اس کو یاد رکھیں۔

تشریح: مرتہن کا قبضہ وصول کرنے کا قبضہ ہے، اس لئے جتنا وصول کرنا ہے، اتنے ہی کا ضامن بنے گا، اس کی ایک مثال ہے زید نے عمر کو دو ہزار کی تھیلی دی، اور عمر کا زید پر ایک ہزار قرض تھا، اور وہ تھیلی ہلاک ہوگئی تو یہاں بالاتفاق ایک ہزار قرض ساقط ہوگا اور باقی ایک ہزار امانت کا ہوگا، اس لئے زید عمر سے ایک ہزار واپس نہیں لے سکے گا، اسی طرح رہن کی صورت میں بھی ہوگا۔

ترجمہ: ٦ ﴿ اور جو زیادہ حصہ مرہون ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بغیر اصل پر قبضہ نہیں دے سکتے، لیکن ضمان کے حق میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح: یہ امام زفرؒ کی جانب سے دلیل عقلی کا جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ اصل کی طرح زیادتی بھی رہن میں ہے، اس لئے اصل کی طرح اس کا بھی ضمان لازم ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ، مثلا ایک ہزار درہم قرض ہے، اور پندرہ سو کا گھوڑا رہن پر رکھا تو یہاں مجبوری یہ ہے کہ پانچ سو کو الگ نہیں کر سکتے، بلکہ پورے گھوڑے کو رہن پر رکھنا ہوگا، لیکن پانچ سو کا ضمان لازم ہو اس کے لئے کوئی مجبوری نہیں ہے، وہ امانت بھی ہو سکتا ہے اس لئے اتنا حصہ امانت ہی رہے گا۔

ترجمہ: ۷ ﴿ اور تراد، کا ترجمہ ہے کہ رہن کی چیز کو بیچا ہو تو باقی کو واپس کرنا ہوگا، کیونکہ ابھی روایت گزری کہ مرتہن زیادتی میں امین ہے۔

تشریح: امام زفرؒ کے قول صحابی میں یہ گزرا کہ قرض سے جو زیادہ بچا اس کو راہن کی طرف واپس کیا جائے گا تو اس کا مطلب بتاتے ہیں، کہ رہن کی چیز بیچ دیا تو مرتہن کے قرض کی مقدار وصول کرنے کے بعد جو بچ گیا وہ راہن کی طرف واپس کیا جائے،

رُوِیَ عَنهُ أَنَّهُ قَالَ: اَلمُرتَهِنُ أَمِینٌ فِي الفَضلِ. (۴۲۷)قَالَ :وَلِلمُرتَهِنِ أَن یُطَالِبَ الرَّاهِنَ بِدَینِهِ وَیَحبِسَهُ بِهِ ﴿ا ﴾ ؛ لِأَنَّ حَقَّهُ بَاقٍ بَعدَ الرَّهنِ وَالرَّهنُ لِزِیَادَةِ الصِّیَانَةِ فَلا تَمتَنِعُ بِهِ المُطَالَبَةُ، وَالحَبسُ جَزَاءُ الظُّلمِ، فَإِذَا ظَهَرَ مَطلُهُ عِندَ القَاضِي یَحبِسُهُ کَمَا بَیَّنَّاهُ عَلَی التَّفصِیلِ فِیمَا تَقَدَّمَ (۴۲۸)وَإِذَا طَلَبَ المُرتَهِنُ دَینَهُ یُؤمَرُ بِإِحضَارِ الرَّهنِ ﴿ا﴾ لِأَنَّ قَبضَ الرَّهنِ قَبضُ استِیفَاءٍ فَلا یَجُوزُ أَن یَقبِضَ مَالَهُ مَعَ قِیَامِ یَدِ الِاستِیفَاءِ؛ لِأَنَّهُ یَتَکَرَّرُ الِاستِیفَاءُ

اور یہ تاویل اس لئے بھی مناسب ہے کہ پچھلے قول صحابی میں گزرا کہ مرتہن زیادہ کی رقم میں امین ہے۔

ترجمہ:(۴۲۷) مرتہن کے لئے جائز ہے کہ راہن سے اپنے دین کا مطالبہ کرے اور قرض کی بنا پر اس کو قید کرا سکتا ہے۔

ترجمہ:ا اس لئے کہ رہن کے بعد بھی مرتہن کا حق باقی ہے اور رہن تو صرف وثیقہ کے لئے ہے اس لئے مرتہن کا مطالبہ ختم نہیں ہوا، اور قید کرنا ظلم کا بدلہ ہے، اور جب قاضی کے پاس راہن کا ٹال مٹول ظاہر ہو گیا تو اس کو قید کرا دیگا جیسا کہ پہلے تفصیل سے بیان کیا۔

تشریح :رہن رکھنے کے باوجود مرتہن کو حق ہے کہ راہن سے اپنے قرض کا مطالبہ کرے، اور راہن اپنی جانب سے قرض ادا نہیں کرتا، اور نہ شیء مرہون کو بیچ کر قرض ادا کرتا ہے، اور اس بارے میں ٹال مٹول کرتا ہے تو قاضی کے ذریعہ راہن کو قید کرا سکتا ہے۔اس بات کو کتاب القاضی کے، فی فصل الحبس میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

وجہ :رہن قرض ادا کرنے کا وثیقہ ہے، اس سے مرتہن کا ابھی قرض ادا نہیں ہوا، اور نہ اس کے مطالبے کا حق ختم ہوا، اس لئے مرتہن مطالبہ بھی کرے گا، اور ادا نہ کرنے کی صورت میں راہن کو قید بھی کرا سکتا ہے۔

لغت:مطل: طول سے مشتق ہے، ٹال مٹول۔

ترجمہ:(۴۲۸) مرتہن نے اپنا قرض مانگا تو اس کو یہ کہا جائے گا کہ رہن کی چیز کو سامنے حاضر کرو۔

ترجمہ:ا اس لئے کہ رہن پر قبضہ کرنا وصولیابی کا قبضہ ہے، اس لئے وصولیابی کے قبضہ کے ہوتے ہوئے اپنے قرض پر قبضہ نہیں کر سکتا، کیونکہ مرتہن کے ہاتھ میں رہن ہلاک ہو جائے تو ڈبل وصولیابی ہو جائے گی، اس بات کا احتمال ہے۔

اصول :رہن رکھنے سے قرض ابھی ادا نہیں ہوا، مرتہن کو قرض کے مطالبہ کرنے کا حق ہے،، اور ٹال مٹول کرے تو قید میں بھی ڈلوانے کا حق ہے۔

تشریح:مرتہن اپنا قرضہ مانگے تو قرض کی حاضری کے وقت یہ کہا جائے گا کہ رہن کی چیز کو بھی مجلس میں حاضر کرو۔

وجہ:مرتہن کے قبضے میں جو رہن ہے تو یوں سمجھو کہ پچاس فیصد اپنے قرض پر قبضہ کر چکا ہے، جسکو ید الاستفاء، کہتے ہیں، اب اگر شیء مرہون کو مجلس میں حاضر نہ کرائیں، اور ہوسکتا ہے کہ شیء مرہون ہلاک ہو چکی ہو، تو اس صورت میں شیء مرہون بھی

عَلَى اعْتِبَارِ الْهَلَاكِ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ وَهُوَ مُحْتَمَلٌ (۴۲۹)وَإِذَا أُحْضِرَ أُمِرَ الرَّاهِنُ بِتَسْلِيمِ الدَّيْنِ إِلَيْهِ أَوَّلًا لِيَتَعَيَّنَ حَقُّهُ ﴾ ۱ كَمَا تَعَيَّنَ حَقُّ الرَّاهِنِ تَحْقِيقًا لِلتَّسْوِيَةِ كَمَا فِي تَسْلِيمِ الْمَبِيعِ وَالثَّمَنِ يُحْضَرُ الْمَبِيعُ ثُمَّ يُسَلَّمُ الثَّمَنُ أَوَّلًا (۴۳۰)وَإِنْ طَالَبَهُ بِالدَّيْنِ فِي غَيْرِ الْبَلَدِ الَّذِي وَقَعَ الْعَقْدُ فِيهِ، إِنْ كَانَ الرَّهْنُ مِمَّا لَا حَمْلَ لَهُ وَلَا مُؤْنَةَ، فَكَذَلِكَ الْجَوَابُ﴾ ۱ لِأَنَّ الْأَمَاكِنَ كُلَّهَا فِي حَقِّ التَّسْلِيمِ كَمَكَانٍ وَاحِدٍ فِيمَا لَيْسَ لَهُ حَمْلٌ وَمُؤْنَةٌ؛ وَلِهَذَا لَا يُشْتَرَطُ بَيَانُ مَكَانِ

مرتہن کے پاس رہے گی، اور قرض بھی اس کے ہاتھ میں چلا گیا، تو ڈبل وصولیابی ہوگئی، پس ڈبل وصولیابی نہ ہو اس لئے مرتہن سے کہا جائے گا کہ شیء مرہون کو مجلس میں حاضر کرو۔

ترجمہ:(۴۲۹)اگر مرتہن نے شیء مرہون مجلس میں حاضر کر دیا تو راہن سے کہا جائے گا کہ پہلے قرض سپرد کرو تا کہ مرتہن کا حق متعین ہو جائے۔

ترجمہ:۱ جیسے کہ راہن کا حق شیء مرہون میں متعین ہے، تو برابری کے لئے ایسا کیا جائے گا، جیسے کہ مبیع اور ثمن کے سپرد کرنے میں، مبیع کو مجلس میں حاضر کیا جاتا ہے، پھر پہلے ثمن کو سپرد کرنے کو کہا جاتا ہے۔

اصول:قرض متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو مرتہن کے سپرد نہ کر دے، اور شیء مرہون عین ہے اس لئے وہ پہلے سے متعین ہے۔

تشریح:یہ دو قاعدے یاد رکھیں کہ [۱] درہم اور دینار متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا، ہاں اس کو سامنے والے کے ہاتھ میں سپرد کر دیا جائے تو اب متعین ہو جائے گا، [۲] اور رہن کی چیز پہلے سے متعین ہوتی ہے، کیونکہ وہ عین شیء ہے۔ ان دو قاعدوں کے بعد اب مسئلہ سمجھیں۔ راہن نے قرض کی رقم مجلس میں حاضر کر دی، لیکن وہ متعین نہیں ہے، اس لئے پہلے قرض کی رقم مرتہن کو سپرد کرے، تا کہ وہ متعین ہو جائے، پھر اپنا شیء مرہون لے جو پہلے سے متعین ہے۔ اس کی ایک مثال ہے، کہ بیع میں مبیع مجلس میں حاضر کی جاتی ہے، پھر پہلے ثمن کو سپرد کرنے کے لئے کہا جاتا ہے، تا کہ وہ متعین ہو جائے، اس کے بعد میں مبیع مشتری کے قبضے میں دینے کے لئے کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ عین ہونے کی وجہ سے پہلے سے متعین ہے، اس طرح دونوں میں برابری ہو جائے گی۔ اسی طرح رہن میں رقم پہلے سپرد کرنے کے لئے کہا جائے اور شیء مرہون بعد میں سپرد کرنے کے لئے کہا جائے گا تا کہ دونوں میں برابری ہو جائے۔

ترجمہ :(۴۳۰)جس شہر میں رہن لینے کا واقعہ پیش آیا تھا، مرتہن نے اس شہر کے علاوہ میں قرض واپس کرنے کا مطالبہ کیا، تو اگر رہن کے لئے بوجھ اور مشقت نہیں ہے، تو رہن کو اسی شہر میں حاضر کرنے کے لئے کہا جائے گا۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ سپرد کرنے کے حق میں اس کے لئے تمام جگہیں ایک جیسی ہوگئی، کیونکہ اس کے لئے بوجھ اور مشقت

الْإِيفَاءِ فِيهِ فِي بَابِ السَّلَمِ بِالْإِجْمَاعِ (۴۳۱)وَإِنْ كَانَ لَهُ حَمْلٌ وَمُؤْنَةٌ يَسْتَوْفِي دَيْنَهُ وَلَا يُكَلَّفُ إِحْضَارَ الرَّهْنِ ﴿۱ لِأَنَّ هَذَا نَقْلٌ، وَالْوَاجِبُ عَلَيْهِ التَّسْلِيمُ بِمَعْنَى التَّخْلِيَةِ، لَا النَّقْلُ مِنْ

نہیں ہے، اسی لئے بیع سلم میں ادا کرنے کے لئے جگہ کے متعین کرنے کی شرط نہیں ہے بالا جماع۔

لغت: حمل و مؤنۃ: حمل کا ترجمہ ہے اٹھانا، اور مؤنۃ کا ترجمہ ہے خرچ، حمل و مؤنۃ کا ترجمہ ہوگا ایسی بھاری چیز ہے جسکو منتقل کرنے کے لئے اٹھانے کی بھی ضرورت پڑے گی، اور اس پر خرچ بھی آئے گا۔

اصول: چیز کے لئے بوجھ اور مشقت نہ ہو تو سب جگہ اس کے لئے برابر ہیں۔

تشریح: مثلا مانچیسٹر میں قرض لینے اور رہن رکھنے کا عقد ہوا تھا، اب مرتہن کہہ رہا ہے کہ لندن میں قرض ادا کرو، اور رہن کی چیز مثلا انگوٹھی ہے جسکو لندن تک لیجانے میں نہ مشقت ہے اور نہ اس کے اٹھانے کا کرایہ ہے، تو مرتہن کو کہا جائے گا کہ لندن میں پہلے آپ شی ءمرہون [انگوٹھی] حاضر کریں، تب قرض واپس دیا جائے گا۔

وجہ: کیونکہ اس کو اٹھانے کا مشقت اور بوجھ نہیں ہے اس لئے اس کے لئے تمام جگہ ایک جیسی ہیں، یہی وجہ ہے کہ بیع سلم میں اس مبیع کو سپرد کرنے کے لئے کسی جگہ کو متعین کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بغیر متعین کئے ہوئے بھی بیع سلم درست ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۴۳۱) اور اگر اس میں بوجھ اور مشقت ہے تو مرتہن کو قرض واپس کر دیا جائے گا اور اس کو شی ءمرہون حاضر کرنے کی مشقت نہیں دی جائے گی۔

تشریح: یہ دوسری صورت ہے کہ، مثلا ایک بکس کتاب رہن پر ہے، اس کو لندن تک لیجانے میں کرایہ بھی لگے گا، اور اٹھانے میں مشقت بھی ہوگی، تو اس کے بارے میں ہے کہ اس کو لندن میں حاضر کرنا ضروری نہیں ہے، بغیر حاضر کئے ہی مرتہن کو قرض واپس دے دیا جائے گا۔

وجہ: اس کو مزید کرایہ لگے گا، جس کا اس نے اپنے اوپر التزام نہیں کیا ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ یہ منتقل کرنا ہے، اور مرتہن پر واجب سپرد کرنا اور تخلیہ کرنا ہے، ایک جگہ سے دوسری جگہ تک رہن کو منتقل کرنا نہیں ہے اس لئے کہ اس سے اس کو زیادہ نقصان ہوگا جس کا اس نے التزام نہیں کیا ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ مرتہن کے اوپر یہ لازم ہے کہ شی ءمرہون کو راہن کے سامنے پیش کر دے اور سپرد کر دے، اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرے، اب اگر اس کو مانچیسٹر سے لندن منتقل کرنے کہیں گے تو یہ بیجا حکم ہوگا، جس کا اس نے اپنے اوپر التزام نہیں کیا ہے، اور زیادہ نقصان ہوگا، اس لئے شی ءمرہون کو لندن کی مجلس میں حاضر کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

لغت: التسلیم: سپرد کرنا۔ تخلیۃ: رہن کو اس طرح سامنے رکھ دے کہ راہن اس کو لے لے۔

مَكَـان إِلَـى مَكَان؛ لِأَنَّهُ يَتضَرَّرُ بِهِ زِيَادَةَ الضَّرَرِ وَلَمْ يَلْتَزِمْهُ.(۴۳۲) وَلَوْ سَلَّطَ الرَّاهِنُ الْعَدْلَ عَلَـى بَيْعِ الْمَرْهُونِ فَبَاعَهُ بِنَقْدٍ أَوْ نَسِيئَةٍ جَازَ ﴿١ لِإِطْلَاقِ الْأَمْرِ (۴۳۳)فَلَوْ طَالَبَ الْمُرْتَهِنُ بِالدَّيْنِ لَا يُكَلَّفُ الْمُرْتَهِنُ إِحْضَارَ الرَّهْنِ ﴿١ لِأَنَّهُ لَا قُدْرَةَ لَهُ عَلَى الْإِحْضَارِ (۴۳۴)وَكَذَا إِذَا أَمَرَ الْمُرْتَهِنُ بِبَيْعِهِ فَبَاعَهُ وَلَمْ يَقْبِضْ الثَّمَنَ ﴿١ لِأَنَّهُ صَارَ دَيْنًا بِالْبَيْعِ بِأَمْرِ الرَّاهِنِ، فَصَارَ كَأَنَّ

ترجمہ:(۴۳۲)راہن نے عادل آدمی کو شی ءمرہون کے بیچنے پر مسلط کیا اور اس نے ادھار میں بیچا ہو یا نقد میں بیچا ہو تو دونوں درست ہیں۔

ترجمہ:۱ؔ اس لئے کہ اس کو مطلق بیچنے کا حکم دیا ہے جو ادھار، اور نقد دونوں کو شامل ہے۔

تشریح:راہن اور مرتہن نے کسی تیسرے آدمی کو رہن رکھنے کے لئے، یا رہن کو بیچنے کے لئے منتخب کیا تو اس آدمی کو ,عادل، کہتے ہیں ۔اب اس نے ادھار بیچا تو یہ بھی جائز ہے، اور نقد بیچا تو یہ بھی جائز ہے،

وجہ: کیونکہ اس کو مطلق بیچنے کے لئے کہا جو ادھار اور نقد دونوں کا شامل ہے۔

ترجمہ(۴۳۳)پس اس صورت میں مرتہن نے قرض واپس مانگا تو اسکو شی ءمرہون حاضر کرنے کا مکلّف نہیں بنایا جائے گا

ترجمہ:۱ؔ کیونکہ شی ءمرہون کے بک جانے کی وجہ سے اب اس کو حاضر کرنے پر قدرت نہیں ہے۔

تشریح:عادل آدمی نے شی ءمرہون کو ادھار میں بیچ دیا تھا، اب مرتہن قرض واپس مانگ رہا ہے تو اس مجلس میں شی ءمرہون کو حاضر کرنے کے لئے نہیں کہا جائے گا، کیونکہ وہ تو بک چکا ہے۔اب مرتہن کو اس کے حاضر کرنے پر قدرت نہیں ہے۔

ترجمہ :(۴۳۴)ایسے ہی راہن نے مرتہن کو بیچنے کا حکم دیا، اور اس نے اس کو بیچ دیا اور ابھی تک ثمن پر قبضہ نہیں کیا ہے [تو رہن کو مجلس میں حاضر کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا]

ترجمہ:۱ؔ اس لئے کہ راہن کے حکم سے بیچنے کی وجہ سے وہ قرض ہو گیا [یعنی شی ءمرہون مرتہن کے قبضے میں رہا ہی نہیں]تو ایسا ہو گیا کہ خود راہن شی ءمرہون کو ادھار بیچ دیتا تو اس کو مجلس میں حاضر کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا۔

اصول :راہن کے حکم سے شی ءمرہون ادھار بیچ دیا گیا تو اب اس کو قرض کی ادائیگی کی مجلس میں حاضر کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، کیونکہ شی ءمرہون قبضے میں نہیں رہا۔

تشریح :راہن کے حکم سے مرتہن نے شی ءمرہون کو ادھار بیچ دیا تو جس وقت قرض واپس کیا جائے گا اس مجلس میں شی ءمرہون کو حاضر کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، کیونکہ راہن کے حکم سے ہی وہ چیز مرتہن کے ہاتھ میں نہیں رہی۔

لغت :صار دینا: یہاں صار دینا کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز مرتہن کے ہاتھ میں نہیں رہی۔کان الراہن رہنہ وہو ادین: اس کی صورت یہ ہے کہ خود راہن نے شی ءمرہون کو ادھار بیچ دے تو اس چیز کو مجلس میں حاضر کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا ہے، ایسے ہی

الـرَّاهِـنَ رَهـنَـهُ وَهُـوَ دَيـنٌ (۴۳۵)وَلَـوْ قَبَـضَـهُ يُـكَلَّفُ إِحْضَـارَه؎ا لِقِيَـامِ الْبَـدَلِ مَقَـامَ الْمُبْدَلِ(۴۳۶) الاأَنَّ الَّذِي يَتَوَلَّى قَبْضَ الثَّمَنِ هُوَ الْمُرْتَهِنُ؛ا لِأَنَّهُ هُوَ الْعَاقِدُ فَتَرْجِعُ الْحُقُوقُ إِلَيْهِ، ۲ وَ كَـمَـا يُـكَـلَّفُ إِحْـضَـارَ الـرَّهْـنِ لِاسْتِيفَاءِ كُلِّ الدَّيْنِ يُكَلَّفُ لِاسْتِيفَاءِ نَجْمٍ قَدْ حَلَّ لِاحْتِمَالِ الْهَلَاكِ، ۳ ثُمَّ إِذَا قَبَضَ الثَّمَنَ يُؤْمَرُ بِإِحْضَارِهِ لِاسْتِيفَاءِ الدَّيْنِ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْعَيْنِ،

یہاں بھی ہے۔

ترجمہ:(۴۳۵)اوراگر مرتہن نے ثمن پر قبضہ کرلیا تواس کو مجلس میں حاضر کرنے کا مکلّف بنایا جائے گا۔

ترجمہ:ا اس لئے کہ رہن کے بدلے میں ثمن آچکا ہے۔

تشریح:مرتہن نے شیء مرہون کو بیچا تھا،اب اس کی قیمت پر قبضہ کرلیا تو جس مجلس میں قرض ادا کیا جائے گا اس میں اس قیمت کو حاضر کرنے کے لئے مرتہن کو کہا جائے گا۔

وجہ:اس کی وجہ یہ ہے کہ رہن کے بدلے میں اس کی قیمت ہاتھ آچکی ہے،اس لئے قیمت کو ہی مجلس میں حاضر کرے۔

ترجمہ :(۴۳۶)مگر قیمت پر قبضہ کرنے کا مالک مرتہن ہے۔

ترجمہ:ا اس لئے کہ وہی عقد کرنے والا ہے،اس لئے حقوق اسی کے طرف لوٹیں گے۔

تشریح :راہن نے مرتہن کو رہن کی چیز بیچنے کا حکم دیا تھا،اوراسی نے بیچا ہے تو اس کی قیمت پر قبضہ کرنے کا مالک بھی وہی ہوگا،کیونکہ وہی عقد کرنے والا ہے۔

ترجمہ :۲ جس طرح پورا قرض وصول کرنے وقت رہن یا اس کی قیمت مجلس میں حاضر کرنا ضروری ہے،تو ورقرض کے قسط کو وصول کرتے وقت بھی رہن، یا اس کی قیمت کو مجلس میں حاضر کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس کا احتمال ہے کہ رہن یا اس کی قیمت ہلاک نہ ہوگئی ہو۔

ترجمہ :پورا قرض وصول کرتے وقت رہن کو مجلس میں حاضر کرنا ضروری ہوتا ہے،اسی طرح قرض کی قسط وصول کررہا ہوتو اس وقت بھی رہن کو یا اس کی قیمت کو مجلس میں حاضر کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہاں بھی خطرہ ہے کہ رہن یا اس کی قیمت ہلاک ہوچکی ہو پھر بھی قرض وصول کررہا ہے۔

لغت:نجم:قسط،قرض کی ادائیگی کا حصہ۔استیفاء:وفی سے مشتق ہے،وصول کرنا۔

ترجمہ :۳ پھر ثمن پر قبضہ کیا ہوتو قرض کے وصول کرتے وقت ثمن کو مجلس میں حاضر کرنا ضروری ہے،اس لئے کہ ثمن رہن کے قائم مقام ہوگیا ہے۔

تشریح:یہاں دوبارہ اس بات کی یاددہانی کروارہے ہیں کہ اگر ثمن پر قبضہ کرچکا ہوتو اب رہن کے بدلے اس کی قیمت ہی

۴ وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا قَتَلَ رَجُلٌ الْعَبْدَ الرَّهْنَ خَطأً حَتَّى قَضَى بِهِ بِالْقِيمَةِ عَلَى عَاقِلَتِهِ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ لَمْ يُجْبَرْ الرَّاهِنُ عَلَى قَضَاءِ الدَّيْنِ حَتَّى يُحْضِرَ كُلَّ الْقِيمَةِ؛ لِأَنَّ الْقِيمَةَ خَلَفٌ عَنْ الرَّهْنِ فَلَا بُدَّ مِنْ إحْضَارِ كُلِّهَا كَمَا لَا بُدَّ مِنْ إحْضَارِ كُلِّ عَيْنِ الرَّهْنِ وَمَا صَارَتْ قِيمَةً بِفِعْلِهِ، وَفِيمَا تَقَدَّمَ صَارَ دَيْنًا بِفِعْلِ الرَّاهِنِ فَلِهَذَا افْتَرَقَا(۴۳۷) وَلَوْ وَضَعَ الرَّهْنَ عَلَى يَدِ الْعَدْلِ وَأُمِرَ أَنْ يُودِعَهُ غَيْرَهُ فَفَعَلَ ثُمَّ جَاءَ الْمُرْتَهِنُ يَطْلُبُ دَيْنَهُ لَا يُكَلَّفُ إحْضَارَ الرَّهْنِ؛ ۱ لِأَنَّهُ لَمْ يُؤْتَمَنْ

قرض ادا کرنے کی مجلس میں حاضر کرنا ہوگا، کیونکہ اب قیمت رہن کے قائم مقام ہو چکی ہے۔

ترجمہ: ۴ یہ بخلاف اگر کسی آدمی نے رہن کے غلام کو غلطی سے قتل کر دیا اور اس کے عاقلہ پر قیمت کا فیصلہ کیا تین سال میں تو راہن کو قرض کے ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جب تک کہ غلام کی پوری قیمت مجلس میں حاضر نہ کرے اس لئے کہ قیمت رہن کا خلیفہ ہے، اس لئے اس کو حاضر کرنا ضروری ہے، جیسا کہ عین رہن کو حاضر کرنا ضروری ہے، اور یہاں قیمت راہن کے فعل سے نہیں ہوئی ہے، اور پہلے جو گزرا راہن کے فعل سے دین ہوا تھا، اس لئے دونوں مسئلوں میں فرق ہو گیا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، راہن کے حکم سے رہن کی قیمت ادھار نہ ہوئی ہو تو قرض کی ادائیگی کے وقت رہن کی قیمت کو مجلس میں حاضر کرنا ضروری ہے۔

تشریح: کسی آدمی نے رہن کے غلام کو غلطی سے قتل کر دیا جس کی وجہ سے اس پر تین سال میں اس کی قیمت ادا کرنے کا فیصلہ کیا، تو اس دوران راہن پر قرض ادا کرنے کا مطالبہ نہیں کر سکتا، بلکہ جب غلام کی پوری قیمت وصول ہو گی اور مرتہن اس قیمت کو ادا کی مجلس میں حاضر کرنے پر قادر ہو گا، تب قرض ادا کرنے کے لئے کہا جائے گا۔

وجہ: یہاں غلام کی قیمت کا فیصلہ راہن کے حکم، یا اس کے فعل سے نہیں ہوا ہے، بلکہ اجنبی آدمی کے قتل سے ہوا ہے، اس لئے مرتہن پر یہ لازم ہوگا کہ قرض کے ادا کی مجلس میں غلام کی قیمت حاضر کرے کیونکہ یہ قیمت غلام کے قائم مقام ہے، اور اوپر کے مسئلے میں راہن کے حکم سے غلام بیچا گیا تھا اس لئے اس کے حاضر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، دونوں مسئلوں میں یہ فرق ہے۔

لغت: عاقلہ: قتل کرنے والے کے جو خاندان کے لوگ ہوتے ہیں انکو عاقلہ، کہا جاتا ہے، قتل خطا میں خاندان کے لوگوں پر بھی تین سال میں قیمت کا ادا کرنا لازم کیا جاتا ہے۔

ترجمہ: (۴۳۷) رہن کو کسی عادل آدمی کے ہاتھ میں رکھا، اور اس کو یہ کہا کہ آپ دوسرے کے ہاتھ میں امانت رکھ سکتے ہیں، اس نے ایسے ہی کیا، پھر مرتہن اپنا قرض مانگنے لگا تو اس پر رہن کو حاضر کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ مرتہن کے پاس امانت نہیں رکھا، کیونکہ دوسرے کے ہاتھ میں رکھ دیا، اس لئے اب اس کی قدرت میں رہن حاضر کرنا نہیں رہا۔

عَـلَيْهِ حَيْثُ وُضِعَ عَلَى يَدِ غَيْرِهِ فَلَمْ يَكُنْ تَسْلِيمُهُ فِي قُدْرَتِهِ (٤٣٨) وَلَوْ وَضَعَهُ الْعَدْلُ فِي يَدِ مَـنْ فِـي عِيَالِهِ وَغَابَ وَطَلَبَ الْمُرْتَهِنُ دَيْنَهُ وَالَّذِي فِي يَدِهِ يَقُولُ أَوْدَعَنِي فُلَانٌ وَلَا أَدْرِي لِمَنْ هُـوَ يُـجْبَـرُ الرَّاهِنُ عَلَى قَضَاءِ الدَّيْنِ﴾ ا ؛ لِأَنَّ إِحْـضَـارَ الـرَّهْـنِ لَيْسَ عَلَى الْمُرْتَهِنِ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَـقْبِـضْ شَيْـئًـا. (٤٣٩) وَكَـذَلِكَ إِذَا غَـابَ الْعَدْلُ بِالرَّهْنِ وَلَا يُدْرَى أَيْنَ هُوَ﴾ ا لِـمَـا قُلْنَا (٤٤٠)وَلَـوْ أَنَّ الَّـذِي أَوْدَعَـهُ الْـعَـدْلُ جَـحَـدَ الـرَّهْنَ وَقَالَ هُوَ مَالِيٌّ لَمْ يَرْجِعْ الْمُرْتَهِنُ عَلَى

اصـــــول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، راہن کے حکم سے رہن تیسرے کے قبضے میں گیا ہے اس لئے اس کو مجلس میں حاضر کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

تشریح : عادل کے ہاتھ میں رہن رکھا اور اس کو یہ کہا کہ آپ کسی دوسرے کے ہاتھ میں اس کو امانت رکھ سکتے ہیں، اس نے دوسرے کے ہاتھ میں رکھ دیا، اب مرتہن کو رہن کو مجلس میں حاضر کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا

وجــہ : کیونکہ یہاں راہن کے حکم سے کسی تیسرے کے ہاتھ میں رہن امانت ہے [جسکو عادل کہتے ہیں] اس لئے مرتہن اس کے حاضر کرنے پر قادر نہیں ہے اس لئے اس کو رہن حاضر کرنے کے لئے نہیں کہا جائے گا، کیونکہ راہن کے حکم ہی سے مرتہن کی قدرت ختم ہوئی ہے۔

تـرجمہ :(۴۳۸) اگر عادل نے اپنے عیال کے ہاتھ میں رہن کو رکھ دیا اور وہ کہیں چلا گیا، اب مرتہن نے اپنا قرض مانگا، جس کے ہاتھ میں یہ رہن امانت ہے وہ کہتا ہے کہ فلاں نے میرے پاس امانت رکھا ہے، لیکن مجھے معلوم نہیں ہے کہ یہ چیز حقیقت میں کس کی ہے، تو راہن کو قرض ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ مرتہن پر رہن کا حاضر کرنا لازم نہیں ہے، کیونکہ اس نے کسی چیز پر قبضہ نہیں کیا ہے۔

تشریح :عادل نے اپنے کسی اہل وعیال کے پاس رہن کو امانت پر رکھ دیا اور خود غائب ہو گیا، اب عیال کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ یہ مال کس کا ہے، اور وہ دے نہیں رہا ہے تو مرتہن پر اس رہن کو حاضر کرنا لازم نہیں ہے، کیونکہ اس نے تو رہن پر قبضہ کیا ہی نہیں ہے، وہ تو راہن کے حکم سے کسی تیسرے کے پاس ہے۔

تـرجمہ :(۴۳۹) ایسے ہی عادل رہن لیکر غائب ہو گیا اور یہ معلوم نہیں ہے کہ عادل کہاں ہے [تو مرتہن پر رہن کا حاضر کرنا لازم نہیں ہوگا] اس دلیل سے جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح :عادل آدمی رہن لیکر کہیں غائب ہو گیا تو مرتہن پر اس کا حاضر کرنا لازم نہیں کیونکہ اس کے قبضے میں رہن نہیں ہے، یہ تو راہن کے حکم سے غائب عادل کے ہاتھ میں ہے۔

تـرجمہ :(۴۴۰) جس عادل آدمی کے پاس رہن رکھا تھا اس نے رہن کا انکار کر دیا، اور یوں کہا کہ یہ میرا مال ہے تو مرتہن

الرَّاهِنِ بِشَیْءٍ حَتَّی یَثْبُتَ کَوْنُهُ رَهْنًا﴾ا ِلأَنَّـهُ لَمَّا جَحَدَ الرَّهْنَ فَقَدْ تَوَی الْمَالُ وَالتَوَی عَلَی الْمُرْتَهِنِ فَیَتَحَقَّقُ اسْتِیفَاءُ الدَّیْنِ وَلَا یَمْلِکُ الْمُطَالَبَةَ بِهِ (۴۴۱) قَالَ وَإِنْ کَانَ الرَّهْنُ فِي یَدِهِ لَیْسَ عَلَیْهِ أَنْ یُمَکِّنَهُ مِنْ الْبَیْعِ حَتَّی یَقْضِیَهُ الدَّیْنَ﴾ ا ؛ لِأَنَّ حُکْمَهُ الْحَبْسُ الدَّائِمُ إلَی أَنْ یَقْضِیَ الدَّیْنَ عَلَی مَا بَیَّنَّاهُ (۴۴۲) وَلَوْ قَضَاهُ الْبَعْضَ فَلَهُ أَنْ یَحْبِسَ کُلَّ الرَّهْنِ حَتَّی یَسْتَوْفِيَ

راہن سے کچھ نہیں لیگا، جب تک کہ رہن کو ثابت نہ کر دے۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ جب عادل نے انکار کر دیا تو رہن ہلاک ہو گیا، اور ہلاک شدہ رہن کی ذمہ داری مرتہن پر ہوتی ہے ، اور ایسا سمجھا جاتا ہے کہ قرض وصول کر لیا، اس لئے قرض کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

تشریح : جس عادل آدمی کے پاس رہن رکھا تھا اس نے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ یہ چیز تو میری ہے، اس صورت میں سمجھا جائے گا کہ مرتہن کے پاس رہن ہلاک ہو گیا، کیونکہ مرتہن کے تقاضے سے عادل کے پاس رہن امانت رکھا تھا ، اور قاعدہ یہ گزرا کہ مرتہن کے پاس رہن ہلاک ہو جائے تو یوں سمجھا جاتا ہے کہ اس نے اپنا قرض وصول کر لیا، اس لئے مرتہن اب راہن سے قرض نہیں مانگ سکتا۔ ہاں مرتہن گواہ سے یوں ثابت کر دے کہ یہ چیز عادل کے پاس ابھی بھی امانت کی ہے، تو اب وہ راہن سے اپنا قرض مانگ سکتا ہے، کیونکہ اس صورت میں رہن ہلاک نہیں ہوا، بلکہ وہ عادل کے پاس ابھی موجود ہے۔

ترجمہ: (۴۴۱) اگر شیء مرہون مرتہن کے ہاتھ میں ہو تو مرتہن پر ضروری نہیں ہے کہ راہن کو اس کے بیچنے کی قدرت دے۔ یہاں تک کہ اس کے ثمن سے دین پر قبضہ کرے۔

ترجمہ : ا اس لئے کہ رہن کا حکم یہ ہے کہ قرض ادا ہونے تک اس کو ہمیشہ کے لئے رہن پر رکھے۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا

تشریح : شیء مرہون مرتہن کے قبضے میں ہے۔ اب راہن چاہتا ہے کہ اس کو بیچ کر دین ادا کریں تو مرتہن پر ضروری نہیں ہے کہ راہن کو شیء مرہون بیچنے کے لئے حوالے کرے۔ ہاں! شیء مرہون کی قیمت میں سے مرتہن کا پورا دین ادا کر دے تب مرتہن سے کہا جائے گا کہ شیء مرہون راہن کو سپرد کریں۔ ہاں مرتہن اس کو بیچنے کے لئے دے تو دے سکتا ہے۔

وجہ : شیء مرہون کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق ہے اور اس کو اس وقت تک شیء مرہون روکے رکھنے کا حق ہے جب تک اس کے ہاتھ میں پورا دین نہ آ جائے۔ کیونکہ اگر اس نے شیء مرہون راہن کو دیدی اور راہن نے شیء مرہون نہیں بیچی اور نہ قرض ادا کیا تو مرتہن کیا کرے گا؟ اس کا حق ضائع ہو جائے گا۔

اصول: قرض کے ہر ہر درہم کے بدلے میں پورا رہن محبوس ہوتا ہے، اس لئے جب تک کے پورے قرض پر قبضہ نہ ہو جائے ، مرتہن اس کو بیچنے سے منع کر سکتا ہے ۔ یمکنہ : قدرت دے۔

ترجمہ : (۴۴۲) اگر کچھ قرض ادا کیا تب بھی مرتہن کو حق ہے کہ پورا رہن اپنے پاس محبوس رکھے یہاں تک کہ بقیہ قرض

الْبَقِيَّةَ﴾ا اعْتِبَارًا بِحَبْسِ الْمَبِيعِ (۴۴۳)(فَإِذَا قَضَاهُ الدَّيْنَ قِيلَ لَهُ سَلِّمْ الرَّهْنَ إلَيْهِ﴾ا لِأَنَّهُ زَالَ الْمَانِعُ مِنْ التَّسْلِيمِ لِوُصُولِ الْحَقِّ إلَى مُسْتَحِقِّهِ (۴۴۴) فَلَوْ هَلَكَ قَبْلَ التَّسْلِيمِ اسْتَرَدَّ الرَّاهِنُ مَا قَضَاهُ﴾ا لِأَنَّهُ صَارَ مُسْتَوْفِيًا عِنْدَ الْهَلَاكِ بِالْقَبْضِ السَّابِقِ، فَكَانَ الثَّانِي اسْتِيفَاءً بَعْدَ اسْتِيفَاءٍ فَيَجِبُ رَدُّهُ (۴۴۵) وَكَذَلِكَ لَوْ تَفَاسَخَا الرَّهْنَ لَهُ حَبْسُهُ مَا لَمْ يَقْبِضْ الدَّيْنَ أَوْ

وصول کر لے۔

ترجمہ:ا مبیع کے روکنے پر قیاس کرتے ہوئے۔

ترجمہ: راہن نے مثلا آدھا قرض ادا کیا، اور آدھا باقی ہے تب بھی مرتہن کو حق ہے کہ پورے رہن کو اپنے پاس روکے رکھے، جیسے آدھا ثمن ادا کیا تب بھی بائع پوری مبیع کو اپنے پاس روکے رکھنے کا حق ہے، جب تک کہ پوری قیمت نہ وصول کر لے، ایسے ہی یہاں بھی پورے قرض کے وصولی تک پورا رہن اپنے پاس محبوس رکھ سکتا ہے۔

ترجمہ: (۴۴۳) پس جبکہ مرتہن کو دین ادا کردے تو مرتہن کو کہا جائے گا کہ شیء مرہون راہن کو سپرد کریں۔

ترجمہ:ا اس لئے کہ سپرد کرنے کا جو مانع تھا وہ ختم ہو گیا، اور وہ یہ کہ قرض اپنے مستحق [مرتہن] تک پہنچ گیا۔

تشریح :راہن نے سب قرض ادا کر دیا تو اب مرتہن کو کہا جائے گا کہ رہن راہن کی طرف واپس کر دے، کیونکہ اس کو قرض مل چکا ہے اس لئے اب رہن کو اپنے پاس رکھنے کا حقدار نہیں ہے۔

ترجمہ: (۴۴۴) اگر مرتہن کے واپس کرنے سے پہلے رہن کی چیز ہلاک ہو گئی تو راہن اپنا ادا کیا ہوا قرض واپس لے گا۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ رہن کے ہلاک وقت گویا کہ مرتہن نے اپنا قرض وصول کر لیا، اس لئے دوسرا ادا کرنے سے ڈبل وصول کرنا ہو جائے گا، اس لئے قرض کو واپس کرنا واجب ہوگا۔

تشریح: راہن کے قرض ادا کر دیا، اس درمیان شیء مرہون ہلاک ہو گئی تو مرتہن سے کہا جائے گا قرض واپس کرو۔

وجہ؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب رہن ہلاک ہوا تو اس نے گویا کہ قرض وصول کر لیا اس لئے دوبارہ قرض ادا کرنا یہ ڈبل وصول کرنا ہوگا، اس لئے یہ کہا جائے گا کہ قرض کو واپس کر دو۔

ترجمہ :(۴۴۵) اگر رہن کو فسخ کر دیا تو مرتہن رہن کو محبوس کرنے کا حق رکھتا ہے، جب تک قرض وصول نہ کر لے، یا مرتہن راہن کو قرض سے بری نہ کر لے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جب تک مرتہن کا قرضہ باقی وہ شیء مرہون کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

تشریح :راہن اور مرتہن نے مل کر رہن کو فسخ کر دیا، لیکن ابھی تک راہن نے قرض ادا نہیں کیا ہے تو مرتہن کو حق ہے کہ رہن کو اپنے پاس محبوس رکھے، جب تک قرض نہ ادا کر دے، یا مرتہن راہن کو قرض سے بری نہ کر دے۔

يُبْرِئَهُ،(٦ ٤ ٤) وَلَا يَبْطُلُ الرَّهْنُ إِلَّا بِالرَّدِّ عَلَى الرَّاهِنِ عَلَى وَجْهِ الْفَسْخِ ﴿ا لِأَنَّهُ يَبْقَى مَضْمُونًا مَا بَقِيَ الْقَبْضُ وَالدَّيْنُ (٧ ٤ ٤)وَلَوْ هَلَكَ فِي يَدِهِ سَقَطَ الدَّيْنُ إِذَا كَانَ بِهِ وَفَاءٌ بِالدَّيْنِ﴾ا لِبَقَاءِ الرَّهْنِ(٨ ٤ ٤) وَلَيْسَ لِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يَنْتَفِعَ بِالرَّهْنِ لَا بِاسْتِخْدَامٍ، وَلَا بِسُكْنَى وَلَا لُبْسٍ، إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ الْمَالِكُ﴾ا لِأَنَّ لَهُ حَقَّ الْحَبْسِ دُونَ الِانْتِفَاعِ

ترجمه :(۴۴۶)رہن ختم نہیں ہوگا مگر یہ کہ راہن کواس طریقے پر واپس کرے جوفسخ کا طریقہ ہے۔

ترجمه :ا اس لئے کہ جب تک مرتہن کا قبضہ باقی ہےاور قرض بھی باقی ہے رہن مضمون ہے[یعنی اس کے ہلاک ہونے پر مرتہن کا قرض ساقط ہوگا]

اصول:زبانی طور پر عقد رہن کو فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوگا، جب تک کہ قبضہ نہ چھوڑےاور قرض سے بری نہ کردے۔

تشريح : عقد رہن کوختم کرنے کے لئے دوشرطیں ہیں[ا] ایک یہ کہ شیءمرہون کوراہن کی طرف واپس کرےاوراپنا قبضہ چھوڑ دے[۲] اور دوسرا یہ کہ قرض سے راہن کو بری کردے۔لیکن اگر قبضہ نہیں چھوڑا، اور راہن کوقرض سے بری بھی نہیں کیا ،اورشیءمرہون مرتہن کے یہاں ہلاک ہوگیا تو یہ مضمون، ہوگا یعنی جتنی قیمت کا رہن ہےاس مقدار قرض سے ساقط ہوجائے گا

لغت :مضمون: یہاں مضمون کی صورت یہ ہے کہ رہن کی چیز مرتہن کے یہاں ہلاک ہوجائے تو جتنی قیمت کا رہن ہے اتنا قرض ختم ہوجائے گا۔

ترجمه :(۴۴۷)اگر مرتہن کے ہاتھ میں شیءمرہون ہلاک ہوجائے، تو اگر اس سے قرض پورا ہوسکتا ہو تو قرض ختم ہوجائے گا۔

ترجمه :ا اس لئے کہ شیءمرہون ابھی بھی رہن پر باقی ہے۔

تشريح :زبانی طور پر رہن فسخ کرنے پر دونوں متفق ہوگئے تھے،لیکن شیءمرہون ابھی تک مرتہن کے یہاں تھا،تو ابھی رہن فسخ نہیں سمجھا جائے گا، چنانچہ اس درمیان شیءمرہون ہلاک ہوگیا،اوراس کی قیمت مثلا ایک ہزار تھی اور قرض بھی ایک ہزار تھا تو اس قیمت سے قرض پورا ہوجائے گا۔کیونکہ شیءمرہون ابھی بھی رہن پر برقرار ہے۔

ترجمه :(۴۴۸)مرتہن کے لئے جائز نہیں ہے کہ شیءمرہون سے فائدہ اٹھائے ،نہ اس سے خدمت لے،نہ اس میں قیام کرے،اوراس کو پہنے،مگر یہ کہ مالک اس کی اجازت دے۔

ترجمه :ا اس لئے کہ مرتہن کوصرف محبوس کرنے کا حق ہے،اس سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں ہے۔

تشريح :مرتہن شیءمرہون سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا،مثلا غلام ہےتو اس سے خدمت نہیں لے سکتا،گھر ہےتو اس میں قیام نہیں کرسکتا،اور کپڑا ہےتو اس کو پہن نہیں سکتا۔ہاں راہن اس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دے تو اب فائدہ اٹھا سکتا ہے

(۴۴۹) وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَبِيعَ إِلَّا بِتَسْلِيطٍ مِنَ الرَّاهِنِ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُؤَاجِرَ وَيُعِيرَ﴾ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ وِلَايَةُ الِانْتِفَاعِ بِنَفْسِهِ فَلَا يَمْلِكُ تَسْلِيطَ غَيْرِهِ عَلَيْهِ، فَإِنْ فَعَلَ كَانَ مُتَعَدِّيًا، وَلَا يُبْطِلُ عَقْدُ الرَّهْنِ بِالتَّعَدِّي. (۴۵۰)قَالَ :وَلِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يَحْفَظَ الرَّهْنَ بِنَفْسِهِ وَزَوْجَتِهِ وَوَلَدِهِ وَخَادِمِهِ

وجه :(۱) مرتہن صرف محبوس کرنے کا حق رکھتا ہے اس سے فائدہ اٹھانے کا حق نہیں رکھتا (۲) جاء رجل الی عبد الله بن مسعود فقال انی اسلفت رجلا خمس ماة درهم و رهننی فرسا فرکبها او ارکبتها قال ما اصبت من ظهرها فهو ربا ۔(سنن بیہقی، باب ماجاء فی زیادات الرہن، ج سادس، ص ۶۵، نمبر ۱۱۲۱۲) اس قول صحابی سے معلوم ہوا کہ مرتہن شیءمرہون سے کوئی فائدہ اٹھائے تو یہ سود ہے، جو حرام ہے (۳) عن الشعبی قال لا ینتفع من الرهن بشیء ۔ (سنن بیہقی، باب ماجاء فی زیادات الرہن، ج سادس، ص ۶۵، نمبر ۱۱۲۱۴) اس قول تابعی سے معلوم ہوا کہ مرتہن شیءمرہون سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔(۴) قال الشافعی ......منافع الرهن للراهن لیس للمرتهن منها شیء (سنن بیہقی، باب ماجاء فی زیادات الرہن، ج سادس، ص ۶۵، نمبر ۱۱۲۰۹) اس قول شافعی سے معلوم ہوا کہ شیءمرہون کا نفع راہن کے لئے، کیونکہ حقیقت میں اسی کی چیز ہے۔(۵) عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال لبن الدر یحلب بنفقته اذا کان مرهونا و علی الذی یحلب و یرکب النفقة ۔(ابوداود شریف، باب فی الرہن، ص ۵۰۸، نمبر ۳۵۲۶ / ابن ماجۃ شریف، باب الرہن مرکوب ومحلوب، ص ۳۴۹، نمبر ۲۴۴۰) اس حدیث میں ہے کہ دودھ دینے والی اونٹنی رہن پر ہو تو اس سے دودھ دوہا جا سکتا ہے، لیکن جو دوہے گا اس پر اونٹنی کا خرچ بھی ہے۔

ترجمہ :(۴۴۹) راہن کے مسلط کئے بغیر مرتہن رہن کو بیچ بھی نہیں سکتا، اور نہ اس کو اجرت پر دے سکتا ہے، اور نہ اس کو عاریت پر رکھ سکتا ہے۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ خود مرتہن کو نفع حاصل کرنے کی ولایت نہیں ہے، تو اس نفع حاصل کرنے پر دوسرے کو بھی مسلط نہیں کر سکتا، اور اگر اس نے ایسا کر دیا تو تعدی کرنے والا ہوگا، اور اس تعدی سے عقد رہن باطل ہو جائے گا۔

تشریح :راہن کی اجازت کے بغیر مرتہن رہن کی چیز کو نہ بیچ سکتا ہے اور نہ اجرت پر رکھ سکتا ہے، اور نہ کسی کو عاریت پر دے سکتا ہے۔اور اگر ایسا کیا تو یہ تعدی ہوگی، اس سے عقد رہن ختم ہو جائے گا۔

وجہ :(۱) یہ چیز اس کی نہیں ہے اس لئے مالک کی اجازت کے بغیر یہ سب نہیں کر سکتا۔(۲) جب وہ خود نفع نہیں اٹھا سکتا تو دوسروں کو بھی نفع اٹھانے نہیں دے سکتا۔

ترجمہ :(۴۵۰) مرتہن کے لئے جائز ہے کہ رہن کی خود حفاظت کرے، اور اس کی بیوی اور اس کی اولاد اور اس کے وہ خادم جو اس کی عیالداری میں ہیں وہ حفاظت کریں۔

الَّذِي فِي عِيَالِهِ﴾ ١ قَالَ – رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ –: مَعْنَاهُ أَنْ يَكُونَ الْوَلَدُ فِي عِيَالِهِ أَيْضًا، وَهَذَا؛ لِأَنَّ عَيْنَهُ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ فَصَارَ كَالْوَدِيعَةِ (۴۵۱) وَإِنْ حَفِظَهُ بِغَيْرِ مَنْ فِي عِيَالِهِ أَوْ أَوْدَعَهُ ضَمِنَ﴾ ١ هَلْ يَضْمَنُ الثَّانِي فَهُوَ عَلَى الْخِلَافِ، ٢ وَقَدْ بَيَّنَّا جَمِيعَ ذَلِكَ بِدَلَائِلِهِ فِي الْوَدِيعَةِ (۴۵۲)

تشریح :جس طرح مرتہن اپنے مال کی حفاظت خود کرتا ہے اور اپنی بیوی، اپنی اولاد اور اپنے خاص خادم سے کرواتا ہے۔اسی طرح مال رہن کی حفاظت خود کرسکتا ہے۔اپنی بیوی سے اپنی اولاد سے اور اپنے خاص خادم سے کرواسکتا ہے۔اس سے تعدی شمار نہیں کی جائے گی اور اگر اس طرح حفاظت کرتے ہوئے مال رہن ہلاک ہو جائے تو یوں نہیں کہا جائے گا کہ اس نے حفاظت کرنے میں کوتاہی کی (۲) آدمی مختلف ضرورتوں کے لئے گھر سے باہر جائیگا اس لئے بیوی بچوں سے حفاظت کروانے کی ضرورت پڑے گی اس لئے اپنے مال کی طرح ان لوگوں سے حفاظت کرواسکتا ہے۔

ترجمہ : ١ صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ یہاں اولاد سے مراد وہ اولاد ہے جو مرتہن کی کفالت میں ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رہن کا عین مرتہن کے ہاتھ میں امانت ہے اس لئے ودیعت کی طرح ہو گیا۔

تشریح :اولاد کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ مرتہن کی کفالت میں نہ ہو، اور دوسری یہ کہ مرتہن کی کفالت میں ہو، یہاں ان اولاد سے حفاظت کرواسکتا ہے جو اس کی کفالت میں ہو، اور جس کا نان نفقہ مرتہن کے ذمے ہو، پھر آگے فرماتے ہیں کہ رہن کی چیز مرتہن کے ہاتھ میں امانت ہے اس لئے جس طرح امانت کی چیز کو اپنی اولاد سے حفاظت کرواسکتا ہے، اسی طرح رہن کی چیز کو بھی اپنی اولاد سے حفاظت کرواسکتا ہے۔

ترجمہ :(۴۵۱) اگر رہن کی حفاظت کی اس کے علاوہ سے جو اس کے عیال میں ہو یا اس کے پاس ودیعت رکھی تو ضامن ہوگا۔

تشریح: مرتہن نے اپنے عیال کے علاوہ سے شیء مرہون کی حفاظت کروائی اور وہ ہلاک ہوگئی تو وہ ضامن ہوگا۔

وجہ کیونکہ ان کو عیال سے حفاظت کروانا چاہئے اور عیال کے علاوہ سے حفاظت کروانا تعدی کرنا ہے اسلئے مرتہن شیء مرہون کا ضامن ہوگا۔اسی طرح عیال کے علاوہ کے پاس شیء مرہون امانت رکھ دی اور وہ ہلاک ہوگئی تو مرتہن ضامن ہو جائے گا

اصول: عیال کے علاوہ سے حفاظت کروانا تعدی ہے۔

ترجمہ : ١ کیا جس کے پاس مرتہن نے امانت رکھی اس پر بھی ضمان لازم ہوگا تو اس بارے میں اختلاف ہے، اور ان تمام باتوں کا انکے دلائل کے ساتھ کتاب الودیعۃ، میں بیان کی ہے۔

تشریح :مثلا زید نے عمر کے پاس رہن رکھا، اب عمر نے بکر کے پاس امانت رکھ دی، یا بکر سے حفاظت کروائی، اور بکر اس کے عیال میں نہیں تھا، اور بکر سے رہن کی چیز ہلاک ہوگئی، تو عمر مرتہن پر اس کا ضمان لازم ہوگا، کیونکہ کہ عیال کے علاوہ سے

وَإِذَا تَعَدَّى الْمُرْتَهِنُ فِي الرَّهْنِ ضَمِنَهُ ضَمَانَ الْغَصْبِ بِجَمِيعِ قِيمَتِهِ ﴿ا﴾ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ عَلَى مِقْدَارِ الدَّيْنِ أَمَانَةٌ، وَالْأَمَانَاتُ تُضْمَنُ بِالتَّعَدِّي(۴۵۳) وَلَوْ رَهَنَهُ خَاتَمًا فَجَعَلَهُ فِي خِنْصِرِهِ فَهُوَ ضَامِنٌ ﴿ا﴾ ؛ لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ بِالِاسْتِعْمَالِ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مَأْذُونٍ فِيهِ، وَإِنَّمَا الْإِذْنُ بِالْحِفْظِ وَالْيُمْنَى

حفاظت کروائی، جو تعدی ہے۔ لیکن کیا بکر پر بھی ضمان لازم ہوگا اس بارے میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بکر پر ضمان نہیں ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک بکر پر ضمان ہے، باقی پورے دلائل کتاب الودیعۃ میں بیان کئے گئے ہیں، وہاں مطالعہ کریں۔

ترجمہ: (۴۵۲) اگر مرتہن رہن میں تعدی کر دے تو وہ اس کا ضامن ہوگا غصب کا ضمان اس کی پوری قیمت کا۔

ترجمہ : ا اس لئے کہ قرض کی مقدار سے جو زیادہ ہے وہ امانت ہے اور امانت میں تعدی کرے تو اس سب کا ضمان لازم ہوتا ہے۔

تشریح : مرتہن نے شیء مرہون پر تعدی اور زیادتی کی جس کی وجہ سے شیء مرہون ہلاک ہوگئی تو اس کی جتنی قیمت تھی سب کا ضامن ہوگا۔ جس طرح غصب کرنے کے بعد ہلاک کر دے تو پوری قیمت کا ضامن ہوتا ہے اسی طرح شیء مرہون کو جان بوجھ کر تعدی کر کے ہلاک کر دے تو پوری قیمت کا ضامن ہوگا۔ مثلا نو پونڈ قرض لیا تھا اور دس پونڈ کی بکری رہن پر رکھی۔ پس اگر تعدی کئے بغیر ہلاک ہوئی تو قرض کے نو پونڈ کٹتے۔ اور ایک پونڈ امانت کا تھا وہ راہن کو واپس دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ امانت بغیر تعدی کے ہلاک ہو تو اس کو واپس دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہاں مرتہن نے تعدی کر کے بکری ہلاک کی ہے اس لئے اس کی پوری قیمت دس پونڈ کا ضامن ہوگا۔

اصول: امانت میں تعدی کرے تو غصب کی طرح سب کا ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ : (۴۵۳) اگر انگوٹھی رہن پر رکھی اور مرتہن نے اس کو چھوٹی انگلی میں پہن لیا تو ضامن ہوگا۔

ترجمہ : ا اس لئے کہ انگوٹھی کو استعمال کرنے کی وجہ سے تعدی کرنے والا ہو گیا، اس لئے کہ راہن نے پہننے کی اجازت نہیں دی تھی، صرف حفاظت کرنے کی اجازت تھی، دائیں کی چھوٹی انگلی، اور بائیں کی چھوٹی انگلی اس بارے میں برابر ہے، اس لئے کہ اس بارے میں عادتیں مختلف ہیں۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ پہننے کا انداز اختیار کیا اور رہن ہلاک ہو گیا تو تعدی ہوئی اس لئے ضمان لازم ہوگا۔ اور حفاظت کا انداز اختیار کیا اور رہن ہلاک ہو گیا تو ضمان نہیں لازم ہوگا۔

تشریح : راہن نے انگوٹھی رہن پر رکھی، مرتہن نے اس کو چھوٹی انگلی میں پہن لیا تو یہ تعدی ہو گیا اس کے بعد انگوٹھی ہلاک ہوئی تو اس کا پورا ضمان لازم ہوگا۔

وَالْيُسْرَى فِي ذَلِكَ سَوَاءٌ؛ لِأَنَّ الْعَادَةَ فِيهِ مُخْتَلِفَةٌ(۴۵۴) وَلَوْ جَعَلَهُ فِي بَقِيَّةِ الْأَصَابِعِ كَانَ رَهْنًا بِمَا فِيهِ﴾ ا لِأَنَّهُ لَا يُلْبَسُ كَذَلِكَ عَادَةً فَكَانَ مِنْ بَابِ الْحِفْظِ، وَكَذَا الطَّيْلَسَانُ إنْ لَبِسَهُ لُبْسًا مُعْتَادًا ضَمِنَ، وَإِنْ وَضَعَهُ عَلَى عَاتِقِهِ لَمْ يَضْمَنْ (۴۵۵) وَلَوْ رَهَنَهُ سَيْفَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً فَتَقَلَّدَهَا لَمْ يَضْمَنْ فِي الثَّلَاثَةِ وَضَمِنَ فِي السَّيْفَيْنِ﴾ ا لِأَنَّ الْعَادَةَ جَرَتْ بَيْنَ الشُّجْعَانِ بِتَقَلُّدِ السَّيْفَيْنِ فِي الْحَرْبِ وَلَمْ تَجْرِ بِتَقَلُّدِ الثَّلَاثَةِ، ٢ وَإِنْ لَبِسَ خَاتَمًا فَوْقَ خَاتَمٍ، إنْ كَانَ هُوَ مِمَّنْ

وجه: کیونکہ اس کو حفاظت کے لئے دیا تھا، پہننے کے لئے نہیں دیا تھا اس لئے ضمان لازم ہوگا ۔

ترجمہ: (۴۵۴) لیکن اگر باقی انگلی میں پہن لیا تو رہن ہی ہوگا ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ دوسری انگلیوں میں پہننے کی عادت نہیں ہے تو گویا کہ اس نے پہن کر حفاظت کی [اس لئے ضمان لازم نہیں ہوگا] ایسے ہی چادر اگر عادت کے طور پر اوڑھا تو ضمان لازم ہوگا، اور اگر کندھے پر رکھ لیا تو ضمان لازم نہیں ہوگا۔

تشریح: انگوٹھی کو چھوٹی انگلی میں نہیں پہنا، بلکہ اس کے علاوہ کی انگلی میں پہنا، تو دوسری انگلی میں پہننے کا رواج نہیں ہے، اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ اس نے حفاظت کے لئے دوسری انگلی میں انگوٹھی رکھا، اب ہلاک ہوا تو قرض کے مطابق ساقط ہوگا، اور باقی کا ضمان نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس کی حفاظت کی ہے۔ دوسری مثال ہے کہ چادر رہن کی تھی، لوگوں کی چادر کو اوڑھنے کی عادت ہوتی ہے اس طرح اس کو اورح لیا، اور ہلاک ہوگئی تو ضمان لازم ہوگا، اور صرف کندھے پر رکھا تو اس کو اوڑھنا نہیں کہیں گے، بلکہ حفاظت کے لئے رکھنا کہیں گے اس لئے ضمان لازم نہیں ہوگا۔

نوٹ: یہاں ہر جگہ ضمان کا مطلب یہ ہے کہ جتنا قرض تھا وہ ساقط ہو جائے گا، اور جو مزید قیمت تھی وہ بھی راہن کی طرف واپس کرنا ہوگا۔ طیلسان: چادر۔

ترجمہ: (۴۵۵) اگر دو تلوار، یا تین تلوار رہن پر رکھا اور سب کو اس نے گلے میں ڈال لیا، تو تیسری تلوار کا ضمان نہیں ہوگا، اور دو تلوار کا ضامن ہوگا۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ یہ عادت ہے کہ بہادر لوگ جنگ میں دو تلوار کو گلے میں ڈالتے ہیں، اور تین تلوار کو گلے میں ڈالنے کی عادت نہیں ہے۔

تشریح: تین تلوار رہن پر رکھا، اور تینوں کو گلے میں ڈالا، اور سب ہلاک ہوگئی تو دو تلوار کا ضمان لازم ہوگا، کیونکہ دو تلوار کو پہننے کی عادت ہے اس لئے دو تلوار کو پہننا شمار کیا جائے گا اور تعدی ہوگی اس لئے ان دونوں کا ضمان لازم ہوگا، اور تیسری تلوار ڈالنے کی عادت نہیں ہے اس لئے اس کے بارے میں حفاظت سمجھا جائے گا، اس لئے اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔

لغت: شجعان: شجاع کی جمع ہے، بہادر انسان۔ تقلد: تلوار کو گلے میں ڈالنا۔

يَتَجَمَّلُ بِلُبْسِ خَاتَمَيْنِ ضَمِنَ، وَإِنْ كَانَ لَا يَتَجَمَّلُ بِذَلِكَ فَهُوَ حَافِظٌ فَلَا يَضْمَنُ(٤٥٦) قَالَ وَأُجْرَةُ الْبَيْتِ الَّذِي يُحْفَظُ فِيهِ الرَّهْنُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ وَكَذَلِكَ أُجْرَةُ الْحَافِظِ﴾(٤٥٧) وَأُجْرَةُ الرَّاعِي وَنَفَقَةُ الرَّهْنِ عَلَى الرَّاهِنِ﴾

ترجمه:۲ے اگر انگوٹھی کے اوپر انگوٹھی پہن لی، اگر وہاں عادت ایسی ہو کہ دو انگوٹھی کے پہننے سے خوبصورتی ہوتی ہو تو ضامن ہو جائے گا، اور اگر خوبصورتی نہ ہو تو حفاظت کرنے والا شمار کیا جائے گا، اور ضمان لازم نہیں ہوگا۔

تشریح: دو انگوٹھی رہن پر تھی، دونوں انگوٹھیوں کو پہن لیا، پس اگر اس کی عادت تھی کہ دو انگوٹھیوں پہن کر خوبصورتی اختیار کرتا تھا تو اس کو پہننا شمار کیا جائے گا اور ہلاک ہونے پر ضمان لازم ہوگا، اور اگر اس کی یہ عادت نہیں تھی تو دوسری انگوٹھی کے لئے حفاظت شمار کی جائے گی اور کسی انگوٹھی کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔

لغت: یتجمل: تجمل سے مشتق ہے، خوبصورتی اختیار کرنا۔

ترجمہ: (۴۵۶) اس گھر کی اجرت جس میں رہن کی حفاظت کی جا رہی ہو مرتہن پر ہے۔ اور ایسی ہی حفاظت کرنے والے کی اجرت بھی مرتہن پر ہوگی

وجه: قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ شکل جس سے شیء مرہون کو مرتہن کے پاس روکی جا سکے اور اس کے قبضے میں رکھی جا سکے ان تمام شکلوں کی اجرت مرتہن پر لازم ہوگی۔ کیونکہ شیء مرہون کو اپنے پاس رکھنے کی اور قبضے میں رکھنے کی مرتہن کی ضرورت ہے اس لئے مرتہن پر اس کی اجرت لازم ہوگی۔ اس قاعدے کی بنیاد پر جس گھر میں شیء مرہون کو حفاظت سے رکھ رہا ہے اس کی اجرت مرتہن پر لازم ہوگی۔ کیونکہ یہ مرتہن کی ضرورت ہے۔

اصول: جہاں مرتہن کی ضرورت ہو اس کو پوری کرنے کی اجرت مرتہن پر لازم ہوگی۔

ترجمہ: (۴۵۷) اور چرواہے کی اجرت راہن پر ہے۔ اور رہن کا نفقہ راہن پر ہوگا۔

اصول: جن چیزوں سے شیء مرہون باقی رہتی ہو یا بڑھتی ہو ان کی اجرت راہن پر لازم ہوگی۔

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ شکل جس سے شیء مرہون بچے یا اس میں زیادتی ہو تو اس کی اجرت راہن پر ہوگی۔ کیونکہ یہ راہن کا مال ہے۔ اب جانور کو کھلانے پلانے چرانے سے جانور بڑھتا ہے اور باقی رہتا ہے تو گویا کہ راہن کا مال بڑھا اور باقی رہا اس لئے راہن پر اس کی اجرت ہوگی

وجه: (۱) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لا يغلق الرهن لصاحبه غنمه وعليه غرمه۔ (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۲۹ نمبر ۲۸۹۸ رسنن للبیہقی، باب الرهن غیر مضمون، ج سادس، ص ٦٦، نمبر ۱۱۲۱۹) اس حدیث میں ہے کہ رہن کی وجہ سے اس کا مالک ممنوع قرار نہیں دیا جائے گا۔ اس کو رہن کے فائدے بھی ملیں گے اور اس پر رہن کے اخراجات بھی لازم ہوں گے۔ اس لئے شیء مرہون کو چرانے کی اجرت راہن پر لازم ہوگی۔

۱؎ وَالْأَصْلُ أَنَّ مَا يُحْتَاجُ إِلَيْهِ لِمَصْلَحَةِ الرَّهْنِ وَتَبْقِيَتِهِ فَهُوَ عَلَى الرَّاهِنِ سَوَاءٌ كَانَ فِي الرَّهْنِ فَضْلٌ أَوْ لَمْ يَكُنْ؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ بَاقٍ عَلَى مِلْكِهِ، وَكَذَلِكَ مَنَافِعُهُ مَمْلُوكَةٌ لَهُ فَيَكُونُ إِصْلَاحُهُ وَتَبْقِيَتُهُ عَلَيْهِ لِمَا أَنَّهُ مُؤْنَةُ مِلْكِهِ كَمَا فِي الْوَدِيعَةِ، ۲؎ وَذَلِكَ مِثْلُ النَّفَقَةِ فِي مَأْكَلِهِ وَمَشْرَبِهِ، وَأُجْرَةُ الرَّاعِي فِي مَعْنَاهُ؛ لِأَنَّهُ عَلَفُ الْحَيَوَانِ، وَمِنْ هَذَا الْجِنْسِ كِسْوَةُ الرَّقِيقِ وَأُجْرَةُ ظِئْرِ وَلَدِ الرَّهْنِ، وَسَقْيُ الْبُسْتَانِ، وَكَرْيُ النَّهْرِ وَتَلْقِيحُ نَخِيلِهِ وَجُذَاذُهُ، وَالْقِيَامُ بِمَصَالِحِهِ،

لغت: الراعی : چرانے والا۔

ترجمہ : ۱؎ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو کام رہن کی مصلحت کے لئے ہو اور اس کو باقی رکھنے کے لئے اس کی اجرت راہن پر ہوتی ہے، چاہے رہن کی قیمت قرض سے زیادہ ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ عین مرہون راہن کی ملکیت پر باقی ہے، اور ایسے ہی رہن کا نفع بھی راہن کی مملوک ہے اس لئے اس کی اصلاح کی اجرت اور اس کو باقی رکھنے کی اجرت راہن ہی پر ہی ہوگی، اس لئے کہ یہ اس کی ملکیت کے لئے خرچ ہے، جیسے کہ امانت میں ہوتا ہے۔

تشریح : قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو کام رہن کو باقی رکھنے کے لئے ہو، یا اس کی اصلاح کے لئے اس کی اجرت راہن پر ہوگی۔ جیسے کسی نے کسی کے پاس امانت رکھی تو امانت کے باقی رکھنے اور اس کی اصلاح کی اجرت مالک پر ہوتی ہے۔

وجہ : عین مرہون راہن کی ملکیت ہے، اور اس سے جو نفع حاصل ہوگا وہ بھی راہن کی ہی ملکیت ہے، اس لئے اس کے باقی رکھنے کی اجرت، یا اس کے بڑھنے کی اجرت راہن پر ہوگی۔

لغت: مؤنۃ: خرچ، اصلاح: کسی چیز کو بڑھانا، اور اس کو پروان چڑھانا۔ تبقیۃ: باقی رکھنا۔

ترجمہ : ۲؎ یہ مثلا رہن کے کھانے کا خرچ اور پینے کا خرچ، اور چرانے والے کی اجرت بھی اسی معنی میں ہے، اس لئے کہ یہ جانور کا چارہ ہے، اسی جنس میں سے غلام کا کپڑا ہے، اور رہن والے بچے کی دایہ کی اجرت ہے، اور باغ کو سیراب کرنے کی اجرت، نہر کھودنا، کھجور کی تابیر کرنا، کھجور کو کاٹنا، اور اس کی مصلحت کو قائم کرنے اجرت [یہ سب راہن پر ہوگی]

تشریح : یہاں سے مصنف دس باتیں بیان کر رہے ہیں، جنکا خرچ راہن پر ہوگا، کیونکہ ان سے یا تو شیء مرہون باقی رہتی ہے، یا اس سے وہ بڑھتی ہے۔

10 دس چیزیں یہ ہیں

[1] رہن کے کھانے کا خرچ

[2] رہن کے پینے کا خرچ

[3] رہن بکری ہے تو اس کے چرواہے کا خرچ، کیونکہ وہ بھی بکری کا چارہ ہے

۳؎ وَكُلُّ مَا كَانَ لِحِفْظِهِ أَوْ لِرَدِّهِ إِلَى يَدِ الْمُرْتَهِنِ أَوْ لِرَدِّ جُزْءٍ مِنْهُ فَهُوَ عَلَى الْمُرْتَهِنِ مِثْلُ أُجْرَةِ الْحَافِظِ؛ لِأَنَّ الْإِمْسَاكَ حَقٌّ لَهُ وَالْحِفْظُ وَاجِبٌ عَلَيْهِ فَيَكُونُ بَدَلُهُ عَلَيْهِ، وَكَذٰلِكَ

[4] رہن غلام ہے تو اس کے کپڑے کا خرچ

[5] رہن چھوٹا بچہ ہے تو اس کے دودھ پلانے کے دایہ کا خرچ۔

[6] رہن باغ ہے تو اس کو سیراب کرنے کا خرچ۔

[7] باغ میں نہر کھودنے کا خرچ

[8] رہن کھجور کا درخت ہے اس کی تابیر کرنے کا خرچ، کیونکہ اس سے پھل میں اضافہ ہوگا۔

[9] کھجور کے پھل کو کاٹنے کا خرچ۔

[10] کھجور کے اور مصلحتوں کا خرچ، مثلا اس کا گھاس صاف کرنا

ان سب کا خرچ راہن کے ذمے ہے، کیونکہ اس سے یا تو رہن باقی رہتا ہے، یا اس سے رہن میں بڑھوتری ہوتی ہے۔

لغت: علف: چارہ۔ ظئر: دودھ پلانے والی دایہ۔ سقی البستان: باغ کو پانی پلانا۔ تلقیح: مذکر کھجور کا گابھا مونث کھجور کے گابھے میں ڈالتے ہیں اس سے پھل بڑا بڑا ہوتا ہے، اس کو تلقیح، کہتے ہیں جداد: پھل کاٹنا۔ قیام المصلحۃ: مصلحت کو قائم کرنا، جیسے درخت کے پاس سے گھاس وغیرہ صاف کرنا۔

ترجمہ: ۳؎ اور ہر وہ کام جو رہن کی حفاظت کے لئے ہو، یا مرتہن کے قبضے کی طرف لوٹانے کے لئے ہو، یا رہن کے کسی حصے کو لوٹانے کے لئے ہو تو اس کا خرچ مرتہن پر ہے، مثلا حفاظت کرنے والے کی اجرت، اس لئے کہ اپنے پاس محبوس کرنا مرتہن کا حق ہے، اور مرتہن پر حفاظت بھی واجب ہے، اس لئے حفاظت کا خرچ بھی مرتہن پر ہوگا، ایسے اس گھر کی اجرت جس میں رہن کو محفوظ رکھا جاتا ہے، ظاہر روایت میں اس کا خرچ بھی مرتہن پر ہوگا۔

تشریح: یہ دوسرا قاعدہ کلیہ ہے کہ [۱] جن کاموں سے رہن کی حفاظت ہوتی ہو۔ [۲] یا جن باتوں سے مرتہن کے قبضے کی طرف واپس رہن واپس ہوتا ہو، یا اس کا کوئی جزا سکے قبضے کی طرف واپس ہوتا ہو اس کا خرچ مرتہن پر ہوگا۔

حفاظت کی دو مثالیں دی ہیں [۱] حفاظت کرنے والے کی اجرت

[۲] یا وہ گھر جس میں چیز کی حفاظت کی جاتی ہو اس کا کرایہ بھی مرتہن کے ذمے ہوگی۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ رہن کو اپنے پاس روکے رکھنا یہ مرتہن کا حق ہے اس لئے اس کا خرچ بھی مرتہن پر ہوگا۔ (۲) مرتہن رہن کو اپنے قبضے میں رکھے گا، تو جو کام اس کے قبضے کی طرف لوٹانے والا ہو، یا رہن کے کسی جز کو اس کے قبضے کی طرف لوٹانے والا ہو اس کا خرچ بھی مرتہن پر ہوگا۔

اصول: پورا رہن مرتہن کے لئے محبوس ہوتا ہے اس لئے وہ گھر جس میں جانور کو حفاظت کے لئے رکھا جاتا ہے اس کی پوری

أُجْرَةُ الْبَيْتِ الَّذِي يُحْفَظُ الرَّهْنُ فِيهِ، وَهَذَا فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ ٤ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ كِرَاءَ الْمَأْوَى عَلَى الرَّاهِنِ بِمَنْزِلَةِ النَّفَقَةِ؛ لِأَنَّهُ سَعَى فِي تَبْقِيَتِهِ، ٥ وَمِنْ هَذَا الْقِسْمِ جُعْلُ الْآبِقِ فَإِنَّهُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ؛ لِأَنَّهُ مُحْتَاجٌ إلَى إعَادَةِ الِاسْتِيفَاءِ الَّتِي كَانَتْ لَهُ لِيَرُدَّهُ فَكَانَتْ مُؤْنَةُ الرَّدِّ فَيَلْزَمُهُ، ٦ وَهَذَا إذَا كَانَتْ قِيمَةُ الرَّهْنِ وَالدَّيْنِ سَوَاءً، وَإِنْ كَانَتْ قِيمَةُ الرَّهْنِ أَكْثَرَ فَعَلَيْهِ بِقَدْرِ الْمَضْمُونِ وَعَلَى الرَّاهِنِ بِقَدْرِ الزِّيَادَةِ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ وَالرَّدُّ لِإِعَادَةِ الْيَدِ، وَيَدُهُ

اجرت مرتہن پر ہوگی، چاہے رہن کی قیمت قرض سے زیادہ ہو یا کم۔

لغت : او لرد جزء منه : غلام بیمار ہو جائے تو گویا کہ اس کا ایک جز ختم ہو رہا ہے، اب علاج کر کے اس کو واپس لانا یہ مرتہن کا کام ہے، اس لئے علاج کا خرچ بھی مرتہن پر ہوگا۔ یہ ,لرد جزء منه کی صورت ہے۔

ترجمه : ٤ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ جانور کے ٹھہرنے کا کرایہ راہن پر ہوگا، جیسے کہ نفقہ راہن پر ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے باقی رکھنے میں کوشش کرنا ہے۔

تشریح : اوپر ظاہر روایت میں تھا، جس گھر میں جانور کی حفاظت کی جاتی ہے اس کا کرایہ مرتہن پر ہے، لیکن امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت نوادر میں ہے کہ اس گھر کا کرایہ راہن پر ہوگا۔

وجه : اس کی وجہ یہ ہے کہ گوہال میں رکھنے سے جانور کی بقا ہے، جیسے نفقہ اور کھانے سے جانور کی بقاء ہے اس لئے اس کا خرچ راہن پر ہونا چاہئے۔

لغت : ماوی : اوی سے مشتق ہے، رات میں ٹھہرنے کی جگہ، اس کو جانور کا گوہال، کہتے ہیں۔

ترجمه : ٥ اسی قسم میں سے بھاگنے والے کی مزدوری مرتہن پر ہے اس لئے کہ قبضے کی طرف لوٹانے کی ضرورت اسی کو ہے اس لئے لوٹنے کا خرچ بھی مرتہن ہی پر ہوگا۔

تشریح : یہ مثال مرتہن کے قبضے کی طرف لوٹانے کی ہے۔ غلام بھاگ گیا اب اس کو کھوجنے اور مرتہن کی طرف واپس لوٹانے کی مزدوری مرتہن پر ہوگی۔

وجه : قبضے میں رکھنا مرتہن کا حق ہے، اس لئے قبضے کی طرف لوٹانے کی مزدوری مرتہن پر ہوگی۔

لغت : جُعل : مزدوری، بھاگے ہوئے غلام کو کھوجنے کی مزدوری۔ آبق : بھاگنے والا غلام۔ مونۃ الرد : واپس لوٹانے کا خرچ

ترجمه : ٦ یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ شیء مرہون کی قیمت اور قرض برابر ہو، اور اگر شیء مرہون کی قیمت قرض سے زیادہ ہو تو جتنا قرض ہے اس مقدار کا خرچ مرتہن پر ہوگا، اور جو زیادہ ہے وہ راہن پر ہوگا، اس لئے کہ یہ زیادہ مرتہن کے ہاتھ میں امانت ہے، اور غلام کو جو واپس لایا وہ قبضے کو واپس کرنے کے لئے ہے، اور زیادہ میں مرتہن کا قبضہ گویا مالک کا قبضہ ہے، اس لئے

فِي الـزِّيَادَةِ يَدُ الْمَالِكِ إِذْ هُوَ كَالْمُودِعِ فِيهَا فَلِهَذَا يَكُونُ عَلَى الْمَالِكِ، ےِ وَهَذَا بِخِلَافِ أُجْـرَـةِ الْبَيْـتِ الَّـذِي ذَكَرْنَاهُ فَإِنَّ كُلَّهَا تَجِبُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ، وَإِنْ كَانَ فِي قِيمَةِ الرَّهْنِ فَضْلٌ؛ لِأَنَّ وُجُوبَ ذَلِكَ بِسَبَبِ الْـحَبْسِ، وَحَقُّ الْحَبْسِ فِي الْكُلِّ ثَابِتٌ لَهُ فَأَمَّا الْجُعْلُ إِنَّمَا يَلْزَمُهُ لِأَجْلِ الضَّمَانِ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الْمَضْمُون

کہ مرتہن امانت رکھنے والے کی طرح ہے اس لئے یہ زیادہ کی مزدوری مالک [راہن] کے ذمے ہوگا۔

اصـــول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جتنا قرض مرتہن کا ہے اس کا خرچ مرتہن پر ہوگا، اور جتنی رقم راہن کی ہے اس کا خرچ راہن پر ہوگا۔

تشریح : اگر قرض کم ہے اور رہن کی قیمت زیادہ ہے تو جتنا قرض ہے اتنے کے خرچ کا ذمہ دار مرتہن ہوگا، اور جو زیادہ ہے وہ اس کے ہاتھ میں راہن کی امانت ہے، اس لئے اس کا خرچ راہن پر ہی ہوگا۔

مثلا دوسو قرض تھا اور دوسو کا ہی کا رہن کا غلام تھا، اور غلام کو واپس لانے میں ۴۰ درہم خرچ ہوئے تو یہ پورا خرچ مرتہن پر ہوگا، کیونکہ پوری ملکیت پر اس کا ہی قبضہ ہے، لیکن اگر قرض ایک سو پچاس درہم ہو تو دس درہم راہن پر ہوگا، اور تیس درہم مرتہن پر ہوگا۔

حساب اس طرح ہوگا 200 درہم پر خرچ 40 درہم۔ 40 ÷ 200 = 0.2، نکالیعنی ہر درہم پر بیس پینس کا خرچ ہوا۔ اب مرتہن کا 150 درہم قرض تھا اس لئے 150 کو 0.2 سے ضرب دو تو 30 درہم مرتہن کے اوپر خرچ پڑا۔ اور راہن کا 50 درہم تھا، اس لئے 50 کو 0.2 سے ضرب دیا تو 10 درہم راہن پر خرچ پڑا۔ کلکیو لیٹر سے حساب کر لیں۔

اس حساب میں جتنی رقم مرتہن کے قبضے میں تھی اس کا خرچ مرتہن پر تیس درہم ہوا، اور جتنی رقم راہن کی تھی اس کے حساب سے راہن پر دس درہم خرچ پڑا۔

تـرجـمـه : ےِ یہ بخلاف گھر کی اجرت کے جو ہم نے ذکر کیا، اس لئے کہ پوری اجرت مرتہن پر ہوتی ہے، چاہے رہن کی قیمت قرض سے زیادہ ہو، اس لئے کہ یہاں جو اجرت واجب ہے وہ محبوس کرنے کی وجہ سے ہے، اور مرتہن نے پورے ہی رہن کو محبوس کئے ہوا ہے [اس لئے پوری اجرت واجب ہوگی]۔ اور بھاگنے کی مزدوری میں ضمان کی وجہ سے لازم ہوتی ہے اس لئے جتنا ضمان ہے اسی کی مقدار مرتہن پر لازم ہوگا۔

تشـــریح: یہاں رہن کی حفاظت کے لئے گھر کی جو اجرت ہے اس میں، اور کھو جنے کی جو مزدوری ہے اس میں فرق بیان کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ، پورا رہن مرتہن کے لئے محبوس ہے چاہے رہن کی قیمت قرض سے زیادہ ہو یا کم اس لئے پوری اجرت مرتہن پر لازم ہوگی۔ اور غلام کو کھو جنے کی مزدوری ضمان کے اعتبار سے ہے اس لئے مرتہن پر جتنا ضمان ہے اسی حساب

(۴۵۸) وَمُدَاوَاةُ الْجِرَاحَةِ وَالْقُرُوحِ وَمُعَالَجَةُ الْأَمْرَاضِ وَالْفِدَاءُ مِنَ الْجِنَايَةِ تَنْقَسِمُ عَلَى الْمَضْمُونِ وَالْأَمَانَةِ، وَالْخَرَاجُ عَلَى الرَّاهِنِ خَاصَّةً﴾ ﴿ لِأَنَّهُ مِنْ مُؤَنِ الْمِلْكِ، (۴۶۰)وَالْعُشْرُ فِيمَا يَخْرُجُ مُقَدَّمٌ عَلَى حَقِّ الْمُرْتَهِنِ﴾ ﴿ لِتَعَلُّقِهِ بِالْعَيْنِ ﴿ وَلَا يَبْطُلُ الرَّهْنُ فِي

سے اس پر کھوجنے کی مزدوری لازم ہوگی، اس کا حساب اوپر گزر گیا۔

ترجمہ :(۴۵۸) زخم کی دوا، پھوڑے کا علاج بیماری کے علاج کا خرچ اور جنایت کا فدیہ ضمان اور امانت کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے۔

تشریح ان تمام علاجوں میں قبضے کی طرف رہن کے جز کو لوٹانا ہے اسلئے ان سب علاج کا خرچ ضمان کے حساب سے ہوگا مثلا 150 قرض تھا اور 200 کا غلام رہن پر رکھا تو یہاں 150 مرتہن کا ضمان ہے، اور 50 درہم راہن کی امانت ہے، اور علاج پر 40 درہم خرچ ہوا، یا غلام نے کوئی جنایت کی جس میں 40 درہم خرچ ہوا تو اس میں 30 تیس درہم مرتہن پر ہوگا اور 10 س درہم راہن پر ہوگا۔ یہ حساب کلکیو لیٹر سے پہلے گزر چکا ہے وہاں دیکھ لیں

ترجمہ :(۴۵۹) اور خراج صرف راہن پر ہوگا۔

ترجمہ :ل اس لئے کہ اس کی ملکیت کا خرچ ہے۔

تشریح: زمین رہن پر رکھا اور اس پر خراج آیا تو چونکہ یہ راہن کی ملکیت کا خرچ ہے اس لئے صرف راہن پر ہوگا۔

ترجمہ:(۴۶۰) زمین سے جو کچھ پیداوار نکلے گی اس میں سے عشر مرتہن کے حق سے پہلے دیا جائے گا۔

ترجمہ :ل اس لئے کہ عشر کا تعلق عین پیداوار کے ساتھ ہے، اور مرتہن کا حق اس کی مالیت کے ساتھ ہے۔

تشریح:عشری زمین رہن پر رکھا تھا ان اس میں پیداوار ہوئی تو پہلے عشر ادا کی جائے گی، اور جو باقی نو حصے رہیں گے یہ مرتہن کے پاس رہن رہے گا، جب پورا قرض ادا کرے گا اس وقت زمین اور یہ پیداوار سب واپس کئے جائیں گے۔

وجہ :عشر کا تعلق عین پیداوار سے ہے، اور مرتہن کا تعلق عین پیداوار سے نہیں ہے، بلکہ اس کی مالیت سے، اور مالیت کا حق بعد میں ہوتا ہے اس لئے پہلے عشر ادا کیا جائے گا، اور بعد میں جو غلہ بچے گا وہ مرتہن کے پاس رکھا جائے گا۔

ترجمہ :ع اور باقی میں غلے میں رہن باطل نہیں ہوگا، اس لئے کہ عشر کا واجب ہونا راہن کے ملک کے خلاف نہیں ہے [یعنی رہن میں مشاع نہیں ہوگا] بخلاف استحقاق کے کہ اس سے مشاع ہو جائے گا۔

تشریح :پہلے ایک قاعدہ گزرا تھا کہ رہن میں کسی کی شرکت ہو جائے، جسکو مشاع، کہتے ہیں تو اس سے رہن صحیح نہیں ہے، یہاں جب عشر واجب ہوگا تو حکومت کی شرکت ہو جائے گی اس لئے رہن باطل ہونا چاہئے، اس کا جواب دے رہے ہیں کہ راہن عشر اپنے غلے سے ادا کر دے تو حکومت کی شرکت نہیں ہوگی اس لئے رہن باطل نہیں ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر زمین

الْبَاقِي؛ لِأَنَّ وُجُوبَهُ لَا يُنَافِي مِلْكَهُ، بِخِلَافِ الِاسْتِحْقَاقِ، (۴٦١)وَمَا أَدَّاهُ أَحَدُهُمَا مِمَّا وَجَبَ عَلَى صَاحِبِهِ فَهُوَ مُتَطَوِّعٌ، وَمَا أَنْفَقَ أَحَدُهُمَا مِمَّا يَجِبُ عَلَى الْآخَرِ بِأَمْرِ الْقَاضِي رَجَعَ عَلَيْهِ ﴿ كَأَنَّ صَاحِبَهُ أَمَرَهُ بِهِ؛ لِأَنَّ وِلَايَةَ الْقَاضِي عَامَّةٌ ٢ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ لَا يَرْجِعُ إِذَا كَانَ صَاحِبُهُ حَاضِرًا وَإِنْ كَانَ بِأَمْرِ الْقَاضِي وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ إِنَّهُ يَرْجِعُ فِي الْوَجْهَيْنِ، وَهِيَ فَرْعُ مَسْأَلَةِ الْحَجْرِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

میں کوئی حصہ دار نکل آئے اور گواہی سے حصہ ثابت کر دے تو رہن باطل ہو جائے گا، کیونکہ اس حصے کو اسی رہن کی زمین سے دینا ہوگا، اس لئے اس میں شرکت ہو جائے گی اس لئے رہن باطل ہو جائے گا، بخلاف الاستحقاق، کا یہ مطلب ہے۔

ترجمہ :(۴٦١) جو کچھ دونوں میں سے ایک نے ادا کیا جو دوسرے پر واجب تھا تو وہ تبرع ہے، اور قاضی کے حکم سے خرچ کیا جو دوسرے پر واجب تھا تو اس کو واپس لیگا۔

ترجمہ :۱ گویا کہ اس نے حکم دیا ہے، کیونکہ قاضی کی ولایت عام ہے۔

تشریح : مثلا مرتہن پر حفاظت کے گھر کا کرایہ واجب تھا اس کو راہن نے قاضی کے حکم کے بغیر ادا کر دیا تو یہ تبرع اور احسان ہوگا، اس خرچ کو مرتہن سے لینا چاہے تو نہیں لے سکتا، لیکن اگر قاضی کے حکم سے ادا کیا تو مرتہن سے واپس لیگا۔ اسی طرح راہن پر غلام کا نفقہ واجب تھا مرتہن نے اس کو قاضی کے حکم کے بغیر ادا کر دیا تو راہن سے واپس نہیں لے سکے گا، لیکن قاضی کے حکم سے ادا کیا تو واپس لے سکے گا۔

وجہ : کیونکہ قاضی کی حکومت عام ہے اس لئے اس کی حکم سے دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ خود مرتہن نے ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔

ترجمہ :۲ امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے کہ اگر صاحب حاضر ہو اور پھر خرچ کر دیا تو واپس نہیں لیگا، چاہے قاضی کے حکم ہی سے کیوں نہ ہو، اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں [یعنی حاضر ہو یا غائب ہو] واپس لے سکتا ہے۔ یہ حجر کے فروع کا مسئلہ ہے۔

تشریح : یہ جزیہ ایک قاعدے پر متفرع ہے، امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ سامنے والا حاضر ہو اور قاضی اس پر حجر کر دے، یعنی اس کو مفلس قرار دے دے اور خرچ کرنے سے روک دے، تو حجر نہیں ہوگا۔ اور امام ابو یوسفؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ حجر ہو جائے گا۔

اب مرتہن حاضر ہے اور اس کو قاضی نے حجر قرار دے دیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حجر نہیں ہوا، اس کے باوجود راہن نے اس کا کرایہ ادا کر دیا تو یہ تبرع اور احسان ہوگا، اس لئے اس سے وصول نہیں کر پائے گا۔

اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حجر ہو جائے گا، اس لئے مرتہن حاضر ہو تب بھی اپنا دیا ہوا مال وصول کرے گا، اور غائب ہو تب بھی

﴿بَابُ مَا يَجُوزُ ارْتِهَانُهُ وَالِارْتِهَانُ بِهِ وَمَا لَا يَجُوزُ﴾

(۴۶۲)قَالَ :وَلَا يَجُوزُ رَهْنُ الْمُشَاعِ ﴿١ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَجُوزُ، ٢ وَلَنَا فِيهِ وَجْهَانِ: أَحَدُهُمَا يَبْتَنِي عَلَى حُكْمِ الرَّهْنِ، فَإِنَّهُ عِنْدَنَا ثُبُوتُ يَدِ الِاسْتِيفَاءِ، وَهَذَا لَا يُتَصَوَّرُ فِيمَا يَتَنَاوَلُهُ

اپنا دیا ہوا مال وصول کرے گا۔

﴿باب ما یجوز ارتھانہ و الارتھان بہ و ما لا یجوز﴾

ضروری نوٹ :اس باب میں یہ بیان کرے گا کہ کس چیز کو رہن پر رکھنا جائز ہے اور کس چیز کو رہن پر رکھنا جائز نہیں، مثلا کوئی چیز مشترک ہو تو اس کو رہن پر رکھنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ:(۴۶۲)نہیں جائز ہے مشترک چیز کو رہن رکھنا۔

اصول : شی ءمرہون دوسروں کی ملکیت سے بالکل الگ تھلگ ہو تب رہن پر رکھنا جائز ہوگا اور مرتہن کا مکمل قبضہ شمار ہوگا۔ کیونکہ آیت میں ہے فرھان مقبوضۃ(آیت ۲۸۳ سورۃ البقرۃ)

تشریح : جو چیز راہن اور دوسرے کے درمیان مشترک ہے ابھی تک تقسیم نہیں ہوئی ہے اس کو رہن پر رکھنا جائز نہیں ہے۔ اسی کو مشاع، کہتے ہیں۔

وجہ : آیت فرھان مقبوضۃ سے پتہ چلا کہ شی ءمرہون پر مرتہن کا مکمل قبضہ ہو اور یہ اسی وقت ہوگا جب وہ چیز مشترک نہ ہو بلکہ تقسیم ہو کر خالص راہن کی ملکیت ہو چکی ہو۔

لغت: المشاع : مشترک، غیر تقسیم شدہ۔

ترجمہ :١ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مشترک چیز کا رہن بھی جائز ہے۔

وجہ :(ا) جس طرح مشترک چیز کو بیچنا جائز ہے اسی طرح اس کو رہن پر رکھنا بھی جائز ہے، رہن رکھنا انکے یہاں مبیع کی طرح ہے۔(۲) ان کی دلیل یہ قول صحابی ہے۔ قال فی کتاب معاذ بن جبل من ارتھن ارضا فھو یحسب ثمرھا لصاحب الرھن (مصنف عبد الرزاق، باب ما یحل للمرتھن من الرھن، ج ثامن، ص ۱۸۹، نمبر ۱۵۱۵۱) اس قول صحابی میں ہے کہ کوئی زمین رہن پر رکھے تو اس کا پھل راہن کا ہوگا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ غیر متمیز زمین بھی رہن پر رکھ سکتا ہے۔

ترجمہ :٢ رہن کے بارے میں ہماری دو دلیلیں ہیں، [ا] ایک یہ کہ رہن کے حکم پر دار مدار ہے، ہمارے نزدیک ید استفاء کا ثابت کرنا ہے، پس جس چیز کا عقد ہو سکتا ہو اور وہ شرکت کی ہے اس میں رہن متصور نہیں ہے۔

تشریح : یہاں سے لمبی عبارت میں شرکت کی چیز کو رہن پر نہیں رکھ سکتے اس کی دو دلیل دے رہے ہیں غور سے سمجھیں [ا] رہن کے لئے ضروری ہے کہ پورے رہن پر قبضہ ہو تا کہ اس کی وجہ سے راہن مجبور ہو کر جلدی سے قرض ادا کر دے، اور شرکت

الْعَقْدُ وَهُوَ الْمُشَاعُ ۳؎ وَعِنْدَهُ الْمُشَاعُ يَقْبَلُ مَا هُوَ الْحُكْمُ عِنْدَهُ وَهُوَ تَعَيُّنُهُ لِلْبَيْعِ ۴؎ وَالثَّانِي أَنَّ مُوجِبَ الرَّهْنِ هُوَ الْحَبْسُ الدَّائِمُ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يُشْرَعْ إلَّا مَقْبُوضًا بِالنَّصِّ، أَوْ بِالنَّظَرِ إلَى الْمَقْصُودِ مِنْهُ وَهُوَ الِاسْتِيثَاقُ مِنْ الْوَجْهِ الَّذِي بَيَّنَّاهُ، وَكُلُّ ذَلِكَ يَتَعَلَّقُ بِالدَّوَامِ، وَلَا يُفْضِي إلَيْهِ إلَّا اسْتِحْقَاقُ الْحَبْسِ، وَلَوْ جَوَّزْنَاهُ فِي الْمُشَاعِ يَفُوتُ الدَّوَامُ؛ لِأَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ الْمُهَايَأَةِ فَيَصِيرُ كَمَا إذَا قَالَ رَهَنْتُك يَوْمًا وَيَوْمًا لَا، وَلِهَذَا لَا يَجُوزُ فِيمَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ وَمَا لَا يَحْتَمِلُهَا، ۵؎ بِخِلَافِ الْهِبَةِ حَيْثُ يَجُوزُ فِيمَا لَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ؛ لِأَنَّ الْمَانِعَ فِي الْهِبَةِ غَرَامَةُ الْقِسْمَةِ وَهُوَ فِيمَا يُقَسَّمُ، أَمَّا حُكْمُ الْهِبَةِ الْمِلْكُ وَالْمُشَاعُ يَقْبَلُهُ، وَهَا هُنَا الْحُكْمُ ثُبُوتُ يَدِ

کی چیز ہوگی تو پورے رہن پر قبضہ نہیں ہوا اس لئے اس کا رہن رکھنا بھی جائز نہیں، اسی کو، ید استفاء، کہتے ہیں۔[۲] اور دوسری دلیل یہ ہے کہ رہن میں ہمیشہ محبوس ہوتا ہے، اور شرکت ہوگی تو ایک دن مرتہن کے یہاں محبوس ہوگا، اور دوسرے دن محبوس نہیں ہوگا، تو ہمیشہ محبوس نہیں ہوا اس لئے شرکت کی چیز کو رہن رکھنا بھی درست نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۳؎ امام شافعیؒ کے نزدیک بیع کے لئے متعین ہونا قبول کرتا ہے، اس لئے رہن بھی رکھا جائے گا۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کی جانب سے دلیل ہے۔ انکے یہاں رہن بیع کے درجے میں ہے، اور شرکت کی چیز میں بیع ہوتی ہے اس لئے رہن بھی رکھنا جائز ہوگا۔

ترجمہ :۴؎ دوسری دلیل یہ ہے کہ رہن کا موجب ہمیشہ کا حبس ہے کیونکہ آیت میں ہے کہ مقبوض ہو اس سے مضبوط کرنا مقصود ہے، اور یہ سب دوام سے تعلق رکھتا ہے اور یہ حبس کے استحقاق تک پہونچائے گا، اور اگر شرکت جائز کر دیں تو دوام فوت ہو جائے گا، کیونکہ یہ باری باری قبضہ کرے گا، تو ایسا ہو جائے گا کہ ایک دن رہن پر رکھا اور دوسرے دن رہن پر نہیں رکھا، اس لئے جو چیز تقسیم ہو سکتی ہو اس کو بھی جو چیز تقسیم نہیں ہو سکتی ہے اس کو بھی رہن پر رکھنا جائز نہیں ہے۔

تشریح : یہ دوسری دلیل ہے۔ کہ رہن کا مقصد ہے ہمیشہ کا قبضہ کرنا، اور شرکت ہوگی تو ایک دن مرتہن قبضہ کرے گا اور دوسرے دن شریک قبضہ کرے گا اس طرح دوام نہیں ہوگا، اس لئے اس کا رہن رکھنا بھی جائز ہے۔ چاہے وہ تقسیم ہو سکتی ہو یا نہ ہو سکتی ہو۔

لغت : مہایات : باری باری۔ یفضی : پہونچائے گا۔

ترجمہ :۵؎ بخلاف ہبہ کے۔ جس کی تقسیم نہیں ہو سکتی ہو اس کا ہبہ جائز ہے، اس لئے کہ ہبہ میں مانع تقسیم کی مزدوری، جو تقسیم ہو سکتی ہے اسی میں یہ مزدوری پڑے گی، ہبہ کا حکم مالک ہونا، اور جس چیز مشترک ہے اس میں بھی مالک ہو سکتا ہے، اور رہن میں اس کا حکم مکمل قبضہ ہے اور شرکت اس کو قبول نہیں کرتی۔ چاہے تقسیم کا احتمال نہ بھی ہو۔

الِاسْتِيفَاءِ وَالْمُشَاعُ لَا يَقْبَلُهُ وَإِنْ كَانَ لَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ، ٦ وَلَا يَجُوزُ مِنْ شَرِيكِهِ؛ لِأَنَّهُ لَا يُقْبَلُ حُكْمُهُ عَلَى الْوَجْهِ الْأَوَّلِ وَعَلَى الْوَجْهِ الثَّانِي يَسْكُنُ يَوْمًا بِحُكْمِ الْمِلْكِ وَيَوْمًا بِحُكْمِ الرَّهْنِ فَيَصِيرُ كَأَنَّهُ رَهَنَ يَوْمًا وَيَوْمًا لَا ٧ وَالشُّيُوعُ الطَّارِئُ يَمْنَعُ بَقَاءَ الرَّهْنِ فِي رِوَايَةِ الْأَصْلِ، ٨ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهُ لَا يَمْنَعُ؛ لِأَنَّ حُكْمَ الْبَقَاءِ أَسْهَلُ مِنْ حُكْمِ الِابْتِدَاءِ فَأَشْبَهَ

تشریح : یہاں سے ہبہ میں اور رہن میں کیا فرق ہے اس کو بیان کر رہے ہیں۔ جس میں تقسیم ممکن ہے اس میں مالک پر تقسیم کی مزدوری پڑے گی اس لئے اس میں ہبہ جائز نہیں ہے، جو چیز تقسیم نہیں ہو سکتی ہو، جیسے پن چکی تو وہاں ہبہ جائز ہے، کیونکہ ہبہ کا مقصد مالک بننا ہے، اور مشترکہ چیز کا بھی مالک بن سکیا ہے اس لئے اسکا ہبہ جائز ہے۔، اور رہن کا مقصد مکمل قبضہ ہے مالک بننا نہیں ہے، اور شرکت میں مکمل قبضہ نہیں ہوگا اس لئے اسکا رہن بھی جائز نہیں ہے چاہے وہ چیز تقسیم ہو سکتی ہو یا نہ ہو سکتی ہو

ترجمہ :٦ شریک کے پاس ہی رہن رکھے تو بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ پہلی صورت [رہن پر مکمل قبضہ] پر حکم قبول نہیں کرے گا، اور دوسری صورت [دائمی حبس] میں ایک دن شریک کی ملکیت کے اعتبار سے قیام کرے گا اور دوسرے دن رہن کے حکم سے، تو ایسا ہوا کہ ایک دن رہن رکھا اور دوسرے دن نہیں رکھا [اس لئے یہ صورت بھی جائز نہیں۔

تشریح: یہاں بتا رہے ہیں کہ شیء مرہون میں جس آدمی کی شرکت نکل آئی اسی کے پاس رہن رکھے تو یہ بھی جائز نہیں ہے

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر پہلی صورت لی جائے، یعنی پورے رہن پر قبضہ [ید استیفاء] تو یہ بھی ممکن نہیں، کیونکہ آدھے چیز پر قبضہ خود شریک کی ملکیت کی وجہ سے ہے، اور آدھے رہن پر قبضہ رہن کے اعتبار سے ہوگا، اس طرح پورے رہن پر قبضہ نہیں ہوا، اس لئے اس طرح رہن رکھنا بھی درست نہیں۔ اور اگر دوسری صورت لی جائے، یعنی ہمیشہ کا حبس تو یہ صورت بھی نہیں ہوگی، کیونکہ مثلا مکان رہن پر ہے تو اس میں ایک دن اپنی ملکیت کی وجہ حبس ہوگا، اور دوسرے دن رہن کی وجہ سے ہوگا تو اس صورت میں حبس دوام نہیں ہوا اس لئے یہ صورت بھی جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :٧ طاری ہونے والی شرکت مبسوط کی روایت میں یہ ہے کہ رہن باقی نہیں رہے گا۔

تشریح :یہاں سے یہ بتا رہے ہیں کہ رہن رکھتے وقت شرکت نہیں تھی بعد میں شرکت ہوگئی تو، مبسوط میں ہے کہ رہن ختم ہو جائے گا۔ دلیل آگے آرہی ہے۔

ترجمہ : ٨ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ رہن ختم نہیں ہوگا اس لئے کہ باقی رہنا شروع سے زیادہ آسان ہے اس لئے ہبہ کی طرح ہوگیا۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت ہے کہ شروع ہی سے شرکت ہو یہ مشکل ہے اور رہن رکھنے کے بعد شرکت ہو جائے یہ آسان ہے اس لئے رہن ختم نہیں ہوگا، جیسے ہبہ میں بعد میں شرکت ہو جائے تو ہبہ برقرار رہتا ہے۔

الْهِبَةَ ۹ وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّ الِامْتِنَاعَ لِعَدَمِ الْمَحَلِّيَّةِ وَمَا يَرْجِعُ إلَيْهِ، فَالِابْتِدَاءُ وَالْبَقَاءُ سَوَاءٌ كَالْمَحْرَمِيَّةِ فِي بَابِ النِّكَاحِ، ١٠ بِخِلَافِ الْهِبَةِ؛ لِأَنَّ الْمُشَاعَ يَقْبَلُ حُكْمَهَا وَهُوَ الْمِلْكُ، وَاعْتِبَارُ الْقَبْضِ فِي الِابْتِدَاءِ لِنَفْيِ الْغَرَامَةِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ، وَلَا حَاجَةَ إلَى اعْتِبَارِهِ فِي حَالَةِ الْبَقَاءِ وَلِهَذَا يَصِحُّ الرُّجُوعُ فِي بَعْضِ الْهِبَةِ، وَلَا يَجُوزُ فَسْخُ الْعَقْدِ فِي بَعْضِ الرَّهْنِ(٤٦٣) قَالَ :وَلَا رَهْنُ ثَمَرَةٍ عَلَى رُءُوسِ النَّخِيلِ، وَلَا زَرْعِ الْأَرْضِ دُونَ الْأَرْضِ، وَلَا رَهْنُ النَّخِيلِ فِي الْأَرْضِ دُونَهَا﴾ ١ لِأَنَّ الْمَرْهُونَ مُتَّصِلٌ بِمَا لَيْسَ بِمَرْهُونٍ خِلْقَةً فَكَانَ فِي مَعْنَى الشَّائِعِ

ترجمہ :۹ پہلی روایت کی وجہ یہ ہے کہ محل نہ ہونے کی وجہ سے قبضہ مکمل نہیں ہوا اس لئے ابتداء اور بقاء برابر ہے جیسے نکاح کے باب میں ابتداء اور بقاء برابر ہے۔

تشریح: مبسوط کی جو روایت اوپر گزری اس میں تھا کہ بعد میں شرکت ہوئی تب بھی رہن ختم ہو جائے گا،

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ بعد میں شرکت کی وجہ سے بھی وہ رہن کا محل نہیں رہا اس لئے رہن ختم ہو جائے گا اور اس میں شروع اور بعد میں برابر ہے، جیسے ذی رحم محرم سے نکاح کرنا، ابتداء میں حرام ہے اور درمیان بھی حرام ہے، اسی طرح درمیان میں بھی رہن کا محل نہیں رہا تو رہن ختم ہو جائے گا۔

ترجمہ :١٠ بخلاف ہبہ کے اس لئے کہ اس میں شرکت میں بھی ملکیت ہو جاتی ہے، اور شروع میں قبضے کا اعتبار تقسیم کی مزدوری کو ختم کرنے کے لئے ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا، اور بقاء کی حالت میں اس کی ضرورت نہیں ہے اسی لئے بعض ہبہ میں رجوع کرنا جائز ہے اور رہن کے بعض عقد کو فسخ کرنا جائز نہیں ہے

تشریح :ہبہ کا مقصد ملکیت ہے اس لئے شرکت ہو تب بھی ہبہ کے ذریعہ ملکیت ہو جائے گی، اور جو ہبہ تقسیم کے قابل ہو اس میں شروع میں اس لئے نہیں جائز قرار دیا کہ ہبہ کرنے والے کو تقسیم کا خرچ پڑے گا اور درمیان میں یہ خرچ نہیں پڑے گا اس لئے ہبہ نہیں ٹوٹے گا، یہ وجہ ہے کہ ہبہ کر دیا اور بعد میں بعض ہبہ کو واپس کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور اس سے ہبہ نہیں ٹوٹے گا، اور رہن کرنے کے بعد بعض رہن کو واپس لینا چاہے تو نہیں لے سکتا، پورا رہن ختم ہو جائے گا۔

ترجمہ :(٤٦٣) نہیں جائز ہے پھل کا رہن رکھنا درخت کے اوپر بغیر درخت کے اور نہ کھیتی کا رہن رکھنا زمین میں بغیر زمین کے، اور کھجور کے درخت کو رہن پر رکھے بغیر زمین کے۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ رہن رکھی ہوئی چیز ایسی چیز کے ساتھ متصل ہے جو خلقۃ رہن نہیں ہے، اس لئے یہ شرکت ہو گئی [اس لئے جائز نہیں ہوگا]

اصول: شرکت کی چیز کو رہن پر رکھنا جائز نہیں ہے۔

(۴۶۴) وَكَذَا إذَا رَهَنَ الْأَرْضَ دُونَ النَّخِيلِ أَوْ دُونَ الزَّرْعِ أَوْ النَّخِيلِ دُونَ الثَّمَرِ ﴾ ل لِأَنَّ الِاتِّصَالَ يَقُومُ بِالطَّرَفَيْنِ، فَصَارَ الْأَصْلُ أَنَّ الْمَرْهُونَ إذَا كَانَ مُتَّصِلًا بِمَا لَيْسَ بِمَرْهُونٍ لَمْ يَجُزْ؛ لِأَنَّهُ لا يُمْكِنُ قَبْضُ الْمَرْهُونِ وَحْدَهُ ٢ وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ رَهْنَ الْأَرْضِ بِدُونِ الشَّجَرِ جَائِزٌ؛ لِأَنَّ الشَّجَرَ اسْمٌ لِلنَّابِتِ فَيَكُونُ اسْتِثْنَاءُ الْأَشْجَارِ بِمَوَاضِعِهَا، بِخِلَافِ مَا إذَا رَهَنَ الدَّارَ دُونَ الْبِنَاءِ؛ لِأَنَّ الْبِنَاءَ اسْمٌ لِلْمَبْنَى فَيَصِيرُ رَاهِنًا جَمِيعَ الْأَرْضِ وَهِيَ مَشْغُولَةٌ بِمِلْكِ

تشریح : یہاں تین قسم کے مسئلے ہیں[۱] پھل درخت پر لگے ہوئے ہیں ایسی صورت میں پھل رہن رکھ رہا ہے اور درخت رہن پر نہیں رکھ رہا ہے تو یہ جائز نہیں۔

[۲] اسی طرح کاشت زمین میں لگی ہوئی ہے اور صرف کاشت رہن پر رکھے اور زمین رہن پر نہ رکھے تو جائز نہیں۔

[۳] اسی طرح کھجور کا درخت رہن پر رکھے اور زمین رہن پر نہ رکھے تو شرکت ہوگئی اس لئے جائز نہیں ہے

وجه : پھل درخت کے ساتھ پیدائشی طور پر متصل ہے اس لئے شیء مرہون درخت سے متمیز نہیں ہوا اور الگ نہیں ہوا اس لئے مرتہن کا پورا قبضہ نہیں ہو سکے گا اور آیت کی رو سے پہلے گزر چکا ہے کہ مرتہن کا رہن پر پورا قبضہ ہونا چاہئے۔ اس لئے پھل کو درخت پر رہتے ہوئے رہن رکھے تو یہ رہن صحیح نہیں ہے۔ یہی حال کاشت اور زمین کا ہے، اور یہی حال درخت اور زمین کا ہے کہ پیدائشی طور پر درخت زمین کے ساتھ چپکا ہوا ہے، اور اس کو رہن پر نہیں رکھ رہا ہے، اور درخت کو رہن پر رکھ رہا ہے تو یہ شرکت ہوگئی اس لئے رہن جائز نہیں ہے۔

ترجمه : (۴۶۴) ایسے ہی زمین رہن پر رکھا اور درخت رہن پر نہیں رکھا، یا کاشت رہن پر نہیں رکھا، یا درخت رہن پر رکھا اور پھل رہن پر نہیں رکھا تو رہن نہیں ہوگا۔

ترجمه : ل اس لئے کہ دونوں طرف سے اتصال قائم ہے، تو ایسا ہوا کہ شیء مرہون ایسی چیز کے ساتھ متصل ہو جو رہن پر نہیں ہے تو یہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ تنہا رہن کی چیز پر قبضہ نہیں کر سکتا۔

تشریح: ان مثالوں میں اعلی چیز رہن پر رکھا اور ادنی چیز رہن پر نہیں رکھا تب بھی وہی حکم ہے کہ رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

وجه : کیونکہ یہاں بھی اتصال ہے اور ایک چیز کو رہن پر رکھ رہا ہے اور دوسری چیز کو نہیں رکھ رہا ہے تو شرکت کی وجہ سے رہن صحیح نہیں ہوگا۔

لغت : زرع : کھیتی، کاشت۔

ترجمه : ۲ امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت ہے کہ زمین کو بغیر درخت کے رہن پر رکھے تو جائز ہے، اس لئے کہ درخت اگنے والے کا نام ہے تو درخت کے ساتھ اس کی زمین بھی الگ ہو جائے گی، بخلاف جبکہ گھر رہن پر رکھے بغیر عمارت کے تو گھر نام

الـرَّاهِنِ ٣ وَلَـوْ رَهَـنَ الـنَّـخِيـلَ بِـمَـوَاضِـعِهَـا جَازَ ؛ لِأَنَّ هَذِهِ مُجَاوِرَةٌ وَهِيَ لَا تَمْنَعُ الصِّحَّةَ (٤٦٥)وَلَـوْ كَانَ فِيهِ ثَمَرٌ يَدْخُلُ فِي الرَّهْنِ﴾ ١ لِأَنَّـهُ تَابِعٌ لِاتِّصَالِهِ بِهِ فَيَدْخُلُ تَبَعًا تَصْحِيحًا لِلْعَقْدِ، ٢ بِخِلَافِ الْبَيْعِ؛ لِأَنَّ بَيْعَ النَّخِيلِ بِدُونِ الثَّمَرِ جَائِزٌ، وَلَا ضَرُورَةَ إِلَى إِدْخَالِهِ مِنْ غَيْرِ

ہے عمارت کا تو پوری زمین رہن پر ہو جائے گی، حالانکہ زمین تو راہن کی ملکیت ہے۔

تشریح :امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے زمین کو رہن پر رکھا اور درخت کی زمین رہن پر نہیں رکھا تو یوں سمجھا جائے گا کہ درخت کو بھی رہن پر نہیں رکھا اور اس کی جڑ میں جو زمین ہے اس کو بھی رہن پر نہیں رکھا، تو چونکہ زمین اور درخت دونوں مستثنی ہیں اس لئے یہ صورت جائز ہوگی۔ اس کے برخلاف یہ کہا کہ گھر رہن پر ہے اور اس کی عمارت رہن پر نہیں ہے تو رہن جائز نہیں، کیونکہ عمارت کا ہی نام گھر ہے، اور عمارت راہن کا ہے اس لئے شرکت کی وجہ سے رہن جائز نہیں ہوگا۔

لغت:اشجار بمواضعها : درخت اور اس کی جڑ میں جو زمین ہے وہ مراد ہے۔

ترجمہ :٣ درخت کو اس کی جڑ کی جگہ کے ساتھ رہن پر رکھا تو جائز ہے۔ اس لئے کہ یہ درخت وقتی طور پر متصل ہے ہمیشہ کے لئے متصل نہیں ہے اس لئے رہن صحیح ہے۔

تشریح: درخت کو اس کی جڑ میں جو زمین ہے اس کے ساتھ رہن پر رکھا تو جائز ہے۔

وجہ:اس کی وجہ یہ ہے کہ، درخت کی پیدائش خلقی نہیں ہے بلکہ وقتی طور پر ہے اس لئے جائز ہو جائے گا۔

لغت: النخيل بمواضعها : درخت اپنے جڑ کی زمین کے ساتھ۔ مجاورة: منطقی محارہ ہے، جو پیدائشی نہ ہو۔

ترجمہ :(٤٦٥) اگر درخت میں کھجور ہے تو کھجور بھی رہن میں داخل ہو جائے گا۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ درخت کے ساتھ متصل ہونے کی وجہ سے اس کے تابع ہے اس لئے عقد رہن کو صحیح کرنے کے لئے تبعا داخل ہو جائے گا۔

تشریح: درخت کو اس کی جڑ کی زمین کے ساتھ رہن پر رکھا تو اس میں کھجور ہے وہ بھی رہن میں داخل ہو جائے گا۔

وجہ :(۱) اگر کھجور رہن میں داخل نہ کریں تو شرکت ہو جائے گی اور رہن درست نہیں ہوگا، اس لئے رہن کو درست کرنے کے لئے کھجور بھی رہن میں داخل کیا جائے گا (۲) کھجور درخت کے ساتھ متصل ہے اس لئے بھی اس کے تابع ہو کر راہن میں داخل ہونا چاہئے۔

ترجمہ :٢ بخلاف بیع کے [پھل داخل نہیں ہوگا] اس لئے کہ درخت کی بیع بغیر کھجور کے جائز ہے، اور بغیر ذکر کئے اس کو بیع میں داخل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح : کھجور کا درخت بیچا اور اس پر لگا ہوا پھل نہیں بیچا تو پھل بیع میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ یہاں داخل کرنے کی ضرورت

ذِكْرٍ، ٣ وَبِخِلَافِ الْمَتَاعِ فِي الدَّارِ حَيْثُ لَا يَدْخُلُ فِي رَهْنِ الدَّارِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرِهِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِتَابِعٍ بِوَجْهٍ مَا، ٤ وَكَذَا يَدْخُلُ الزَّرْعُ وَالرَّطْبَةُ فِي رَهْنِ الْأَرْضِ وَلَا يَدْخُلُ فِي الْبَيْعِ لِمَا ذَكَرْنَا فِي الثَّمَرَةِ (٤٦٦)(وَيَدْخُلُ الْبِنَاءُ وَالْغَرْسُ فِي رَهْنِ الْأَرْضِ وَالدَّارِ وَالْقَرْيَةِ) ١ لِمَا

نہیں ہے، لیکن رہن میں پھل کو داخل کئے بغیر شرکت ہو جائے گی اس لئے رہن میں پھل ذکر کئے بھی داخل ہو جائے گا۔

ترجمہ : ٣ بخلاف گھر میں رکھے ہوئے سامان کے سامان کے ذکر کے بغیر رہن میں داخل نہیں ہوگا، اس لئے کہ سامان کسی بھی اعتبار سے گھر کے تابع نہیں ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ پھل درخت کے ساتھ متصل ہے اس لئے وہ رہن میں داخل ہوگا، اور سامان گھر کے ساتھ متصل نہیں ہے اس لئے وہ رہن میں داخل نہیں ہوگا۔

تشریح : گھر کو رہن پر رکھا اور اس میں جو سامان ہے اسکو رہن پر رکھنے کا ذکر نہیں کیا تو گھر کا سامان رہن میں داخل نہیں ہوگا

وجہ : (١) سامان گھر سے بالکل الگ چیز ہے، گھر کے تابع نہیں ہے اس لئے وہ رہن میں داخل نہیں ہوگا، سامان جب چاہے اٹھا کر لے جائے اس سے گھر میں شرکت نہیں ہوتی، اس لئے سامان کے ذکر کئے بغیر گھر کو رہن پر رکھا تو رہن درست ہے۔

ترجمہ : ٤ ایسے ہی زمین کے رہن رکھنے میں کاشتکاری اور برسیم داخل ہو جائیں گے، اور بیع میں داخل نہیں ہوں گے، اس دلیل کی وجہ سے جو پھل میں ہم نے ذکر کیا۔

اصول : جس چیز کو داخل کئے بغیر رہن درست نہیں وہ خود بخود داخل ہو جائے گا۔

اصول : جس چیز کو داخل کئے بغیر بیع درست ہے، بیع کے وقت اس کو داخل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح : کھیتی اور گھاس زمین کے ساتھ متصل ہے اس لئے اس کو داخل کئے بغیر رہن درست نہیں ہے، اس لئے اس کو ذکر کئے بغیر بھی وہ دونوں زمین کے رہن میں داخل ہو جائیں گے، اور زمین بیچے اور کھیتی نہ بیچے تو بھی بیع جائز ہو جائے گی اس لئے بیع میں اس کو داخل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ کھیتی اور گھاس کو رہن میں داخل نہیں کریں گے تو زمین کو رہن پر رکھنا ہی درست نہیں ہوگا، اس لئے زمین کے رہن میں کھیتی اور گھاس داخل ہو جائیں گے، اور زمین کے بیچنے میں کھیتی اور گھاس داخل نہیں ہوتے اس لئے اس کو داخل کئے بغیر بھی زمین کی بکری ہو جائے گی۔

لغت : رطبۃ : برسیم۔ گھاس۔ زرع : کھیتی، کاشتکاری۔

ترجمہ : (٤٦٦) زمین کو رہن رکھنے میں عمارت اور کھیتی داخل ہو جائے گی، اور گھر اور گاؤں کے رکھنے میں عمارت اور کھیتی

ذَكَرْنَا (٤٦٧)وَلَوْ رَهَنَ الدَّارَ بِمَا فِيهَا جَازَ(٤٦٨)وَلَوْ اسْتَحَقَّ بَعْضَهُ، إنْ كَانَ الْبَاقِي يَجُوزُ ابْتِدَاءُ الرَّهْنِ عَلَيْهِ وَحْدَهُ بَقِيَ رَهْنًا بِحِصَّتِهِ وَإِلَّا بَطَلَ كُلُّهُ ﴿١ لِأَنَّ الرَّهْنَ جُعِلَ كَأَنَّهُ مَا وَرَدَ إلَّا عَلَى الْبَاقِي، ٢ وَيَمْنَعُ التَّسْلِيمَ كَوْنُ الرَّاهِنِ أَوْ مَتَاعِهِ فِي الدَّارِ الْمَرْهُونَةِ، وَكَذَا مَتَاعُهُ فِي

داخل ہوگی۔

ترجمه :۱ اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کی۔

تشریح: زمین کے ساتھ درخت کا تعلق اور گاؤں کے ساتھ عمارت کا تعلق اتصال کا تعلق ہے، اس لئے زمین رہن پر رکھا تو کھیتی بھی رہن میں داخل ہو جائے گی، اور گاؤں کو رہن پر رکھا تو عمارت بھی رہن میں داخل ہو جائے گی، ورنہ شرکت ہوگی اور رہن فاسد ہو جائے گا، اسی طرح دار کا تعلق عمارت کے ساتھ اتصال کا تعلق ہے، اس لئے اگر دار کو رہن پر رکھا تو عمارت بھی رہن میں داخل ہوگی، ورنہ شرکت کی وجہ سے رہن فاسد ہو جائے گا۔

اصول: اصول گزر چکا ہے کہ شرکت ہوگی تو رہن فاسد ہو جائے گا۔

ترجمه : (۴۶۷) گھر اور جو اس میں ہے سب کو رہن پر رکھا تو جائز ہے۔

تشریح: اس صورت میں گھر اور اس میں جو سامان ہے سب رہن پر ہو جائے گا، اور رہن صحیح ہو جائے گا۔

وجه: کیونکہ یہاں دونوں رہن پر ہونے کی وجہ سے شرکت نہیں ہوئی اس لئے رہن صحیح ہو جائے گا۔

ترجمه : (۴۶۸) اگر رہن کا بعض حصہ کسی کا مستحق نکل گیا تو اگر باقی حصہ اتنا رہ گیا کہ اس پر ابتداء رہن صحیح ہو تو باقی حصے پر رہن صحیح رہے گا، اور اگر باقی حصے پر ابتداء رہن صحیح نہ ہو تو پورا رہن باطل ہو جائے گا۔

ترجمه :۱ اس لئے کہ ایسا مانا جائے گا کہ باقی حصے پر ہی رہن واقع ہوا۔

تشریح: مثلا گھر رہن پر رکھا بعد میں اس میں کسی کا آدھا حصہ نکل گیا، اب یوں دیکھو کہ باقی آدھا شروع سے رہن پر رکھتا تو رہن صحیح ہوتا تو یہ باقی رہن پر برقرار رہے گا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ اس باقی ہی پر رہن واقع ہوا ہے، اور اگر اس باقی پر شروع سے رہن رکھنا جائز نہیں ہوتا تو شرکت کی وجہ سے دونوں حصے کا رہن باطل ہو جائے گا۔

وجه: جب باقی حصہ رہن پر رکھنا جائز ہوا تو رہن درست ہو گیا۔

ترجمه :۲ راہن یا اس کا سامان مرہونہ گھر میں ہو تو رہن کو سپرد کرنا نہیں سمجھا جائے گا، ایسے ہی مرہون برتن کے اندر راہن کا سامان ہو تو سپرد کرنا نہیں سمجھا جائے گا۔

اصول: شیء مرہون راہن کے سامان سے خالی ہو تب سمجھا جائے گا کہ شیء مرہون سپرد کر دیا۔

تشریح: یہاں سے یہ بتا رہے ہیں کہ کب سمجھا جائے گا کہ شیء مرہون کو مرتہن کو سپرد کر دیا۔ اس میں یہ قاعدہ ہے کہ راہن کے سامان سے مرہون خالی ہو اور سپرد کرے تو سپرد سمجھا جائے گا، اس کی سات مثالیں دے رہے ہیں

الْوِعَاءِ الْمَرْهُونِ، ۳؎ وَيَمْنَعُ تَسْلِيمَ الدَّابَّةِ الْمَرْهُونَةِ الْحَمْلُ عَلَيْهَا فَلَا يَتِمُّ حَتَّى يُلْقِيَ الْحِمْلَ؛ لِأَنَّهُ شَاغِلٌ لَهَا، ۴؎ بِخِلَافِ مَا إذَا رَهَنَ الْحِمْلَ دُونَهَا حَيْثُ يَكُونُ رَهْنًا تَامًّا إذَا دَفَعَهَا إلَيْهِ؛ لِأَنَّ الدَّابَّةَ مَشْغُولَةٌ بِهِ فَصَارَ كَمَا إذَا رَهَنَ مَتَاعًا فِي دَارٍ أَوْ فِي وِعَاءٍ دُونَ الدَّارِ وَالْوِعَاءِ، ۵؎ بِخِلَافِ مَا إذَا رَهَنَ سَرْجًا عَلَى دَابَّةٍ أَوْ لِجَامًا فِي رَأْسِهَا وَدَفَعَ الدَّابَّةَ مَعَ السَّرْجِ وَاللِّجَامِ حَيْثُ لَا يَكُونُ رَهْنًا حَتَّى يَنْزِعَهُ مِنْهَا ثُمَّ يُسَلِّمَهُ إلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ مِنْ تَوَابِعِ الدَّابَّةِ بِمَنْزِلَةِ الثَّمَرَةِ

---

[۱] رہن رکھا ہوا گھر میں خود راہن موجود ہے تو رہن کا سپرد کرنا نہیں سمجھا جائے گا۔
[۲] رہن شدہ گھر میں راہن کا سامان موجود ہے تو سپرد نہیں سمجھا جائے گا
[۳] رہن شدہ برتن میں راہن کا سامان موجود ہے تو سپرد نہیں سمجھا جائے گا۔ وعاء: کا ترجمہ ہے، برتن۔

وجہ: کیونکہ شیء مرہون خود راہن سے یا راہن کے سامان سے خالی نہیں ہے، اس لئے شیء مرہون کو سپرد کرنا نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ قاعدہ گزرا کہ شیء مرہون راہن سے یا راہن کے سامان سے خالی ہونا چاہئے۔

ترجمہ: ۳؎ رہن شدہ جانور پر راہن کا بوجھ ہو تو سپردگی نہیں ہوگی، یہاں تک کہ بوجھ کو اتار دے، اس لئے کہ بوجھ جانور کو مشغول کئے ہوا ہے۔

تشریح: [۴] یہ چوتھی مثال ہے۔ جانور رہن پر رکھا اور اس پر راہن کا بوجھ ہے تو سپردگی نہیں ہوگی،

وجہ: کیونکہ بوجھ نے جانور کو مشغول کر رکھا ہے۔ ہاں بوجھ اتار دے اور جانور کو سپرد کرے تب سپردگی ہوگی۔

ترجمہ ۴؎ بخلاف بوجھ کو رہن پر رکھا اور جانور کو رہن پر نہیں رکھا تو رہن تام ہو جائے گا اگر جانور کو مرتہن کے حوالے کر دے اس لئے کہ جانور بوجھ کے ساتھ مشغول ہے، تو ایسا ہو گیا کہ سامان کو رہن پر رکھا جبکہ وہ سامان گھر میں تھا، یا برتن میں تھا

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بوجھ نے جانور کو مشغول کر رکھا ہے، اس لئے بوجھ اور جانور دونوں کو سپرد کیا تو بوجھ کو سپرد کرنا سمجھا جائے گا۔

تشریح: [۵] یہ پانچویں مثال ہے۔ بوجھ رہن پر رکھا اور جانور رہن پر نہیں رکھا، اور جانور اور بوجھ مرتہن کے حوالے کر دیا تو بوجھ کو سپرد کرنا سمجھا جائے گا۔

وجہ: اس لئے کہ بوجھ جانور کے ساتھ مشغول نہیں ہے بلکہ جانور بوجھ کے ساتھ مشغول ہے۔ اس کی دو مثالیں اور دے رہے ہیں [۱] سامان رہن پر رکھا، اور گھر رہن پر نہیں رکھا، اور گھر حوالہ کر دیا تو سامان حوالہ سمجھا جائے گا [۲] یا سامان برتن میں تھا، اور سامان کو رہن پر رکھا اور برتن رہن پر نہیں رکھا، اور برتن حوالہ کر دیا تو سامان سپرد کرنا سمجھا جائے گا، کیونکہ سامان مشغول نہیں ہے بلکہ گھر سامان کے ساتھ مشغول ہے۔

لِلنَّخِيلِ حَتَّى قَالُوا يَدْخُلُ فِيهِ مِنْ غَيْرِ ذِكْرٍ. (۴۶۹) قَالَ :وَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ بِالْأَمَانَات كَالْوَدَائِعِ وَالْعَوَارِيّ وَالْمُضَارَبَاتِ (وَمَالِ الشِّرْكَةِ﴾ ١ لِأَنَّ الْقَبْضَ فِي بَابِ الرَّهْنِ قَبْضٌ

ترجمہ :۵ بخلاف گھوڑے پر زین تھا اس کو رہن پر رکھا، یا گھوڑے کے سر میں لگام تھا اس کو رہن پر رکھا، اور گھوڑے کو زین اور لگام کے ساتھ مرتہن کو دے دیا تو سپرد کرنا نہیں سمجھا جائے گا، جب تک کہ زین اور لگام کو نکال نہ لے اور پھر مرتہن کو سپرد کرے، اس لئے کہ زین اور لگام جانور کے تابع ہے، جیسے کہ پھل درخت کے تابع ہے، یہاں تک کہ کہا کہ گھوڑا رہن پر رکھا تو زین اور لگام بغیر ذکر کئے ہوئے رہن میں داخل ہو جائے گا

تشریح :[٦] یہ چھٹی اور ساتویں مثال ہے۔ زین اور لگام گھوڑے کے تابع ہیں اس لئے گھوڑے پر رہتے ہوئے زین اور لگام کو سپرد کیا، تو سپرد نہیں سمجھا جائے گا،

وجہ کیونکہ یہاں زین اور لگام گھوڑے کے ساتھ مشغول ہیں چنانچہ مشائخ نے کہا کہ اگر گھوڑا رہن پر رکھا، اور اس پر زین اور لگام ہیں تو اسکا ذکر کئے بغیر یہ رہن میں داخل ہو جائیں گے، جیسے پھل کے ذکر کئے بغیر درخت کے رہن میں داخل ہو جاتا ہے

نوٹ: یہ سات مثالیں دیں، جن میں راہن کی چیز شیء مرہون میں تھی اس لئے رہن کع سپرد کرنا نہیں سمجھا گیا۔

ترجمہ: (۴۶۹) اور نہیں صحیح ہے رہن پر رکھنا امانتوں بدلے میں جیسے امانت کی چیزیں اور مانگی ہوئی چیزیں اور مضاربت کا مال اور شرکت کا مال۔

اصول :جس مال کے ہلاک ہونے سے اس کی قیمت لازم نہیں ہوتی اس کے بدلے میں رہن پر رکھنا جائز نہیں ہے، جیسے امانت کا مال ہلاک ہو جائے تو اس کی قیمت لازم نہیں ہوتی۔

تشریح: وہ مال جو کسی کے پاس امانت کے طور پر رکھا ہوا ہے اس کے بدلے میں کسی چیز کو رہن پر رکھنا جائز نہیں۔ مثلا زید نے عمر کے پاس سو درہم امانت کے طور پر رکھا تو اب عمر سے رہن لینا جائز نہیں۔ یا زید نے عمر کے پاس گائے عاریت پر رکھی، اب اس گائے کے بدلے رہن پر کوئی چیز لینا جائز نہیں ہے۔ یا زید نے عمر کا مضاربت کا مال دیا، اب اس مال مضاربت کے بدلے رہن پر کسی چیز کا لینا جائز نہیں ہے۔

وجہ :(۱) رہن تو ان مالوں کے بدلے میں لیتے ہیں کہ اگر وہ ہلاک ہو جائے تو رہن کے مال سے اس کو وصول کیا جائے، اور یہاں تو امانت کا مال ہلاک ہو جائے تو اس کے بدلے میں کچھ لازم نہیں ہوتا ہے، اس لئے اس کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

لغت:الودائع ودیعۃ کی جمع ہے امانت کا مال۔ العواری : عاریۃ کی جمع ہے مانگی ہوئی چیز۔ المضاربات : وہ مال جو بیع مضاربت کرنے کے لئے لیا ہو۔ مال الشرکۃ : شرکت کا مال، اس میں آدھا دوسرے کی امانت ہوتی ہے اور آدھا یا چوتھائی اپنا مال ہوتا ہے۔ اس کے بدلے بھی رہن پر رکھنا جائز نہیں ہے۔

مَضْمُونٌ فَلا بُدَّ مِنْ ضَمَانٍ ثَابِتٍ لِيَقَعَ الْقَبْضُ مَضْمُونًا وَيَتَحَقَّقَ اسْتِيفَاءُ الدَّيْنِ مِنْهُ ٢ وَكَذَلِكَ لَا يَصِحُّ بِالْأَعْيَانِ الْمَضْمُونَةِ بِغَيْرِهَا كَالْمَبِيعِ فِي يَدِ الْبَائِعِ ؛ لِأَنَّ الضَّمَانَ لَيْسَ بِوَاجِبٍ، فَإِنَّهُ إذَا هَلَكَ الْعَيْنُ لَمْ يَضْمَنْ الْبَائِعُ شَيْئًا لَكِنَّهُ يَسْقُطُ الثَّمَنُ وَهُوَ حَقُّ الْبَائِعِ فَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ ٣ فَأَمَّا الْأَعْيَانُ الْمَضْمُونَةُ بِعَيْنِهَا وَهُوَ أَنْ يَكُونَ مَضْمُونًا بِالْمِثْلِ أَوْ بِالْقِيمَةِ عِنْدَ هَلَاكِهِ مِثْلَ الْمَغْصُوبِ وَبَدَلِ الْخُلْعِ وَالْمَهْرِ وَبَدَلِ الصُّلْحِ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ يَصِحُّ الرَّهْنُ بِهَا؛ لِأَنَّ الضَّمَانَ مُتَقَرِّرٌ، فَإِنَّهُ إنْ كَانَ قَائِمًا وَجَبَ تَسْلِيمُهُ، وَإِنْ كَانَ هَالِكًا تَجِبُ قِيمَتُهُ فَكَانَ

ترجمہ :۱ اس لئے کہ رہن کے باب میں قبضہ مضمون ہوتا ہے، اس لئے ضمان ثابت ہونا ضروری ہے، تا کہ یہ قبضہ مضمون ہو جائے، اور شیء مرہون سے قرض وصول کرنا متحقق ہو جائے۔

تشریح : یہ متن کی دلیل عقلی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ رہن اس چیز کے بدلے میں رکھا جاتا ہے جس کا ضمان لازم ہوتا ہو، تا کہ اگر قرض ادا نہ ہو تو رہن سے اپنا قرض وصول کرے، اور امانت ایسی چیز ہے کہ اس کے ہلاک ہونے سے اس کا ضمان لازم نہیں ہوتا اس لئے اس کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

لغت: استیفاء الدین: قرض وصول کرنا۔

ترجمہ :۲ ایسے ہی مضمون بغیرھا، کے بدلے رہن رکھنا جائز نہیں، جیسے مبیع بائع کے ہاتھ میں ہو، اس لئے کہ مبیع ہلاک ہو جائے تو بائع پر ضمان واجب نہیں ہوتا، البتہ اس مبیع کی قیمت ساقط ہو جاتی ہے، جو بائع کا حق ہے، اس لئے مبیع کو رہن پر رکھنا جائز نہیں ہے۔

لغت : اعیان مضمون بغیرھا: یہ منطقی محاورہ ہے، مبیع بائع کے ہاتھ میں ہو اور ہلاک ہو جائے تو بائع پر اس کا ضمان لازم نہیں ہوتا، کیونکہ ابھی یہ اسی کی چیز ہے، البتہ اس ہلاک کی وجہ سے اب مشتری سے اس کی قیمت نہیں لے سکتا۔ اس مبیع کو, مضمون بغیرھا، کہتے ہیں ۔مضمون بعینھا: جس چیز کے ہلاک ہونے سے اس کی قیمت لازم ہو، یا اس کی مثل لازم ہو تو اس کو, مضمون بعینھا، کہتے ہیں

تشریح: مبیع مضمون بغیرھا ہے اس لئے اس کے بدلے مشتری سے رہن لے یہ جائز نہیں ہے۔

وجہ : کیونکہ اگر مبیع ہلاک ہو جائے تو بائع پر کچھ لازم نہیں ہوتا ہے، البتہ اس کی قیمت نہیں ملتی، اس لئے مبیع کے بدلے مشتری سے رہن لینا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :۳ وہ اعیان جو مضمون بعینھا ہے، یعنی اس کے ہلاک ہونے سے اس کی مثل لازم ہو، یا اس کی قیمت لازم ہو، مثال کے طور پر غصب کیا ہوا مال، اور خلع کا بدل، اور مہر، اور قتل عمد سے صلح کا بدل تو ان چیزوں کے بدلے میں رہن درست

رَهْنًا بِمَا هُوَ مَضْمُونٌ فَيَصِحُّ. (۴۷۰)قَالَ :وَالرَّهْنُ بِالدَّرَكِ بَاطِلٌ وَالْكَفَالَةُ بِالدَّرَكِ

ہے،اس لئے کہ اس کا ضمان مقرر ہے،اگر وہ چیز خود موجود ہے تو اسی چیز کو سپرد کرنا ہوگا،اور اگر ہلاک ہو جائے تو اس کی قیمت واجب ہوگی،پس رہن ایسی چیز کے بدلے میں ہوا جو مضمون بعینھا ہے،اس لئے رہن صحیح ہوگا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جو چیز مضمون بعینہ ہو اس کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے،اور جو مضمون بغیرہ ہو اس کے بدلے رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

تشریح : جو چیز مضمون بعینہ ہو،یعنی اس کے ہلاک ہونے سے اگر وہ ذواۃ الامثال ہو تو اس کی مثل لازم ہوتی ہو،جیسے گیہوں ہلاک ہو جائے تو گیہوں کے مثل گیہوں لازم ہوتا ہے،اور ذواۃ القیم ہو تو اس کی قیمت لازم ہوتی ہو،جیسے گائے ہلاک ہو جائے تو اس کی قیمت لازم ہوتی ہے،کیونکہ گائے ذواۃ القیم ہے،تو ایسی چیزوں کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے،مصنف اس کے لئے چار مثالیں دے رہے ہیں۔

[۱] زید نے عمر کا مال غصب کیا،تو زید پر عمر کا مال واپس کرنا لازم ہے،اور وہ مال ہلاک ہو گیا تو اس پر اسکی قیمت لازم ہوگی، اسلئے یہ مضمون بعینھا ہے،اور اس مال کے بدلے میں زید عمر کے پاس رہن رکھنا چاہے تو جائز ہے کیونکہ یہ مال مضمون بعینھا ہے

[۲] بدل خلع کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے،مثلا رشیدہ نے زید سے پانچ سو درہم کے بدلے خلع لیا،اور اس خلع کے بدلے میں زید کے پاس رہن رکھا تو جائز ہے،کیونکہ بدل خلع مضمون بعینھا ہے،یعنی وہ ہلاک ہو جائے تو اس کی قیمت دینی پڑتی ہے۔

[۳] قتل عمد کے بدلے میں پانچ سو درہم پر صلح کی،یہ پانچ سو درہم مضمون بعینھا ہے،یعنی یہ ہلاک ہو جائے تو اس کی قیمت لازم ہوتی ہے،اس لئے قتل عمد کے بدلے میں جو پانچ سو درہم پر صلح ہوئی،اس کے بدلے میں رہن رکھنا چاہے تو جائز ہے،اس لئے کہ یہ مضمون بعینھا ہے۔

ترجمہ :(۴۷۰) درک کے بدلے رہن رکھنا جائز نہیں ہے اور درک کے لئے کفیل بننا جائز ہے۔

لغت : درک : زید عمر سے کہے کہ تم پر کوئی قرض آئے تو اس کا ذمہ دار میں ہوں،اس کو درک کہتے ہیں۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جو قرض ابھی موجود ہو اس کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے،اور جس قرض کا صرف وہم ہے کہ شاید یہ قرض ہو جائے، جس کو رہن بالدرک، کہتے ہیں اس کے بدلے رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

تشریح : جو قرض موجود ہے اس کے بدلے میں رہن ہوتا ہے تا کہ اس قرض کو وصول کیا جا سکے،اور درک کا قرض ابھی ہوا نہیں ہے،صرف وہم ہے کہ قرض ہوگا،اس لئے اس کے بدلے رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔لیکن کسی قرض کا وہم ہو تو اس کا کفیل بننا جائز ہے،مثلا زید نے عمر سے گائے خریدی،اب اس کو خطرہ ہے کہ اس میں گھاٹا ہو جائے گا،اب بکر یہ کہتا کہ اگر گھاٹا ہوگا تو میں اس کا کفیل بنتا ہوں کہ میں آپ کو ثمن کروا دوں گا تو یہ درک ہوا اور اس کا کفیل بننا جائز ہے۔

ترجمہ : ۱؎ درک کے لئے رہن جائز نہیں ہے،اور درک کے لئے کفالہ جائز ہے،اس کے درمیان فرق یہ ہے کہ رہن

جَائِزَةٌ۞ ۱ وَالْفَرْقُ أَنَّ الرَّهْنَ لِلِاسْتِيفَاءِ وَلَا اسْتِيفَاءَ قَبْلَ الْوُجُوبِ، وَإِضَافَةُ التَّمْلِيكِ إِلَى زَمَانٍ فِي الْمُسْتَقْبَلِ لَا تَجُوزُ أَمَّا الْكَفَالَةُ فَلِالْتِزَامِ الْمُطَالَبَةِ، وَالْتِزَامُ الْأَفْعَالِ يَصِحُّ مُضَافًا إِلَى الْمَآلِ كَمَا فِي الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ، ۲ وَلِهَذَا تَصِحُّ الْكَفَالَةُ بِمَا ذَابَ لَهُ عَلَى فُلَانٍ وَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ، ۳ فَلَوْ قَبَضَهُ قَبْلَ الْوُجُوبِ فَهَلَكَ عِنْدَهُ يَهْلِكُ أَمَانَةً؛ لِأَنَّهُ لَا عَقْدَ حَيْثُ وَقَعَ بَاطِلًا، ۴ بِخِلَافِ الرَّهْنِ بِالدَّيْنِ الْمَوْعُودِ وَهُوَ أَنْ يَقُولَ رَهَنْتُك هَذَا لِتُقْرِضَنِي أَلْفَ دِرْهَمٍ وَهَلَكَ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ حَيْثُ يَهْلِكُ بِمَا سَمَّى مِنْ الْمَالِ بِمُقَابَلَتِهِ؛ لِأَنَّ الْمَوْعُودَ جُعِلَ كَالْمَوْجُودِ

وصول کرنے کے لئے آتا ہے، اور واجب ہونے سے پہلے وصول نہیں ہے اور زمان مستقبل کی طرف مالک بنانے کو منسوب کرنا جائز نہیں ہے [اس لئے درک کے لئے رہن جائز نہیں ہے] اور کفالہ صرف مطالبہ کو لازم کرنے کے لئے ہے، اور فعل کو لازم کرنا مستقبل کی طرف منسوب کرتے ہوئے صحیح ہے، جیسے کہ نماز اور روزے میں ہوتا ہے،

تشریح: یہاں کفالہ بالدرک، اور رہن بالدرک کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں۔

رہن ہوتا ہے قرض وصول کرنے کے لئے اور جب تک قرض واجب نہ ہوا ہو اس کو وصول کیسے کرے گا، اس لئے اس کا رہن بھی نہیں ہوگا۔ اور کفالہ ہوتا ہے صرف اپنے اوپر مطالبہ لازم کرنے کے لئے، اور بغیر کے مطالبہ لازم کر سکتا ہے اس لئے کفالہ بالدرک، جائز ہے۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ جیسے نماز اور روزہ رکھنے کا نذر مان لے تو یہ جائز ہے، حالانکہ یہ نماز اس پر واجب نہیں تھی لیکن اپنے اوپر اس کے کرنے کا التزام کر لیا، اسی طرح کفالہ بالدرک میں اپنے اوپر اس کے کرنے کا التزام کر لیا تو جائز ہے۔

ترجمہ: ۲ یہی وجہ ہے کہ کفالہ بما ذاب لہ علی فلان صحیح ہے اور اس کا رہن صحیح نہیں ہے۔

لغت: کفالہ بما ذاب لہ علی فلان: فلاں پر جو قرض آئے میں اس کے ادا کرنے کا کفیل ہوں۔

تشریح: فلاں پر جو کچھ آئے اس کا میں کفیل بنتا ہو یہ جائز ہے، لیکن اس کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح کفالہ بالدرک جائز ہے، اور رہن بالدرک جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳ قرض کے واجب ہونے سے پہلے شیء مرہون پر قبضہ کر لیا، اور وہ مرہون کی چیز ہلاک ہوگئی، تو یہ امانت کے طور پر ہلاک ہوگی اس لئے کہ عقد رہن باطل تھا۔

تشریح: درک کے بدلے رہن کا معاملہ طے ہوا، اور مشتری نے مثلا گائے بائع کے پاس رہن رکھ دیا، اور وہ گائے ہلاک ہوگئی، تو چونکہ رہن رکھنا درست نہیں تھا اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ یہ گائے امانت کے طور پر بائع کے پاس تھی اور امانت کے ہلاک ہونے میں ضمان لازم نہیں ہوتا اس لئے بائع پر اس گائے کا کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا۔

بِاعْتِبَارِ الْحَاجَةِ، وَلِأَنَّهُ مَقْبُوضٌ بِجِهَةِ الرَّهْنِ الَّذِي يَصِحُّ عَلَى اعْتِبَارِ وُجُودِهِ فَيُعْطَى لَهُ حُكْمُهُ كَالْمَقْبُوضِ عَلَى سَوْمِ الشِّرَاءِ فَيَضْمَنُهُ. (١٧٤) قَالَ :وَيَصِحُّ الرَّهْنُ بِرَأْسِ مَالِ السَّلَمِ وَبِثَمَنِ الصَّرْفِ وَالْمُسْلَمِ فِيهِ﴾ ۱ وَقَالَ زُفَرُ: لَا يَجُوزُ؛ لِأَنَّ حُكْمَهُ الِاسْتِيفَاءُ، وَهَذَا اسْتِبْدَالٌ لِعَدَمِ

ترجمه :٤ بخلاف جس قرض کا وعدہ کیا ہواس کے بدلے میں رہن رکھنا تو جائز ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ کہے کہ میں تمہارے پاس رہن رکھتا ہوں اس شرط پر کہ تم ایک ہزار درہم قرض دو گے، اور رہن کی چیز مرتہن کے ہاتھ میں ہلاک ہوگئی تو یہ اس قرض کے بدلے میں ہلاک ہوگی جس کو متعین کیا تھا، اس لئے کہ ضرورت کی بنا پر جو وعدہ کیا تھا اس کو موجود قرار دے دیا گیا، اور اس وجہ سے کہ رہن کے طور پر ہی قبضہ کیا گیا ہے جو موجود ماننے کے اعتبار سے صحیح ہے، اس لئے موجود کا حکم دے دیا جائے گا ، جیسے کہ بھاو کے طور پر قبضہ کیا ہو اور مبیع ہلاک ہو جائے تو اس کا ضامن بنتا ہے۔

تشریح :عام قاعدہ یہ ہے کہ قرض دینے والا پہلے رہن کی چیز لیتا ہے پھر قرض دیتا ہے، جس کو قرض موعود، کہتے ہیں، اس میں بھی ابھی قرض موجود نہیں ہے، لیکن چونکہ غریب کو اس کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے اس کے بدلے میں رہن پر رکھنا جائز ہو گیا، اور ضرورت کی بنا پر وعدہ والے قرض کو موجود مان لیا گیا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ زید نے بھاو کرنے کے لئے بائع سے کپڑا لیا، یہ کپڑا ابھی بکا نہیں ہے، لیکن اگر یہ کپڑا ہلاک ہو جائے تو اس کی بیع مان کر زید پر ثمن لازم ہوگا، اسی طرح سے وعدہ والا قرض ابھی موجود نہیں ہے، لیکن ضرورت کی بنا پر اس کو موجود مان کر اس کے بدلے رہن رکھنا جائز ہوگا۔

لغت : دین موعود: جو قرض ابھی دیا نہیں ہے لیکن قرض دینے کا وعدہ ہے۔ دین موجود: جو قرض دے چکا ہے اس کو ,دین موجود، کہتے ہیں۔ مقبوض علی سوم شراء: جس مبیع کو ابھی خریدا نہیں ہے، لیکن خریدنے کے لئے بھاو تاؤ کر رہا ہے اس کو ,سوم شراء، کہتے ہیں۔

ترجمہ:(١٧٤) صحیح ہے رہن رکھنا سلم کے رأس المال کے بدلے، صرف کے ثمن کے بدلے اور مسلم فیہ کے بدلے۔

اصول: جو مال مال مضمون ہو اس کے لئے رہن رکھنا جائز ہے۔

تشریح: یہاں تین مثالیں دے رہے ہیں، تینوں مضمون بعینہ ہے اس لئے اس کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے۔

[۱] بیع سلم کی اور مشتری نے بائع کو ثمن یعنی رأس المال دیا اور رأس المال کے بدلے بائع نے کوئی چیز رہن پر رکھی تو رہن رکھنا جائز ہے۔ سلم کا رأس المال مضمون ہے اس لئے اس کے بدلے میں رہن رکھنا جائز ہے۔[۲] اسی طرح بیع صرف میں جو ثمن ہے وہ مال مضمون ہے اس لئے اس کے لئے رہن رکھے تو جائز ہے اگر چہ بیع صرف میں ثمن پر مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے تاہم اس کے بدلے رہن رکھے تو جائز ہے کیونکہ وہ مال مضمون ہے۔[۳] بیع سلم میں جو مبیع ہے جس کو مسلم فیہ کہتے ہیں اس کے بدلے رہن رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے۔

الْـمُـجَانِسَةِ، وَبَابُ الِاسْتِبْدَالِ فِيهَا مَسْدُودٌ ۲؎ وَلَـنَـا أَنَّ الْـمُجَانَسَةَ ثَابِتَةٌ فِي الْمَالِيَّةِ فَيَتَحَقَّقُ الِاسْتِيفَاءُ مِنْ حَيْثُ الْمَالُ وَهُوَ الْمَضْمُونُ عَلَى مَا مَر

وجہ : یہ تینوں مال مضمون بعینہ ہین، یعنی وہ ہلاک ہو جائیں تو اس کی قیمت لازم ہوتی ہے اس لئے اس کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے۔

ترجمہ :۱؎ زفرؒ نے فرمایا کہ ان تینوں کے بدلے میں رہن جائز نہیں ہے اس لئے کہ ان تینوں میں ابھی وصول کرنا ہے، اور رہن کی صورت میں اس کے بدلے میں دینا ہے
تو دونوں ایک جیسے نہیں ہوئے، اور اس میں بدلہ دینا ممنوع ہے۔

تشریح :[۱] بیع سلم کا جو رأس المال ہے اس میں دو باتیں ضروری ہیں [۱] ایک یہ کہ اس پر عقد کی مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے۔ [۲] اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کے بدلے میں کوئی دوسری چیز لینا جائز نہیں وہی راس المال لینا ہوگا جو متعین ہوا، اسی کو استیفاء، کہتے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں شیء مرہون لینے کی شکل میں دوسری چیز لینا پڑا، اس لئے امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔ [۲] اسی طرح بیع صرف کا جو ثمن ہے اس میں بھی دو شرطیں ہیں [۱] ایک یہ کہ اس پر عقد کی مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے [۲] اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس کے بدلے میں کوئی چیز لینا جائز نہیں، اور شیء مرہون لینے کی شکل میں دوسری چیز لینا ہوا، اس لئے رہن لینا جائز نہیں ہے [۳] بیع سلم میں جو مبیع ہے، جسکو مسلم فیہ، کہتے ہیں اس پر بھی وقت پر قبضہ کرنا ضروری ہے، اور اس کے بدلے میں بھی کوئی چیز لینا جائز نہیں ہے اس لئے اس کے بدلے میں رہن کی چیز لینا بھی جائز نہیں ہے، اس لئے امام زفرؒ ان تینوں چیزوں کے بدلے رہن لینا جائز نہیں سمجھتے۔

لغت :استیفاء: وفی سے مشتق ہے، کسی چیز کو وصول کرنا۔ استبدال: کسی چیز کے بدلے میں کوئی چیز لینا۔ مجانست: دونوں چیز ایک ہی کی طرح ہوں۔ باب الاستبدال فیھا مسدود: بدلنے کا دروازہ بند ہے، یعنی اوپر کی تینوں چیزوں میں تبدیل نہیں کر سکتے، یعنی اس کے بدلے میں رہن نہیں رکھ سکتے۔

ترجمہ :۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ مالیت میں دونوں ایک طرح ہیں اس لئے مال ہونے کی حیثیت سے وصول کرنا پایا گیا، اور وہ یہ کہ رہن کا ضمان لازم ہوتا ہے۔

تشریح :یہ امام ابو حنیفہؒ کی جانب سے امام زفرؒ کو جواب ہے۔ شیء مرہون کی دو حیثیت ہیں [۱] ایک یہ کہ یہ مرتہن کے ہاتھ میں امانت ہے۔ [۲] اور دوسری حیثیت یہ کہ اگر یہ ہلاک ہو جائے تو اس کی قیمت کے برابر قرض کم ہو جاتا ہے، اور یہ قرض کم ہونا مالیت ہونے، اور مضمون ہونے کی دلیل ہے، اور سلم کا راس المال، بیع صرف کا ثمن، اور مسلم فیہ یہ تینوں بھی مال ہیں اور مضمون ہیں، یعنی انکے ہلاک ہونے سے اس کی قیمت لازم ہوتی ہے، اس لئے مضمون ہونے میں دونوں یکساں ہو گئے، اس

ٓ (۴۷۲)قَالَ :وَالرَّهْنُ بِالْمَبِيعِ بَاطِلٌ﴾[لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ غَيْرُ مَضْمُونٍ بِنَفْسِهِ](فَإِنْ هَلَكَ ذَهَبَ بِغَيْرِ شَيْءٍ﴾ لِ ؛ لِأَنَّهُ لا اعْتِبَارَ لِلْبَاطِلِ فَبَقِيَ قَبْضًا بِإِذْنِه (۴۷۳) وَإِنْ هَلَكَ الرَّهْنُ بِثَمَنِ الصَّرْفِ وَرَأْسِ مَالِ السَّلَمِ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ تَمَّ الصَّرْفُ وَالسَّلَمُ وَصَارَ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا لِدَيْنِهِ حُكْمًا﴾ لِ لِتَحَقُّقِ الْقَبْضِ حُكْمًا (۴۷۴) وَإِنْ افْتَرَقَا قَبْلَ هَلَاكِ الرَّهْنِ بَطَلَا﴾ لِ

لئے ان تینوں مالوں کے بدلے رہن لینا جائز ہوگا۔

ترجمہ :(۴۷۲)مبیع کے بدلے میں رہن رکھنا باطل ہے[اس لئے کہ یہ مضمون بنفسہ نہیں ہے]پس اگر شیء مرہون مشتری کے پاس ہلاک ہوگئی،تو بغیر کسی چیز کی ہلاک ہوگی۔

ترجمہ :لِ اس لئے کہ رہن جب باطل ہوگیا تو اب اس کا اعتبار نہیں ہے اس لئے بائع کی جانب سے امانت کے طور پر قبضہ شمار کیا جائے گا[اور امانت کے ہلاک ہونے سے ضمان لازم نہیں ہوتا]

تشریح : پہلے گزر چکا ہے کہ مبیع کے بدلے میں بائع مشتری کے پاس رہن رکھے تو یہ رہن جائز نہیں ہے،اور جب رہن نہیں ہوا تو یہ مال امانت کے طور پر ہوا اور اس کے ہلاک ہونے سے مشتری پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ :اس کی وجہ یہ گزری کہ مبیع مضمون بعینہ نہیں ہے، بلکہ مضمون بغیرہ ہے،یعنی مبیع کے ہلاک ہونے سے بائع پر اس کی قیمت لازم نہیں ہوتی،صرف اتنا ہوتا ہے کہ اس کے بدلے میں جو ثمن آتا اب وہ نہیں ملے گا۔اس لئے مبیع کے بدلے میں مشتری کے پاس رہن رکھنا جائز نہیں ہے،اس لئے اگر رہن رکھا تو شیء مرہون امانت کے طور پر ہوگا،اور اس کے ہلاک ہونے سے مشتری پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(۴۷۳)پس اگر شیء مرہون ہلاک ہو جائے مجلس عقد میں تو بیع صرف اور بیع سلم پورے ہو گئے اور مرتہن حکما اپنے حق کو وصول کرنے والا ہوگیا۔

ترجمہ:لِ کیونکہ اس نے حکما اپنی چیز پر قبضہ کرلیا۔

تشریح : :بیع صرف کی اور بائع نے مبیع دیدی اور ثمن کے بدلے مشتری نے کوئی چیز بائع کے پاس رہن رکھی۔پھر مجلس عقد ہی میں رہن کی چیز بائع کے ہاتھ سے ہلاک ہوگئی تو گویا کہ بائع نے ثمن وصول کرلیا۔اس لئے بیع صرف مکمل ہو جائے گی۔اسی طرح بیع سلم میں رب السلم (مشتری) نے بائع کو ثمن کے بجائے کوئی چیز رہن پر رکھ دی پھر شیء مرہون بائع کے ہاتھ سے ہلاک ہوگئی تو گویا کہ بائع نے مجلس میں راس المال پر قبضہ کرلیا،اس لئے بیع صرف بھی مکمل ہوگئی،اور بیع سلم بھی پوری ہوگئی۔

وجہ : کیونکہ بیع صرف میں بائع نے اپنے ثمن پر مجلس میں قبضہ کرلیا،اور بیع سلم میں بائع نے اپنے راس المال پر قبضہ کرلیا،اس لئے دونوں بیع مکمل ہو جائے گی۔

لِفَوَاتِ الْقَبْضِ حَقِيقَةً وَحُكْمًا (۴۷۵)وَإِنْ هَلَكَ الرَّهْنُ بِالْمُسْلَمِ فِيهِ بَطَلَ السَّلَمُ بِهَلَاكِهِ ۱ وَمَعْنَاهُ: أَنَّهُ يَصِيرُ مُسْتَوْفِيًا لِلْمُسْلَمِ فِيهِ فَلَمْ يَبْقَ السَّلَمُ ۲ وَلَوْ تَفَاسَخَا السَّلَمَ وَبِالْمُسْلَمِ فِيهِ رَهْنٌ يَكُونُ ذَلِكَ رَهْنًا بِرَأْسِ الْمَالِ حَتَّى يَحْبِسَهُ ؛ لِأَنَّهُ بَدَلُهُ فَصَارَ كَالْمَغْصُوبِ إِذَا هَلَكَ

لغت: مستو فیا لحقه : اپنے حق کو وصول کرنے والا ہوگا۔

ترجمہ: (۴۷۴) لیکن رہن ہلاک نہیں ہوا اس سے پہلے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع صرف، اور بیع سلم باطل ہو گئی۔

ترجمہ: ۱ کیونکہ حقیقت میں اور حکما بھی قبضہ فوت ہو گیا۔

تشریح: بیع صرف میں مجلس عقد میں ثمن پر قبضہ کرنا ضروری ہے، لیکن مشتری نے ثمن نہیں دیا، اس لئے ثمن پر بھی قبضہ نہیں ہوا، اور جو رہن کی چیز دی تھی وہ بھی ہلاک نہیں ہوئی، اس لئے حکما اس پر بھی قبضہ نہیں ہوا، اس قبضے کے فوت ہونے کی وجہ سے بیع صرف باطل ہو جائے گی۔ دوسری صورت۔ بیع سلم میں مجلس میں ثمن پر قبضہ کرنا ضروری تھا وہ مشتری نے نہیں دیا، اور جو رہن تھا وہ بھی ہلاک نہیں ہوا تو گویا کہ اس پر قبضہ نہیں ہوا، اس لئے ثمن پر قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے بیع سلم باطل ہو جائے گی۔

ترجمہ: (۴۷۵) اگر مسلم فیہ کے بدلے میں جو رہن دیا تھا وہ ہلاک ہو گیا تو بیع سلم مکمل ہو گئی۔

ترجمہ: ۱ اس بطل کا معنی یہ ہے کہ گویا کہ مشتری نے مسلم فیہ [مبیع] وصول کر لیا اس لئے بیع سلم مکمل ہو گئی۔

تشریح: بیع سلم میں مشتری نے راس المال [ثمن] دیا اور بائع نے مسلم فیہ [مبیع] کے بجائے رہن کی چیز دی، اب رہن کی چیز مشتری کے ہاتھ میں ہلاک ہو گئی تو گویا کہ مشتری نے مسلم فیہ [مبیع] پر قبضہ کر لیا اس لئے اب بیع سلم مکمل ہو گئی،

نوٹ: یہاں متن میں بطل کا ترجمہ باطل ہونا نہیں ہے، بلکہ مکمل ہونا ہے اس لئے صاحب ہدایہ نے معناہ، کہہ کر اس کا ترجمہ بیان کیا کہ یہاں بطل کا ترجمہ بیع مکمل ہونا ہے۔

ترجمہ: ۲ اگر بیع سلم کو فسخ کر دیا اور مسلم فیہ [مبیع] کے بدلے میں رہن ہے تو یہ رہن اب ثمن کے بدلے میں ہو جائے گا چنانچہ مشتری اس کو روک سکتا ہے، اس لئے کہ اس کے ثمن کا بدلہ ہے، تو ایسا ہو گیا کہ چیز غصب کیا ہو اور وہ ہلاک ہو جائے اور اس کے بدلے میں غاصب نے رہن دیا ہو تو اس کی قیمت کے بدلے میں رہن ہو جائے گا۔

تشریح: زید اور عمر نے بیع سلم کیا، زید بائع تھا اور عمر مشتری تھا، زید نے مبیع کے بدلے گھوڑا رہن پر رکھا، اب بیع سلم دونوں نے مل کر فسخ کر دیا تو یہ گھوڑا ثمن کے بدلے میں عمر کے ہاتھ میں محبوس رہے گا، کیونکہ ثمن کی وجہ سے زید نے گھوڑا رہن پر رکھا تھا اس کی ایک مثال دیتے ہیں، زید نے عمر کا کپڑا غصب کیا، اس کپڑے کے بدلے میں عمر کے پاس گھوڑا رہن پر رکھا، اب غصب شدہ کپڑا ہلاک ہو گیا، تو زید کا رہن پر رکھا ہوا گھوڑا عمر کے پاس محبوس رہے گا، کیونکہ گھوڑا کپڑے کے بدلے میں ہے، اسی طرح اوپر کے مسئلے میں زید کا گھوڑا عمر کے پاس محبوس رہے گا، کیونکہ یہ گھوڑا ثمن کے بدلے میں عمر کے پاس ہے۔

ترجمہ: ۳ اور اگر بیع سلم کے فسخ کرنے کے بعد رہن کی چیز ہلاک ہو گئی، تو مبیع جو کھانا تھا اس کے بدلے میں ہلاک ہوگا،

وَبِهِ رَهْنٌ يَكُونُ رَهْنًا بِقِيمَتِهِ ٣ وَلَوْ هَلَكَ الرَّهْنُ بَعْدَ التَّفَاسُخِ يَهْلِكُ بِالطَّعَامِ الْمُسَلَّمِ فِيهِ ؛ لِأَنَّهُ رَهَنَهُ بِهِ، وَإِنْ كَانَ مَحْبُوسًا بِغَيْرِهِ ٤ كَمَنْ بَاعَ عَبْدًا وَسَلَّمَ الْمَبِيعَ وَأَخَذَ بِالثَّمَنِ رَهْنًا ثُمَّ تَقَايَلَا الْبَيْعَ لَهُ أَنْ يَحْبِسَهُ لِأَخْذِ الْمَبِيعِ؛ لِأَنَّ الثَّمَنَ بَدَلُهُ، وَلَوْ هَلَكَ الْمَرْهُونُ يَهْلِكُ بِالثَّمَنِ لِمَا بَيَّنَّا؛ ٥ وَكَذَا لَوْ اشْتَرَى عَبْدًا شِرَاءً فَاسِدًا وَأَدَّى ثَمَنَهُ لَهُ أَنْ يَحْبِسَهُ لِيَسْتَوْفِيَ الثَّمَنَ، ثُمَّ

اس لئے کہ اسی کے بدلے میں رہن تھا، اگر چہ وہ غیر کے بدلے میں محبوس تھا۔

اصول: یہ مسئلہ اصول پر ہے کہ جسکی وجہ سے گھوڑا رہن پر رکھا اس کو لینے کے لئے گھوڑے کا بدل ادا کرنا ہوگا۔

تشریح: زید اور عمر نے بیع سلم کیا، زید بائع تھا اور عمر مشتری تھا، پھر بیع سلم فسخ کر دیا، اس کے بعد رہن کا گھوڑا ہلاک ہو گیا تو اب صورت یہ بنے گی کہ عمر مسلم فیہ کی مقدار کپڑا زید کو دے پھر زید سے اپنا دیا ہوا ثمن واپس لے۔

وجہ: کیونکہ گھوڑا ثمن کے بدلے میں زید نے رہن پر رکھا تھا اور گھوڑا ہلاک ہو گیا، اس لئے اب مسلم فیہ کی مقدار کپڑا دے تب اپنا ثمن واپس لینے کا حقدار ہوگا۔

ترجمہ: ٤ جیسے زید نے غلام بیچا اور اور غلام مشتری کے حوالے کر دیا، اور قیمت کے بدلے میں رہن لے لیا، پھر بیع کا اقالہ کر لیا [یعنی بیع ختم کر دی] تو زید کو حق ہے کہ غلام واپس لینے کے لئے رہن کی چیز روک لے، اور اگر رہن کی چیز ہلاک ہو جائے تو ثمن کے بدلے میں ہلاک ہوگا، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح: اس کی ایک مثال دیتے ہیں، زید نے غلام بیچا، اور یہ غلام عمر مشتری کو دے دیا، عمر نے قیمت دینے کے بجائے گھوڑا رہن پر رکھ دیا، پھر دونوں نے اقالہ کر لیا، یعنی بیع ختم کر دی، تو زید کو یہ حق ہے کہ غلام کو واپس لینے کے لئے رہن کے گھوڑے کو اپنے پاس روکے رکھے۔

وجہ: کیونکہ غلام ہی کی وجہ سے یہ گھوڑا رہن میں آیا ہے، اس لئے غلام واپس لینے کے لئے یہ گھوڑا اپنے پاس روک سکتا ہے۔ اور اگر گھوڑا ہلاک ہو جائے تو وہ ثمن کے بدلے میں ہلاک ہوا، یعنی زید کو ثمن نہیں ملے گا، وہ گھوڑے میں کٹ جائے گا۔

ترجمہ: ٥ ایسے ہی شراء فاسد کے ماتحت غلام خریدا، اور مشتری نے اس کی قیمت دے دی تو مشتری کو یہ حق ہے کہ اپنی قیمت واپس لینے کے لئے غلام کو اپنے پاس روکے رکھے، پھر اگر مشتری کے ہاتھ میں غلام ہلاک ہو جائے تو یہ قیمت کے بدلے میں ہلاک ہوا۔

تشریح: یہ اوپر کے مسئلے کے لئے ایک مثال ہے۔ زید نے عمر کے ہاتھ میں شراء فاسد کے ماتحت غلام بیچا، اور زید نے غلام عمر کو دے دیا، اور عمر نے اس کی قیمت دے دی۔ اب زید کو یہ حق ہے کہ اپنی قیمت واپس لینے کے لئے غلام کو اپنے پاس روکے رکھے، کیونکہ غلام کی وجہ سے ہی زید کو قیمت دی تھی۔ اور اگر غلام عمر کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو عمر کو غلام کی قیمت واپس نہیں

لَوْ هَـلَكَ الْمُشْتَرَى فِي يَدِ الْمُشْتَرِي يَهْلِكُ بِقِيمَتِهِ فَكَذَا هَذَا (٤٧٦)قَالَ وَلَا يَجُوزُ رَهْنُ الْـحُـرِّ وَالْمُدَبَّرِ وَالْمُكَاتَبِ وَأُمِّ الْوَلَدِ﴾ لِأَنَّ حُـكْـمَ الرَّهْنِ ثُبُوتُ يَدِ الِاسْتِيفَاءِ، وَلَا يَتَحَقَّقُ الِاسْتِيـفَاءُ مِنْ هَؤُلَاءِ لِعَدَمِ الْمَالِيَّةِ فِي الْحُرِّ وَقِيَامِ الْمَانِعِ فِي الْبَاقِينَ، (٤٧٧)وَلَا يَجُوزُ الرَّهْنُ بِالْكَفَالَةِ بِالنَّفْسِ، وَكَذَا بِالْقِصَاصِ فِي النَّفْسِ وَمَا دُونَهَا﴾ لِتَعَذُّرِ الِاسْتِيفَاءِ،

ملے گی۔

وجه: کیونکہ قیمت کے بدلے میں غلام ہلاک ہوا ہے۔اسی طرح اوپر کے مسئلے میں شی ءمرہون ہلاک ہو جائے تو اس کو چیز کی قیمت واپس نہیں ملے گی۔

نوٹ : یہ سب مسئلے پیچیدہ ہیں۔اوراس اصول پر متفرع ہیں کہ جسکی وجہ سے شی ءمرہون رہن پر رکھا وہ چیز جب تک نہ ملے شی ء مرہون واپس نہیں دی جائے گی۔

ترجمه :(٤٧٦) آزاد، مدبر غلام، مکاتب غلام،اورام ولد باندی کو رہن پر رکھنا جائز نہیں ہے۔

ترجمه :ل اس لئے کہ رہن کا مطلب ہے اس کو بیچ کر قیمت وصول کرنا،اوران لوگوں کو بیچ ہی نہیں سکتا، کیونکہ آزاد تو مال ہی نہیں ہے اور باقی کو بیچنے میں ممانعت ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اصول پر ہے کہ شی ءمرہون کو بیچ کر قرض وصول کیا جائے،اور مذکورہ آدمیوں کو بیچ ہی نہیں سکتا اس لئے انکو رہن پر رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے،اس لئے انکو رہن پر رکھنا جائز نہیں ہے۔

تشریح : آزاد آدمی کو بیچ نہیں سکتا،اسی طرح مدبر غلام، مکاتب غلام اورام ولد غلام کو بیچ نہیں سکتا اس لئے ان لوگوں کو رہن پر بھی نہیں رکھ سکتا۔

ترجمه :(٤٧٧) کفالہ بالنفس کے بدلے رہن جائز نہیں ہے ایسے ہی جان کے قصاص کے بدلے میں رہن جائز نہیں، یا عضو کے قصاص کے بدلے میں رہن جائز نہیں۔

ترجمه:ل کیونکہ وصول کرنا متعذر رہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مضمون بنفسہ نہ ہو، یعنی اس کے ہلاک ہونے سے اس کی قیمت لازم نہ ہوتی ہو تو اس کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے،آگے اس کی ٨ مثالیں دے رہے ہیں

تشریح : [١] پہلی مثال۔زید پر مقدمہ تھا اوراس کو دارالقضاء میں حاضر ہونا تھا،عمراس کو حاضر کرنے کا کفیل بنا،اس کو کفالہ بالنفس، کہتے ہیں، یہ ایک قسم کا مطالبہ ہے، کوئی رقم نہیں ہے،اس کے ہلاک ہونے سے اس کی قیمت لازم نہیں ہوتی،جسکو مضمون بنفسہ، کہتے ہیں،اس لئے اس کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

۲؎ بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَتْ الْجِنَايَةُ خَطَأً لِأَنَّ اسْتِيفَاءَ الْأَرْشِ مِنْ الرَّهْنِ مُمْكِنٌ(۴۷۸) وَلَا يَجُوزُ الرَّهْنُ بِالشُّفْعَةِ﴾ ا؎ لِأَنَّ الْمَبِيعَ غَيْرُ مَضْمُونٍ عَلَى الْمُشْتَرِي (۴۷۹)وَلَا بِالْعَبْدِ الْجَانِي وَالْعَبْدِ الْمَأْذُونِ وَالْمَدْيُونِ﴾ا؎ ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مَضْمُونٍ عَلَى الْمَوْلَى، فَإِنَّهُ لَوْ هَلَكَ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ

[۲] دوسری مثال۔ زید نے عمر کو قتل کیا، جس کی بنا پر اس پر قصاص تھا، یہ قصاص کوئی رقم نہیں ہے، اور نہ مضمون بنفسہ ہے، یہ صرف جان کو ختم کرنا ہے اس لئے اس کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

[۳] زید نے جان کر بکر کا ہاتھ کاٹا، جسکی وجہ سے اس پر اسکا قصاص لازم ہے، اب اس قصاص کے بدلے رہن رکھنا جائز نہیں

وجہ : کیونکہ رہن اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے قرض وصول کیا جائے، اور یہاں قرض ہی نہیں ہے اس لئے اس کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ:۲؎ بخلاف اگر غلطی سے جنایت کی ہو [تو رہن جائز ہے] اس لئے کہ رہن سے ارش کا وصول کرنا ممکن ہے۔

تشریح :غلطی سے کسی کا ہاتھ کاٹا ہو تو اس میں قصاص نہیں ہے، بلکہ ہاتھ کی قیمت لازم ہوتی، جسکو ارش، کہتے ہیں، چونکہ یہ رقم ہے، اور مضمون بنفسہ، ہے اس لئے اس کے بدلے میں رہن رکھنا جائز ہے۔ تا کہ رہن بیچ کر ارش کی قیمت وصول کی جا سکے

ترجمہ :(۴۷۸) نہیں جائز ہے رہن حق شفعہ کے بدلے میں،

ترجمہ :ا؎ اس لئے کہ مشتری پر مبیع مضمون نہیں ہے۔

تشریح :[۴] یہ چوتھی مثال ہے۔ زید اور عمر کی زمین ساتھ ساتھ ہے جسکی وجہ سے عمر کو حق شفعہ ہے، لیکن زید نے بکر کے ہاتھ میں زمین بیچ دی، اب عمر کو جو حق شفعہ تھا بکر نے اس کے بدلے میں رہن رکھ دیا تو یہ رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

وجہ :(۱) کیونکہ عمر کو شفعہ کا ایک حق ہے اور مطالبہ ہے، کوئی قرض اور رقم نہیں ہے، اس لئے اس کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہوگا۔ (۲) صاحب ہدایہ نے ایک اور دلیل دی ہے۔ اگر یہ زمین بکر کے ہاتھ میں ہلاک ہو جاتی ہے، مثلا وہ زمین دریا میں بہ جاتی ہے تو بکر پر اس کا کوئی ضمان نہیں ہے، کیونکہ یہ اس کی اپنی زمین ہے، اور جو چیز مضمون بنفسہ نہ ہو اس کا رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :(۴۷۹) جنایت کرنے والے غلام، اور ماذون مقروض غلام کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ:ا؎ اس لئے کہ آقا پر مضمون نہیں ہے اس لئے کہ اگر غلام ہلاک ہو جائے تو آقا پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا۔

تشریح :[۵] یہ پانچویں مثال ہے۔ زید کے غلام نے عمر کا ہاتھ غلطی میں کاٹ دیا، اب غلام کو عمر کے سپرد کرنا تھا، لیکن زید غلام کے بدلے رہن رکھنا چاہتا ہے تو یہ جائز نہیں۔

[۶] چھٹی مثال: زید نے غلام کو تجارت کی اجازت دی تھی، غلام اس میں عمر کا مقروض ہو گیا، اب یہ غلام عمر کے حوالے کرنا تھا،

شَیْءٌ ٢ وَلَا بِأُجْرَةِ النَّائِحَةِ وَالْمُغَنِّيَةِ، حَتَّى لَوْ ضَاعَ لَمْ يَكُنْ مَضْمُونًا ؛ لِأَنَّهُ لَا يُقَابِلُهُ شَيْءٌ مَضْمُون(۴۸۰) وَلَا يَجُوزُ لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَرْهَنَ خَمْرًا أَوْ يَرْتَهِنَهُ مِنْ مُسْلِمٍ أَوْ ذِمِّيٍّ ﴾ ١ لِتَعَذُّرِ الْإِيفَاءِ وَالِاسْتِيفَاءِ فِي حَقِّ الْمُسْلِمِ، ٢ ثُمَّ الرَّاهِنُ إذَا كَانَ ذِمِّيًّا فَالْخَمْرُ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ لِلذِّمِّيِّ

لیکن زید اس کے بدلے میں رہن رکھنا چاہتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے۔

وجه :ان دونوں مثالوں میں وجہ یہ ہے کہ اگر یہ غلام ہلاک ہو جائے تو زید پر اس کا ضمان نہیں ہے، کیونکہ اس کا اپنا غلام ہے، تو چونکہ غلام مولی کے حق میں مضمون نہیں ہے اس لئے اس کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :٢ رونے والی عورت اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے، چنانچہ اگر شیء مرہون ضائع ہوئی تو اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اس کے مقابلے میں مضمون چیز نہیں ہے۔

تشریح:[۷] یہ ساتویں مثال ہے۔ میت پر رونے والی عورت کی اجرت جائز نہیں ہے، چنانچہ یہ اجرت ہی نہیں ہے، مثلا زید نے میت پر رونے کے لئے اجرت پر عورت بلایا، اور اجرت کے بدلے میں غلام رہن پر رکھنا چاہے تو یہ جائز نہیں، کیونکہ اجرت ہی واجب نہیں ہوئی، اور یہ شیء مضمون نہیں ہے، اس لئے رہن پر رکھنا جائز نہیں ہے۔

[۸] یہ آٹھویں مثال ہے۔ گانے والی عورت کی اجرت لازم نہیں ہوتی، اس لئے یہ مضمون بہ نہیں ہے اس لئے اس کے بدلے رہن رکھنا چاہے تو یہ رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

اور اگر مثلا غلام رہن پر رکھ ہی دیا تو یہ غلام رہن کا نہیں امانت کا ہوگا، اگر عورت کے پاس ہلاک ہو گیا تو اس پر اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ :(۴۸۰) مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ شراب رہن پر رکھے، یا کسی مسلمان، یا ذمی سے شراب رہن پر لے۔

ترجمہ:١ کیونکہ شراب بیچ کر قیمت دینا، یا لینا مسلمان کے حق میں متعذر رہے۔

اصول: یہ مسئلہ اصول پر ہے کہ جس چیز کو بیچ کر قیمت وصول نہیں کر سکتے اس کو رہن پر رکھنا، یا رہن پر لینا جائز نہیں ہے۔

تشریح:مسلمان شراب کو نہ بیچ سکتا ہے اور نہ کسی سے لے سکتا ہے، اس لئے یہ شراب کو کسی کے پاس رہن نہیں رکھ سکتا، اور ذمی ہو یا مسلمان کسی سے بھی شراب رہن پر نہیں لے سکتا۔

ترجمہ :٢ پھر رہن پر دینے والا رہن پر دینے والا ذمی ہو تو مسلمان پر شراب کا ضمان لازم ہوگا، جیسا کہ مسلمان غصب کر لیتا تو ضمان لازم ہوتا۔

تشریح : قاعدہ یہ ہے کہ مسلمان کے لئے شراب کوئی قیمت کی چیز نہیں ہے، لیکن ذمی جو کافر ہے اس کے لئے شراب قیمت کی چیز ہے، اب ذمی نے مسلمان کے پاس شراب رہن پر رکھا اور وہ ہلاک ہو گئی تو مسلمان پر اس کی قیمت لازم ہوگی، اس کی

كَمَا إِذَا غَصَبَهُ، ۳؎ وَإِنْ كَانَ الْمُرْتَهِنُ ذِمِّيًّا لَمْ يَضْمَنْهَا لِلْمُسْلِمِ كَمَا لَا يَضْمَنُهَا بِالْغَصْبِ مِنْهُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا جَرَى ذَلِكَ فِيمَا بَيْنَهُمْ؛ لِأَنَّهَا مَالٌ فِي حَقِّهِمْ، ۴؎ أَمَّا الْمَيْتَةُ فَلَيْسَتْ بِمَالٍ عِنْدَهُمْ فَلَا يَجُوزُ رَهْنُهَا وَارْتِهَانُهَا فِيمَا بَيْنَهُمْ، كَمَا لَا يَجُوزُ فِيمَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ بِحَالٍ (۴۸۱)وَلَوْ اشْتَرَى عَبْدًا وَرَهَنَ بِثَمَنِهِ عَبْدًا أَوْ خَلًّا أَوْ شَاةً مَذْبُوحَةً ثُمَّ ظَهَرَ الْعَبْدُ حُرًّا أَوْ الْخَلُّ خَمْرًا أَوْ الشَّاةُ مَيْتَةً فَالرَّهْنُ مَضْمُونٌ ۱؎ لِأَنَّهُ رَهَنَهُ بِدَيْنٍ وَاجِبٍ ظَاهِرًا (۴۸۲) وَكَذَا

ایک مثال یہ ہے کہ مسلمان ذمی کی شراب غصب کر لے تو مسلمان پر اس کی قیمت لازم ہو جاتی ہے، کیونکہ ذمی کے حق میں وہ قیمتی چیز ہے۔

لغت: ذمی: وہ کافر جو دارالاسلام کو ٹیکس دیکر رہتا ہو اس کو ذمی کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر مسلمان سے شراب رہن پر لینے والا ذمی ہے تو وہ مسلمان کے لئے ضامن نہیں ہوگا، جیسا کہ مسلمان سے شراب غصب کر لے تو ضمان لازم نہیں ہوتا ہے۔

تشریح: مسلمان نے شراب ذمی کے پاس رہن رکھا، اب وہ شراب ہلاک ہوگئی تو ذمی اس کی قیمت نہیں دے گا، کیونکہ مسلمان کے حق میں وہ کوئی قیمتی چیز نہیں ہے۔ اس کی ایک مثال دی کہ ذمی نے مسلمان سے شراب غصب کر لیا تو ذمی پر اس کی قیمت لازم نہیں ہوگی، کیونکہ مسلمان کے لئے شراب کوئی قیمت کی چیز نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴؎ بخلاف اگر ذمی نے آپس میں شراب کا لین دین کیا تو [تو قیمت لازم ہوگی] اس لئے کہ انکے حق میں مال ہے۔

تشریح: شراب ذمی کے حق میں مال ہے، اس لئے اگر ذمی نے ذمی کے پاس شراب رہن پر رکھا، یا رہن پر دیا اور وہ ہلاک ہوگئی تو اس کی قیمت لازم ہوگی، کیونکہ دوسرے کے مال کو ہلاک کیا۔

ترجمہ: ۴؎ بہر حال مردار تو یہ ذمی کے نزدیک بھی مال نہیں ہے، اس لئے اس کو رہن پر رکھنا، اور رہن پر دینا دونوں جائز نہیں ہے، جیسا کہ مسلمان کے درمیاں مردار کو رہن پر دینا اور رہن پر لینا جائز نہیں ہے۔

تشریح: مردار غیر مسلم کے یہاں بھی مال نہیں ہے، اس لئے وہ بھی اس کو رہن پر نہ دے سکتا ہے اور نہ لے سکتا ہے، جس طرح مسلمان نہ رہن پر دے سکتا ہے اور نہ لے سکتا ہے۔

ترجمہ: (۴۸۱) غلام خریدا اور اس کی قیمت کے بدلے میں غلام رہن پر رکھ دیا، یا سرکہ رہن پر رکھ دیا، یا ذبح کی ہوئی بکری رہن پر رکھ دی، بعد میں ظاہر ہوا کہ غلام آزاد تھا، اور سرکہ شراب تھی، اور بکری مردہ تھی، تب بھی رہن کا ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ کیونکہ واجب قرض کے بدلے میں رہن پر رکھا تھا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ شروع میں رہن صحیح تھا، بعد میں ظاہر ہوا کہ شیء مرہون مال نہیں ہے تب بھی شروع کا

إِذَا قَتَلَ عَبْدًا وَرَهَنَ بِقِيمَتِهِ رَهْنًا ثُمَّ ظَهَرَ أَنَّهُ حُرٌّ ﴿١﴾ وَهَذَا كُلُّهُ عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ

اعتبار کرتے ہوئے رہن کا ضمان دینا ہوگا، کیونکہ شروع میں رہن صحیح تھا۔

تشریح : زید نے عمر سے غلام خریدا، پھر قیمت کے بدلے اپنا غلام عمر کے پاس رہن رکھ دیا، جسکی وجہ سے رہن صحیح ہو گیا، بعد میں ظاہر ہوا کہ جس غلام کو رہن پر رکھا تھا وہ آزاد تھا، یا جو سرکہ رہن پر رکھا تھا وہ شراب تھی، یا جو ذبح شدہ بکری رہن پر رکھا تھا وہ مردہ بکری تھی، یعنی شیء مرہون مال نہیں ہے، تب بھی شیء مرہون کا ضمان دینا ہوگا۔

وجہ :(۱) جب رہن پر رکھا تھا تو رہن رکھنا درست تھا۔(۲) زید پر خریدے ہوئے غلام کی قیمت واجب تھی، اس واجبی حق کے بدلے میں رہن پر رکھا ہے اس لئے اس کا ضمان دینا ہوگا۔ نوٹ: اس مسئلے میں شیء مرہون میں خامی ہے، اگلے مسئلے میں خود قرض میں خامی ہے۔

ترجمہ :(۴۸۲) ایسے ہی غلام کو قتل کیا اور اس کی قیمت کے بدلے میں رہن رکھا، بعد میں ظاہر ہوا کہ مقتول آزاد تھا [تو بھی مرہون کی قیمت واجب ہوگی]

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ آزاد کو غلطی سے قتل کرے تو قاتل پر اس کی قود واجب ہوتی ہے، یعنی ایک سو اونٹ، یا اس کی قیمت، اور غلام کو غلطی سے قتل کرے تو اس کی قیمت واجب ہوتی ہے، بہر صورت رقم ضرور واجب ہوتی ہے اس لئے رہن رکھنا درست تھا، اس لئے یہ ظاہر ہوا کہ مقتول غلام نہیں آزاد تھا تب بھی اس کی قیمت لازم ہوگی۔ نوٹ: یہاں قرض میں خامی ہے۔

ترجمہ: ۱؎ یہ بات ظاہر روایت پر ہے۔

تشریح: ظاہر روایت میں یہ ہے کہ رہن درست ہے، لیکن امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت میں یہ ہے کہ غلطی ظاہر ہونے کی وجہ سے رہن رکھنا ہی درست نہیں ہے، اس لئے قیمت واجب نہیں ہوگی۔

ترجمہ:(۴۸۳) انکار کرنے کے بعد صلح کر لی، اور جتنی رقم پر صلح کی اس کے بدلے میں رہن رکھ دیا، پھر دونوں نے تصدیق کی کہ کوئی قرض نہیں تھا تب بھی رہن کا ضمان دینا ہوگا۔

تشریح: زید نے عمر پر سو روپئے کا دعوی کیا، عمر نے انکار کیا، بعد میں عمر نے ۸۰ اسی روپئے پر صلح کر لی، پھر عمر نے ۸۰ روپئے کے بدلے میں رہن رکھ دیا، بعد میں دونوں نے تصدیق کی کہ عمر پر کوئی قرض نہیں تھا، تب بھی رہن کا ضمان دینا ہوگا کیونکہ رہن رکھنا درست تھا۔

ترجمہ:۱؎ امام ابو یوسفؒ سے اس کے خلاف روایت ہے، اسی طرح جو پہلے غلطی کے مسئلے ہیں ان میں بھی اختلاف ہے۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ ظاہر ہو گیا کہ عمر پر قرض ہی نہیں تھا تو اس کے بدلے میں رہن رکھنا ہی درست نہیں تھا اس لئے اب اس کا ضمان دینا اس پر ظلم ہوگا۔ اوپر کے مسئلے میں بھی وہ فرماتے ہیں کہ جب غلطی ظاہر ہو گئی تو رہن رکھنا ہی درست نہیں ہوا اس لئے رہن کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔ نوٹ: رہن کی قیمت اور قرض میں سے جو کم ہو وہ ضمان لازم ہوگا

(٤٨٣) وَكَذَا إِذَا صَالَحَ عَلَى إِنْكَارٍ وَرَهَنَ بِمَا صَالَحَ عَلَيْهِ رَهْنًا ثُمَّ تَصَادَقَا أَنْ لَا دَيْنَ فَالرَّهْنُ مَضْمُونٌ ﴿١ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ خِلَافُهُ، وَكَذَا قِيَاسُهُ فِيمَا تَقَدَّمَ مِنْ جِنْسِهِ(٤٨٤)قَالَ وَيَجُوزُ لِلْأَبِ أَنْ يَرْهَنَ بِدَيْنٍ عَلَيْهِ عَبْدًا لِابْنِهِ الصَّغِيرِ﴾ ١ لِأَنَّهُ يَمْلِكُ الْإِيدَاعَ، وَهَذَا أَنْظَرُ فِي حَقِّ الصَّبِيِّ مِنْهُ؛ لِأَنَّ قِيَامَ الْمُرْتَهِنِ بِحِفْظِهِ أَبْلَغُ خِيفَةَ الْغَرَامَةِ وَلَوْ هَلَكَ يَهْلِكُ مَضْمُونًا، الْوَدِيعَةُ تَهْلِكُ أَمَانَةً ٢ وَالْوَصِيُّ بِمَنْزِلَةِ الْأَبِ) فِي هَذَا الْبَابِ لِمَا بَيَّنَّا ٣ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ وَزُفَرَ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ ذَلِكَ مِنْهُمَا، وَهُوَ الْقِيَاسُ اعْتِبَارًا بِحَقِيقَةِ الْإِيفَاءِ،

ترجمہ:(٤٨٤)باپ کے لئے جائز ہے کہ اپنے قرض کے بدلے میں چھوٹے بیٹے کے غلام کو رہن پر رکھ دے۔

ترجمہ:١ اس لئے کہ باپ آمانت رکھنے کا مالک ہے،اور یہ بچے کے حق میں زیادہ نفع بخش ہے اس لئے کہ مرتہن حفاظت کی زیادہ رعایت کرے گا، کیونکہ اس کو تاوان دینے کا خوف ہے،اور اگر شیء مرہون ہلاک ہوا تو اس کا ضمان لازم ہوگا،اور ودیعت کی چیز امانت کے طور پر ہلاک ہوگی۔

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ باپ اپنے چھوٹے بیٹے کے مال سے قرض نہیں ادا کر سکتا،البتہ امانت پر رکھ سکتا ہے،اور اپنے قرض کے بدلے میں رہن پر رکھنے میں امانت سے بھی زیادہ حفاظت ہے،اس لئے اپنے چھوٹے بچے کے غلام کو اپنے قرض کے بدلے میں رہن پر رکھ سکتا ہے۔

وجہ: امانت کے طور پر بچے کا غلام رکھا تو اس کے ہلاک ہونے سے بچے کو کچھ نہیں ملے گا،اور اپنے قرض کے بدلے رہن پر رکھا اور غلام ہلاک ہو گیا تو مرتہن پر ضمان لازم ہوگا،اور یہ ضمان بچے کو ملے گا،اس لئے اس میں بچے کے مال کی حفاظت زیادہ ہے،اس لئے جب باپ امانت پر رکھ سکتا ہے تو رہن پر بھی بدرجہ اولی رکھ سکتا ہے۔

لغت: ایداع: ودیعت سے مشتق ہے،امانت پر رکھنا۔ ھذا انظر فی حق الصبی منہ: امانت پر رکھنے سے زیادہ رہن رکھنے میں بچے کا فائدہ ہے۔ خیفۃ الغرامۃ: رہن میں تاوان دینے کا خوف ہے۔

ترجمہ:٢ اور اس باب میں وصی باپ کے درجے میں ہے اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح: چھوٹے بچے کا وصی اس بارے میں باپ کی طرح ہے،یعنی وصی بچے کا مال امانت پر رکھ سکتا ہے۔رہن پر رکھ سکتا ہے،لیکن اپنی قرض میں ادا نہیں کر سکتا۔بچے کے مال کی نگرانی کرنے والے کو,وصی, کہتے ہیں۔

ترجمہ:٣ امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ سے روایت ہے کہ باپ اور وصی دونوں کے لئے رہن پر رکھنا جائز نہیں ہے،جس طرح بچے کے مال سے قرض ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

تشریح: باپ اور وصی بچے کے مال سے اپنا قرض ادا کرنا چاہے تو جائز نہیں،اسی طرح قرض کے بدلے میں رہن پر رکھنا

۴؎ وَوَجْهُ الْفَرْقِ عَلَى الظَّاهِرِ وَهُوَ الِاسْتِحْسَانُ أَنَّ فِي حَقِيقَةِ الْإِيفَاءِ إِزَالَةَ مِلْكِ الصَّغِيرِ مِنْ غَيْرِ عِوَضٍ يُقَابِلُهُ فِي الْحَالِ، وَفِي هَذَا نَصْبُ حَافِظٍ لِمَالِهِ نَاجِزًا مَعَ بَقَاءِ مِلْكِهِ فَوَضَحَ الْفَرْقُ (۴۸۵)وَإِذَا جَازَ الرَّهْنُ يَصِيرُ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا دَيْنَهُ لَوْ هَلَكَ فِي يَدِهِ وَيَصِيرُ الْأَب) أَوْ الْوَصِيُّ (مُوفِيًا لَهُ وَيَضْمَنُهُ لِلصَّبِيِّ ﴾ ۱؎ لِأَنَّهُ قَضَى دَيْنَهُ بِمَالِهِ، ۲؎ وَكَذَا لَوْ سَلَّطَا الْمُرْتَهِنَ عَلَى بَيْعِهِ؛ لِأَنَّهُ تَوْكِيلٌ بِالْبَيْعِ وَهُمَا يَمْلِكَانِهِ ۳؎ قَالُوا: أَصْلُ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ الْبَيْعُ، فَإِنَّ الْأَبَ أَوْ

چاہے تو جائز نہیں ہے۔

وجه: کیونکہ باپ اور وصی بچے کے مال سے اپنا فائدہ اٹھا رہے ہیں، اس لئے جائز نہیں ہوگا۔

ترجمه :۴؎ ظاہری روایت پر فرق کی وجہ یہ ہے، اور یہ استحسان کا تقاضہ ہے کہ، حقیقت میں قرض ادا کرے تو بغیر عوض کے بچے کا مال ضائع ہو جائے گا، اور رہن رکھنے کی شکل میں بچے کا مال باقی رکھنے کے ساتھ فی الفور اس کا نگراں متعین کرنا ہے

تشریح: باپ بچے کے مال سے قرض ادا نہیں کر سکتا، لیکن رہن پر رکھ سکتا ہے اس میں فرق کیا ہے؟ اس میں دو وجہ ہیں [۱] قرض ادا کرے گا تو بچے کو کچھ نہیں ملے گا، اور مال ضائع ہو جائے گا، لیکن رہن پر رکھے گا تو اس کے ہلاک ہونے پر مرتہن کو ضمان دینا ہوگا، تو بچے کو یہ ضمان ملے گا، اس طرح اس کا مال ضائع نہیں ہوا۔ [۲] دوسری بات یہ ہے کہ مرتہن بچے کے کے مال کا نگراں ہو جائے گا تو دوسرا فائدہ یہ بھی ہوا، اس لئے ظاہری روایت پر باپ بچے مال کو رہن پر رکھ سکتا ہے۔

ترجمه :(۴۸۵) جب رہن جائز ہوا، اگر مرتہن کے ہاتھ میں ہلاک ہو گیا تو مرتہن اپنے قرض کو وصول کرنے والا ہو گیا، اور باپ اور وصی قرض کو دینے والا ہو گیا۔ اور یہ دونوں بچے کے لئے ضامن بن جائیں گے

ترجمه :۱؎ اس لئے کہ اپنا قرض بچے کے مال سے ادا کیا ہے۔

تشریح :جب بچے کے مال کو رہن رکھنا درست ہوا، اور یہ مال مرتہن کے پاس ہلاک ہو گیا، تو یوں سمجھا جائے گا کہ مرتہن نے اپنا قرض وصول کر لیا، اور چونکہ بچے کے مال سے قرض وصول ہوا ہے اسلئے باپ اور وصی بچے کے مال کا ضامن بن جائیں گے

ترجمه :۲؎ ایسے ہی اگر باپ اور وصی نے مرتہن کو بچے کے مال کو بیچنے پر مسلط کر دیا [تو جائز ہے] اس لئے کہ بیع کا وکیل بنانا ہے، اور باپ اور وصی اس وکیل بنانے کا مالک ہے۔

تشریح: باپ اور وصی نے مرتہن کو کہا کہ بچے کے مال کو بیچ دو، تو ایسا کہنا جائز ہے۔

وجه: اس لئے کہ باپ خود بھی بچے کے مال کو بیچ سکتا ہے، اور مرتہن کو اس کا وکیل بھی بنا سکتا ہے۔

ترجمه :۳؎ رہن کے مسئلے کی اصل بنیاد بیع کا مسئلہ ہے، اس لئے کہ باپ اور وصی بچے کے مال کو اپنے قرض دینے والے سے بیچ دے تو جائز ہے، اور مقاصہ ہو جائے گا اور باپ اور وصی بچے کے لئے ضامن بنے گا امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک

الْوَصِيَّ إِذَا بَاعَ مَالَ الصَّبِيِّ مِنْ غَرِيمِ نَفْسِهِ جَازَ وَتَقَعُ الْمُقَاصَّةُ وَيَضْمَنُهُ لِلصَّبِيِّ عِنْدَهُمَا، ؀ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ لَا تَقَعُ الْمُقَاصَّةُ،؁ وَكَذَا وَكِيلُ الْبَائِعِ بِالْبَيْعِ، ؂ وَالرَّهْنُ نَظِيرُ الْبَيْعِ نَظَرًا إِلَى عَاقِبَتِهِ مِنْ حَيْثُ وُجُوبُ الضَّمَانِ(۴۸٦)وَإِذَا رَهَنَ الْأَبُ مَتَاعَ الصَّغِيرِ مِنْ نَفْسِهِ أَوْ مِنْ ابْنٍ لَهُ صَغِيرٍ أَوْ عَبْدٍ لَهُ تَاجِرٍ لَا دَيْنَ عَلَيْهِ جَازَ﴿۱ ؛ لِأَنَّ الْأَبَ لِوُفُورِ شَفَقَتِهِ أُنْزِلَ مَنْزِلَةَ

تشریح: زید اپنے اپنے چھوٹے بچے کے مال کو عمر کے ہاتھ بیچ دیا، اور عمر کا قرض زید پر تھا، تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ بیچنا جائز ہے، اور مقاصہ ہو جائے گا یعنی عمر کو جو ثمن دینا ہے وہ اس قرض کے بدلے میں ہو جائے گا، اور عمر کو اب ثمن دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور باپ بچے کے مال کا ضامن بنے گا، کیونکہ اس نے بچے کے مال سے اپنا قرض ادا کیا ہے۔

ترجمہ: ؀ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مقاصہ نہیں ہوگا۔

تشریح: باپ نے بچے کے غلام کو عمر کے ہاتھ میں بیچا، اور عمر کا زید پر ایک درہم تھے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مقاصہ نہیں ہوگا زید کا قرض عمر کے ثمن میں ختم نہیں ہوگا، بلکہ عمر کو غلام کی قیمت دینی ہوگی، اور وہ قیمت بچے کو ملے گی۔

ترجمہ: ؁ ایسے ہی بائع کا وکیل بیچنے کے لئے، طرفین کے نزدیک مقاصہ ہو جائے گا۔

تشریح: زید نے عمر کو غلام بیچنے کا وکیل بنایا عمر نے خالد کے ہاتھ میں غلام بیچا، خالد کا زید پر ایک ہزار درہم قرض تھا، تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مقاصہ ہو جائے گا، یعنی خالد زید کو غلام کا ثمن نہیں دے گا، بلکہ اس کے قرض کے بدلے میں سٹ جائے گا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مقاصہ نہیں ہوگا، بلکہ خالد پر غلام کی قیمت لازم ہوگی، اصل مسئلہ یہی ہے اسی پر رہن کے مسئلے کو قیاس کیا گیا ہے۔

ترجمہ: ؂ انجام کے اعتبار سے رہن بیع کی طرح ہے اس لئے کہ رہن میں بھی ضمان لازم ہوتا ہے۔

تشریح: رہن کی صورت میں بھی یہ بات گزری کہ بچے کی چیز رہن پر رکھا اور وہ مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو باپ کو اس کا ضمان دینا پڑتا ہے، اسی طرح باپ نے بچے کی چیز بیچنے کا وکیل بنایا تو باپ کو اس کا ضمان دینا پڑتا ہے، تو ضمان دینے میں دونوں ایک جیسے ہو گئے، اس لئے رہن کو بیع پر قیاس کیا گیا ہے۔

ترجمہ: (۴۸٦) باپ نے بچے کا مال اپنے ہی سے رہن رکھ دیا، یا اپنے چھوٹے بچے کی جانب سے رہن رکھ لیا، یا اپنے غلام کی جانب سے رہن رکھ لیا جس پر قرض نہیں تھا تب بھی جائز ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ باپ میں شفقت کی وجہ سے دو شخص کے درجے میں اتار دیا گیا ہے، اور اس کی بات اس عقد میں دو آدمیوں کی جانب سے کر دی گئی ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ تین مقام پر ایک آدمی کی بات دو آدمیوں کی جانب سے ایجاب قبول سمجھا جائے گا۔

شَخْصَيْنِ وَأُقِيمَتْ عِبَارَتُهُ مَقَامَ عِبَارَتَيْنِ فِي هَذَا الْعَقْدِ ٢ كَمَا فِي بَيْعِهِ مَالَ الصَّغِيرِ مِنْ نَفْسِهِ فَتَوَلَّى طَرَفِي الْعَقْدِ(٤٨٧) وَلَوْ ارْتَهَنَهُ الْوَصِيُّ مِنْ نَفْسِهِ أَوْ مِنْ هَذَيْنِ أَوْ رَهْنًا عَيْنًا لَهُ مِنْ الْيَتِيمِ بِحَقٍّ لِلْيَتِيمِ عَلَيْهِ لَمْ يَجُزْ ١ لِأَنَّهُ وَكِيلٌ مَحْضٌ، وَالْوَاحِدُ لَا يَتَوَلَّى طَرَفَيْ الْعَقْدِ فِي الرَّهْنِ كَمَا لَا يَتَوَلَّاهُمَا فِي الْبَيْعِ، وَهُوَ قَاصِرُ الشَّفَقَةِ فَلَا يَعْدِلُ عَنْ الْحَقِيقَةِ فِي حَقِّهِ إلْحَاقًا لَهُ

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں ۔[١] چھوٹے بچے کا مال باپ نے اپنے ہی پاس رہن رکھ لیا تو بچے کی جانب سے رہن رکھنے والا باپ ہی ہے، اور اپنے پاس جو رکھا ہے وہ بھی باپ ہی ہے، تو دونوں جانب سے ایجاب اور قبول کرنے والا ایک ہی آدمی ہوا ۔[٢] باپ دو چھوٹے بچوں کا نگراں تھا، باپ نے ایک بچے کا مال دوسرے بچے کے لئے رہن رکھ لیا ،تو جائز ہے، یہاں بھی ایک ہی آدمی دونوں کی جانب سے ایجاب اور قبول کرنے والا ہوا ۔[٣] باپ کے پاس ایک تاجر غلام تھا جس پر قرض نہیں تھا، اس لئے غلام کا سارا مال باپ ہی کا ہے ۔اس باپ نے بچے کے مال کو اس تاجر غلام کے پاس رہن رکھ دیا، تو گویا کہ اپنے ہی پاس رہن رکھا، اور دونوں جانب سے ایک ہی آدمی نے ایجاب اور قبول کیا تو یہ جائز ہے ۔

وجه :اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ میں بچے کے متعلق شفقت بہت ہے اس لئے ایک ہی آدمی کو دو آدمیوں کی جانب سے ایجاب اور قبول کرنے والا قرار دے دیا، اور ایک ہی آدمی سے رہن رکھنا صحیح ہو گیا ۔

لغت: وفور شفقة : بہت زیادہ شفقت اور محبت ہے ۔

ترجمه: ٢ جیسا کہ چھوٹے بچے کا مال اپنے ہی سے بیچے تو عقد کے دونوں جانب [ایجاب اور قبول کا] ایک ہی آدمی متولی ہو گا

تشریح :اوپر کے مسئلے کے لئے یہ مثال ہے ۔چھوٹے بچے کے مال کو باپ نے اپنے لیا خریدا تو یہاں ایک ہی آدمی ایجاب اور قبول دونوں کرے گا، اور یہ جائز ہے، اسی طرح رہن کے تینوں مسئلوں میں ایک ہی آدمی دونوں جانب سے ایجاب اور قبول دونوں کرے گا ۔

لغت :تولی طرفی العقد :عقد کے دونوں جانب یعنی ایجاب اور قبول کا ایک ہی آدمی والی نے گا ۔

ترجمه :(٤٨٧) بچے کا مال وصی نے اپنے پاس رہن رکھا، یا ان دونوں کے لئے [دوسرے چھوٹے بچے کے لئے، یا اپنے تاجر غلام جس پر قرض نہیں ہے] اس لئے رہن پر رکھا، یا یتیم کا کوئی حق وصی پر تھا اس کی وجہ سے اپنے پاس یتیم کے لئے رہن رکھا تو ان چاروں صورتوں میں جائز نہیں ہے ۔

ترجمه : ١ اس لئے کہ وصی صرف وکیل ہے اس لئے رہن میں دونوں جانب کا ایک ہی شخص ولی نہیں بن سکتا، کیونکہ وصی میں شفقت نہیں ہے، اس لئے حقیقت سے عدول نہیں کیا جائے گا، اور وصی کو باپ کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا ۔

بِالْأَبِ، ۲؎ وَالرَّهْنِ مِنْ ابْنِهِ الصَّغِيرِ وَعَبْدِهِ التَّاجِرِ الَّذِي لَيْسَ عَلَيْهِ دَيْنٌ بِمَنْزِلَةِ الرَّهْنِ مِنْ

اصول : یہاں کے چار مسئلے اس اصول پر ہیں کہ وصی باپ کے درجے میں نہیں ہے، اس میں باپ جیسا شفقت نہیں ہے، یہ چھوٹے بچے کا صرف وکیل ہے، اس لئے ایجاب اور قبول دونوں جانب کا ایک ہی شخص ولی نہیں بن سکتا۔

تشریح: یہاں چار مسئلے ہیں [۱] وصی کا چھوٹے بچے پر قرض تھا، اس نے بچے کے مال کو اپنے پاس رہن رکھا تو جائز نہیں ہے، کیونکہ دونوں جانب کا ایجاب اور قبول ایک ہی آدمی نے کیا ہے

[۲] وصی کے پاس دو چھوٹے بچے تھے، ایک کا قرض دوسرے پر تھا اس لئے وصی نے ایک بچے کی گائے دوسرے بچے کے لئے رہن پر رکھا، تو جائز نہیں۔ کیونکہ دونوں جانب کا ایجاب اور قبول ایک ہی آدمی نے کیا ہے۔

[۳] وصی کا تاجر غلام تھا اور اس پر کوئی قرض نہیں تھا، غلام کا قرض بچے پر تھا اس کی وجہ سے غلام کی جانب سے وصی نے بچے کی گائے اپنے پاس رہن رکھا تو جائز نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں جانب کا ایجاب اور قبول ایک ہی آدمی نے کیا ہے۔

[۴] یتیم کا قرض وصی پر تھا اس کی وجہ سے وصی نے اپنی گائے یتیم کے پاس رہن رکھا تو جائز نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں جانب کا ایجاب اور قبول ایک ہی آدمی نے کیا ہے

وجہ : ان چاروں مسئلوں میں بچہ اور یتیم ایجاب یا قبول نہیں کر سکتا، ایجاب اور قبول دونوں وصی ہی نے کیا ہے، اور قاعدہ اوپر یہ گزرا کہ وصی دونوں جانب کا ایجاب اور قبول نہیں کر سکتا، اس لئے یہاں رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔ باپ میں وفور شفقت ہے، یعنی شفقت بہت ہے اس لئے وہاں ایک ہی آدمی کو دونوں جانب کا ایجاب اور قبول کرنے کا حق دیا گیا ہے، اس لئے وصی کو باپ کے درجے میں نہیں رکھا جائے گا۔

ترجمہ : ۲؎ اپنے چھوٹے بچے کے پاس رہن رکھنا، یا اپنے تاجر غلام کے پاس رہن رکھنا جس پر قرض نہ ہو اپنے ہی پاس رہن رکھنے کے درجے میں ہے۔

تشریح: اپنے چھوٹے بچے کے پاس رہن رکھنا گویا کہ اپنے ہی پاس رہن رکھنا ہے، کیونکہ اس کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے وہ کچھ نہیں کرے گا، اس لئے اس کے پاس رہن رکھنا گویا کہ اپنے ہی پاس رہن رکھنا ہے۔ اسی طرح غلام پر تاجروں کا قرض نہ ہو تو اس کا مال خود آقا کا مال ہے، اس لئے اس کے پاس رہن رکھنا گویا اپنے ہی پاس رہن رکھنا ہے۔

ترجمہ : ۳؎ بخلاف اپنے بڑے بیٹے، اور اپنے باپ کے، اور اپنے اس غلام کے جس پر قرض ہو [انکے پاس رہن رکھ سکتا ہے] کیونکہ وصی کا ان پر ولایت نہیں ہے۔

تشریح : یہاں تین مسئلے بیان کر رہے ہیں [۱] پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے اپنے بڑے بیٹے کے پاس چھوٹے بچے کا مال رہن پر رکھا تو رکھنا جائز ہے،

وجہ: (۱) کیونکہ بڑا بیٹا بالغ ہے اس لئے ایجاب اور قبول کر سکتا ہے، اس لئے وصی نے جب رہن پر رکھا تو اس نے ایجاب

نَفْسِهِ، ٣ بِخِلَافِ ابْنِهِ الْكَبِيرِ وَأَبِيهِ وَعَبْدِهِ الَّذِي عَلَيْهِ دَيْنٌ؛ لِأَنَّهُ لا وِلايَةَ لَهُ عَلَيْهِمْ، ٤ بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِالْبَيْعِ إِذَا بَاعَ مِنْ هَؤُلَاءِ؛ لِأَنَّهُ مُتَّهَمٌ فِيهِ وَلا تُهْمَةَ فِي الرَّهْنِ؛ لِأَنَّ لَهُ حُكْمًا وَاحِدًا. (٤٨٨) وَإِنْ اسْتَدَانَ الْوَصِيُّ لِلْيَتِيمِ فِي كِسْوَتِهِ وَطَعَامِهِ فَرَهَنَ بِهِ مَتَاعًا لِلْيَتِيمِ جَازَ ١ لِأَنَّ الِاسْتِدَانَةَ جَائِزَةٌ لِلْحَاجَةِ وَالرَّهْنُ يَقَعُ إِيفَاءً لِلْحَقِّ فَيَجُوزُ

کیا اور بڑے بیٹے نے قبول کیا، تو دو آدمیوں کی جانب سے ایجاب اور قبول ہوئے اس لئے رہن پر رکھنا جائز ہوگا۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ وصی کا بڑے بیٹے پر ولایت نہیں ہے، اس لئے اس کے پاس رہن پر رکھنا اپنے پاس رہن پر رکھنا نہیں سمجھا جائے گا۔

[۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ باپ پر بیٹے کی ولایت نہیں ہوتی اس لئے باپ کو بچے کا مال رہن پر دیا تو یہ اپنے پاس رکھنا نہیں ہوا، بلکہ دوسرے کے پاس دیا، اور دو آدمیوں کی جانب سے ایجاب اور قبول ہوئے۔

[۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ جس غلام پر تاجروں کا قرض ہے اس کا مال آقا کا مال نہیں ہوتا، اور نہ آقا کا اس پر ولایت ہوتی ہے، اس لئے وصی نے ایسے غلام کے پاس چھوٹے بچے کا مال رہن پر رکھا تو اپنے پاس رہن پر رکھنا شمار نہیں کیا جائے گا، اور دو آدمیوں کی جانب سے ایجاب اور قبول کرنا شمار کیا جائے گا اس لئے جائز ہوگا۔

ترجمہ: ٤ بخلاف بیچنے کا وکیل ہو اور ان تین آدمیوں سے [اپنے بڑے بیٹے سے، اپنے باپ سے، اور اپنے مقروض گلام سے] بیچ دیتو جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ متہم ہیں، لیکن رہن میں تہمت نہیں ہے، اس لئے کہ رہن میں تو ایک ہی حکم ہے کہ مرتہن کو ضمان لازم ہوتا ہے۔

تشریح: بڑا بیٹا، باپ، اور مقروض غلام سے رہن تو رکھ سکتا ہے، لیکن ان سے بیچ نہیں سکتا۔ مثلا زید نے عمر کو گائے بیچنے کا وکیل بنایا، اس نے اپنے بڑے بیٹے سے گائے بیچ دی، یا اپنے باپ سے بیچ دی، یا اپنے مقروض غلام سے بیچ دی تو یہ بیچنا جائز نہیں ہوگا،

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں یہ تہمت ہے کہ یہ تین لوگ قریب کے لوگ ہیں اس لئے ان سے کم قیمت میں گائے بیچ دیا ہو اس لئے ان سے بیچنا جائز نہیں ہے۔ لیکن رہن پر رکھنا اس لئے جائز ہے کہ اگر شی ءمرہون ہلاک ہو جائے تو ان لوگوں کو اس کی قیمت دینا ہوگا، صرف یہی حکم ہے اس لئے رہن میں تہمت نہیں ہے، اس لئے ان لوگوں کے پاس چھوٹے بچے کا مال رہن پر رکھ سکتا ہے۔

ترجمہ: (۴۸۸) وصی نے یتیم کے لئے کپڑے کے لئے، کھانے کے لئے قرض لیا، اور اس کے بدلے میں یتیم کا مال رہن پر رکھ دیا تو جائز ہے۔

(۴۸۹)وَكَذَلِكَ لَوْ اتَّجَرَ لِلْيَتِيمِ فَارْتَهَنَ أَوْ رَهَنَ﴿ا لِأَنَّ الْأَوْلَى لَهُ التِّجَارَةُ تَثْمِيرًا لِمَالِ الْيَتِيمِ فَلَا يَجِدُ بُدًّا مِنْ الِارْتِهَانِ وَالرَّهْنِ؛ لِأَنَّهُ إيفَاءٌ وَاسْتِيفَاءٌ (۴۹۰)وَإِذَا رَهَنَ الْأَبُ مَتَاعَ الصَّغِيرِ فَأَدْرَكَ الِابْنُ وَمَاتَ الْأَبُ لَيْسَ لِلِابْنِ أَنْ يَرُدَّهُ حَتَّى يَقْضِيَ الدَّيْنَ﴿ا لِوُقُوعِهِ لَازِمًا مِنْ جَانِبِهِ؛ إذْ تَصَرُّفُ الْأَبِ بِمَنْزِلَةِ تَصَرُّفِهِ بِنَفْسِهِ بَعْدَ الْبُلُوغِ لِقِيَامِهِ مَقَامَهُ (۴۹۱) وَلَوْ كَانَ

ترجمه :ا اس لئے کہ ضرورت کے لئے یتیم کے لئے قرض لینا جائز ہے، اور رہن رکھنا حق کو پورا کرنے کے لئے ہے اس لئے رہن رکھنا بھی جائز ہوگا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ یتیم کے لئے جو فائدے کی چیز ہے وہ کرسکتا ہے۔

تشریح: یتیم کو کپڑے اور کھانے کی ضرورت تھی اس کے لئے قرض لیا اور اس قرض کے بدلے میں یتیم کا مال رہن پر رکھ دیا تو یہ جائز ہے۔

ترجمه :(۴۸۹) ایسے ہی اگر یتیم کے لئے تجارت کی اور اس کے لئے رہن پر لیا، یا رہن پر دیا تو جائز ہے۔

ترجمه :ا اس لئے کہ اس کے لئے تجارت کرنا بہتر ہے تاکہ یتیم کے مال میں نفع ہو اور رہن پر دینے اور رہن پر لینے کی ضرورت پڑتی ہے، کیونکہ یا وصول کرنا ہے، یا دینا ہے۔

تشریح: قاعدہ یہ ہے کہ یتیم کے مال کو بڑھانے کے لئے تجارت کرنے کی اجازت ہے، بلکہ زیادہ بہتر ہے کہ تجارت کی جائے، اور تجارت کرتے وقت رہن پر لینے، یا رہن پر دینے کی ضرورت پڑتی ہے، اس لئے اس کی بھی گنجائش ہوگی۔

لغت: تثمیر: ثمر سے مشتق ہے، مال کو بڑھانا۔ ایفاء: قرض ادا کرنا، استیفاء: قرض وصول کرنا۔

ترجمه :(۴۹۰) باپ نے اپنے چھوٹے بچے کے مال کو رہن پر رکھا، اب بچہ بالغ ہو گیا اور باپ کا انتقال ہو گیا تو قرض ادا کرنے سے پہلے بچہ اپنا مال واپس نہیں لے سکتا۔

ترجمه :ا اس لئے کہ یہ رہن بچے کی جانب سے بھی لازم ہو گیا، اس لئے کہ باپ کا رہن رکھنا بالغ ہونے کے بعد خود اپنے سے رہن رکھنے کے درجے میں ہے، کیونکہ باپ بچے کے قائم مقام ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ باپ کا رہن رکھنا گویا کہ بالغ ہونے کے بعد بچے کا رہن رکھنا ہے، اس لئے باپ کا قرض ادا کئے بغیر بچہ رہن واپس نہیں لے سکے گا۔

تشریح: باپ نے بچے کے مال کو بچے کے قرض کے بدلے میں یا اپنے قرض کے بدلے میں رہن پر رکھا، اب بچہ بالغ ہو گیا، اور باپ کا انتقال ہو گیا تو جب تک بچہ اس قرض کو ادا نہیں کرے گا، اپنا رہن شدہ مال واپس نہیں لے سکتا۔

وجه: باپ کا رہن رکھنا گویا کہ خود بچے کا رہن رکھنا ہے اس لئے قرض ادا کئے بغیر رہن واپس نہیں لے سکتے۔

الْأَبُ رَهَنَهُ لِنَفْسِهِ فَقَضَاهُ الِابْنُ رَجَعَ بِهِ فِي مَالِ الْأَبِ﴿ا ؛ لِأَنَّهُ مُضْطَرٌّ فِيهِ لِحَاجَتِهِ إلَى إحْيَاءِ مِلْكِهِ فَأَشْبَهَ مُعِيرَ الرَّهْنِ (۴۹۲)وَكَذَا إذَا هَلَكَ قَبْلَ أَنْ يَفْتَكَّهُ﴿ا ؛ لِأَنَّ الْأَبَ يَصِيرُ قَاضِيًا دَيْنَهُ بِمَالِهِ فَلَهُ أَنْ يَرْجِعَ عَلَيْهِ (۴۹۳)وَلَوْ رَهَنَهُ بِدَيْنٍ عَلَى نَفْسِهِ وَبِدَيْنٍ عَلَى الصَّغِيرِ جَازَ﴿ا

لغت:ادرک: پالینا، یہاں مراد ہے بالغ ہونا۔

ترجمہ :(۴۹۱)باپ نے اپنے لئے چھوٹے بچے کا مال رہن پر رکھا،اور بیٹے نے اس قرض کو ادا کیا،تو اب باپ کے مال میں سے وصول کرے گا۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ اپنے حق کو زندہ کرنے کے لئے قرض ادا کرنے میں مجبور تھا،اس لئے معیر الرہن کے مشابہ ہو گیا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دوسرے کو اپنا مال دیا ہو تو اس کو واپس لے سکتا ہے۔

تشریح : باپ نے اپنے قرض میں چھوٹے بیٹے کی گائے رہن پر رکھ دی، بیٹا بالغ ہوا تو اپنی گائے لینے کے لئے باپ کا قرض ادا کرنا پڑا،تو اس قرض کو باپ کے ترکے سے واپس لیگا۔اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ، زید نے عمر سے پانچ سو درہم قرض مانگا،عمر نے اپنی گھڑی زید کو عاریت پر دے دی کہ اس کو رہن پر رکھ کر کسی سے پانچ سو درہم قرض لے لو، بعد میں عمر نے اپنی گھڑی کے لئے زید کا قرض ادا کیا تو عمر اب زید کے مال سے یہ قرض وصول کرے گا

وجہ :اپنی گائے واپس لینے کے لئے بیٹا قرض ادا کرنے پر مجبور تھا،اور یہ قرض باپ کا تھا اس لئے باپ کے مال سے اس کو وصول کرے گا۔

لغت :مضطر:اضطر سے مشتق ہے،مجبور ہوا۔معیر الرہن کی چیز کو عاریت پر دینے والا،اوپر کی مثال میں عمر نے اپنی گھڑی زید کو عاریت پر دی ہے،جسکو رہن پر رکھ کر زید نے کسی سے قرض لیا۔

ترجمہ :(۴۹۲)ایسے ہی اگر چھوڑانے سے پہلے رہن ہلاک ہو گیا[تو لڑکا اپنا مال واپس لیگا۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ باپ بچے کے مال قرض وصول کرنے والا ہو گیا،تو اس کو حق ہے کہ باپ کے مال سے وصول کرلے

تشریح :باپ نے اپنے قرض کی وجہ سے بچے کی گائے رہن پر رکھ دیا، بعد میں گائے ہلاک ہو گئی تو گائے کی قیمت کی مقدار باپ کا قرض ادا ہو گیا،تو بچہ بالغ ہونے کے بعد گائے کی قیمت کی مقدار باپ کے ترکے سے وصول کرے گا۔

وجہ: کیونکہ بچے کی گائے سے باپ کا قرض ادا ہوا ہے،اس لئے بچہ یہ مال باپ کے مال سے واپس لیگا۔

لغت:یفتکہ:فتک سے مشتق ہے، مال کا چھوڑانا۔

ترجمہ :(۴۹۳)اگر باپ نے اپنے قرض اور بچے کے قرض دونوں کے بدلے میں بچے کا مال رہن پر رکھا تو جائز ہے

ترجمہ :ا کیونکہ دونوں معاملے جائز ہیں۔

تشریح :اوپر گزرا کہ باپ اپنے قرض کے بدلے میں بھی چھوٹے بچے کا مال رہن پر رکھ سکتا ہے،اور یہ بھی گزرا کہ بچے کے

لِاشْتِمَالِهِ عَلَى أَمْرَيْنِ جَائِزَيْنِ (٤٩٤)فَإِنْ هَلَكَ ضَمِنَ الْأَبُ حِصَّتَهُ مِنْ ذَلِكَ لِلْوَلَدِ ﴿ا لِإِيفَائِهِ دَيْنَهُ مِنْ مَالِهِ بِهَذَا الْمِقْدَارِ ، ٢ وَكَذَلِكَ الْوَصِيُّ ، وَكَذَلِكَ الْجَدُّ أَبُ الْأَبِ إِذَا لَمْ يَكُنْ الْأَبُ أَوْ وَصِيُّ الْأَبِ (٤٩٥) لَوْ رَهَنَ الْوَصِيُّ مَتَاعًا لِلْيَتِيمِ فِي دَيْنٍ اسْتَدَانَهُ عَلَيْهِ وَقَبَضَ الْمُرْتَهِنُ ثُمَّ اسْتَعَارَهُ الْوَصِيُّ لِحَاجَةِ الْيَتِيمِ فَضَاعَ فِي يَدِ الْوَصِيِّ فَإِنَّهُ خَرَجَ مِنْ الرَّهْنِ وَهَلَكَ مِنْ مَالِ الْيَتِيمِ ﴿ا) ؛ لِأَنَّ فِعْلَ الْوَصِيِّ كَفِعْلِهِ بِنَفْسِهِ بَعْدَ الْبُلُوغِ ؛ لِأَنَّهُ اسْتَعَارَهُ

قرض کے بدلے میں بھی رہن پر رکھ سکتا ہے، اب یہاں دونوں کے قرض کے بدلے میں بچے کی گائے کو رہن پر رکھا تو بھی جائز ہے۔ کیونکہ دونوں امر جائز ہیں۔

ترجمہ :(۴۹۴)اگر رہن کی چیز ہلاک ہوگئی تو قرض کا جتنا حصہ باپ کا تھا باپ اس کا ضامن بنے گا۔

ترجمہ :۱ اس لئے کہ باپ نے اتنی مقدار بچے کے مال سے اپنا قرض ادا کیا۔

تشریح :مثلا ایک سو درہم باپ کا قرض تھا اور ایک سو درہم بیٹے کا قرض تھا، دونوں قرض کے بدلے میں بچے کی گائے رہن پر رکھ دی ، پھر گائے ہلاک ہوگئی تو ایک سو جو باپ کا قرض تھا اس کو بیٹا باپ کے مال سے لیگا۔

وجہ: کیونکہ بیٹے کی گائے سے ایک سو درہم باپ کا قرض ادا ہوا ہے، اس لئے بیٹا ایک سو باپ کے مال سے وصول کرے گا۔

ترجمہ :۲ ایسے ہی وصی نے اپنے اور بچے کے قرض میں گائے رہن پر رکھا، اور ایسے ہی دادا نے رکھا جبکہ باپ بھی نہیں تھا اور باپ کا وصی بھی نہیں تھا[تو بچہ اپنا مال وصی اور دادا کے مال سے واپس لیگا۔

تشریح :وصی نے اپنے قرض اور بچے کے قرض میں بچے کی گائے رہن پر رکھا، اور گائے ہلاک ہوگئی۔ یا باپ بھی نہیں تھا اور باپ کا وصی بھی نہیں تھا، اب اس بچے کا نگراں اس کا دادا تھا، اور دادا نے اپنے قرض اور بچے کے قرض میں بچے کی گائے رہن پر رکھ دی، اور گائے ہلاک ہوگئی، تو جتنا قرض وصی کا تھا، یا دادا کا تھا وہ قرض بچہ وصی کے مال سے وصول کرے گا، اسی طرح دادا کے مال سے وصول کرے گا۔

وجہ : کیونکہ بچے کی گائے سے وصی کا یا دادا کا قرض وصول ہوا ہے، اس لئے اس کے مال سے واپس لیگا۔

ترجمہ :(۴۹۵)وصی نے یتیم کے لئے قرض لیا تھا اس کے بدلے میں یتیم کا مال رہن پر رکھا، مرتہن نے اس پر قبضہ کر لیا ، پھر یتیم کی ضرورت کے لئے رہن کو واپس لے لیا ، اور وصی کے ہاتھ میں شیء مرہون ہلاک ہوگئی تو یہ مال رہن سے نکل گیا، اور یتیم کا مال ہلاک ہوا۔

ترجمہ :۱ اس لئے کہ وصی کا فعل بالغ ہونے کے بعد بچے کے فعل کی طرح ہے ، اس لئے کہ بچے ہی کی ضرورت کے لئے واپس عاریت پر لیا، اور اس بارے میں یہی حکم ہے جو ہم نے بیان کیا، جسکو ان شاء اللہ بیان کریں گے۔

لِحَاجَةِ الصَّبِيِّ وَالْحُكْمُ فِيهِ هَذَا عَلَى مَا نُبَيِّنُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى(۴۹۶) وَالْمَالُ دَيْنٌ عَلَى الْوَصِيِّ[مَعْنَاهُ هُوَ الْمُطَالِبُ بِهِ] (ثُمَّ يَرْجِعُ بِذَلِكَ عَلَى الصَّبِيِّ﴾ ل لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَعَدٍّ فِي هَذِهِ الِاسْتِعَارَةِ؛ إِذْ هِيَ لِحَاجَةِ الصَّبِيِّ (۴۹۷)وَلَوْ اسْتَعَارَهُ لِحَاجَةِ نَفْسِهِ ضَمِنَهُ لِلصَّبِي﴾ ل لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ؛ إِذْ لَيْسَ لَهُ وِلَايَةُ الِاسْتِعْمَالِ فِي حَاجَةِ نَفْسِهِ(۴۹۸) وَلَوْ غَصَبَهُ الْوَصِيُّ بَعْدَ مَا رَهَنَهُ فَاسْتَعْمَلَهُ لِحَاجَةِ نَفْسِهِ حَتَّى هَلَكَ عِنْدَهُ فَالْوَصِيُّ ضَامِنٌ لِقِيمَتِهِ﴾ ل لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِي حَقِّ

تشریح :یتیم کے لئے وصی نے قرض لیااور یتیم کی گائے رہن پر رکھا، پھر یتیم ہی کی ضرورت کے لئے مرتہن سے گائے واپس لے لی، اور وصی کے ہاتھ میں گائے مرگئی، تو یوں سمجھا جائے گا کہ گائے اب رہن پر نہیں رہی، اور چونکہ یتیم کے لئے ہی گائے واپس لی تھی اس لئے یتیم کے مال سے ہی گائے ہلاک ہوئی، اور یوں سمجھا جائے گا کہ وصی کا کام خود بالغ ہونے کے بعد بچے کا کام ہے، اور بالغ ہونے کے بعد یہ آدمی گائے واپس لیتا اور گائے ہلاک ہوتی تو اسی آدمی کی ہلاک ہوتی، اسی طرح یہاں بھی اسی آدمی کی ہلاک ہوگی۔

ترجمه :(۴۹۶) اور مال وصی پر قرض ہوگا، [یعنی وصی سے مطالبہ کیا جائے گا] پھر وصی بچے کے مال سے واپس لیگا۔

ترجمه :ل اس لئے کہ وصی اس مانگنے میں زیادتی کرنے والا نہیں ہے، اس لئے کہ بچے کی ضرورت کے لئے واپس لیا۔

تشریح :وصی نے رہن کی گائے واپس لے لی، اب جو مرتہن کا قرض ہے اس کا مطالبہ وصی سے کیا جائے گا، کیونکہ اس نے ہی قرض لیا تھا، اور بعد میں وصی بچے کے مال سے اس کو وصول کرے گا، کیونکہ اسی کی ضرورت کے لئے قرض لیا تھا۔

ترجمه :(۴۹۷) اگر وصی نے اپنی ضرورت کے لئے رہن کو واپس مانگا [پھر وہ ہلاک ہوا] تو بچے کے لئے ضامن ہو جائے گا۔

ترجمه :ل اس لئے کہ وہ زیادتی کرنے والا ہے، اس لئے کہ بچے کے مال کو اپنی ضرورت میں استعمال کرنے کی ولایت نہیں ہے۔

تشریح :وصی نے اپنی ضرورت کے لئے شیء مرہون کو مرتہن سے واپس لے لیا، پھر وہ چیز ہلاک ہوگئی تو وصی بچے کو شیء مرہون کی قیمت دے۔

وجه: کیونکہ بچے کا مال اپنی ضرورت میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

ترجمه :(۴۹۸) رہن رکھنے کے بعد وصی نے شیء مرہون کو غصب کر لیا، اور اپنی ضرورت میں استعمال کر لیا، اور وصی کے پاس شیء مرہون ہلاک ہوگئی تو وصی شیء مرہون کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

ترجمه :ل اس لئے کہ وصی نے غصب کر کے مرتہن کے حق میں زیادتی کی ہے، اور اپنی ضرورت میں استعمال کر کے بچے

الْمُرْتَهِنِ بِالْغَصْبِ وَالِاسْتِعْمَالِ، وَفِي حَقِّ الصَّبِيِّ بِالِاسْتِعْمَالِ فِي حَاجَةِ نَفْسِهِ، فَيُقْضَى بِهِ الدَّيْنُ إِنْ كَانَ قَدْ حَلَّ (۴۹۹)فَإِنْ كَانت قِيمَتُهُ مِثْلَ الدَّيْنِ أَدَّاهُ إِلَى الْمُرْتَهِنِ وَلَا يَرْجِعُ عَلَى الْيَتِيمِ﴾ لِ لِأَنَّهُ وَجَبَ لِلْيَتِيمِ عَلَيْهِ مِثْلُ مَا وَجَبَ لَهُ عَلَى الْيَتِيمِ فَالْتَقَيَا قِصَاصًا(۵۰۰) وَإِنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ أَقَلَّ[مِنْ الدَّيْنِ]أَدَّى قَدْرَ الْقِيمَةِ إِلَى الْمُرْتَهِنِ وَأَدَّى الزِّيَادَةَ مِنْ مَالِ الْيَتِيمِ﴾

کے حق میں بھی زیادتی کی ہے،اورقرض کی ادائیگی کا وقت آچکا ہوتو اس قیمت سے قرض ادا کیا جائے گا۔

تشریح: بچے کی گائے کو رہن رکھنے کے بعد وصی نے اس کو غصب کرلیا،اوراپنی ضرورت میں استعمال کرلیا،اورگائے وصی کے پاس ہلاک ہوگئی تو وصی کو گائے کی قیمت دینی ہوگی،اورقرض ادا کرنے کا وقت آچکا ہوتو اس قیمت سے قرض ادا کیا جائے گا

وجہ : قاعدہ یہ ہے کہ وصی بچے کے مال کو غصب کرے تو یہ غصب نہیں ہے اس کو لینا کہتے ہیں، کیونکہ وصی کو بچے کے مال کو لینے کا حق ہے، البتہ اپنی ضرورت میں استعمال کرنا یہ تعدی اور زیادتی ہے، اس لئے یہاں دو زیادتی ہوئی ۔[۱] مرتہن سے غصب کرکے مرتہن کے حق میں زیادتی ہے ۔[۲] اوراپنی ضرورت میں استعمال کرکے بچے کے حق میں زیادتی ہے، اس لئے وصی پر رہن کی قیمت واجب ہوگی ۔اورقرض ادا کرنے کا وقت آچکا ہوتو اس قیمت سے قرض ادا کردیا جائے گا۔

لغت :حل: یہ حلول سے مشتق ہے، قرض ادا کرنے کا وقت ہو جانا۔

ترجمہ :(۴۹۹) پس اگر مرہون کی قیمت قرض کے برابر ہوتو مرتہن کو دے دیا جائے گا، اور یتیم سے کچھ نہیں لے گا۔

ترجمہ :لے اس لئے کہ یتیم کا وصی پر اتنا ہی لازم ہے، جتنا وصی کا یتیم پر واجب ہے تو تقاصہ ہو جائے گا، یعنی برابر سرابر ہو جائے گا۔

تشریح :وصی نے جس گائے کو غصب کیا تھا اس کی قیمت مثلا ایک ہزار درہم تھی، جو وصی پر واجب تھی اور یتیم پر جو مرتہن کا قرض تھا وہ بھی ایک ہزار تھا، اس لئے وصی کی دی ہوئی قیمت مرتہن کو دے دیا جائے گا، اور دونوں برابر ہو جائیں گے۔

ترجمہ :(۵۰۰) اگر گائے کی قیمت قرض سے کم ہوتو مرتہن کو قیمت دی جائے گی اور جو زیادہ ہے وہ یتیم کے مال سے ادا کیا جائے گا۔

ترجمہ :لے اس لئے کہ وصی پر جو ضمان تھا وہ قیمت کے برابر تھا اس سے زیادہ نہیں تھا۔

تشریح :مثلا قرض ایک ہزار تھا اور گائے کی قیمت آٹھ سو تھی تو یہ قیمت مرتہن کو دے دی جائے گی، اور باقی دو سو درہم تو یہ یتیم کے مال سے پورا کیا جائے گا۔

وجہ: کیونکہ وصی پر تو اتنی ہی لازم تھی جتنی گائے کی قیمت تھی، اس سے زیادہ یتیم کے مال سے دینا ہوگا۔

ترجمہ :(۵۰۱)اوراگر شیء مرہون کی قیمت قرض سے زیادہ ہو، تو قرض کی مقدار مرتہن کو دیا جائے گا اور جو زیادہ باقی رہا

لِهِ ؛ لِأَنَّ الْمَضْمُونَ عَلَيْهِ قَدْرُ الْقِيمَةِ لَا غَيْر(٥٠١) وَإِنْ كَانَتْ قِيمَةُ الرَّهْنِ أَكْثَرَ مِنْ الدَّيْنِ أَدَّى قَدْرَ الدَّيْنِ مِنْ الْقِيمَةِ إلَى الْمُرْتَهِنِ، وَالْفَضْلُ لِلْيَتِيمِ،﴾(٥٠٢) وَإِنْ كَانَ لَمْ يَحِلَّ الدَّيْنُ فَالْقِيمَةُ رَهْنٌ ﴿لِ لِأَنَّهُ ضَامِنٌ لِلْمُرْتَهِنِ بِتَفْوِيتِ حَقِّهِ الْمُحْتَرَمِ فَتَكُونُ رَهْنًا عِنْدَهُ، ثُمَّ إذَا حَلَّ الْأَجَلُ كَانَ الْجَوَابُ عَلَى التَّفْصِيلِ الَّذِي فَصَّلْنَاهُ (٥٠٣)وَلَوْ أَنَّهُ غَصَبَهُ وَاسْتَعْمَلَهُ لِحَاجَةِ الصَّغِيرِ حَتَّى هَلَكَ فِي يَدِهِ يَضْمَنُهُ لِحَقِّ الْمُرْتَهِنِ، وَلَا يَضْمَنُهُ لِحَقِّ الصَّغِيرِ ﴿لِ لِأَنَّ اسْتِعْمَالَهُ لِحَاجَةِ الصَّغِيرِ لَيْسَ بِتَعَدٍّ، وَكَذَا الْأَخْذُ؛ لِأَنَّ لَهُ وِلَايَةَ أَخْذِ مَالِ الْيَتِيمِ، وَلِهَذَا قَالَ فِي كِتَابِ الْإِقْرَارِ: إذَا أَقَرَّ الْأَبُ أَوْ الْوَصِيُّ بِغَصْبِ مَالِ الصَّغِيرِ لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ؛ لِأَنَّهُ لَا يُتَصَوَّرُ

وہ یتیم کا ہوگا۔

تشریح: مثلا گائے کی قیمت بارہ سوتھی اور قرض ایک ہزار تھا، تو ایک ہزار مرتہن کو دے کر جو دو سو باقی رہا وہ یتیم کو دیا جائے گا، کیونکہ یہ اسی کا مال ہے۔

ترجمہ: (۵۰۲) اور اگر قرض کا وقت نہیں آیا ہو تو گائے کی قیمت رہن پر رہے گی۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ وصی مرتہن کا ضامن ہے کیونکہ غصب کر کے اس نے مرتہن کا محترم حق ضائع کیا ہے اس لئے یہ قیمت مرتہن کے پاس رہن ہوگی، پھر جب وقت آجائے گا تو اس تفصیل کے ساتھ دی جائے گی جس کی تفصیل اوپر گزری۔

تشریح: اگر قرض ادا کرنے کا وقت نہیں آیا ہو تو یہ جو گائے کی قیمت وصی نے دی ہے یہ مرتہن کے پاس رہن رکھ دی جائے گی، کیونکہ وصی نے غصب کر کے مرتہن کا حق ضائع کیا تھا، اس کے بعد جب قرض ادا کرنے کا وقت آئے گا تو اس تفصیل پر جو اوپر گزری اس کے مطابق قرض ادا کر دی جائے گی۔

ترجمہ: (۵۰۳) اور اگر وصی نے گائے غصب کی اور بچے کی ضرورت میں خرچ کر دی اور گائے ہلاک ہوگئی، تو وصی مرتہن کے حق کے لئے ضامن ہوگا، بچے کے حق کے لئے ضامن نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ بچے کی ضرورت کے لئے استعمال کرنا تعدی نہیں ہے، ایسے ہی مرتہن سے مال لینا تعدی نہیں ہے، اس لئے کہ مرتہن سے یتیم کے مال کو لینے کی ولایت ہے، یہی وجہ ہے کہ مبسوط کے کتاب الاقرار میں درج ہے کہ، باپ یا وصی بچے کے مال کے غصب کرنے کا اقرار کرے تو باپ پر کچھ لازم نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ جب اس کو بچے کے مال کو لینے کا حق ہے تو پھر غصب کا تصور نہیں ہوگا۔

تشریح: پہلے ایک قاعدہ گزر چکا ہے کہ وصی اور باپ کے لئے بچے کا مال لینا جائز ہے، اس لئے اس کے لئے مرتہن سے غصب کیا تو یہ غصب نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اس کے مال کو لینا سمجھا جائے گا، چنانچہ امام محمدؒ کے مبسوط کے کتاب الاقرار میں

غَصُبُهُ لِمَا أَنَّ لَهُ وِلَايَةَ الْأَخُذِ، ٢ فَإِذَا هَلَكَ فِي يَدِهِ يَضُمَنُهُ لِلْمُرُتَهِنِ يَأْخُذُهُ بِدَيْنِهِ إِنُ كَانَ قَدُ حَلَّ، وَيَرُجِعُ الْوَصِيُّ عَلَى الصَّغِيرِ؛ لِأَنَّهُ لَيُسَ بِمُتَعَدٍّ بَلُ هُوَ عَامِلٌ لَهُ، ٣ وَإِنُ كَانَ لَمُ يَحِلَّ يَكُونُ رَهُنًا عِنُدَ الْمُرُتَهِنِ، ثُمَّ إِذَا حَلَّ الدَّيُنُ يَأْخُذُ دَيْنَهُ مِنُهُ وَيَرُجِعُ الْوَصِيُّ عَلَى الصَّبِيِّ بِذَلِكَ لِمَا ذَكَرُنَا(٥٠٤) قَالَ: وَيَجُوزُ رَهُنُ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيرِ وَالْمَكِيلِ وَالْمَوُزُونِ﴾ ١ لِأَنَّهُ

ہے کہ باپ، یا وصی اقرار کرے کہ میں نے بچے کے مال کو غصب کیا، تو اس کو غصب شمار نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کو لینا شمار کیا جائے گا۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی تو مرتہن سے غصب کرنا، مرتہن کے حق میں غصب ہے، اور بچے کے حق لینا ہے، اس لئے مرتہن کے لئے ضامن بنے گا، بچے کے لئے ضامن نہیں بنے گا۔

ترجمہ: ۲ پس جب وصی کے ہاتھ میں ہلاک ہوگیا تو مرتہن کے لئے اس کا ضامن بنے گا، اور وہ قیمت اپنے قرض کے بدلے میں لے لیگا، اگر قرض ادا کرنے کا وقت آ گیا ہو، پھر وصی بچے سے یہ قیمت وصول کرے گا اس لئے کہ وصی زیادتی کرنے والا نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے کام کرنے والا ہے۔

تشریح: وصی نے مرتہن سے گائے غصب کی، اور وہ گائے وصی کے ہاتھ میں ہلاک ہوگئی، تو وصی مرتہن کے لئے گائے کی قیمت کا ضامن بنے گا، اور قرض ادا کرنے کا وقت آ چکا ہو تو مرتہن اپنے قرض کے بدلے میں یہ قیمت لیگا، بعد میں بچے کے مال سے یہ قیمت وصول کریگا۔

وجہ: اس لئے کہ بچے کے لئے غصب کیا تو اس پر کوئی زیادتی نہیں کی، بلکہ اس کے فائدے کے لئے کام کیا ہے، اس لئے مرتہن کو جو قیمت دی وہ بعد میں بچے کے مال میں سے وصول کرے گا۔

ترجمہ: ۳ اور اگر قرض ادا کرنے کا وقت نہیں آیا ہے تو یہ قیمت مرتہن کے پاس رہن رہے گی، پھر جب قرض کے ادا کرنے کا وقت آ جائے تو اس قیمت سے اپنا قرض وصول کرے، پھر وصی بچے کے مال سے لیگا اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کیا

تشریح: اگر ابھی قرض ادا کرنے کا وقت نہیں آیا ہے، تو یہ قیمت مرتہن کے پاس رہن رہے گی، کیونکہ یہ گائے کا بدل ہے، پھر جب ادا کرنے کا وقت آئے گا تو اسی قیمت سے قرض ادا کر دیا جائے گا، اور بعد میں بچے کے مال سے وصی اپنی قیمت وصول کرے گا۔

وجہ: کیونکہ وصی نے بچے کے لئے کام کیا تھا اس لئے بعد میں بچے کے مال سے وصول کرے گا۔

ترجمہ: (۵۰۴) جائز ہے رہن پر رکھنا درہم کو، دینار کو اور کیلی چیز اور وزنی چیز کو۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ ان چیزوں سے قرض وصول کرنا متحقق ہوتا ہے اس لئے یہ چیزیں رہن رکھنے کا محل ہیں

وجہ: ان چیزوں کو رہن پر رکھنے سے مرتہن کو اعتماد ہوگا کہ میرا دین ملے گا۔ اور نہیں تو اس کو بیچ کر یا خود اسی کو رکھ کر اپنا دین

يَتَحَقَّقُ الِاسْتِيفَاءُ مِنْهُ فَكَانَ مَحَلًّا لِلرَّهْنِ(٥٠٥) فَإِنْ رُهِنَتْ بِجِنْسِهَا فَهَلَكَتْ هَلَكَتْ بِمِثْلِهَا مِنْ الدَّيْنِ وَإِنْ اخْتَلَفَا فِي الْجَوْدَةِ ١ لِأَنَّهُ لَا مُعْتَبَرَ بِالْجَوْدَةِ عِنْدَ الْمُقَابَلَةِ بِجِنْسِهَا، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ؛ لِأَنَّ عِنْدَهُ يَصِيرُ مُسْتَوْفِيًا بِاعْتِبَارِ الْوَزْنِ دُونَ الْقِيمَةِ، ٢ وَعِنْدَهُمَا يَضْمَنُ الْقِيمَةَ

وصول کرسکتا ہوں۔اس لئے ان چیزوں کو رہن پر رکھنا جائز ہے۔

ترجمہ :(٥٠٥) پس اگر دین کی جنس کو رہن پر رکھا اور ہلاک ہوگئی تو ہلاک ہوجائے گی دین کی مثل سے اگرچہ مختلف ہو عمدگی اور گھڑائی میں۔

ترجمہ : ١ اس لئے کہ جنس کا مقابلہ اسی جنس ہو تو اچھے اور ادنی کا اعتبار نہیں ہے، یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وزن کے اعتبار سے وصول کرنے والا ہوگا قیمت کے اعتبار سے نہیں۔

اصول :مرہون اور قرض دونوں کی جنس ایک ہوں تو وزن کے اعتبار سے برابر ہونا ضروری ہے، قیمت کے اعتبار سے کم یا زیادہ کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک جنس میں عمدہ اور گھٹیا کا اعتبار نہیں ہے دونوں وزن کے اعتبار سے برابر ہوں وصول ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔مثلا اچھے قسم کے سو درہم دین تھے اور اس کے بدلے میں گھٹیا قسم کے سو درہم رہن رکھے۔بعد میں رہن کے سو درہم ہلاک ہوگئے تو چونکہ دونوں جنس ایک ہے اور وزن کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں، اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ مرتہن نے اپنے دین کے سو درہم وصول کر لئے۔

وجہ :(١)ایک جنس ہو تو قیمت کے اعتبار سے عمدہ اور گھٹیا کا اعتبار نہیں ہے۔اس لئے وزن کے اعتبار سے دونوں کی برابری کو دیکھا جائے گا۔عمدہ اور گھٹیا کو نہیں دیکھا جائے گا۔(٢)قال ابو بکرة قال رسول الله ﷺ لا تبیعوا الذهب بالذهب الا سواء بسواء و الفضة بالفضة الا سواء بسواء و بیعوا الذهب بالفضة و الفضة بالذهب کیف شئتم (بخاری شریف، باب بیع الذہب بالذہب، ص ٣٤٧، نمبر ٢١٧٥ مسلم شریف، باب الربا، ص ٦٩١، نمبر ١٥٨٤/٤٠٥٥)اس حدیث میں ہے کہ سونا اور چاندی کو برابر کر کے بیچو۔(٣)فقال ابو سعید فی الصرف سمعت رسول الله ﷺ یقول الذهب بالذهب مثل بمثل، و الورق بالورق مثل بمثل (بخاری شریف، باب بیع الفضۃ بالفضۃ، ص ٣٤٨، نمبر ٢١٧٦ مسلم شریف، باب الربا، ص ٦٩١، نمبر ١٥٨٤/٤٠٥٤)اس حدیث میں ہے کہ سونا اور چاندی کو برابر کر کے بیچو

لغت: الجودۃ : عمدہ۔ الصیاغۃ : گھڑائی اور نقش و نگار۔

ترجمہ :٢ اور صاحبینؒ کے نزدیک قیمت کے ذریعہ ضمان ہوگا، خلاف جنس سے، اور یہ قیمت اس کی جگہ پر رہن رہے گی۔

اصول:صاحبینؒ کے نزدیک وزن کے اعتبار سے برابری کا اعتبار نہیں ہے بلکہ قیمت کے اعتبار سے برابری کا اعتبار ہے

مِنْ خِلَافِ جِنْسِهِ وَيَكُونُ رَهْنًا مَكَانَهُ ۳ وَفِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: فَإِنْ رَهَنَ إِبْرِيقَ فِضَّةٍ وَزْنُهُ عَشَرَةٌ بِعَشَرَةٍ فَضَاعَ فَهُوَ بِمَا فِيهِ قَالَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -: مَعْنَاهُ أَنْ تَكُونَ قِيمَتُهُ مِثْلَ وَزْنِهِ أَوْ أَكْثَرَ هَذَا الْجَوَابُ فِي الْوَجْهَيْنِ بِالِاتِّفَاقِ؛ لِأَنَّ الِاسْتِيفَاءَ عِنْدَهُ بِاعْتِبَارِ الْوَزْنِ وَعِنْدَهُمَا بِاعْتِبَارِ الْقِيمَةِ، وَهِيَ مِثْلُ الدَّيْنِ فِي الْأَوَّلِ وَزِيَادَةٌ عَلَيْهِ فِي الثَّانِي فَيَصِيرُ بِقَدْرِ الدَّيْنِ

تشریح: مثلا ایک سودرہم قرض تھااوراس کے بدلے میں ایک سودرہم رہن پر رکھا تو یوں سمجھا جائے گا کہ سونے سے اس کی قیمت لگائی اور وہ سونا رہن پر رہا۔

ترجمہ: ۳ جامع صغیر میں عبارت یہ ہے،فان رهن ابريق فضة وزنه عشرة بعشرة فضاع فهو بما فيه ،ترجمہ:۔چاندی کا لوٹا رہن پر رکھا اس کا وزن دس درہم تھا دس درہم کے بدلے میں اور لوٹا ہلاک ہو گیا تو گویا کہ بدلا ہو گیا،
صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ لوٹے کی قیمت اتنی ہی تھی جتنا اس کا وزن تھا، یا لوٹے کی قیمت وزن سے زیادہ تھی تو دونوں صورتوں میں بالاتفاق جواب ایک ہوگا۔اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وزن کے اعتبار سے وصول ہو گیا،اور صاحبینؒ کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے وصول ہو گیا،اس لئے کہ پہلی شکل میں قیمت قرض کے برابر ہے،اور دوسری صورت میں قیمت وزن سے زیادہ ہے،اس لئے قرض کی مقدار وصول کرنے والا ہو گیا۔

تشریح: صاحب ہدایہ نے جامع صغیر کی ایک عبارت پیش کی ہے،عبارت یہ ہے۔رجل رهن رجلا ابريق فضة وزنه عشره بعشرة فضاع فهو بما فيه (جامع صغیر،باب الرہن،ص۴۹۲)،اس کا ترجمہ یہ ہے:۔ایک آدمی نے ایک آدمی کے پاس چاندی کا لوٹا رہن پر رکھا،اس کا وزن دس درہم تھا،دس درہم قرض کے بدلے میں،اور لوٹا ہلاک ہو گیا،تو یوں سمجھا جائے گا کہ مرتہن نے اپنا قرض وصول کر لیا۔
صاحب ھدایہ اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اس لوٹے کا وزن دس درہم چاندی کے وزن کے برابر تھا،اور اس کی قیمت دس درہم تھی،یا بارہ درہم تھی۔
پہلی شکل: اگر اس کی قیمت دس درہم تھی تو سب کے نزدیک قرض ادا ہو گیا۔
امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس لئے اس کا وزن دس درہم تھا،اور قرض بھی دس درہم تھا،تو وزن کے اعتبار سے برابر ہو گیا،اس لئے قرض ادا ہو گیا۔
اور صاحبینؒ کے نزدیک اس لئے کہ اس کی قیمت دس درہم تھی،اور قرض بھی دس درہم تھا اس لئے قیمت کے اعتبار سے دونوں برابر ہونے کی وجہ سے قرض ادا ہو گیا۔
دوسری شکل: اگر لوٹے کی قیمت بارہ درہم تھی،اور اس کا وزن دس درہم ہے،تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وزن میں برابر ہونے

مُسْتَوْفِيًا ۴ فَإِنْ كَانَ قِيمَتُهُ أَقَلَّ مِنْ الدَّيْنِ فَهُوَ عَلَى الْخِلَافِ الْمَذْكُورِ ۵ لَهُمَا أَنَّهُ لَا وَجْهَ إلَى الِاسْتِيفَاءِ بِالْوَزْنِ لِمَا فِيهِ مِنْ الضَّرَرِ بِالْمُرْتَهِنِ، وَلَا إلَى اعْتِبَارِ الْقِيمَةِ؛ لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إلَى الرِّبَا فَصِرْنَا إلَى التَّضْمِينِ، بِخِلَافِ الْجِنْسِ لِيَنْتَقِضَ الْقَبْضُ وَيُجْعَلَ مَكَانَهُ ثُمَّ يَتَمَلَّكَهُ ۶ وَلَهُ أَنَّ

کی وجہ سے قرض ادا ہو گیا۔

اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کی قیمت بارہ درہم ہے، اس لئے دس درہم سے قرض ادا ہو گیا، اور دو درہم بچ گیا، لیکن یہ دو درہم مرتہن کے پاس امانت ہے اس لئے اس کے ہلاک ہونے سے اس کا کچھ ضمان نہیں دے گا۔

ترجمہ: ۴ اور اگر لوٹے کی قیمت قرض سے کم ہے تو وہ اس اختلاف پر ہے جس کو ذکر کیا۔

تشریح: اگر لوٹے کی قیمت کم ہے مثلا آٹھ درہم ہے اور وزن دس درہم ہے۔

تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قرض ادا ہو جائے گا کیونکہ قرض کا وزن بھی دس درہم ہے اور لوٹے کا وزن بھی دس درہم ہے، اور وزن کے اعتبار سے برابر ہونا کافی ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے دو درہم کم ہے، اس لئے آٹھ درہم قرض ادا ہو گا اور دو درہم باقی رہ جائے گا، جو بعد میں بچے کے مال سے پورا کیا جائے گا، کیونکہ صاحبینؒ کے نزدیک قیمت کے اعتبار سے برابر ہونا ضروری ہے۔ اختلاف مذکور کا یہی مطلب ہے۔

ترجمہ: ۵ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ وزن کے مطابق وصول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لئے کہ اس میں مرتہن کو نقصان ہے، اور قیمت کا اعتبار بھی نہ کیا جائے، کیونکہ اس میں سود ہو جائے گا اس لئے خلاف جنس کے ضمان کی طرف ہم گئے تا کہ قبضہ ٹوٹ جائے، اور قیمت کو شیء مرہون کی جگہ رکھ دیا جائے، پھر راہن قرض ادا کر کے اس کا مالک بنے۔

تشریح: یہاں پیچیدہ عبارت ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ اگر وزن کے ذریعہ سے قرض پورا کیا جائے تو جب لوٹے کی قیمت کم ہے مثلا آٹھ درہم ہے تو مرتہن کو اس سے نقصان ہو گا، اور قیمت کا اعتبار کریں تو سود لازم ہو گا کیونکہ وزن کے اعتبار سے قرض اور شیء مرہون دونوں برابر ہیں اور دونوں ایک ہی چیز چاندی ہیں پھر بھی دو درہم زیادہ دلوایا گیا، تو یہ سود ہو گیا، اس لئے تیسری شکل اختیار کی۔ جو لوٹا رہن پر رکھا اس کی قیمت سونے سے لگائی اور گویا کہ سونے پر مرتہن نے قبضہ کیا ہے، اور راہن جب اپنا قرض ادا کرے گا تو اس لوٹے پر مالک ہو جائے گا، اور گویا کہ سونے پر مالک ہوا۔

لغت: ینتقض القبض: قبضہ ٹوٹ جائے گا، یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ راہن نے جو لوٹا رہن پر رکھا ہے اس سے قبضہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی جو قیمت سونے میں لگائی گئی ہے وہ رہن پر رہے گی۔ یتملکہ: مالک بنے گا۔

ترجمہ: ٦ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ سود والے مال میں مقابلے کے وقت اعلی اور ادنی کا اعتبار نہیں ہے، اور ردی

الْـجَـوْدَةَ سَاقِطَةُ الْعِبْرَةِ فِي الْأَمْوَالِ الرِّبَوِيَّةِ عِنْدَ الْمُقَابَلَةِ بِجِنْسِهَا، وَاسْتِيفَاءُ الْجَيِّدِ بِالرَّدِيءِ جَـائِزٌ كَمَا إذَا تَجَوَّزَ بِهِ ۷ وَقَـدْ حَـصَلَ الِاسْتِيفَاءُ بِالْإِجْمَاعِ وَلِهَذَا يُحْتَاجُ إلَى نَقْضِهِ، ۸ وَلَا يُـمْـكِـنُ نَقْضُهُ بِإِيجَابِ الضَّمَانِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَدَ لَهُ مِنْ مُطَالِبٍ وَمُطَالَبٍ، وَكَذَا الْإِنْسَانُ لَا يَضْمَنُ مِـلْـكَ نَـفْسِهِ وَبِتَعَذُّرِ التَّضْمِينِ يَتَعَذَّرُ النَّقْضُ، ۹ وَقِيلَ: هَـذِهِ فُرَيْعَةُ مَا إذَا اسْتَوْفَى الزُّيُوفَ مَكَانَ الْجِيَادِ فَهَلَكَتْ ثُمَّ عَلِمَ بِالزِّيَافَةِ يُمْنَعُ الِاسْتِيفَاءُ وَهُوَ مَعْرُوفٌ،

کے بدلے میں اعلی، وصول کرنا جائز ہے جیسے اس کے ساتھ چشم پوشی کرلے تو جائز ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جن مالوں میں ایک جنس ہونے کی وجہ سے سود کا اعتبار ہے ان میں ردی اور اعلی کا اعتبار نہیں ہے، ردی کے بدلے میں اعلی وصول کرلے تب بھی جائز ہے، جیسے اعلی کے بدلے میں ردی دے دے اور لینے والا چشم پوشی کر کے لے لے تو جائز ہو جاتا ہے اسی طرح یہاں اعلی اور ادنی کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمه: ۷ اور بالا جماع وصول کرنا تو پایا گیا ہے اسی لئے اس کے توڑنے کی ضرورت پڑی۔

تشریح: یہ سب عبارت پیچیدہ ہے، خود مجھے سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ یہ صاحبین کو جواب ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ ۔صاحبینؒ کے مذہب پر بھی مرتہن نے لوٹے پر قبضہ کرلیا ہے، یہی وجہ ہے کہ صاحبین کے یہاں مرتہن کے قبضے کو توڑ کر سونے پر قبضہ شمار کیا گیا ہے۔

ترجمه: ۸ اور اس کا توڑنا ضمان واجب کر کے ممکن نہیں ہے اس لئے کہ مطالبہ کرنے والا اور لینے والا ہونا چاہئے، ایسے ہی انسان اپنی چیز کا ضامن نہیں بنتا، اور ضمان کے متعذر رہونے کی وجہ سے ملک کا ٹوٹنا متعذر رہوگا۔

تشریح: لوٹے پر قبضے کو توڑ کر اس کے بدلے میں سونے پر قبضہ سمجھنا، اس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مطالبہ کرنے والا ہو، اور کوئی دینے والا ہو، اور یہاں کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں ہے اس لئے قبضے کو توڑنا ممکن نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے کہ انسان اپنے ہی مال کا ضامن نہیں بنتا اس لئے قبضے کو توڑنا متعذر رہا۔

ترجمه: ۹ بعض حضرات نے کہا کہ یہ مسئلہ فروع ہے اس مسئلے کے۔جی کے بدکے میں کھوٹا سکہ لیا اور وہ ہلاک ہو گیا پھر کھوٹے پن کو جانا، یہ مسئلہ مشہور ہے۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے کہ۔زید نے عمر سے اچھے اور جید سکے کے بدلے کھوٹا سکہ لیا اور اس کو خرچ ہونے کے بعد جانا کہ یہ سکے کھوٹے ہیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گویا کہ اس نے اپنا حق وصول کرلیا، اس لئے اب کچھ نہیں کیا جائے گا۔اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اس طرح کا کھوٹا سکہ عمر کو دیگا، اور اچھا سکہ عمر سے لیگا، اسی مسئلے پر اوپر کا مسئلہ متفرع ہے، کہ وہاں بھی لوٹے کی قیمت سونے سے لگا کر گویا کہ سونا مرتہن کے قبضے میں ہے۔

۱۰؎ غَيْرَ أَنَّ الْبِنَاءَ لَا يَصِحُّ مَا هُوَ الْمَشْهُورُ؛ لِأَنَّ مُحَمَّدًا فِيهَا مَعَ أَبِي حَنِيفَةَ وَفِي هَذَا مَعَ أَبِي يُوسُفَ ۱۱؎ وَالْفَرْقُ لِمُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَبَضَ الزُّيُوفَ لِيَسْتَوْفِيَ مِنْ عَيْنِهَا، وَالزِّيَافَةُ لَا تَمْنَعُ الِاسْتِيفَاءَ، وَقَدْ تَمَّ بِالْهَلَاكِ وَقَبْضِ الرَّهْنِ لِيَسْتَوْفِيَ مِنْ مَحَلٍّ آخَرَ فَلَا بُدَّ مِنْ نَقْضِ الْقَبْضِ، وَقَدْ أَمْكَنَ عِنْدَهُ بِالتَّضْمِينِ، ۱۲؎ وَلَوْ انْكَسَرَ الْإِبْرِيقُ فَفِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ وَهُوَ مَا إذَا كَانَتْ قِيمَتُهُ مِثْلَ وَزْنِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ لَا يُجْبَرُ عَلَى الْفِكَاكِ؛ لِأَنَّهُ لَا وَجْهَ إلَى أَنْ يَذْهَبَ شَيْءٌ مِنْ الدَّيْنِ؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ قَاضِيًا دَيْنَهُ بِالْجَوْدَةِ عَلَى الِانْفِرَادِ، وَلَا إلَى أَنْ يَفْتَكَّهُ مَعَ النُّقْصَانِ لِمَا فِيهِ مِنْ الضَّرَرِ فَخَيَّرْنَاهُ، إنْ شَاءَ افْتَكَّهُ بِمَا فِيهِ وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَهُ قِيمَتَهُ مِنْ جِنْسِهِ أَوْ خِلَافِ جِنْسِهِ،

ترجمہ :۱۰؎ یہ اور بات ہے کہ مسئلے کا بنا صحیح نہیں ہے، جیسا کہ مشہور ہے، کیونکہ محمدؒ کھوٹے والے مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ اور اس مسئلے میں امام ابو یوسفؒ کے ساتھ ہے۔

تشریح :صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ متن کے مسئلے کو کھوٹے سکے والے مسئلے پر قیاس کرنا اس لئے صحیح نہیں ہے، کیونکہ متن کے مسئلے میں امام محمدؒ امام ابو یوسفؒ کے ساتھ ہیں اور کھوٹے سکے کے مسئلے میں امام محمدؒ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہیں، اس لئے ایک مسئلے کو دوسرے کا فرع نہیں بنا سکتے۔

ترجمہ :۱۱؎ امام محمدؒ کے لئے فرق یہ ہے کہ کھوٹے سکے کو قبضہ کیا تا کہ عین سکے سے وصول کیا جائے اور کھوٹا ہونا وصول ہونے سے نہیں روکتا اور ہلاک ہونے سے وصول ہو بھی گیا۔ اور رہن میں قبضہ کرنا اس لئے ہے کہ اس کے ذریعہ دوسری چیز کو وصول کیا جائے اس لئے قبضہ ٹوٹنا ضروری ہے اور ضمان لازم کر کے یہ ممکن ہے۔

تشریح :امام محمدؒ کھوٹے سکے میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہے، اور رہن کے مسئلے میں امام ابو یوسفؒ کے ساتھ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کھوٹے سکے پر قبضہ کیا اس لئے کہ اس سکے سے اپنا حق وصول کر لے، اور جب سکہ ہلاک ہو گیا تو اس کا حق وصول بھی ہو گیا، اور رہن والے مسئلے میں لوٹا پر قبضہ اس لئے کیا ہے کہ اس کے ذریعہ قرض وصول کیا جائے، اس فرق کی وجہ سے امام محمد ایک جگہ امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہیں اور دوسری جگہ امام ابو یوسفؒ کے ساتھ ہیں۔

ترجمہ :۱۲؎ اور اگر لوٹا ٹوٹ گیا تو پہلی شکل میں جب کہ لوٹ کی قیمت وزن کے برابر ہو تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک لوٹے کو چھوڑانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اس لئے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ قرض میں سے کچھ کم کر دیا جائے، اس لئے کہ صرف لوٹے کے اچھے ہونے کی وجہ سے قرض ادا کرنے والا ہوگا، اور نقصان کے ساتھ لوٹا چھڑائے اس میں راہن کو نقصان ہے اس لئے راہن کو اختیار دیا کہ چاہے تو ٹوٹا ہوا لوٹا ہے اسی کو چھڑا لے، اور چاہے تو مرتہن کو لوٹے کا ضامن بنائے، لوٹے کی جنس سے یا خلاف جنس سے اور یہ قیمت مرتہن کے پاس رہن رہے، اور لوٹے کا ضمان ادا کرنے کی وجہ سے ٹوٹا ہوا لوٹا مرتہن کا

وَتَكُونُ رَهْنًا عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ، وَالْمَكْسُورُ لِلْمُرْتَهِنِ بِالضَّمَانِ ١٣ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ إِنْ شَاءَ افْتَكَّهُ نَاقِصًا، وَإِنْ شَاءَ جَعَلَهُ بِالدَّيْنِ اعْتِبَارًا لِحَالَةِ الِانْكِسَارِ بِحَالَةِ الْهَلَاكِ، وَهَذَا؛ لِأَنَّهُ لَمَّا تَعَذَّرَ الْفِكَاكُ مَجَّانًا صَارَ بِمَنْزِلَةِ الْهَلَاكِ، وَفِي الْهَلَاكِ الْحَقِيقِيِّ مَضْمُونٌ بِالدَّيْنِ بِالْإِجْمَاعِ فَكَذَا فِيمَا هُوَ فِي مَعْنَاهُ ١٤ قُلْنَا: الِاسْتِيفَاءُ عِنْدَ الْهَلَاكِ بِالْمَالِيَّةِ، وَطَرِيقُهُ أَنْ يَكُونَ مَضْمُونًا بِالْقِيمَةِ ثُمَّ تَقَعُ الْمُقَاصَّةُ، وَفِي جَعْلِهِ بِالدَّيْنِ إِغْلَاقُ الرَّهْنِ وَهُوَ حُكْمٌ جَاهِلِيٌّ فَكَانَ التَّضْمِينُ

ہوگا۔

تشریح: اوپر یہ تھا کہ لوٹا ہلاک ہوگیا تو ساری تفصیل تھی، اب یہ ہے کہ لوٹا ٹوٹ گیا تو اس میں کیا کرے۔

یہاں دو صورتیں ہیں [۱] ایک یہ کہ لوٹا ٹوٹنے کی وجہ سے مثلا قرض میں سے تین درہم کم کر دیا جائے، اس صورت میں لوٹے کی اچھائی کی قیمت لگی اور اس کی وجہ سے تین درہم قرض میں سے کم ہوگیا۔ یہ صورت اس لئے باطل ہے کہ ایک جنس میں اچھائی کی قیمت نہیں لگتی۔

[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ راہن پورا قرض دس درہم ادا کرے اور اپنا ٹوٹا ہوا لوٹا واپس لے لے۔ یہ صورت اس لئے ٹھیک نہیں ہے کہ راہن کو صراصر نقصان ہے۔

اس لئے راہن کو دو اختیار دئے [۱] ایک یہ کہ دس درہم پورا قرض ادا کر کے اپنا ٹوٹا ہوا لوٹا واپس لے لے۔

[۲] اور دوسرا اختیار یہ ہے کہ مرتہن کو اس لوٹے کی قیمت کا ضامن بنا دے، یا درہم سے قیمت لگائے، یا خلاف جنس، یعنی سونے سے لگائے، اور یہ قیمت مرتہن کے پاس رہن رہے، جب راہن قرض ادا کرے گا تو یہ قیمت راہن کو دیا جائے گا، یہ دوسری صورت ہے، اس صورت میں لوٹا مرتہن کا ہو جائے گا، کیونکہ اس نے اس کی قیمت دے دی ہے۔

لغت: افتکہ: فتک سے مشتق ہے، قیمت دیکر چیز چھڑانا۔

ترجمہ: ۱۳ اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر چاہے تو ٹوٹا ہوا لوٹا ہی چھڑا لے، اور چاہے تو قرض کے بدلے میں کر لے، ٹوٹے ہوئے لوٹے کو ہلاک ہونے پر قیاس کرتے ہوئے، اور یہ اس لئے ہے کہ جب مفت چھڑانا متعذر رہو گیا تو یہ ہلاک کے درجے میں ہو گیا، اور حقیقی ہلاک میں بالاجماع قرض کے بدلے میں مضمون ہوتا ہے تو جو اس کے معنی میں ہو اس کی حالت بھی وہی ہوگی۔

امام محمدؒ کے یہاں ٹوٹنے کی صورت کو لوٹے کے ہلاک ہونے پر قیاس کرتے ہیں، اور ہلاک ہونے میں لوٹے کی قیمت کی بقدر قرض ساقط ہو جاتا ہے، تو یہاں بھی قرض ساقط ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱۴ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہلاک ہونے کے وقت مالیت سے وصول ہوتا ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ قیمت سے

بِالْقِيمَةِ أَوْلَى ۱۵؎ وَفِي الْوَجْهِ الثَّالِثِ وَهُوَ مَا إِذَا كَانَتْ قِيمَتُهُ أَقَلَّ مِنْ وَزْنِهِ ثَمَانِيَةً يَضْمَنُ قِيمَتَهُ جَيِّدًا مِنْ خِلَافِ جِنْسِهِ أَوْ رَدِيئًا مِنْ جِنْسِهِ وَتَكُونُ رَهْنًا عِنْدَهُ، وَهَذَا بِالِاتِّفَاقِ أَمَّا عِنْدَهُمَا فَظَاهِرٌ وَكَذَلِكَ عِنْدَ مُحَمَّدٍ؛ لِأَنَّهُ يَعْتَبِرُ حَالَةَ الِانْكِسَارِ بِحَالَةِ الْهَلَاكِ، وَالْهَلَاكُ عِنْدَهُ بِالْقِيمَةِ ۱۶؎ وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي وَهُوَ مَا إِذَا كَانَتْ قِيمَتُهُ أَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهِ اثْنَيْ عَشَرَ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ يَضْمَنُ جَمِيعَ قِيمَتِهِ وَتَكُونُ رَهْنًا عِنْدَهُ؛ لِأَنَّ الْعِبْرَةَ لِلْوَزْنِ عِنْدَهُ لَا لِلْجَوْدَةِ وَالرَّدَائَةِ فَإِنْ كَانَ بِاعْتِبَارِ الْوَزْنِ كُلِّهِ مَضْمُونًا يُجْعَلُ كُلُّهُ مَضْمُونًا، وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُ فَبَعْضُهُ، وَهَذَا لِأَنَّ الْجَوْدَةَ

مضمون ہوتا ہے پھر مقاصہ ہوتا ہے اور قرض کے کرنے میں رہن کی چیز کو رکھ لینا ہے، اور یہ زمانہ جاہلیت کا حکم ہے اس لئے قیمت سے ضمان لگانا زیادہ بہتر ہے۔

تشریح : یہ امام محمدؒ کے استدلال کا جواب ہے۔ چیز ہلاک ہوجائے تو چونکہ اب وہ چیز نہیں رہی تو اس کی قیمت کو موجود مانتے ہیں، اور قرض کے ساتھ مقاصہ ہوجاتا ہے۔ اور یہاں تو لوٹا موجود ہے اس لئے اس کی قیمت کو رہن پر نہیں رکھیں گے، اس لئے بہتر صورت یہی ہے کہ لوٹے کی قیمت لگائی جائے اسی جنس سے یا خلاف جنس سے اور اس کو رہن پر رکھ دیا جائے۔

ترجمہ : ۱۵؎ اور تیسری صورت وہ یہ کہ جب لوٹے کی قیمت اس کے وزن سے کم ہو [مثلا آٹھ درہم ہو] تو اگر خلاف جنس سے قیمت لگائی ہو تو جید سے قیمت لگے گی، اور اسی جنس سے قیمت لگائی ہو تو ردی سے لگے گی، اور یہ قیمت مرتہن کے پاس رہن رہے گی، اور یہ مسئلہ بالاتفاق ہے شیخینؒ کے نزدیک تو ظاہر ہے، اور ایسے ہی امام محمدؒ کے نزدیک ہوگا اس لئے کہ وہ ٹوٹنے کی حالت کو ہلاک ہونے کی حالت پر قیاس کرتے ہیں، اور ہلاکت میں انکے نزدیک قیمت سے ہوتی ہے۔

تشریح : لوٹے کا وزن دس درہم ہے، لیکن اس کی قیمت اس سے کم ہے، یعنی آٹھ درہم ہے تو اس صورت میں خلاف جنس سے قیمت لگائی ہو، یعنی سونے سے قیمت لگائی ہو تو اچھے سونے کی قیمت لگے گی، اور اسی کی جنس سے قیمت لگائی ہو، یعنی درہم سے قیمت لگائی ہو تو گھٹیا چاندی سے قیمت لگائی ہوگی، اور یہ قیمت مرتہن کے پاس رہن رہے گی۔

شیخینؒ کے نزدیک اس لئے کہ پہلی صورت میں بھی قیمت کا ضمان آیا تھا اس لئے یہاں بھی بدرجہ اولی آئے گا۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس لئے کہ لوٹے کے ٹوٹنے کو لوٹے کے ہلاک ہونے پر محمول کرتے ہیں، اور ہلاک ہونے میں مضمون بالقیمۃ ہوتا ہے اس لئے انکے یہاں بھی مضمون بالقیمۃ ہوگا۔

ترجمہ : ۱۶؎ اور دوسری صورت میں جبکہ لوٹے کی قیمت اس کے وزن سے زیادہ ہو، مثلا قیمت بارہ درہم ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تمام قیمت ضمان پر رہے گا، اور مرتہن کے پاس رہن رہے گا، اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وزن کا اعتبار رہے، اعلی اور ادنی کا اعتبار نہیں ہے، پس اگر پورا وزن مضمون ہے تو اس کی پوری قیمت مضمون ہوگی، اور اگر بعض وزن مضمون ہے تو

تَابِعَةٌ لِلذَّاتِ، وَمَتَى صَارَ الْأَصْلُ مَضْمُونًا اسْتَحَالَ أَنْ يَكُونَ التَّابِعُ أَمَانَةً ٧ وَعِنْدَ أَبِي يُوسُفَ يَضْمَنُ خَمْسَةَ أَسْدَاسِ قِيمَتِهِ، وَيَكُونُ خَمْسَةُ أَسْدَاسِ الْإِبْرِيقِ لَهُ بِالضَّمَانِ وَسُدُسُهُ يُفْرَزُ حَتَّى لَا يَبْقَى الرَّهْنُ شَائِعًا، وَيَكُونُ مَعَ قِيمَتِهِ خَمْسَةُ أَسْدَاسِ الْمَكْسُورِ رَهْنًا؛ فَعِنْدَهُ تُعْتَبَرُ الْجَوْدَةُ وَالرَّدَائَةُ، وَتُجْعَلُ زِيَادَةُ الْقِيمَةِ كَزِيَادَةِ الْوَزْنِ كَأَنَّ وَزْنَهُ اثْنَا عَشَرَ، وَهَذَا لِأَنَّ الْجَوْدَةَ مُتَقَوِّمَةٌ فِي ذَاتِهَا حَتَّى تُعْتَبَرَ عِنْدَ الْمُقَابَلَةِ بِخِلَافِ جِنْسِهَا، وَفِي تَصَرُّفِ الْمَرِيضِ، وَإِنْ

بعض قیمت مضمون ہوگی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اعلی ہونا یہ ذات کے تابع ہے، اور جب اصل مضمون ہوگیا تو یہ محال ہے کہ تابع والی چیز امانت پر رہے۔

تشریح: یہاں تیسری صورت کو پہلے بیان کیا اور دوسری صورت کو اب بیان کر رہے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قرض دس درہم تھا، اور لوٹے کا وزن دس درہم تھا، لیکن اس کی قیمت بارہ درہم تھی، یعنی قرض سے زیادہ اس کی قیمت تھی۔

تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پورے بارہ درہم رہن پر رہیں گے۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اعلی اور ادنی کا اعتبار نہیں ہے اس لئے اعلی ہونے کی جو قیمت ہے وہ تابع ہے، اور اصل وزن رہن پر ہے تو تابع بھی رہن پر ہی رہے گا، کیونکہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ اصل تو مضمون ہو اور تابع امانت پر ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٧ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک لوٹے کی قیمت کے پانچ سدس کا ضمان ہوگا، اور ضمان دینے کی وجہ سے مرتہن لوٹے کے پانچ سدس کا مالک ہو جائے گا، اور ایک سدس کو الگ کر دیا جائے گا، تا کہ رہن کی چیز مشترک نہ ہو جائے، اور یہ ایک سدس بھی پانچ سدس کے ساتھ رہن پر رہے گا، تاہم امام ابو یوسفؒ نے اعلی اور ادنی کا اعتبار کیا اور جو قیمت ہے اس کو زیادہ وزن کی طرح بنایا، گویا کہ لوٹے کا وزن ہی بارہ درہم ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اعلی ہونا اس کی بھی قیمت ہوتی ہے، چنانچہ خلاف جنس کے ساتھ مقابلے کے وقت اس کی قیمت کا اعتبار کیا جاتا ہے، یا مریض کے تصرف میں اس کا اعتبار کیا جاتا ہے، یہ اور بات ہے کہ اپنے جنس کے ساتھ مقابلے کے وقت حدیث کی وجہ سے اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے، اس لئے رہن میں اس کا اعتبار کرنا ممکن ہوا۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کے یہاں اعلی اور ادنی ہونے کا اعتبار کیا جائے گا، چنانچہ مثال مذکور میں لوٹے کی قیمت بارہ درہم تھی تو گویا کہ لوٹا کا وزن بارہ درہم قرار دیا جائے گا۔

اس بارہ درہم کے چھ حصے بنائے جائیں، ان میں سے پانچ حصے [یعنی دس درہم] کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا، اور اس ضمان کی وجہ سے لوٹے کے پانچ حصے کا مالک بن جائے گا، کیونکہ اس نے پانچ حصے کا ضمان ادا کیا، اور ایک حصے کو الگ کر دیا جائے گا، اور

كَانَتْ لَا تُعْتَبَرُ عِنْدَ الْمُقَابَلَةِ بِجِنْسِهَا سَمْعًا فَأَمْكَنَ اعْتِبَارُهَا، ١٨ وَفِي بَيَانِ قَوْلِ مُحَمَّدٍ نَوْعُ طُولٍ يُعْرَفُ فِي مَوْضِعِهِ مِنَ الْمَبْسُوطِ وَالزِّيَادَاتِ مَعَ جَمِيعِ شُعَبِهَا(٥٠٦) قَالَ: وَمَنْ بَاعَ عَبْدًا عَلَى أَنْ يَرْهَنَهُ الْمُشْتَرِي شَيْئًا بِعَيْنِهِ جَازَ اسْتِحْسَانًا ١ وَالْقِيَاسُ أَنْ لَا يَجُوزَ، ٢ وَعَلَى هَذَا الْقِيَاسِ وَالِاسْتِحْسَانِ إِذَا بَاعَ شَيْئًا عَلَى أَنْ يُعْطِيَهُ كَفِيلًا مُعَيَّنًا حَاضِرًا فِي الْمَجْلِسِ فَقَبِلَ ٣ وَجْهُ الْقِيَاسِ أَنَّهُ صَفْقَةٌ فِي صَفْقَةٍ وَهُوَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ، وَلِأَنَّهُ شَرْطٌ لَا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَفِيهِ مَنْفَعَةٌ

اس ایک حصے کو باقی پانچ کے ساتھ رہن پر رکھ دیا جائے گا۔

وجہ:(۱) امام ابو یوسفؒ کے یہاں اعلی اور ادنی کا اعتبار ہے، جیسے اگر سونے سے لوٹے کی قیمت لگاتے تو اس اعلی ہونے کی قیمت زیادہ لگتی۔(۲) یا بیمار آدمی نے ایک سو جید درہم کو ایک سو کھوٹے درہم کے بدلے میں بیچا تو تہائی مال میں اس کا تصرف نافذ قرار دیا جائے گا، جس سے معلوم ہوا کہ اعلی اور ادنی کا اعتبار ہے اس لئے رہن میں بھی اعلی اور ادنی کا اعتبار کیا جائے گا۔ ہاں جنس سے مقابلہ ہو تو چونکہ حدیث میں منع فرمایا ہے اس لئے اس وقت اعلی اور ادنی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۱۸ اور امام محمدؒ کے قول میں تھوڑی طوالت ہے جس کا ذکر مبسوط اور زیادات میں ہے، اس کے سارے تفصیلات کے ساتھ وہیں دیکھیں۔

ترجمہ: (۵۰۶) کسی نے غلام کو اس شرط پر بیچا کہ مشتری اس کو ثمن کے بدلے کوئی متعین چیز رہن رکھے گا۔

ترجمہ: ۱ تو یہ استحسانا جائز ہے، اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ جائز نہ ہو۔

تشریح: کسی نے اس شرط پر غلام بیچا کہ ثمن ادھار رہے گا لیکن اس کے بدلے مشتری کوئی متعین چیز مثلا بکری رہن رکھے گا اور ثمن بعد میں دے گا تو ایسا کرنا استحسان کے طور پر جائز ہے، لیکن قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ جائز نہ ہو۔ اس کی تفصیل آ گے آ رہی ہے۔

ترجمہ: ٢ اور اسی قیاس اور استحسان پر ہے جب کوئی چیز اس شرط پر بیچے کہ مشتری بائع کو متعین کفیل دیگا، جو مجلس میں حاضر ہو اور مشتری اس کو قبول کر لے تو جائز ہے۔

تشریح: زید نے بکری ادھار بیچی اور شرط یہ لگائی کہ مشتری ثمن ادا کرنے کے لئے متعین کفیل دیگا، جو مجلس میں حاضر ہو، اور مشتری نے اس بات کو قبول کر لیا۔ اس میں قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ جائز نہ ہو، لیکن استحسان کے طور پر ہم اس کو جائز کہتے ہیں

ترجمہ: ٣ قیاس کی وجہ یہ ہے کہ صفقۃ فی صفقۃ ہے، اور حدیث میں صفقۃ فی صفقۃ کی ممانعت ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ ایسی شرط ہے عقد جسکا تقاضہ نہیں کرتا، اور اس میں ایک فریق کا نفع ہے اس لئے اس جیسی شرط سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔

تشریح: رہن کی شرط لگانا قیاس کے خلاف کیوں ہے اس کی وجہ بیان کر رہے ہیں۔

لِأَحَدِهِمَا، وَمِثْلُهُ يُفْسِدُ الْبَيْعَ ۴ وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّهُ شَرْطٌ مُلَائِمٌ لِلْعَقْدِ؛ لِأَنَّ الْكَفَالَةَ وَالرَّهْنَ لِلِاسْتِيثَاقِ وَأَنَّهُ يُلَائِمُ الْوُجُوبَ، ۵ فَإِذَا كَانَ الْكَفِيلُ حَاضِرًا فِي الْمَجْلِسِ وَالرَّهْنُ مُعَيَّنًا اعْتَبَرْنَا فِيهِ الْمَعْنَى وَهُوَ مُلَائِمٌ فَصَحَّ الْعَقْدُ، وَإِذَا لَمْ يَكُنْ الرَّهْنُ وَلَا الْكَفِيلُ مُعَيَّنًا أَوْ كَانَ الْكَفِيلُ غَائِبًا حَتَّى افْتَرَقَا لَمْ يَبْقَ مَعْنَى الْكَفَالَةِ وَالرَّهْنِ لِلْجَهَالَةِ فَبَقِيَ الِاعْتِبَارُ لِعَيْنِهِ

وجــــه :(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ صفقہ درصفقہ ہے، یعنی ایک معاملہ بیع کا تھا اس میں دوسرا معاملہ رہن کا گھسایا گیا ہے، اور حدیث میں ایک معاملے کو دوسرے معاملے میں گھسانے کو منع کیا گیا ہے۔(۲) حدیث یہ ہے۔ عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من باع بیعتین فی بیعة فله اوکسهما او الربا (ابوداؤد شریف، باب فیمن باع بیعتین فی بیعۃ ص ۵۰۱، نمبر ۳۴۶۱) اس حدیث میں بیع میں دوسری بیع کو داخل کرنے سے منع فرمایا ہے۔(۳) تیسری بات یہ ہے کہ رہن عقد کا تقاضہ نہیں ہے یہ بیع سے ایک الگ چیز ہے اس لئے اس شرط کو نہیں لگانا چاہئے (۴) اور چوتھی بات یہ ہے کہ اس میں بائع کا فائدہ ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی ایک فریق کا فائدہ ہو تو وہ شرط نہیں لگانی چاہئے اس لئے قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ رہن کی شرط سے بیع جائز نہیں ہونی چاہئے۔

ترجمہ :۴ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقد کے ملائم اور مناسب شرط ہے اس لئے کہ کفالہ اور رہن ثمن کی ادائیگی کو مضبوط کرنے کے لئے ہے، اور یہ واجب ہونے کے مناسب ہے۔

تشــریح :استحسان کی وجہ یہ ہے کہ رہن کی شرط اور کفیل بنانے کی شرط بیع کے عقد کے مخالف نہیں ہے، بلکہ عقد کے مناسب ہے، کیونکہ ان دونوں کا مقصد ہے کہ ثمن ادا کرنا مضبوط ہو جائے، اس لئے اگر رہن کی چیز متعین ہو، یا کفیل متعین ہو اور مجلس میں حاضر ہو تو استحسان کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ بیع جائز ہو جائے گی۔

ترجمہ :۵ پس جب کفیل مجلس میں حاضر ہو، اور رہن کی چیز متعین ہو تو ہم نے شرط کے معنی کا اعتبار کیا، اور اس کا ترجمہ ہے ,مناسب، ہونا اس لئے عقد صحیح ہوگا، اور جب رہن اور کفیل متعین نہ ہو، یا کفیل متعین تو ہو لیکن مجلس سے غائب ہو اور بائع اور مشتری جدا ہو گئے تو جہالت کی وجہ سے کفالہ اور رہن کا معنی باقی نہیں رہا ،تو عین شرط کا معنی باقی رہا تو بیع فاسد ہو جائے گی

تشریح: یہاں رہن کی یا کفیل بنانے کی جو شرط لگائی ہے اس کی دو حیثیت ہیں، یہ لفظ کے اعتبار سے صفقۃ فی صفقۃ ہے، اور معنی کے اعتبار سے بیع کے مناس شرط ہے۔ پس اگر کفیل متعین ہو اور مجلس میں بھی حاضر ہو، اسی طرح رہن کی چیز متعین ہو تو شرط کے معنی کا اعتبار کرتے ہوئے بیع جائز ہو جائے گی ، اور اگر رہن کی چیز متعین نہ ہو، اسی طرح کفیل متعین نہ ہو اور مجلس میں حاضر بھی نہ ہو رہن کے لفظ کا اعتبار کیا جائے گا، اور رہن میں اور کفیل میں جہالت کی وجہ سے بیع فاسد کر دی جائے گی۔

ترجمہ :٦ اور اگر کفیل غائب ہو پھر مجلس میں آ گیا اور کفالت کر لی تو بیع صحیح ہو جائے گی۔

فَيَفْسُدُ، ۶؎ وَلَوْ كَانَ غَائِبًا فَحَضَرَ فِي الْمَجْلِسِ وَقَبِلَ صَحَّ ۷؎ وَلَوْ امْتَنَعَ الْمُشْتَرِي عَنْ تَسْلِيمِ الرَّهْنِ لَمْ يُجْبَرْ عَلَيْه۸؎ وَقَالَ زُفَرُ: يُجْبَرُ؛ لِأَنَّ الرَّهْنَ إذَا شُرِطَ فِي الْبَيْعِ صَارَ حَقًّا مِنْ حُقُوقِهِ كَالْوَكَالَةِ الْمَشْرُوطَةِ فِي الرَّهْنِ فَيَلْزَمُهُ بِلُزُومِه۹؎ وَنَحْنُ نَقُولُ: الرَّهْنُ عَقْدُ تَبَرُّعٍ مِنْ جَانِبِ الرَّاهِنِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ وَلَا جَبْرَ عَلَى التَّبَرُّعَاتِ ۱۰؎ وَلَكِنَّ الْبَائِعَ بِالْخِيَارِ إنْ شَاءَ رَضِيَ بِتَرْكِ

تشــریح :عقد کرتے وقت کفیل مجلس سے غائب تھا،لیکن بائع اور مشتری کے الگ ہونے سے پہلے پہلے مجلس میں آ گیا اور کفالت کو قبول کر لی تو بیع جائز رہے گی۔

وجه: بیع کے ٹوٹنے سے پہلے پہلے شرط پوری ہوگئی اس لئے بیع بحال رہے گی۔

ترجمه :۷؎ اور اگر مشتری رہن کو دینے سے رک گیا تو اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔

تشــریح :بائع نے رہن کی شرط پر چیز بیچی اور مشتری نے مان بھی لیا،لیکن اب مشتری رہن نہیں دے رہا ہے تو مشتری کو اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

وجه: پہلے گزر چکا ہے کہ رہن رکھنا ایک تبرع ہے اس لئے مشتری کو اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

تــرجــمــه :۸؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ مشتری کو مجبور کیا جائے گا،اس لئے کہ بیع میں جب رہن کی شرط لگا دی تو بیع کا ایک حق ہو گیا،جیسے شیء مرہون بیچنے کے لئے وکیل بننے کی شرط لگا دے اسی طرح رہن کے لازم کرنے سے لازم ہو جائے گا۔

تشــریح :امام زفر فرماتے ہیں کہ دونوں کی رضامندی سے بیع میں رہن کی شرط لگا دی گئی اس لئے وہ ایک حق بن گیا اس لئے اس کے نہ کرنے پر مشتری کو مجبور کیا جائے گا۔اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ،راہن نے شیء مرہون کو بیچنے کا کسی کو وکیل بنا دیا،تو بعد میں اس کو ساقط نہیں کر سکتا،کیونکہ دونوں کی رضامندی سے ایک حق ثابت ہوا ہے،اسی طرح رہن کی شرط مان لینے سے مشتری کو اس کے کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

تــرجــمــه :۹؎ ہم کہتے ہیں کہ رن راہن کی جانب سے ایک تبرع کا عقد ہے جیسے کہ پہلے بیان کیا اور تبرعات میں جبر نہیں ہے[اس لئے مشتری کو جبر نہیں کیا جائے گا۔

تشریح:واضح ہے۔

تــرجــمــه :۱۰؎ لیکن بائع کو اختیار ہوگا چاہے تو رہن چھوڑنے پر راضی ہو جائے،یا بیع توڑ دے،اس لئے کہ رہن مرغوب چیز ہے اور بائع اس کے بغیر راضی نہیں تھا،اس لئے اس کے فوت ہونے سے اختیار ہوگا۔

تشریح:مشتری رہن نہیں دے رہا ہے تو بائع کو اب اختیار ہوگا کہ رہن چھوڑ دے اور بیع کر لے،اور اس کا بھی اختیار ہوگا کہ بیع کو توڑ دے۔

الرَّهْنِ وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَيْعَ ؛ لِأَنَّهُ وَصْفٌ مَرْغُوبٌ فِيهِ وَمَا رَضِيَ إلَّا بِهِ فَيَتَخَيَّرُ بِفَوَاتِهِ ١١ إلَّا أَنْ يَدْفَعَ الْمُشْتَرِي الثَّمَنَ حَالًّا لِحُصُولِ الْمَقْصُودِ أَوْ يَدْفَعَ قِيمَةَ الرَّهْنِ رَهْنًا ؛ لِأَنَّ يَدَ الِاسْتِيفَاءِ تَثْبُتُ عَلَى الْمَعْنَى وَهُوَ الْقِيمَةُ. (٧٠٥) قَالَ :وَمَنْ اشْتَرَى ثَوْبًا بِدَرَاهِمَ فَقَالَ لِلْبَائِعِ أَمْسِكْ هَذَا الثَّوْبَ حَتَّى أُعْطِيَكَ الثَّمَنَ فَالثَّوْبُ رَهْنٌ﴾ ١ لِأَنَّهُ أَتَى بِمَا يُنْبِءُ عَنْ مَعْنَى الرَّهْنِ وَهُوَ الْحَبْسُ إلَى وَقْتِ الْإِعْطَاءِ، وَالْعِبْرَةُ فِي الْعُقُودِ لِلْمَعَانِي ٢ حَتَّى كَانَتْ الْكَفَالَةُ بِشَرْطِ بَرَائَةِ

وجه :اس کی وجہ یہ ہے کہ رہن رکھنا بائع کے لئے فائدہ مند چیز ہے اور مرغوب شرط ہے، اور اسی کے ساتھ بیع طے ہوئی تھی اس لئے اس کے فوت ہونے سے اس کو اختیار ہوگا کہ بیع توڑ دے۔

ترجمہ :١١ ہاں اگر مشتری اسی وقت ثمن ادا کر دے [تو بیع جائز رہے گی] مقصود حاصل کرنے کی وجہ سے، یا مشتری رہن کی قیمت دے، جسکو رہن پر رکھ دیا جائے، اس لئے کہ معنوی طور پر وصولیابی کا قبضہ ثابت ہے اور وہ ہے قیمت۔

تشریح: مشتری دو اور کام کرے تو بیع رہ جائے گی [١] ایک یہ کہ مشتری اسی وقت مبیع کی قیمت دے دے تو بیع ہو جائے گی، کیونکہ رہن رکھنا ثمن کو حاصل کرنے کے لئے تھا اور ثمن حاصل ہو گیا اس لئے بیع برقرار رہے گی۔ [٢] دوسری صورت یہ ہے کہ جو چیز رہن رکھنی تھی اس کی قیمت دے دے اور اس قیمت کو رہن پر رکھ دے تب بھی بیع باقی رہے گی، کیونکہ شیء مرہون کا بدل اس کی قیمت رہن پر رہ گئی اس لئے گویا کہ وہی چیز رہن پر رکھی۔

ترجمہ :(٧٠٥) کسی نے درہم کے بدلے کپڑا خریدا اور بائع سے کہا ثمن دینے تک اس کپڑے کو رکھے رہو تو کپڑا رہن شمار کیا جائے گا۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ ایسا جملہ بولا جو رہن کے معنی کو ادا کرتا ہے اور وہ ہے قیمت دینے تک مبیع کو روکے رکھنا، اور عقد میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے۔

تشریح : یہاں صاف یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ یہ چیز رہن پر رکھو، بلکہ جملہ ایسا بول رہا ہے جو رہن کے معانی کو ادا کرتا ہے تو رہن شمار کیا جائے گا۔ مشتری نے کپڑا خریدا، اور بائع سے یہ کہا، کہ ثمن دینے تک اس کپڑے کو اپنے پاس روکے رکھو، تو یہ رہن شمار کیا جائے گا۔

وجہ :عقد میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے، اور مشتری کا یہ جملہ کہ ثمن دینے تک کپڑے کو روکے رکھو، رہن کی اطلاع دیتا ہے اس لئے یہ رہن ہوگا۔

ترجمہ :٢ یہاں تک کہ کفالے میں اصل آدمی کے بری ہونے کی شرط ہو تو وہ حوالہ بن جاتا ہے، اور حوالہ میں اس کا الٹا ہوگا ،یعنی اصل آدمی کے مطالبے کی شرط سے کفالہ ہو جائے گا۔

الْأَصِيلِ حَوَالَةً، وَالْحَوَالَةُ فِي ضِدِّ ذَلِكَ كَفَالَةٌ ٣ـ وَقَالَ زُفَرُ: لا يَكُونُ رَهْنًا، وَمِثْلُهُ عَنْ أَبِي يُوسُفَ؛ لِأَنَّ قَوْلَهُ: أَمْسِكْ يَحْتَمِلُ الرَّهْنَ وَيَحْتَمِلُ الْإِيدَاعَ، وَالثَّانِي أَقَلُّهُمَا فَيَقْضِي بِثُبُوتِهِ ٤ـ بِخِلَافِ مَا إذَا قَالَ: أَمْسِكْهُ بِدَيْنِكَ أَوْ بِمَالِكَ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا قَابَلَهُ بِالدَّيْنِ فَقَدْ عَيَّنَ جِهَةَ الرَّهْنِ ۵ـ قُلْنَا: لَمَّا مَدَّهُ إلَى الْإِعْطَاءِ عَلِمَ أَنَّ مُرَادَهُ الرَّهْنُ.

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی مثال ہے کہ۔ کفالہ میں اصل آدمی سے بھی مطالبہ ہوتا ہے، اور جو آدمی کفیل بنا وہ بھی قرض دینے کا ذمہ دار بنتا ہے۔ لیکن اگر یہ کہہ دیا کہ اصل آدمی نہیں دے گا تو وہ حوالہ بن جائے گا۔ اور حوالہ میں اصل آدمی دینے کا ذمہ دار نہیں ہوتا ہے، لیکن اگر یہ شرط کر دے کہ اصل آدمی بھی دینے کا ذمہ دار ہوگا تو یہ کفالہ ہو جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ معانی کا اعتبار ہے لفظ کا اعتبار نہیں ہے ، اسی طرح اوپر کے مسئلے میں معانی کا اعتبار کرتے ہوئے رہن قرار دیا جائے گا، چاہے ظاہری طور پر رہن کا لفظ نہ بولا ہو۔

ترجمہ: ٣ـ امام زفرؒ نے فرمایا کہ اس جملے سے رہن نہیں ہوگا۔ اور امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت اسی طرح کی ہے، اس لئے کہ مشتری کا قول ,امسک، رہن کا بھی احتمال رکھتا ہے اور امانت کا بھی احتمال رکھتا ہے، اور امانت یہ کم درجہ ہے اس لئے کپڑے کے لئے امانت پر ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

تشریح: امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ مشتری کا لفظ ,امسک، اس کے دو معانی ہو سکتے ہیں، ایک امانت کا دوسرا رہن کا، اور امانت پر رکھنا آسان ہے اس لئے اس سے یہ ثابت ہوگا کہ کپڑے کو امانت پر رکھو، اور یہی ایک روایت امام ابو یوسفؒ سے بھی ہے۔

ترجمہ: ٤ـ بخلاف اگر کہا ,امسکہ بدینک، یا کہا ,امسکہ بما لک،۔ تو اس جملے سے رہن ثابت ہوگا، اس لئے کہ جب دین کے ساتھ مقابلہ کیا تو رہن کی جہت کو متعین کر دیا [اس لئے اب رہن ہوگا]

تشریح: مشتری نے امسکہ بدینک، کہا یا ,امسکہ بما لک، کہا تو اس سے رہن ثابت ہوگا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یوں کہا کہ اپنے قرض کے بدلے میں کپڑے کو روک لو، یا مال کے بدلے میں کپڑے کو روک لو، تو رہن کی طرف اشارہ کر دیا اس لئے ان دو جملوں سے رہن ثابت ہوگا۔

ترجمہ: ۵ـ ہم نے کہا کہ جب امسک کو اعطاء کی طرف کھینچا تو پتہ چلا کہ اس کا مقصد رہن رکھنا ہے۔

تشریح: ہمارا جواب یہ ہے کہ یہاں صرف ,امسک، نہیں ہے، بلکہ ,امسک ھذا الثوب حتی اعطیک الثمن ، ہے، کہ کپڑے کو روکے رکھو جب تک کہ اس کی قیمت نہ تجھے مل جائے ، یہ ,اعطیک الثمن ، کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس سے رہن مراد ہے، اس لئے اس لفظ سے رہن مراد لیا جائے گا۔

﴿فصل﴾

(۵۰۸)وَمَنْ رَهَنَ عَبْدَيْنِ بِأَلْفٍ فَقَضَى حِصَّةَ أَحَدِهِمَا لَمْ يَكُنْ لَهُ أَنْ يَقْبِضَهُ حَتَّى يُؤَدِّيَ بَاقِيَ الدَّيْنِ﴾ ١ وَحِصَّةُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَا يَخُصُّهُ إِذَا قُسِّمَ الدَّيْنُ عَلَى قِيمَتِهِمَا، ٢ وَهَذَا؛ لِأَنَّ

﴿فصل﴾

ضروری نوٹ :اب تک یہ بیان کیا جارہا تھا کہ راہن ایک ہو، یا مرتہن ایک ہو، یا شیء مرہون ایک ہو، اس فصل میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ، شیء مرہون دو ہوں، یا راہن دو ہوں، یا مرتہن دو ہوں تو کیا حکم ہوگا۔

ترجمہ :(۵۰۸) کسی نے دو غلام ایک ہزار کے بدلے میں رہن رکھے پھر ان میں سے ایک کا حصہ ادا کیا تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کو قبضہ کرے یہاں تک کہ باقی دین ادا کرے۔

اصول: پوری شیء مرہون پورے قرضے کے بدلے میں رہن ہوتی ہے۔ اجزاء اور تقسیم نہیں ہوتی۔

تشریح :دو غلام ایک ہزار پونڈ کے بدلے رہن پر رکھے تھے۔ اور مثلا پانچ سو پونڈ ادا کئے اور چاہتا ہے کہ ایک غلام رہن سے واپس لے لوں تو وہ اس غلام کو رہن سے واپس نہیں لے سکتا جب تک کہ پورے ایک ہزار ادا نہ کر دے۔ جب پورے ایک ہزار ادا کرے گا تو دونوں گلام واپس لے گا

وجہ :(۱) یہاں دونوں غلام کا مجموعہ ہزار کے بدلے رہن ہے تا کہ وثیقہ اور اعتماد رہے۔ ایسا نہیں ہے کہ پانچ سو کے بدلے ایک غلام رہن پر ہو اور دوسرے پانچ سو کے بدلے دوسرا غلام رہن پر ہو۔ اس لئے جب پورے ہزار ادا کرے گا تو دونوں غلاموں کو واپس لے گا۔ پانچ سو ادا کر کے ایک غلام واپس نہیں لے سکتا۔ (۲) دوسری بات یہ ہے کہ پانچ سو ادا کرنے کے باوجود دونوں غلام اس لئے محبوس رہے تا کہ پورا قرض جلدی ادا کرے اور دونوں غلام کو واپس لے، اس جلدی کی ترغیب کے لئے دونوں کو رہن پر رکھا۔

نوٹ :مرتہن ایک غلام واپس لینے کی اجازت دے تو راہن واپس لے سکتا ہے بطور قانون نہیں لے سکتا۔

ترجمہ :١ ہر ایک غلام کا حصہ وہ ہے جو اسی کے لئے خاص ہو جب قرض کو دونوں کی قیمت پر تقسیم کی جائے۔

تشریح: صاحب ہدایہ نے حصے کی تشریح کی ہے۔ مثلا ایک ہزار کے بدلے میں دو غلاموں کو رہن پر رکھا، ایک غلام کی قیمت سات سو تھی اور دوسرے غلام کی قیمت تین سو تھی، اب ہزار کو دونوں غلاموں پر تقسیم کریں گے تو جو قیمت جسکے حصے میں آئی گی وہ اس کا حصہ ہے۔

ترجمہ :٢ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں غلام پورے قرض کے بدلے میں محبوس ہیں، اس لئے غلام کا ہر جز قرض کے ہر جز کے بدلے محبوس ہے، جلدی قرض ادا کرے اس میں مبالغہ پیدا کرنے کے لئے، جیسے کہ مبیع بائع کے ہاتھ میں ہو۔

الرَّهْنَ مَحْبُوسٌ بِكُلِّ الدَّيْنِ فَيَكُونُ مَحْبُوسًا بِكُلِّ جُزْءٍ مِنْ أَجْزَائِهِ مُبَالَغَةً فِي حَمْلِهِ عَلَى قَضَاءِ الدَّيْنِ وَصَارَ كَالْمَبِيعِ فِي يَدِ الْبَائِعِ، ۳؎ فَإِنْ سَمَّى لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ أَعْيَانِ الرَّهْنِ شَيْئًا مِنْ الْمَالِ الَّذِي رَهَنَهُ بِهِ، فَكَذَا الْجَوَابُ فِي رِوَايَةِ الْأَصْلِ: وَفِي الزِّيَادَاتِ: لَهُ أَنْ يَقْبِضَهُ إذَا أَدَّى مَا سَمَّى لَهُ ۴؎ وَجْهُ الْأَوَّلِ أَنَّ الْعَقْدَ مُتَّحِدٌ لَا يَتَفَرَّقُ بِتَفَرُّقِ التَّسْمِيَةِ كَمَا فِي الْمَبِيعِ ۵؎ وَجْهُ الثَّانِي أَنَّهُ لَا حَاجَةَ إلَى الِاتِّحَادِ؛ لِأَنَّ أَحَدَ الْعَقْدَيْنِ لَا يَصِيرُ مَشْرُوطًا فِي الْآخَرِ؛ أَلَا يَرَى أَنَّهُ لَوْ

تشریح : دونوں غلام ایک ایک درہم کے بدلے میں محبوس ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ، دونوں غلام قرض کے ایک ایک درہم کے بدلے محبوس ہیں، تا کہ پورا قرضہ جلدی ادا کرے اس لئے جب تک پورا قرض ادا نہ کرے ایک غلام کو بھی واپس نہیں لے سکتا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں، مثلا زید نے ایک ہزار کے بدلے دو غلاموں کو بیچا تو جب تک پوری قیمت وصول نہ کر لے ایک غلام کو بھی مشتری کو نہیں دے گا، ایسے یہاں ہے کہ جب تک پورا قرض ادا نہ کرے ایک غلام کو بھی واپس نہیں لے سکتا۔

ترجمہ : ۳؎ پس اگر متعین رہن کے لئے مال کا کچھ حصہ متعین کر دیا ہو تب بھی مبسوط ایسے ہی جواب ہے [کہ جب تک پورا قرض ادا نہ کرے ایک غلام بھی واپس نہیں لے سکتا] اور زیادات [کتاب] میں یہ ہے کہ جو ایک غلام کا متعین تھا اس کو ادا کر دیا تو اس غلام پر قبضہ کر سکتا ہے

تشریح : ایک ہزار رقم کے بدلے میں دو غلام رہن پر رکھا، اور یہ بھی تصریح کر دی کہ یہ غلام سات سو کے بدلے میں اور یہ دوسرا غلام تین سو کے بدلے میں رہن ہے، تب بھی مبسوط میں یہ تصریح ہے کہ جب تک پورا ایک ہزار ادا نہ کرے ایک غلام بھی واپس نہیں لے سکتا۔ لیکن امام محمدؒ کی کتاب زیادات میں یہ ہے کہ جس غلام کی قیمت ادا کی اس غلام کو واپس لے سکتا ہے۔

ترجمہ : ۴؎ پہلی روایت کی وجہ یہ ہے کہ عقد ایک ہے اس لئے نام کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے الگ الگ نہیں ہوگا، جیسے بیع میں ہوتا ہے۔

تشریح : پہلی سے مراد مبسوط کی روایت کی دلیل یہ ہے کہ۔ یہاں عقد ایک ہے اس لئے دونوں غلاموں کے لئے الگ الگ رہن متعین کرنے سے عقد متفرق نہیں ہوگا، اور یہ مسئلے پہلے کی طرح ہو جائے گا، یعنی ایک کی رقم ادا کرنے سے ایک غلام نہیں لے سکے گا۔ اس کی ایک مثال دی ہے کہ دو غلاموں کو ایک عقد میں بیچا، اور دونوں کی الگ الگ قیمت بیان کی، اور ایک غلام کی قیمت دے دی تو اس غلام کو مشتری نہیں لے جا سکے گا، جب تک کہ دوسرے غلام کی قیمت نہ ادا کر دے، کیونکہ دونوں غلاموں کا عقد ایک ہے، اسی طرح رہن کے مسئلے میں عقد ایک ہے اس لئے ایک کو نہیں لیجا سکے گا۔

ترجمہ : ۵؎ اور دوسرے [یعنی زیادات] کی وجہ یہ ہے، یاں اتحاد کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ ایک عقد دوسرے کے لئے شرط نہیں ہوگا، کیا نہیں دیکھتے ہیں کہ مرتہن دونوں میں سے ایک میں رہن قبول کر لے تو جائز ہے۔

قَبِلَ الرَّهْنَ فِي أَحَدِهِمَا جَازَ.(٥٠٩) قَالَ فَإِنْ رَهَنَ عَيْنًا وَاحِدَةً عِنْدَ رَجُلَيْنِ بِدَيْنٍ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَيْهِ جَازَ، وَجَمِيعُهَا رَهْنٌ عِنْدَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا﴾ ١ لِأَنَّ الرَّهْنَ أُضِيفَ إِلَى جَمِيعِ الْعَيْنِ فِي صَفْقَةٍ وَاحِدَةٍ وَلَا شُيُوعَ فِيهِ، وَمُوجَبُهُ صَيْرُورَتُهُ مُحْتَبَسًا بِالدَّيْنِ، ٢ وَهَذَا مِمَّا لَا يَقْبَلُ الْوَصْفَ بِالتَّجَزِّي فَصَارَ مَحْبُوسًا بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهَا، ٣ وَهَذَا بِخِلَافِ الْهِبَةِ مِنْ رَجُلَيْنِ

تشریح: زیادات میں جو کہا کہ ایک غلام کی رقم ادا کر کے ایک غلام کو واپس لے سکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دونوں غلاموں کی رقم الگ الگ بیان کی تو یوں ہو گیا کہ ہر غلام الگ الگ رقم کے بدلے مرہون ہے اور گویا کہ دو عقد ہو گئے، اور قاعدہ یہ ہے کہ ایک عقد دوسرے کے لئے شرط نہیں ہوتا، اس لئے ایک کا قرض ادا کر کے اس کو واپس لے سکتا ہے۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں، کہ مرتہن ایک غلام کے رہن کو قبول کرے تو کر سکتا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں دو عقد ہیں ایک نہیں ہے۔

ترجمہ: (٥٠٩) ایک چیز کو دو آدمیوں کے پاس ان دونوں کے قرض کے بدلے میں رہن پر رکھا تو جائز ہے، اور پوری چیز ہر ایک کے پاس رہن ہوگی۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ ایک ہی عقد میں رہن کو دونوں قرضوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور اس میں شیوع نہیں ہے، اور اس کا موجب یہ ہے کہ وہ قرض کے بدلے میں محبوس ہوتا ہے۔

نوٹ: اس سے پہلے مسئلہ تھا کہ ایک قرض کے بدلے میں دو غلاموں کو رہن پر رکھا۔ اس متن میں یہ ہے کہ دو آدمیوں کے قرض کے بدلے میں ایک غلام کو رہن پر رکھ رہا ہے۔

اس میں بھاری اشکال یہ ہے کہ غلام دو آدمیوں کے پاس گیا تو اس میں شیوع اور شرکت ہوگئی، اور پہلے بیان کیا ہے کہ شیء مرہون میں شرکت نہیں ہونی چاہئے، اور یہاں شرکت ہوگئی، تو اس کا جواب دے رہے ہیں کہ پورا کا پورا غلام زید کے پاس بھی مرہون ہے، اور پورا کا پورا غلام عمر کے پاس بھی مرہون ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ آدھا غلام زید کے پاس مرہون ہوا اور آدھا غلام عمر کے پاس مرہون ہو، اسلئے اب شرکت نہیں ہوگی **جمیعھا رھن عند کل واحد منھما** سے اسی بات کو بیان کیا ہے

تشریح: مثلا زید پر عمر اور خالد دو آدمیوں کا دو ہزار درہم قرض تھا، زید نے دونوں کے قرض کے بدلے میں ایک غلام رہن پر رکھ دیا تو یہ جائز ہے۔

وجہ: پورا غلام عمر کے پاس بھی رہن رہے گا، اور پورا غلام خالد کے پاس بھی رہن رہے گا تو شرکت نہیں ہوگی۔

لغت: شیوع: شرکت۔

ترجمہ: ٢ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رہن کا وصف تقسیم کو قبول نہیں کرتا اس لئے ہر ایک کے پاس پورا کا پورا محبوس رہے گا۔

تشریح: پہلے گزر چکا ہے کہ رہن میں شیوع اور شرکت نہیں چاہئے اس لئے جب رہن کا وصف شرکت قبول نہیں کرتا تو یہی

حَيثُ لا تَجُوزُ عِندَ أَبِي حَنِيفَةَ (٥١٠)فَإِنْ تَهَايَآ فَكُلٌّ وَاحِدٍ مِنهُمَا فِي نَوبَتِهِ كَالعَدلِ فِي حَقِّ الْآخَرِ﴾(٥١١) قَالَ وَالمَضمُونُ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنهُمَا حِصَّتُهُ مِنَ الدَّينِ﴾ ا لِأَنَّ عِندَ الهَلاكِ يَصِيرُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنهُمَا مُستَوفِيًا حِصَّتَهُ؛ إِذِ الاستِيفَاءُ مِمَّا يَتَجَزَّأُ

کیا جائے گا کہ ہر مرتہن کے پاس پورا پورا غلام مرہون رہے گا۔

ترجمه :۳؎ بخلاف دو آدمیوں کو ہبہ کرنا جائز نہیں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

تشریح : پہلے گزرا ہے کہ ہبہ میں بھی شرکت جائز نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ہبہ میں مالک بننا مقصود ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر ایک غلام کو دو آدمیوں کو ہبہ کیا تو یہ ہبہ جائز نہیں ہے۔

وجه: یہاں تقسیم اور تجزی ہوگا جو ہبہ میں جائز نہیں ہے اس لئے یہ ہبہ کرنا جائز نہیں ہوگا۔

ترجمه (۵۱۰) پس اگر دونوں نے باری باری رکھنا شروع کیا تو اپنی باری میں دوسرے کے حق میں عادل کی طرح شمار ہوگا

تشریح: ایک گھڑی زید اور عمر دو آدمیوں کے قرض میں رہن رکھا، اب دونوں نے باری باندھ لی، ایک ہفتہ یہ رکھتا ہے اور دوسرا ہفتہ دوسرا رکھتا ہے تو یہ جائز ہے، اور اس میں شرکت قرار نہیں دیں گے، بلکہ یہ گھڑی کسی عادل کے پاس رہتی ہے تو مرتہن کا قبضہ شمار کیا جاتا ہے، اسی طرح جب یہ زید کے پاس رہے گی تو عمر کا پورا پورا قبضہ شمار کیا جائے گا، اور جب یہ عمر کے پاس رہے گی تو زید کا پورا پورا قبضہ شمار کیا جائے گا، اس شرکت نہیں ہوگی۔

لغت : کالعدل فی حق الآخر: راہن اور مرتہن اس بات پر اتفاق کر لے کہ یہ گھڑی کسی تیسرے کے قبضے رہے تو اس تیسرے کو ,عادل، کہتے ہیں، اور عادل کے پاس گھڑی رہے تو مرتہن کا قبضہ شمار کیا جاتا ہے، یہاں جس ہفتے میں زید کے پاس گھڑی رہے گی تو عمر کا پورا قبضہ شمار کیا جائے گا، اور جس ہفتے میں عمر کے پاس رہے گی تو زید کا پورا پورا قبضہ شمار کیا جائے گا، اس طرح رکھنے میں شرکت نہیں ہوگی۔ تہای: باری باری کرنا۔

ترجمه :(۵۱۱) اور ہر آدمی اپنے حصے کا ضمان وصول کرنے والا ہوگا قرض سے۔

ترجمه:ا؎ اس لئے کہ مرہون کے ہلاک کے وقت گویا کہ ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ وصول کر لیا، اس لئے کہ وصول کرنے میں تقسیم ہو سکتی ہے۔

تشریح: مثلا زید پر عمر اور بکر دو آدمیوں کا ایک سو درہم قرضہ تھا، زید نے اس کے بدلے گھڑی رہن پر رکھ دی، اب گھڑی ہلاک ہوگئی تو یوں سمجھا جائے گا عمر نے اپنا حصہ پچاس درہم وصول کر لیا، اور بکر نے بھی اپنا حصہ پچاس درہم وصول کر لیا۔

اس پر اشکال یہ ہے کہ دونوں قرض دینے والے نے پچاس پچاس وصول کیا، اور یہ قرض کا آدھا ہے، تو تقسیم اور تجزی ہوگئی، تو اس کا جواب دیا ہے کہ وصول کرتے وقت تقسیم ہو جائے تو رہن میں کوئی حرج نہیں ہے، مرہون پر قبضے کے وقت تجزی اور تقسیم نہیں ہونی چاہئے۔

(۵۱۲)قَالَ :فَإِنْ أَعْطَى أَحَدُهُمَا دَيْنَهُ كَانَ كُلُّهُ رَهْنًا فِي يَدِ الْآخَر﴾ ا لِأَنَّ جَمِيعَ الْعَيْنِ رَهْنٌ فِي يَدِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِنْ غَيْرِ تَفَرُّقٍ ٢ وَعَلَى هَذَا حَبْسُ الْمَبِيعِ إذَا أَدَّى أَحَدُ الْمُشْتَرِيَيْنِ حِصَّتَهُ مِنْ الثَّمَنِ.(۵۱۳) قَالَ:وَإِنْ رَهَنَ رَجُلَانِ بِدَيْنٍ عَلَيْهِمَا رَجُلًا رَهْنًا وَاحِدًا فَهُوَ جَائِزٌ وَالرَّهْنُ رَهْنٌ بِكُلِّ الدَّيْنِ، وَلِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يُمْسِكَهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَ جَمِيعَ الدَّيْنِ﴾ ا لِأَنَّ قَبْضَ

لغت:مضمون: یہاں مضمون سے مراد ہے کہ اس نے اپنا حصہ وصول کرلیا۔مستوفیا: وصول کرنے والا۔

ترجمہ :(۵۱۲)اگر دونوں میں سے ایک کا قرض ادا کر دیا تو یہ پوری چیز دوسرے کے ہاتھ میں رہن رہے گی۔

ترجمہ:ا اس لئے کہ بغیر تقسیم کے پوری پوری چیز ہر ایک کے ہاتھ میں رہن ہے۔

تشریح :زید پر عمر اور بکر کا پچاس پچاس درہم قرض تھے، زید نے دونوں کے بدلے ایک گھڑی رہن پر رکھی، اب عمر کا قرض پچاس درہم ادا کر دیا تو یہ پوری گھڑی بکر کے ہاتھ میں رہن رہے گی، جب تک بکر کا قرضہ ادا نہیں کرے گا اپنی گھڑی واپس نہیں لے سکتا۔

وجہ :اوپر بتایا کہ پوری کی پوری گھڑی عمر ہاتھ میں مرہون ہے، اور پوری کی پوری گھڑی بکر کے ہاتھ میں بھی مرہون ہے، اس میں تجزی اور تقسیم نہیں ہے، اس لئے ایک کے قرض کو ادا کرنے کے بعد یہ پوری گھڑی دوسرے کے ہاتھ میں مرہون ہے اس لئے جب تک اس کا پورا قرض ادا نہیں کرے گا اپنی گھڑی واپس نہیں لے سکتا۔

ترجمہ:۲ اسی قیاس پر ہے مبیع کو روکنا اگر دو مشتری میں سے ایک نے اپنا ثمن ادا کر دیا ہو۔

تشریح:یہ رہن کے لئے مثال ہے۔دو مشتری نے زید سے ایک گھڑی خریدی، ایک مشتری نے اپنے حصے کا ثمن ادا کر دیا، تو بائع کو یہ حق ہے کہ جب تک دوسرا مشتری پورا ثمن ادا نہ کرے مبیع کسی کو نہ دے، اسی طرح یہاں جب تک دونوں کا قرض ادا نہ کرے گھڑی واپس نہ ملے۔

ترجمہ :(۵۱۳)اگر دو آدمیوں نے اپنے قرض کے بدلے ایک آدمی کے پاس ایک رہن رکھا تو جائز ہے، اور یہ رہن پورے قرض کے بدلے میں ہوگا، اور مرتہن کو حق ہے کہ پورے قرض کے وصول ہونے تک رہن کو روکے رکھے۔

تشریح :یہ تیسری شکل ہے، یہاں رہن رکھنے والے راہن دو ہیں۔مثلا زید اور عمر پر بکر کا قرض تھا، ان دونوں نے ایک غلام بکر کے پاس رہن پر رکھا تو یہ جائز ہے، اور بکر کو یہ حق ہے کہ جب تک دونوں سے قرض وصول نہ ہو جائے تب تک غلام واپس نہ دے، اگر صرف زید نے اپنا قرض دیا اور آدھا غلام لینا چاہئے تو نہیں لے سکتا۔

وجہ :(۱) یہاں دونوں قرضے کے بدلے میں پورا غلام مرہون ہے، ایسا نہیں ہے کہ آدھا غلام آدھے قرض کے بدلے میں مرہون ہے۔

الرَّهْنِ يَحْصُلُ فِي الْكُلِّ مِنْ غَيْرِ شُيُوعٍ(۴۱۵) فَإِنْ أَقَامَ الرَّجُلَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ رَهَنَهُ عَبْدَهُ الَّذِي فِي يَدِهِ وَقَبَضَهُ فَهُوَ بَاطِلٌ ﴿١ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَثْبَتَ بِبَيِّنَتِهِ أَنَّهُ رَهَنَهُ كُلَّ الْعَبْدِ، وَلَا وَجْهَ إِلَى الْقَضَاءِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْكُلِّ؛ لِأَنَّ الْعَبْدَ الْوَاحِدَ يَسْتَحِيلُ أَنْ يَكُونَ كُلُّهُ رَهْنًا لِهَذَا وَكُلُّهُ رَهْنًا لِذَلِكَ فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ، وَلَا إِلَى الْقَضَاءِ بِكُلِّهِ لِوَاحِدٍ

ترجمہ:۱ اس لئے کہ کل رہن میں قبضہ حاصل ہے بغیر شیوع کے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔غلام اگر چہ دوآدمیوں کی جانب سے ہے، لیکن پورے غلام پر قبضہ ایک ساتھ ہے اس لئے اس میں شرکت نہیں ہے، اس لئے ایک آدمی اپنا حصہ قرض ادا کر کے آدھا غلام نہیں لے سکتا۔

ترجمہ:(۵۱۴) دوآدمیوں نے ایک آدمی کے خلاف گواہی دلوائی کہ جو غلام اس کے ہاتھ میں ہے اس کو ہمارے پاس رہن رکھا تھا اور ہم نے اس پر قبضہ بھی کیا تھا تو یہ گواہی باطل ہے۔

ترجمہ:۱ اسلئے کہ ہر ایک نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ پورا غلام اس کے پاس رہن پر رکھا تھا، [۱] پورے غلام کو ہر ایک کے لئے فیصلے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس لئے کہ ایک غلام محال ہے کہ پورا کا پورا اس کے پاس رہن ہو، اور پورا کا پورا دوسرے کے پاس بھی رہن ہو ایک ہی حالت میں، [۲] اور یہ صورت بھی نہیں ہو سکتی کہ پورے غلام کو ایک آدمی کے لئے فیصلہ کر دیا جائے، کیونکہ اس کی کوئی فضیلت نہیں ہے، [۳] اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ دونوں کے لئے آدھا آدھا فیصلہ کیا جائے اس لئے کہ اس میں شرکت ہو جائے گی، اس لئے ان تینوں صورتوں پر عمل کرنا متعذر ہو گیا اس لئے سب کو چھوڑ نا متعین ہوا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ رہن کے غلام میں آدھے آدھے کا فیصلہ کرنے میں شیوع اور شرکت ہے اس لئے ایسا فیصلہ جائز نہیں ہے

تشریح: مثلا ایک غلام خالد کے قبضے میں تھا، اس کے بارے میں زید نے گواہی پیش کی یہ غلام میرے پاس خالد نے رہن پر رکھا تھا اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا تھا، اس لئے یہ پورا غلام مجھے دیا جائے۔

اور عمر نے گواہی پیش کی کہ یہ غلام خالد نے میرے پاس رہن پر رکھا تھا اور میں نے اس پر قبضہ بھی کیا تھا، اس لئے یہ پورا غلام مجھے دیا جائے، تو دونوں کی گواہی بیکار جائے گی اور قاضی کوئی فیصلہ نہیں کرے گا۔

وجہ: یہاں تین صورتیں ہیں اور تینوں باطل ہیں اس لئے قاضی کوئی فیصلہ نہیں کر پائے گا۔

[۱] ایک ہی غلام ایک ہی تاریخ میں دو آدمیوں کے پاس پورا کا پورا رہن پر رہے یہ ناممکن ہے اس لئے قاضی اس کا بھی فیصلہ نہیں کرے گا۔

[۲] پورا غلام کسی ایک کے لئے فیصلہ کریں یہ ناممکن ہے، کیونکہ کسی ایک کی گواہی افضل نہیں ہے۔

بِعَيْنِهِ لِعَدَمِ الْأَوْلَوِيَّةِ، وَلا إلَى الْقَضَاءِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالنِّصْفِ؛ لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إلَى الشُّيُوعِ فَتَعَذَّرَ الْعَمَلُ بِهِمَا وَتَعَيَّنَ التَّهَاتُرُ ٢ ۔ وَلا يُقَالُ: إنَّهُ يَكُونُ رَهْنًا لَهُمَا كَأَنَّهُمَا ارْتَهَنَاهُ مَعًا إذَا جُهِلَ التَّارِيخُ بَيْنَهُمَا، وَجُعِلَ فِي كِتَابِ الشَّهَادَاتِ هَذَا وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ لِأَنَّا نَقُولُ: هَذَا عَمَلٌ عَلَى خِلَافِ مَا اقْتَضَتْهُ الْحُجَّةُ؛ لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا أَثْبَتَ بِبَيِّنَتِهِ حَبْسًا يَكُونُ وَسِيلَةً إلَى مِثْلِهِ فِي الِاسْتِيفَاءِ، وَبِهَذَا الْقَضَاءِ يَثْبُتُ حَبْسٌ يَكُونُ وَسِيلَةً إلَى شَطْرِهِ فِي الِاسْتِيفَاءِ، وَلَيْسَ هَذَا عَمَلًا عَلَى وَفْقِ الْحُجَّةِ، ٣ وَمَا ذَكَرْنَاهُ وَإِنْ كَانَ قِيَاسًا لَكِنَّ مُحَمَّدًا أَخَذَ بِهِ لِقُوَّتِهِ،

---

[۳] دونوں کے لئے آدھا آدھا غلام کا فیصلہ کریں، اس میں شیوع اور شرکت ہے، جو رہن میں جائز نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ دونوں کا دعوی آدھے غلام کا نہیں ہے، بلکہ پورے پورے غلام کا دعوی ہے اس لئے آدھے کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔

جب تینوں صورتیں باطل ہوئیں تو قاضی کوئی فیصلہ نہیں کرے گا، اسی کو صاحب ہدایہ نے تہاتر، کہا ہے۔

لغت: تہاتر: ایک دوسرے کو جھٹلانا، یہاں مراد ہے دونوں کو چھوڑ دیا۔

ترجمہ : ۲ یہ نہ کہیں کہ۔ ایک غلام دونوں کے پاس رہن ہو اور تاریخ بھول گیا ہو، مبسوط کے کتاب الشہادات میں اس بات کو استحسان کہا ہے۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ ان دونوں کی دی ہوئی گواہی کے خلاف عمل ہے، اس لئے کہ ہر ایک نے گواہی سے ثابت کیا ہے کہ پورا پورا غلام اس کا ہے، اور اس فیصلے سے ثابت ہوتا ہے کہ آدھا آدھا غلام دونوں کا ہے اس لئے یہ عمل دلیل کے موافق نہیں ہے۔

تشریح : اس لمبی عبارت کا حاصل یہ ہے۔ کوئی یوں کہے کہ ایک غلام دونوں کے پاس رہن تھا، اور تاریخ بھول گیا تھا، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ دونوں مدعیوں کے لئے آدھا آدھا غلام کا فیصلہ کر دیا جائے، اور استحسان کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

یہ کہنا اس لئے صحیح نہیں ہے کہ دونوں مدعیوں نے گواہ کے ذریعہ یہ ثابت کیا ہے کہ پورا کا پورا غلام اس کا ہے، اس لئے دونوں کے لئے آدھے آدھے غلام کا فیصلہ اس کے پیش کئے ہوئے گواہ کے خلاف ہے۔

لغت: حبسا یکون وسیلة الی مثله فی الاستیفاء : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ میں نے پورے غلام کو اپنے پاس محبوس رکھا تھا، اس لئے پورا غلام میرا ہے۔ اس عبارت میں مثلہ سے مراد ہے کلہ۔ وسیلة الی شطره فی الاستیفاء : آدھے غلام ہونے کا وسیلہ بن رہا ہے۔

ترجمہ: ۳ فیصلہ کو چھوڑ دینا قیاس کا تقاضہ ہے، لیکن امام محمدؒ نے مضبوط دلیل ہونے کی وجہ سے اسی کو اختیار کیا ہے۔

تشریح : ہمیشہ طریقہ یہ ہوتا ہے کہ استحسان کو اختیار کیا جاتا ہے، لیکن دلیل کے مضبوط ہونے کی وجہ سے امام محمدؒ نے اس مسئلے میں قیاس والے کو ترجیح دی۔ یعنی قاضی فیصلہ نہیں کرے گا۔

۴؎ وَإِذَا وَقَعَ بَاطِلًا فَلَوْ هَلَكَ يَهْلِكُ أَمَانَةً؛ لِأَنَّ الْبَاطِلَ لَا حُكْمَ لَهُ (۵۱۵) قَالَ: وَلَوْ مَاتَ الرَّاهِنُ وَالْعَبْدُ فِي أَيْدِيهِمَا فَأَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ عَلَى مَا وَصَفْنَاهُ كَانَ فِي يَدِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفُهُ رَهْنًا يَبِيعُهُ بِحَقِّهِ اسْتِحْسَانًا ۱؎ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ، ۲؎ وَفِي الْقِيَاسِ: هَذَا بَاطِلٌ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي يُوسُفَ؛ لِأَنَّ الْحَبْسَ لِلِاسْتِيفَاءِ حُكْمٌ أَصْلِيٌّ لِعَقْدِ الرَّهْنِ فَيَكُونُ

ترجمه: ۴؎ اور جب رہن باطل واقع ہوا تو اگر ہلاک ہو جائے تو امانت کے طور پر ہلاک ہوگا، اس لئے کہ باطل کا حکم رہن کا نہیں ہوتا۔

تشریح: یہاں دو قسم کے مسئلے ہیں اور دونوں کا حکم ایک ہے [۱] غلام مرتہن میں سے کسی ایک پاس ہو۔ [۲] غلام راہن کے پاس ہو تو چونکہ اس مسئلے میں رہن کا فیصلہ نہیں ہوا اس لئے جسکے قبضے میں بھی ہوگا، وہ امانت کے طور پر ہوگا، اس لئے اگر غلام ہلاک ہو جائے تو امانت کے طور پر ہلاک ہوگا، اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔

ترجمه: (۵۱۵) اگر راہن مر گیا اور غلام دو مرتہنوں کے ہاتھ میں ہے، اور دونوں اس طرح کی گواہی پیش کی جو ہم نے پہلے بیان کیا [دونوں نے گواہی پیش کی کہ یہ پورا کا پورا غلام میرا ہے] تو ہر ایک کے ہاتھ میں آدھا آدھا غلام رہن ہوگا، وہ اس کو اپنے اپنے حق کے لئے بیچیں گے، یہ مسئلہ استحسان کے طور پر ہوگا۔

ترجمه: ۱؎ یہی امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کا قول ہے۔

اصول: راہن مر چکا ہو تو اب شیء مرہون کو بیچ کر اپنا اپنا قرض لینے کا مقدمہ ہے، اسلئے اس میں شرکت اور شیوع جائز ہے

تشریح: صورت مسئلہ اوپر کا ہی ہے، فرق یہ ہے کہ اوپر راہن زندہ تھا اور یہاں راہن مر چکا ہے۔

صورت مسئله: زید نے یہ گواہی پیش کی کہ یہ پورا غلام میرے پاس رہن پر تھا اس لئے پورا غلام میرا ہے۔ اور عمر نے گواہی پیش کی کہ یہ پورا غلام میرے پاس رہن تھا اس لئے پورا غلام میرا ہے، اور غلام ان دونوں کے قبضے میں ہے، اور راہن مر چکا ہے تو دونوں کے لئے آدھا آدھا غلام ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا، اور یہ کہا جائے گا کہ اس کو بیچ کر اپنا آدھا آدھا قرض وصول کر لو۔

وجه: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب راہن مر چکا ہے تو اب شیء مرہون کو اپنے پاس محبوس کرنے کا مقدمہ نہیں ہے، بلکہ غلام کو بیچ کر اپنا اپنا حق لینے کا مقدمہ ہے، اور حق لینے میں شرکت جائز ہے، اس لئے آدھے آدھے غلام کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اور جب راہن حیات تھا تو غلام کو اپنے اپنے پاس محبوس کرنے کا مقدمہ تھا اور اس میں شرکت جائز نہیں ہے اس لئے وہاں قاضی کوئی فیصلہ نہیں کر پایا۔

ترجمه: ۲؎ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ شیوع کی وجہ سے یہ باطل ہے اور یہی قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اس لئے کہ روکنا قرض

الْقَضَاءُ بِهِ قَضَاءً بِعَقْدِ الرَّهْنِ وَأَنَّهُ بَاطِلٌ لِلشُّيُوعِ كَمَا فِي حَالَةِ الْحَيَاةِ ٣؎ وَجْهُ الِاسْتِحْسَانِ أَنَّ الْعَقْدَ لَا يُرَادُ لِذَاتِهِ، وَإِنَّمَا يُرَادُ لِحُكْمِهِ، وَحُكْمُهُ فِي حَالَةِ الْحَيَاةِ الْحَبْسُ وَالشُّيُوعُ يَضُرُّهُ، وَبَعْدَ الْمَمَاتِ الِاسْتِيفَاءُ بِالْبَيْعِ فِي الدَّيْنِ وَالشُّيُوعُ لَا يَضُرُّهُ، ٤؎ وَصَارَ كَإِذَا ادَّعَى الرَّجُلَانِ

وصول کے لئے ہے عقد رہن کا یہ اصلی حکم ہے، اس لئے آدھے غلام کا فیصلہ کرنا عقد رہن کا فیصلہ کرنا ہے، اور وہ باطل ہے شیوع کی وجہ سے، جیسے زندگی میں باطل تھا۔

تشریح : قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ راہن کے مرنے کے بعد بھی آدھے آدھے غلام کا فیصلہ کرنا باطل ہے اور امام ابو یوسفؒ کا قول بھی یہی ہے۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ رہن ہوتا ہی ہے قرض وصول کرنے کے لئے اور اس میں شرکت باطل ہے، اس لئے آدھے آدھے غلام کا فیصلہ کرنا شرکت ہے اس لئے یہ باطل ہے۔

ترجمہ : ٣؎ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ عقد کا مطلب اس کی ذات نہیں ہے، بلکہ اس کا حکم ہے، اور راہن کی زندگی میں رہن کا مطلب حبس کرنا ہے اور اس میں شیوع نقصان دہ ہے، اور راہن کے مرنے کے بعد غلام کو بیچ کر قرض وصول کرنا ہے، اور اس میں شیوع نقصان دہ نہیں ہے۔

تشریح : استحسان کی وجہ یہ ہے کہ راہن کی زندگی میں رہن کا مطلب ہے اس کو محبوس کرنا ہے، اور اس میں شیوع جائز نہیں ہے، اور راہن کے مرنے کے بعد رہن کا مطلب ہے غلام کو بیچ کر اس سے قرض وصول کرنا اور اس میں شرکت جائز ہے اس لئے راہن کے مرنے کے بعد اس میں آدھے آدھے غلام کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

ترجمہ : ٤؎ جیسے دو آدمیوں نے ایک ہی عورت سے نکاح کرنے کا دعوی کیا، یا دو بہنوں نے ایک آدمی سے نکاح کرنے کا دعوی کیا اور گواہی پیش کر دی تو زندگی میں کوئی فیصلہ نہیں کیا جائے گا، اور مرنے کے بعد دونوں کے درمیان میراث کا فیصلہ کیا جائے گا اس لئے کہ تقسیم کو قبول کرتا ہے۔

تشریح : اوپر کے مسئلے کے لئے دو مثالیں ہیں۔[۱] زید نے زینب کے بارے میں دعوی کیا کہ یہ میری بیوی ہے، اور انہیں تاریخوں میں عمر نے بھی دعوی کیا یہ میری بیوی ہے، اور زینب زندہ ہے تو دونوں کی گواہی بیکار ہوگی، کوئی فیصلہ نہیں کیا جائے گا، کیونکہ بیک وقت دونوں کی بیوی ہونا ناممکن ہے۔ لیکن زینب اگر مر چکی ہے تو دونوں کے لئے فیصلہ کیا جائے گا کہ دونوں کو ایک بیوی کی میراث ملے گی، اور دونوں آدھا آدھا لیں گے، کیونکہ یہاں مقصد مال لینا ہے، جس میں شرکت ممکن ہے۔ دیکھئے یہاں زندگی میں گواہی بیکار گئیں، اور موت کے بعد دونوں کی گواہی مان لی گئیں۔ اسی طرح رہن کی شکل میں راہن کی زندگی میں گواہی بیکار جائے گی، اور موت کے بعد دونوں کو آدھا آدھا غلام ملے گا۔

نِكَاحَ امْرَأَةٍ أَوْ ادَّعَتْ أُخْتَانِ النِّكَاحَ عَلَى رَجُلٍ وَأَقَامُوا الْبَيِّنَةَ تَهَاتَرَتْ فِي حَالَةِ الْحَيَاةِ وَيُقْضَى بِالْمِيرَاثِ بَيْنَهُمْ بَعْدَ الْمَمَاتِ؛ لِأَنَّهُ يَقْبَلُ الِانْقِسَامَ، وَاَللَّهُ أَعْلَمُ.

[٢] دوسری مثال: زینب اور مریم دونوں بہنیں تھیں دونوں نے دعوی کیا کہ ایک ہی تاریخ میں دونوں نے زید سے نکاح کیا ہے ، اگر زید زندہ ہے تو دونوں کی گواہی بیکار جائے گی ، کیونکہ دونوں بہنیں ایک ساتھ زید کی بیوی نہیں بن سکتیں ۔ لیکن اگر زید مر چکا ہو تو دونوں کی گواہی مان لی جائے گی ، اور مقصد یہ ہوگا کہ زید کی ایک بیوی کی میراث دونوں کو مل جائے گی اور دونوں بہنیں آدھا آدھا لے گی ،

وجہ : یہاں مال مقصد ہے اس لئے اس میں شرکت جائز ہے ۔ اسی طرح سے راہن زندہ ہو تو دونوں مرتہن کی گواہی بیکار جائے گی ، اور راہن مر چکا ہو تو مقصد مال ہے جس میں شرکت جائز ہے اس لئے دونوں کی گواہی مان لی جائے گی ۔

﴿بَابُ الرِهنِ الذِی یُوضَعُ عَلیٰ یَدِ العَدلِ﴾

(۵۱۶)قَالَ : وَإِذَا اتَّفَقَا عَلَى وَضْعِ الرَّهْنِ عَلَى يَدِ الْعَدْلِ جَازَ﴾ ١ وَقَالَ مَالِكٌ: لَا يَجُوزُ ذَكَرَ قَوْلَهُ فِي بَعْضِ النُّسَخِ؛ لِأَنَّ يَدَ الْعَدْلِ يَدُ الْمَالِكِ وَلِهَذَا يَرْجِعُ الْعَدْلُ عَلَيْهِ عِنْدَ

﴿باب الرهن الذی یوضع علی ید العدل﴾

ترجمه:(۵۱۶)اگر راہن اور مرتہن متفق ہو جائیں رہن کے رکھنے پر کسی عادل کے ہاتھ میں تو جائز ہے۔

تشریح :راہن اور مرتہن اس بات پر متفق ہو گئے کہ شی ءمرہون کسی تیسرے عادل کے ہاتھ میں رکھ دے تو یہ جائز ہے۔۔تیسرے کے ہاتھ میں رہن رکھنے کو ,عادل, کہتے ہیں۔

وجه :(۱) کیونکہ یہ دونوں کا حق ہے اس لئے دونوں اپنے حقوق میں تصرف کر سکتے ہیں۔(۲) قول تابعی میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن اشعث قال کان الحکم و الشعبی یختلفان فی الرهن یوضع علی یدی عدل،قال الحکم لیس برهن وقال الشعبی هو رهن.** (مصنف عبد الرزاق، باب الرھن اذا وضع علی یدی عدل یکون قبضا و کیف ان ھلک، ج ثامن،ص ۱۸۶،نمبر ۱۵۱۲۸)اس قول تابعی میں ہے کہ شی ءمرہون کسی عادل کے ہاتھ میں رکھے تو حضرت شعبی نے فرمایا وہ رہن ہی ہوگا۔اس سے پتہ چلا کہ تیسرے کے ہاتھ میں شی ءمرہون رکھنا جائز ہے۔(۳) **عن رجل عن الحسن قالا اذا وضعه علی ید غیره فهلک فهو بما فیه** (مصنف عبد الرزاق، باب الرھن اذا وضع علی یدی عدل یکون قبضا و کیف ان ھلک، ج ثامن،ص ۱۸۶،نمبر ۱۵۱۲۷)اس قول تابعی میں بھی ہے کہ عادل کے ہاتھ میں شی ءمرہون کو رکھ دینا جائز ہے۔

ترجمه: ١ امام مالکؒ نے فرمایا کہ عادل کے ہاتھ میں رکھنا جائز نہیں ہے،انکا قول بعض نسخے میں بیان کیا ہے،اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عادل کا قبضہ راہن کا قبضہ ہے، یہی وجہ ہے کہ استحقاق کے وقت عادل راہن سے ہی وصول کرے گا، اس لئے مرتہن کا قبضہ نہیں ہوا۔

تشریح:قدوری کے ایک نسخے میں یہ ذکر کیا ہے کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ عادل کے ہاتھ میں شی ءمرہون کو رکھنا جائز نہیں

وجه :(۱)عادل کے ہاتھ رکھنے سے گویا کہ شی ءمرہون راہن کے ہاتھ میں ہو گیا،مرہون کے ہاتھ میں نہیں رہا،اس کی ایک علامت یہ ہے کہ شی ءمرہون کسی کی مستحق نکل جائے تو اس کی قیمت راہن سے لیا جاتا ہے،جس سے معلوم ہوا کہ شی ءمرہون راہن کا ہے اس لئے عادل کے ہاتھ میں رکھنا جائز نہیں ہے۔(۲) اس قول تابعی میں ہے کہ عادل میں ہاتھ میں رکھنا جائز نہیں ہے ۔ **عن اشعث قال کان الحکم و الشعبی یختلفان فی الرهن یوضع علی یدی عدل،قال الحکم لیس برهن .** (مصنف عبد الرزاق، باب الرھن اذا وضع علی یدی عدل یکون قبضا و کیف ان ھلک، ج ثامن،ص ۱۸۶،نمبر ۱۵۱۲۸) حضرت حکم نے فرمایا کہ عادل کے ہاتھ میں رکھنے سے رہن نہیں ہوگا۔

الِاسْتِحْقَاقِ فَانْعَدَمَ الْقَبْضُ ٢ وَلَنَا أَنَّ يَدَهُ عَلَى الصُّورَةِ يَدُ الْمَالِكِ فِي الْحِفْظِ؛ إذْ الْعَيْنُ أَمَانَةٌ، وَفِي حَقِّ الْمَالِيَّةِ يَدُ الْمُرْتَهِنِ؛ لِأَنَّ يَدَهُ يَدُ ضَمَانٍ وَالْمَضْمُونُ هُوَ الْمَالِيَّةُ فَنُزِّلَ مَنْزِلَةَ الشَّخْصَيْنِ تَحْقِيقًا لِمَا قَصَدَاهُ مِنْ الرَّهْنِ، ٣ وَإِنَّمَا يَرْجِعُ الْعَدْلُ عَلَى الْمَالِكِ فِي الِاسْتِحْقَاقِ؛ لِأَنَّهُ نَائِبٌ عَنْهُ فِي حِفْظِ الْعَيْنِ كَالْمُودَعِ (٥١٧) قَالَ: وَلَيْسَ لِلْمُرْتَهِنِ وَلَا لِلرَّاهِنِ أَنْ يَأْخُذَهُ مِنْهُ ﴾ ١ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الرَّاهِنِ فِي الْحِفْظِ بِيَدِهِ وَأَمَانَتِهِ وَتَعَلُّقِ حَقِّ الْمُرْتَهِنِ بِهِ

لغت: مالک: یہاں مالک سے مراد راہن ہے، اس لئے کہ وہی شیء مرہون کا مالک ہے۔

ترجمہ: ٢ ہماری دلیل یہ ہے کہ عادل کا قبضہ حفاظت کرنے میں صورت کے اعتبار سے مالک کا قبضہ ہے اس لئے کہ عین شیء امانت ہے، اور مالیت کے حق میں مرتہن کا قبضہ ہے، اس لئے کہ عادل کا قبضہ ضمان کا قبضہ ہے اور مضمون وہ مالیت ہے، اس لئے عادل دو آدمیوں کے درجے میں ہوگئے رہن کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عادل کی دو حیثیت ہے۔ راہن کی جانب سے وہ محافظ ہے اور شیء مرہون اس کے ہاتھ میں امانت ہے۔ اور مرتہن کی جانب سے وہ ضامن ہے، پس جب مرتہن کی جانب سے ضامن ہوا تو اس کا بھی قبضہ ہوا اس لئے عادل کے ہاتھ میں رکھنا جائز ہو گیا۔

ترجمہ: ٣ مستحق ہونے کی صورت میں عادل مالک سے اس لئے قیمت لیگا کہ وہ عین مرہون کی حفاظت کرنے میں نائب ہے، جیسے کہ امانت رکھنے والا کرتا ہے۔

تشریح: یہ امام مالک کو جواب ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ اگر شیء مرہون کا کوئی مستحق نکل جائے تو عادل راہن سے اس کی قیمت لیتا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ شیء مرہون راہن کے قبضے میں ہے۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ حفاظت کرنے میں وہ راہن کا نائب ہے اس لئے اس سے قیمت وصول کرے گا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ کوئی چیز امانت پر تھی، اور کوئی آدمی اس کا مستحق نکل گیا اور اس نے اس کی قیمت دی تو امین مالک سے وصول کرتا ہے، کیونکہ وہ چیز مالک ہی کی تھی اسی طرح یہاں یہ چیز راہن کی ہے اس لئے راہن ہی سے اس کی قیمت وصول کرے گا۔

ترجمہ: (٥١٧): اور نہیں جائز ہے مرتہن کے لئے اور نہ راہن کے لئے کہ عادل کے ہاتھ سے لے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ عادل کے قبضے میں حفاظت کرنے میں اور امانت رکھنے میں راہن کا حق متعلق ہے، اور قرض وصول کرنے میں مرتہن کا حق متعلق ہے، اس لئے کوئی بھی دوسرے کے حق کو باطل کرنے کا مالک نہیں ہے۔

تشریح: اگر راہن اور مرتہن دونوں راضی ہو جائیں کہ عادل کے قبضے سے واپس لے لے تب تو جائز ہے، لیکن اگر دونوں راضی نہیں ہیں تو عادل کے ہاتھ سے نہ مرتہن لے سکتا ہے، اور نہ راہن لے سکتا ہے۔

اسْتِيفَاءً فَلَا يَمْلِكُ أَحَدُهُمَا إِبْطَالَ حَقِّ الْآخَرِ (۵۱۸) فَلَوْ هَلَكَ فِي يَدِهِ هَلَكَ فِي ضَمَانِ الْمُرْتَهِنِ﴿ا لِأَنَّ يَدَهُ فِي حَقِّ الْمَالِيَّةِ يَدُ الْمُرْتَهِنِ وَهِيَ الْمَضْمُونَةُ(۵۱۹)وَلَوْ دَفَعَ الْعَدْلُ إِلَى الرَّاهِنِ أَوْ الْمُرْتَهِنِ ضَمِنَ﴿ا لِأَنَّهُ مُودَعُ الرَّاهِنِ فِي حَقِّ الْعَيْنِ وَمُودَعُ الْمُرْتَهِنِ فِي حَقِّ الْمَالِيَّةِ وَأَحَدُهُمَا أَجْنَبِيٌّ عَنْ الْآخَرِ، وَالْمُودَعُ يَضْمَنُ بِالدَّفْعِ إِلَى الْأَجْنَبِي

وجہ :(۱)اصل میں وہ چیز راہن کی ہے،اور عادل پر اس کی حفاظت کی ذمہ داری ہے،اس لئے راہن کا بھی حق ہے۔اور مرتہن شیء مرہون کو بیچ کر اپنا قرض وصول کرے گا،اس اعتبار سے مرتہن کا بھی حق شیء مرہون کے ساتھ متعلق ہو گیا اس لئے بغیر دونوں کی رضامندی کے عادل کے ہاتھ سے واپس لینا جائز نہیں ہے۔(۲)۔ عن عمرو بن یثربی قال شھدت رسول اللہ ﷺ فی حجۃ الوداع بمنی فسمعتہ یقول لا یحل لامرء من مال اخیہ شیء الا ما طابت بہ نفسہ (دارقطنی،کتاب البیوع،ج ثالث،ص۲۲،نمبر۲۸۶۰)اس حدیث میں ہے کہ کسی کا مال بغیر اس کی دلی رضامندی کے نہ لیا جائے۔اس لئے بغیر راہن یا مرتہن کی اجازت کے عادل کے ہاتھ سے شیء مرہون نہیں لی جائے گی۔

ترجمہ:(۵۱۸)پس اگر شیء مرہون عادل کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو مرتہن کے ضمان سے ہلاک ہوگی۔

ترجمہ:ا اس لئے کہ عادل کا قبضہ مالیت کے حق میں مرتہن کا قبضہ ہے،اور وہی مضمون ہے۔

تشریح :یہاں دو باتیں یاد رکھیں[۱]ایک ہے شیء مرہون کا عین اور اس کی حفاظت یہ راہن کا حق ہے،[۲]اور دوسرا ہے شیء مرہون کی مالیت اور اس کی قیمت یہ مرتہن کا حق ہے،ان دو حقوق کے لئے عادل کے ہاتھ شیء مرہون رکھی گئی ہے۔

وجہ:(۱)شیء مرہون مرتہن کی وجہ سے عادل کے ہاتھ میں رکھی گئی ہے،اس لئے شیء مرہون ہلاک ہوئی تو مرتہن کے قرض میں اس کی قیمت کاٹی جائے گی۔(۲)اس قول تابعی میں ہے۔عن الحسن قالا اذا وضعہ علی ید غیرہ فھلک فھو بما فیہ۔(مصنف عبد الرزاق،باب الرہن اذا وضع علی یدی عادل یکون قبضا وکیف ان ھلک،ج ثامن،ص۲۴۱نمبر۱۵۰۴۸)اس قول تابعی میں حضرت حسن نے فرمایا کہ اگر شیء مرہون کسی عادل آدمی کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو جس چیز کے لئے رکھی گئی ہے یعنی رہن کے لئے اسی میں شمار کی جائے گی۔اس سے معلوم ہوا کہ مرتہن کے مال میں سے ہلاک ہوگی۔

ترجمہ:(۵۱۹)اگر عادل نے شیء مرہون راہن کو دے دی،یا مرتہن کو دے دی تو وہ ضامن ہو جائے گا۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ عین مرہون کے حق راہن کی امانت رکھنے والا ہے،اور مالیت کے حق مرتہن کی امانت رکھنے والا ہے،اور ہر ایک دوسرے سے اجنبی ہے،اور اجنبی کو دینے امانت رکھنے والا بھی ضامن ہوتا ہے۔

تشریح :راہن اور مرتہن کی اجازت کے بغیر عادل نے شیء مرہون کسی ایک کو دے دی تو وہ ضامن ہو جائے گا۔

وجہ:راہن اور مرتہن دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہیں،اب عادل نے اجنبی کو شیء مرہون دے دی تو وہ ضامن بن

(٥٢٠) وَإِذَا ضَمِنَ الْعَدْلُ قِيمَةَ الرَّهْنِ بَعْدَ مَا دَفَعَ إلَى أَحَدِهِمَا وَقَدْ اسْتَهْلَكَهُ الْمَدْفُوعُ عَلَيْهِ أَوْ هَلَكَ فِي يَدِهِ لَا يَقْدِرُ أَنْ يَجْعَلَ الْقِيمَةَ رَهْنًا فِي يَدِهِ ﴾ ١ لِأَنَّهُ يَصِيرُ قَاضِيًا وَمُقْتَضِيًا وَبَيْنَهُمَا تَنَافٍ، ٢ لَكِنْ يَتَّفِقَانِ عَلَى أَنْ يَأْخُذَاهَا مِنْهُ وَيَجْعَلَاهَا رَهْنًا عِنْدَهُ أَوْ عِنْدَ غَيْرِهِ ٣ وَلَوْ تَعَذَّرَ اجْتِمَاعُهُمَا يَرْفَعُ أَحَدُهُمَا إلَى الْقَاضِي لِيَفْعَلَ كَذَلِكَ، ٤ وَلَوْ فَعَلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَضَى

جائے گا۔

ترجمه :(٥٢٠) اگر عادل کوشی ءمرہون کی قیمت کا ضامن بنایا اس وجہ سے کہ راہن یا مرتہن میں سے کسی ایک کو دے دیا تھا اور اس نے مرہون کو ہلاک کر دیا تھا، یا خود عادل کے ہاتھ میں ہلاک ہوئی تھی، تو اب اس کی قدرت نہیں ہوگی کہ اس کی قیمت کو اپنے پاس رہن رکھے۔

ترجمه: ١ اس لئے کہ یہ قیمت دینے والا بھی ہوا اور اپنے پاس رکنے والا بھی ہوگا، حالانکہ ان دونوں کے درمیان تنافی ہے۔

تشریح :عادل کے پاس شی ءمرہون ہلاک ہوئی جس کی وجہ سے اس پر اس کی قیمت لازم ہوئی تو اب اس قیمت کو وہ اپنے پاس رکھنا چاہے تو نہیں رکھ سکتا، اسی طرح عادل نے شی ءمرہون کو بغیر اجازت کے راہن کو دے دیا، یا مرتہن کو دے دیا اور اس کے پاس ہلاک ہوگئی، جس کی وجہ سے عادل پر قیمت لازم ہوئی تو اب عادل اس قیمت کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔

وجه :عادل کے لئے فیصلہ ہوا کہ اس سے قیمت لی جائے، اب اسی کے پاس رکھے تو یہ قیمت دینے والا بھی ہوگا اور لینے والا بھی ہوگا، اس لئے اب یہ قیمت کو اپنے پاس رہن کے طور پر نہیں رکھ سکتا۔

لغت: قاضیا: ادا کرنے والا۔ ومقتضیا: خود رکھ لینے والا۔

ترجمه :٢ لیکن راہن اور مرتہن عادل کے ہاتھ سے لینے پر متفق ہو جائے اور اس کی قیمت کو اسی عادل کے پاس رہن رکھ دے، یا دوسرے کے پاس رہن رکھ دے۔

تشریح :عادل سے قیمت لینے کے بعد اب اگر راہن اور مرتہن متفق ہو جائیں تو اسی عادل کے پاس دوبارہ اس قیمت کو رہن رکھ رکھ سکتے ہیں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی تیسرے عادل کے پاس رہن رکھے۔

وجه :اس عادل کے پاس سے لینے کے بعد دوبارہ اسی کے پاس رہن رکھنے میں دینے اور رکھنے والا نہیں ہوگا، کیونکہ اس کے پاس سے پہلے لیا ہے بعد میں از سر نو اس کے پاس رکھا ہے۔

ترجمه :٣ پس اگر راہن اور مرتہن کا کسی ایک پر جمع ہونا متعذر رہو تو کوئی ایک قاضی کے پاس مقدمہ دائر کرے کہ وہ کسی کے پاس رکوادے۔

تشریح :راہن اور مرتہن کسی ایک عادل پر ابھی متفق نہیں ہو رہے ہیں، تو تیسرا طریقہ یہ ہے کہ راہن یا مرتہن کوئی ایک

الرَّاهِنُ الدَّيْنَ وَقَدْ ضَمِنَ الْعَدْلُ الْقِيمَةَ بِالدَّفْعِ إلَى الرَّاهِنِ فَالْقِيمَةُ سَالِمَةٌ لَهُ لِوُصُولِ الْمَرْهُونِ إلَى الرَّاهِنِ وَوُصُولِ الدَّيْنِ إلَى الْمُرْتَهِنِ وَلَا يَجْتَمِعُ الْبَدَلُ وَالْمُبْدَلُ فِي مِلْكٍ وَاحِدٍ(۵۲۱) وَإِنْ كَانَ ضَمِنَهَا بِالدَّفْعِ إلَى الْمُرْتَهِنِ فَالرَّاهِنُ يَأْخُذُ الْقِيمَةَ مِنْهُ ﴾ ا لِأَنَّ الْعَيْنَ لَوْ كَانَتْ قَائِمَةً فِي يَدِهِ يَأْخُذُهَا إذَا أَدَّى الدَّيْنَ، فَكَذَلِكَ يَأْخُذُ مَا قَامَ مَقَامَهَا، وَلَا جَمْعَ فِيهِ

قاضی کے پاس جائے کہ وہ کسی عادل کو متعین کر کے اس کے پاس رہن رکھوا دے۔

ترجمہ:۴ے اگر ایسا کر لیا [یعنی عادل سے جو قیمت لی تھی وہ پھر اسی کے پاس رہن رکھ دی] پھر راہن نے اپنا قرض ادا کیا، اور عادل پر جو قیمت لگی تھی وہ راہن کو مرہون دینے کی وجہ سے لگی تھی تو یہ قیمت عادل کی ہی ہوگی، اس لئے کہ مرہون راہن کو پہنچ چکا ہے اور قرض مرتہن کو مل چکا ہے اس لئے بدل اور مبدل ایک ملک میں جمع نہیں ہوگا۔

تشریح: زید عادل تھا اس نے مرتہن کو پوچھے بغیر غلام راہن عمر کو دے دیا، اس کی وجہ سے زید پر غلام کی قیمت لازم ہوئی، اس قیمت کو پھر سے عادل زید کے پاس رکھ دیا، پھر راہن نے خالد مرتہن کا قرض ادا کر دیا تو عادل کی دی ہوئی قیمت عادل کے پاس ہی رہ جائے گی۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ راہن کو اس کا غلام مل گیا تھا، اور مرتہن کو اس کا قرض مل گیا، اب قیمت بھی راہن کو یا مرتہن کو دلوایں، تو ڈبل جمع ہو جائے گی جو جائز نہیں ہے، اس لئے قیمت عادل کے پاس ہی رہے گی۔

لغت: فلا یجتمع البدل، و المبدل: یہاں بدل سے مراد غلام کی قیمت، جو عادل کے پاس ہے، اور مبدل سے مراد راہن کا غلام ہے، یا مرتہن کا قرض ہے۔

ترجمہ: (۵۲۱) اور اگر مرتہن کو دینے کی وجہ سے عادل کو قیمت لازم ہوئی تھی تو راہن قیمت اس سے لے لیگا۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ اگر عین غلام مرتہن کے پاس قائم ہوتا تو جب قرض ادا کرتا تو اس سے عین غلام لے لیتا، تو ایسے ہی جو اس کے قائم مقام ہے، تا کہ بدل اور مبدل جمع ہونا لازم نہ آئے۔

تشریح: یہاں عبارت میں کمی بیشی ہے۔ زید عادل نے راہن کو پوچھے بغیر مرتہن کو غلام دے دیا اب زید پر غلام کی قیمت لازم ہوگئی، پھر راہن نے مرتہن کو اس کا قرض ادا کر دیا، تو راہن کو یہ حق ہے کہ زید کی دی ہوئی قیمت عادل سے لے لے، اور عادل مرتہن سے غلام واپس لیگا۔

وجہ: راہن نے جب قرض ادا کیا تو اس کو اصل غلام لینے کا حق تھا، لیکن اگر غلام نہیں لے سکا تو جو قیمت اس کے قائم مقام ہے وہی واپس لیگا۔

نوٹ: اگر عادل نے مرتہن کو غلام عاریت کے طور پر دیا تھا، اور اس نے جان کر ہلاک کر دیا تو عادل مرتہن سے غلام کی قیمت

بَيْنَ الْبَدَلِ وَالْمُبْدَلِ (۵۲۲)قَالَ :وَإِذَا وَكَّلَ الرَّاهِنُ الْمُرْتَهِنَ أَوْ الْعَدْلَ أَوْ غَيْرَهُمَا بِبَيْعِ الرَّهْنِ عِنْدَ حُلُولِ الدَّيْنِ فَالْوَكَالَةُ جَائِزَةٌ﴾ ل لِأَنَّهُ تَوْكِيلٌ بِبَيْعِ مَالِهِ(۵۲۳) وَإِنْ شُرِطَتْ فِي عَقْدِ الرَّهْنِ فَلَيْسَ لِلرَّاهِنِ أَنْ يَعْزِلَ الْوَكِيلَ، وَإِنْ عَزَلَهُ لَمْ يَنْعَزِلْ﴾ ل لِأَنَّهَا لَمَّا شُرِطَتْ فِي ضِمْنِ عَقْدِ الرَّهْنِ صَارَ وَصْفًا مِنْ أَوْصَافِهِ وَحَقًّا مِنْ حُقُوقِهِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لِزِيَادَةِ الْوَثِيقَةِ فَيَلْزَمُ

لیگا،اور اگر خود بخود ہلاک ہو گیا تو یہ امانت کی چیز تھی اس لئے خود بخود ہلاک ہونے سے مرتہن پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ:(۵۲۲) پس اگر راہن نے مرتہن کو یا عادل کو یا ان دونوں کے علاوہ کو وکیل بنایا شیء مرہونہ کے بیچنے کا دین کی مدت گزرنے پر تو وکالت جائز ہے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ اپنے مال کے بیچنے کا وکیل بنانا ہے۔

وجہ:راہن کا مال ہے اس لئے راہن مرتہن کو یا عادل کو یا کسی اور کو یہ حق دے سکتا ہے کہ قرض کی مدت پوری ہو جائے اور میں قرض ادا نہ کر سکوں تو شیء مرہون کو بیچ دیا جائے اور اس سے مرتہن کے قرض کو ادا کیا جائے۔یہ وکیل بنانا درست ہے۔اور مرتہن کے لئے وثیقہ کی ایک شکل یہ بھی ہے۔

لغت:حلول الدین : دین ادا کرنے کا وقت آنا۔

ترجمہ:(۵۲۳) پس اگر وکالت کی شرط عقد رہن میں لگائی گئی ہو تو راہن کے لئے جائز نہیں ہے کہ وکیل کو وکالت سے معزول کرے،پس اگر معزول کیا تب بھی معزول نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ جب عقد رہن کے ضمن میں وکالت کی شرط لگائی تو یہ رہن کے وصف میں سے ایک وصف بن گئی اور اس کا ایک حق بن گیا،کیا نہیں دیکھتے ہیں کہ یہ اعتماد کی زیادتی کے لئے ہے اس لئے اصل کے لازم ہونے کے ساتھ یہ بھی لازم ہو جائے گا۔

تشریح : رہن رکھتے وقت مرتہن نے شرط لگائی کہ قرض کی مدت گزرنے پر شیء مرہون کے بیچنے کا وکیل بناؤ تا کہ وہ وکیل بیچ کر میرا قرض ادا کرے۔اگر عقد رہن کے وقت شیء مرہون بیچنے کے وکیل بنانے کی شرط لگائی ہے تو راہن اس کو معزول نہیں کر سکتا۔

وجہ : کیونکہ شرط لگانے کی وجہ سے مرتہن کا حق متعلق ہو گیا اور مرتہن اس کے معزول کرنے پر راضی نہیں ہے اس لئے راہن وکیل کو معزول نہیں کر سکتا۔اور معزول کرے بھی تو وکیل معزول نہیں ہوگا۔

اصول: وثیقہ کے لئے جو شرط طے ہوئی ہو راہن اس کو ختم نہیں کر سکتا جب تک مرتہن راضی نہ ہو۔عزل :معزول ہونا۔

ترجمہ :۲ اور اس لئے کہ اس کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق ہو گیا،اور معزول کرنے میں مرتہن کا حق ضائع ہوگا،مدعی کے

بِلُزُومِ أَصْلِهِ، ٢ وَلِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْمُرْتَهِنِ وَفِي الْعَزْلِ إتْوَاءُ حَقِّهِ وَصَارَ كَالْوَكِيلِ بِالْخُصُومَةِ بِطَلَبِ الْمُدَّعِي (۵۲۴)وَلَوْ وَكَّلَهُ بِالْبَيْعِ مُطْلَقًا حَتَّى مَلَكَ الْبَيْعَ بِالنَّقْدِ وَالنَّسِيئَةِ ثُمَّ نَهَاهُ عَنْ الْبَيْعِ نَسِيئَةً لَمْ يَعْمَلْ نَهْيُهُ ﴾ ١ لِأَنَّهُ لَازِمٌ بِأَصْلِهِ، فَكَذَا بِوَصْفِهِ لِمَا ذَكَرْنَا، (۵۲۵)وَكَذَا إذَا عَزَلَهُ الْمُرْتَهِنُ لَا يَنْعَزِلُ ﴾ ١ لِأَنَّهُ لَمْ يُوَكِّلْهُ وَإِنَّمَا وَكَّلَهُ غَيْرُهُ (۵۲۶)وَإِنْ مَاتَ الرَّاهِنُ لَمْ يَنْعَزِلْ ﴾ ١ لِأَنَّ الرَّهْنَ لَا يَبْطُلُ بِمَوْتِهِ وَلِأَنَّهُ لَوْ بَطَلَ إنَّمَا يَبْطُلُ لِحَقِّ الْوَرَثَةِ

طلب کرنے سے خصومت کے وکیل کی طرح ہو گیا۔

تشریح :اس وکالت کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق ہو گیا،اور وکیل کو معزول کرنے سے مرتہن کا حق ضائع ہوگا اس لئے مرتہن کی اجازت کے بغیر وکیل کو معزول نہیں کر سکتا۔اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ مدعی نے مدعی علیہ سے یہ مطالبہ کیا کہ جھگڑے کے لئے وکیل متعین کرے،اس نے جھگڑے کے لئے وکیل متعین کر دیا اب مدعی کی اجازت کے بغیر اس وکیل کو معزول کرنا چاہے تو معزول نہیں کر سکتا،کیونکہ اس کے ساتھ مدعی کا حق متعلق ہو گیا ہے،اسی طرح یہاں وکیل بالبیع کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق ہو گیا ہے اس لئے اس کی اجازت کے بغیر وکیل کو معزول کرنا چاہے تو معزول نہیں کر سکتا۔

ترجمه :(۵۲۴)اگر راہن نے مطلق بیع کا وکیل بنایا،تو وہ ادھار بیع کا بھی مالک ہوگا،اور نقد بیع کا بھی مالک ہوگا،پھر اگر راہن ادھار بیع سے روکے تو اس کے روکنے کا اعتبار نہیں ہوگا۔

ترجمه:۱ اس لئے کہ عقد رہن اپنی اصل سے لازم ہے تو اسکے وصف میں بھی لازم ہوگا،اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کیا

تشریح :راہن نے جب بیچنے کا وکیل بنایا تھا تو اس میں ادھار اور نقد کی قید نہیں تھی،مطلق بیچنے کا وکیل تھا،جس سے ادھار بیچنے کا بھی اختیار تھا اور نقد بیچنے کا بھی اختیار شامل تھا،اب راہن ادھار بیچنے سے وکیل کو منع کرتا ہے،تو اس کے منع کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

وجه:وہ پہلے ہی مطلق اختیار دے چکا ہے،یعنی ادھار بیچنے کا اختیار دے چکا ہے اس لئے اب اس کو منع نہیں کر سکتا۔

لغت :لانه لازم باصله فكذا بو صفه: یہ منطقی محاورہ ہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ بیچنے کے مطلق اختیار میں ادھار بیچنا شامل ہے اس لئے راہن اس کو ساقط نہیں کر سکتا۔

ترجمه:(۵۲۵)ایسے ہی اگر مرتہن نے معزول کیا تو معزول نہیں ہوگا۔

ترجمه:۱ اس لئے کہ مرتہن نے وکیل نہیں بنایا ہے وکیل دوسرے نے بنایا ہے،

تشریح یعنی راہن نے بیچنے کا وکیل بنایا ہے اس لئے مرتہن معزول نہیں کر سکتا۔

ترجمه:(۵۲۶)اگر راہن مر جائے تو بھی وکیل معزول نہیں ہوگا۔

وَحَقُّ الْمُرْتَهِنِ مُقَدَّمٌ (۵۲۷)قَالَ وَلِلْوَكِيلِ أَنْ يَبِيعَهُ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنْ الْوَرَثَةِ كَمَا يَبِيعُهُ فِي حَالِ حَيَاتِهِ بِغَيْرِ مَحْضَرٍ مِنْهُ،﴾ (۵۲۸)وَإِنْ مَاتَ الْمُرْتَهِنُ فَالْوَكِيلُ عَلَى وَكَالَتِهِ﴾ ا لِأَنَّ الْعَقْدَ لَا يَبْطُلُ بِمَوْتِهِمَا وَلَا بِمَوْتِ أَحَدِهِمَا فَيَبْقَى بِحُقُوقِهِ وَأَوْصَافِهِ(۵۲۹) وَإِنْ مَاتَ الْوَكِيلُ انْتَقَضَتْ الْوَكَالَةُ وَلَا يَقُومُ وَارِثُهُ وَلَا وَصِيُّهُ مَقَامَهُ﴾ ا لِأَنَّ الْوَكَالَةَ لَا يَجْرِي فِيهَا

ترجمه :۲ اس لئے کہ رہن راہن کے مرنے سے باطل نہیں ہوتا ہے[تو وکالت بھی باطل نہیں ہوگی]اوراس لئے بھی کہ باطل ہوگا تو ورثہ کے حق کے لئے باطل ہوگا،اور یہاں مرتہن کا حق مقدم ہے[اس لئے بھی وکالت باطل نہیں ہوگی]

تشریح:راہن مرجائے تب بھی شی ءمرہون بیچنے کا وکیل معزول نہیں ہوگا۔

وجه :(۱)ایک وجہ تو یہ ہے کہ راہن مرنے کے بعد رہن باقی رہتا ہے تو جو اس وصف ہے بیچناوہ بھی باقی رہے گا،اس لئے وکیل بالبیع معزول نہیں ہوگا۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ ورثہ کے لئے وکیل معزول ہوگا،اور یہاں مرتہن کا حق ورثہ سے مقدم ہےاس لئے وکیل معزول نہیں ہوگا۔

ترجمه :(۵۲۷)وکیل کے لئے جائز ہے کہ ورثہ کے غیر موجودگی میں بیچے،جیسے راہن کی زندگی میں اس کی غیر حاضری میں بیچ سکتا تھا۔

تشریح:وکیل بالبیع ورثہ کی غیر موجودگی میں رہن کی چیز بیچ سکتا ہے۔

وجه : کیونکہ وہ راہن کی زندگی میں راہن کی غیر موجودگی میں شی ءمرہون بیچ سکتا ہےتو ورثہ کی غیر موجودگی میں بدرجہ اولی بیچ سکتا ہے۔

ترجمه :(۵۲۸)اگر مرتہن مرگیا تو وکیل اپنی وکالت پر بحال رہے گا۔

ترجمه :۱ اس لئے کہ عقد رہن دونوں کے مرنے سے باطل نہیں ہوتا،اور نہ دونوں میں سے ایک کے مرنے سے باطل ہوتا ہےاس لئے رہن اپنے حقوق اور وصف کے ساتھ باقی رہے گا۔

تشریح :پہلے آیا تھا کہ راہن کے مرنے سے رہن باطل نہیں ہوتا،اب یہ ہے کہ مرتہن کے مرنے سے رہن باطل نہیں ہوگا، اس لئے رہن کے جو حقوق ہیں بیچنے کی وکالت تو یہ بھی باقی رہے گی۔بیچنے کی وکالت یہ رہن کے حقوق میں سے ہیں۔

ترجمه :(۵۲۹)اگر وکیل مرگیا تو وکا کت ختم ہوجائے گی،وکیل کے ورثہ،یا اس کا وصی اس کے قائم مقام نہیں ہوں گے۔

ترجمه :۱ اس لئے کہ وکالت میں وراثت جاری نہیں ہوتی،اس لئے کہ موکل وکیل کی رائے سے راضی ہے دوسرے کی رائے سے راضی نہیں ہے۔

تشریح :اب یہ مسئلہ ہے کہ شی ءمرہون کے بیچنے کا وکیل مرگیا تو وکالت ختم ہوجائے گی،وکیل کے ورثہ کو یا اس کے وصی کو

الْإِرْثُ، وَلِأَنَّ الْمُوَكِّلَ رَضِيَ بِرَأْيِهِ لَا بِرَأْيِ غَيْرِهِ ۲ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ إنَّ وَصِيَّ الْوَكِيلِ يَمْلِكُ بَيْعَهُ؛ لِأَنَّ الْوَكَالَةَ لَازِمَةٌ فَيَمْلِكُهُ الْوَصِيُّ، كَالْمُضَارِبِ إذَا مَاتَ بَعْدَمَا صَارَ رَأْسُ الْمَالِ أَعْيَانًا يَمْلِكُ وَصِيُّ الْمُضَارِبِ بَيْعَهَا لِمَا أَنَّهُ لَازِمٌ بَعْدَ مَا صَارَ أَعْيَانًا ۳ قُلْنَا: التَّوْكِيلُ حَقٌّ لَازِمٌ لَكِنْ عَلَيْهِ، ۴ وَالْإِرْثُ يَجْرِي فِيمَا لَهُ بِخِلَافِ الْمُضَارَبَةِ؛ لِأَنَّهَا حَقٌّ

بیچنے کا حق نہیں ہوگا۔

وجہ :(۱) وکالت میں وراثت جاری نہیں ہوتی، اس لئے وارث اس کا حقدار نہیں بنے گا (۲) موکل وکیل کی رائے پر اعتماد کرتا ہے دوسرے کی رائے پر اعتماد نہیں کرتا اس لئے بھی وارث، یا وصی کو بیچنے کا حق نہیں ملے گا۔

ترجمہ :۲ امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ وکیل کا وصی شیء مرہون کے بیچنے کا مالک ہوگا، اس لئے کہ وکالت لازم ہے اس لئے وصی بیچنے کا مالک بنے گا، جیسے راس المال عین بننے کے بعد مضارب مر جائے تو مضارب کا وصی بیچنے کا مالک ہوتا ہے، اس لئے کہ عین بننے کے بعد عقد مضاربت لازم ہو جاتا ہے۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ وکیل کے وصی کو شیء مرہون کو بیچنے کا حق ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وکالت لازم ہے اس لئے وکیل کے وصی کو بھی بیچنے کا حق ہوگا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔ بیع مضاربت میں راس المال کے ذریعہ کپڑا خرید لیا اور مضارب مر گیا تو اس کے وصی کو حق ہوتا ہے کہ اس کپڑا کو بیچ کر درہم بنائے پھر مالک اور مضارب کے ورثہ تقسیم کرے، ایسے ہی یہاں وکیل کے ورثہ کو یہ حق ہوگا کہ شیء مرہون کو بیچے۔

ترجمہ ۳ ہم اسکا جواب دیتے ہیں کہ رہن میں وکالت لازم ہے، لیکن خود وکیل پر لازم ہے [اس کے وصی اور ورثہ پر نہیں

تشریح : یہ امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا کہ وکالت لازم ہے تو اس کا جواب دیا کہ خود وکیل پر وکالت لازم ہے، اس کے وصی اور ورثہ پر وکالت لازم نہیں ہے اس لئے وصی وکالت نہیں کر سکتا۔

ترجمہ :۴ اور وراثت اس میں جاری ہوتی ہے جس میں وکیل کا فائدہ ہو، بخلاف مضاربت کے اس لئے کہ وہ مضارب کا حق ہے۔

تشریح : یہاں عبارت ناقص ہے، یہ بھی امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جس میں وکیل کا فائدہ ہو اس میں وراثت جاری ہوتی ہے اور اس کے وصی کو بھی اس کا حق ملتا ہے، رہن کی صورت میں وکیل کے فائدے کی چیز نہیں ہے، بلکہ وکیل پر وکالت لازم ہے اس لئے اس میں وصی کو حق نہیں ملے گا۔ اور مضاربت میں جب راس المال سے کپڑا خرید لیا تو اب یہ وارث کے فائدے کی چیز بن گئی کہ کپڑا بیچ کر اس کو رقم ملے گی اس لئے وہاں مضارب کے وصی کو کپڑا بیچنے کا حق ملے گا۔

لغت :علیہ: وکیل پر جو لازم ہو، وکیل کے نقصان کے لئے جو چیز ہو۔ فیما لہ: جس میں وکیل کا فائدہ ہو۔

الْـمُضَارِب(۵۳۰) وَلَيْسَ لِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يَبِيعَهُ إلَّا بِرِضَا الرَّاهِنِ)[لِأَنَّهُ مَلَكُهُ وَمَا رَضِيَ بِبَيْعِهِ]
(وَلَيْسَ لِلرَّاهِنِ أَنْ يَبِيعَهُ إلَّا بِرِضَا الْمُرْتَهِنِ)ا لِأَنَّ الْـمُـرْتَهِنَ أَحَقُّ بِمَالِيَّتِهِ مِنْ الرَّاهِنِ فَلَا يَقْدِرُ الرَّاهِنُ عَلَى تَسْلِيمِهِ بِالْبَيْعِ (۵۳۱) قَالَ فَإِنْ حَلَّ الْأَجَلُ وَأَبَى الْوَكِيلُ الَّذِي فِي يَدِهِ الرَّهْنُ أَنْ يَبِيعَهُ وَالرَّاهِنُ غَائِبٌ أُجْبِرَ عَلَى بَيْعِهِ ا لِمَا ذَكَرْنَا مِنْ الْوَجْهَيْنِ فِي لُزُومِهِ (۵۳۲)وَكَذَلِكَ الرَّجُلُ يُوَكِّلُ غَيْرَهُ بِالْخُصُومَةِ وَغَابَ الْمُوَكِّلُ فَأَبَى أَنْ يُخَاصِمَ أُجْبِرَ عَلَى الْخُصُومَةِ ا لِلْوَجْهِ الثَّانِي وَهُوَ أَنَّ فِيهِ إتْوَاءَ الْحَقِّ،۲ بِخِلَافِ الْوَكِيلِ بِالْبَيْعِ؛ لِأَنَّ الْمُوَكِّلَ

ترجمہ :(۵۳۰)مرتہن کو یہ حق نہیں ہے کہ راہن کی رضامندی کے بغیر شیء مرہون کو بیچ دے[اس لئے یہ چیز راہن کی ہے،اور وہ بیچنے پر راضی نہیں ہے]اور راہن کو یہ حق نہیں ہے کہ بغیر مرتہن کی رضامندی کے شیء مرہون کو بیچ دے۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ مرتہن اس کی مالیت کا حقدار راہن سے بھی زیادہ ہے اسلئے بیچ کر اس کو سپرد نہیں کر سکے گا۔

تشریح:مرتہن بغیر راہن کی رضامندی کے شیء مرہون نہیں بیچ سکے گا،کیونکہ یہ چیز راہن کی ہے۔اور راہن بغیر مرتہن کی رضامندی کے نہیں بیچ سکے گا۔

وجہ :(۱) کیونکہ مرتہن کا حق اس کے ساتھ متعلق ہو گیا ہے۔(۲)اور شیء مرہون کی جو قیمت ہے اس کا زیادہ حقدار مرتہن ہے ،اس لئے راہن بیچ بھی دے گا تو اس کو مشتری کو سپرد نہیں کر سکے گا،اس لئے بھی راہن شیء مرہون کو نہیں بیچ سکے گا۔

ترجمہ :(۵۳۱)اور قرض ادا کرنے کا وقت آ گیا اور وکیل جس کے قبضے میں شیء مرہون ہے بیچنے سے انکار کرتا ہے،اور راہن غائب ہے تو وکیل کو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔

ترجمہ :ا ان دو وجہ سے جو ہم نے ذکر کیا۔

تشریح :قرض کا وقت آ گیا اور وکیل شیء مرہون کو نہیں بیچ رہا ہے اور راہن بھی حاضر نہیں ہے تو وکیل کو اس کے بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔

وجہ :(۱)ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق ہو گیا ہے(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ عقد رہن وکالت کے ساتھ متصف ہے،اور وکالت میں شرط تھی کہ وقت آنے پر اس کو بیچے گا۔

ترجمہ :(۵۳۲)ایسے اگر آدمی نے دوسرے کو جھگڑے کا وکیل بنایا،اور موکل غائب ہو گیا تو خاصم کو جھگڑے پر مجبور کیا جائے گا۔

ترجمہ :ا دوسری وجہ کی وجہ سے اور وہ یہ ہے کہ حق ضائع جاتا ہے۔

تشریح :یہ مسئلہ یہاں کا نہیں ہے۔زید نے اپنا جھگڑا کرنے کا وکیل عمر کو بنایا،اور خود زید غائب ہو گیا تو چونکہ اس سے

يَبِيعُ بِنَفْسِهِ فَلا يَتْوِي حَقُّهُ، أَمَّا الْمُدَّعِي لَا يَقْدِرُ عَلَى الدَّعْوَى وَالْمُرْتَهِنُ لَا يَمْلِكُ بَيْعَهُ بِنَفْسِهِ، ٣ فَلَوْ لَمْ يَكُنِ التَّوْكِيلُ مَشْرُوطًا فِي عَقْدِ الرَّهْنِ وَإِنَّمَا شُرِطَ بَعْدَهُ قِيلَ لَا يُجْبَرُ اعْتِبَارًا بِالْوَجْهِ الْأَوَّلِ، وَقِيلَ يُجْبَرُ رُجُوعًا إِلَى الْوَجْهِ الثَّانِي، وَهَذَا أَصَحُّ وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – أَنَّ الْجَوَابَ فِي الْفَصْلَيْنِ وَاحِدٌ، وَيُؤَيِّدُهُ إِطْلَاقُ الْجَوَابِ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ

سامنے والے کا حق ضائع ہوگا اس لئے وکیل کو جھگڑا کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

ترجمہ :۲ بخلاف بیع کے وکیل بنانے کے [وہاں وکیل کو مجبور نہیں کیا جائے گا] کیونکہ موکل خود بھی بیچ سکتا ہے اس لئے اس کا حق ضائع نہیں ہوگا، اس کے برخلاف مدعی کا حال یہ ہے کہ جب تک کہ خصم تیار نہ ہو وہ دعوی بھی نہیں کر سکے گا، اور مرتہن کا حال یہ ہے کہ وہ خود نہیں بیچ سکتا [اس لئے وکیل بالبیع کو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا]

تشریح : یہاں تین مسئلے ہیں [۱] زید نے عمر کو بیچنے کا وکیل بنایا تو یہاں وکیل کو بیچنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ زید خود بھی بیچ سکتا ہے اس لئے عمر کے انکار سے زید کا حق ضائع نہیں ہوگا۔ [۲] زید مدعی علیہ تھا اس نے عمر کو خصومت کا وکیل بنایا، اور خود غائب ہو گیا، تو یہاں عمر کو خصومت کرنے پر مجبور کیا جائے گا، کیونکہ وہ خصومت نہیں کرے گا تو مدعی کا حق ضائع ہوگا، اس لئے عمر کو خصومت پر مجبور کیا جائے گا۔ [۳] راہن نے وکیل بنایا اور خود غائب ہو گیا، تو یہاں وکیل کو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا، کیونکہ مرتہن خود بیچ نہیں سکتا، اور راہن موجود نہیں ہے، اس لئے وکیل نہیں بیچے گا تو مرتہن کا حق ضائع ہوگا اس لئے یہاں وکیل کو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔

ترجمہ :۳ اگر عقد رہن میں وکالت کی شرط نہ ہو بلکہ بعد میں شرط لگائی ہو تو بعض حضرات نے کہا کہ بیچنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا پہلی وجہ کا اعتبار کرتے ہوئے [کہ وکالت عقد کے حقوق میں سے نہیں ہے]، اور بعض دوسرے حضرات نے کہا کہ وکیل کو مجبور کیا جائے گا دوسری دلیل کی طرف رجوع کرتے ہوئے [یعنی مرتہن کا حق ضائع ہوگا] اور یہی صحیح ہے، اور امام ابو یوسفؒ سے دونوں صورتوں میں ایک ہی جواب ہے کہ مجبور کیا جائے گا، جامع صغیر اور کتاب الاصل کے جواب سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

تشریح : رہن پر رکھتے وقت یہ شرط نہیں لگائی کہ وکیل شیء مرہون کو بیچے گا، البتہ بعد میں یہ شرط لگائی تو اس بارے میں دو روایتیں ہیں [۱] ایک یہ ہے کہ چونکہ اصل عقد رہن میں وکالت کی شرط نہیں ہے اس لئے وکیل نہ بیچے تو اس کو بیچنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ [۲] دوسری روایت یہ ہے کہ نہ بیچنے سے مرتہن کا حق ضائع ہوگا اس لئے وکیل کو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا، امام ابو یوسفؒ کی روایت یہی ہے۔ اور جامع صغیر اور کتاب الاصل میں جو عبارت ہے اس سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ وکیل کو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔ جامع صغیر کی عبارت یہ ہے۔ فانہ یجبر علی بیعہ (جامع صغیر، کتاب الرہن، ص ۴۹۱) اس عبارت میں

وَفِي الْأَصْلِ(۵۳۳) وَإِذَا بَاعَ الْعَدْلُ الرَّهْنَ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الرَّهْنِ، وَالثَّمَنُ قَائِمٌ مَقَامَهُ فَكَانَ رَهْنًا، وَإِنْ لَمْ يُقْبَضْ بَعْدُ﴾ ١ لِقِيَامِهِ مَقَامَ مَا كَانَ مَقْبُوضًا، ٢ وَإِذَا تَوَى كَانَ مَالَ الْمُرْتَهِنِ لِبَقَاءِ عَقْدِ الرَّهْنِ فِي الثَّمَنِ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْمَبِيعِ الْمَرْهُونِ، ٣ وَكَذَلِكَ إِذَا قُتِلَ الْعَبْدُ الرَّهْنُ وَغَرِمَ الْقَاتِلُ قِيمَتَهُ؛ لِأَنَّ الْمَالِكَ لَا يَسْتَحِقُّهُ مِنْ حَيْثُ الْمَالِيَّةُ، وَإِنْ كَانَ بَدَلَ الدَّمِ فَأَخَذَ

مطلق ہے کہ بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔

ترجمہ :(۵۳۳)عادل نے رہن کی چیز کو بیچ دیا تو وہ چیز رہن ہونے سے نکل گئی،اور جواس کی قیمت ہے وہ اس کے قائم مقائم رہن پر ہوگی، چاہے ابھی ثمن پر قبضہ نہ کیا ہو۔

اصول: یہ تین مسئلے اس اصول پر ہیں کہ۔شی ءمرہون کے بدلے میں جو کچھ آئے گی اب وہی رہن پر رہے گی۔

تشریح:[۱] یہ پہلا مسئلہ ہے۔عادل کے قبضے میں شی ءمرہون تھی اس نے اس کو بیچ دیا تو شی ءمرہون اب رہن پر نہیں رہے گی، کیونکہ وہ مشتری کی ملکیت ہوگئی ہے۔البتہ اس کی جو قیمت ہے وہ رہن پر ہو جائے گی، کیونکہ وہ مرہون کے قائم مقام ہے۔

ترجمہ :۱ کیونکہ وہ مقبوض ثمن کے قائم مقام ہے۔

تشریح :یہ ایک اشکال کا جواب ہے۔اشکال یہ ہے کہ ثمن پر ابھی قبضہ نہ ہوا ہو تب بھی وہ رہن پر کیسے ہو جائے گا؟اس کا جواب دیا کہ بائع کا حق اس پر ثابت ہو چکا ہے اس لئے اس پر قبضہ نہ بھی ہو تب بھی وہ مقبوض کے درجے میں ہو جائے گا،اور رہن پر ہو جائے گا۔

ترجمہ :۲ اور اگر ثمن ہلاک ہو جائے تو یہ مرتہن کا ہلاک،اس لئے کہ ثمن میں عقد رہن باقی ہے،اس لئے یہ مرہون مبیع کے قائم مقام ہے۔

تشریح:اگر عادل کے پاس مرہون کی قیمت تھی اور وہ قیمت ہلاک ہوگئی تو یہ مرتہن کا ہلاک ہوگی۔۔توی: ہلاک ہونا۔

وجہ : کیونکہ یہ قیمت مرہون کی جگہ پر ہے،اور مرہون ہلاک ہوتا تو مرتہن کا ہلاک ہوتا،اس لئے قیمت بھی اسی کا ہلاک ہوگی۔

ترجمہ :۳ اسی طرح اگر مرہون غلام کو قتل کر دیا اور قاتل کو اس کا ضمان دینا پڑا[تو ضمان رہن پر ہو جائے گا]اس لئے کہ راہن مالیت کے اعتبار سے اس کا مستحق ہے،اگر چہ یہ خون کا بدلہ ہے لیکن مال کے ضمان کا حکم ہوگا راہن کے حق میں اس لئے رہن باقی رہا۔

تشریح :[۲] یہ دوسرا مسئلہ ہے۔ مرہون غلام کو کسی نے قتل کر دیا،اور اس پر اس کا ضمان لازم ہوا تو یہ ضمان اب رہن کی جگہ پر رہے گا۔

حُكمَ ضَمَانِ الْمَالِ فِي حَقِّ الْمُسْتَحِقِّ فَبَقِيَ عَقْدُ الرَّهْنِ، ٣ وَكَذٰلِكَ لَوْ قَتَلَهُ عَبْدٌ فَدُفِعَ بِهٖ؛ لِأَنَّـهُ قَـائِـمٌ مَقَامَ الْأَوَّلِ لَحْمًا وَدَمًا (٥٣٤)قَالَ: وَإِنْ بَاعَ الْعَدْلُ الرَّهْنَ فَأَوْفَى الْمُرْتَهِنَ الثَّمَنَ ثُمَّ اُسْتُحِقَّ الرَّهْنُ فَضَمِنَهُ الْعَدْلُ كَانَ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الرَّاهِنَ قِيمَتَهُ، وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الْـمُرْتَهِنَ الثَّمَنَ الَّذِي أَعْطَاهُ، وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يُضَمِّنَهُ غَيْرَهُ ١ وَكَشْفُ هٰذَا أَنَّ الْمَرْهُونَ الْمَبِيعَ

وجه : اگر چہ یہ خون کا بدلہ ہے، لیکن راہن کے حق میں یہ مال ہے اس لئے اس مال کو اب رہن کی جگہ پر رکھ دیا جائے گا۔

لغت :وان کان بدل الدم : یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ خون کو رہن پر نہیں رکھا جاتا، اور مقتول غلام کا جو بدلہ ہے وہ خون کا بدلہ ہے اس لئے اس کو رہن پر نہیں رکھنا چاہئے، تو اس کا جواب دیا ہے کہ اگر چہ یہ خون کا بدلہ ہے لیکن راہن کے حق میں یہ مال ہے اس لئے اس کو رہن پر رکھا جا سکتا ہے۔

ترجمہ :٣ ایسے ہی غلام کو کسی غلام نے قتل کر دیا جس کے بدلے میں یہ غلام دے دیا گیا [تو یہ غلام اب رہن پر رہے گا] اس لئے کہ یہ غلام خون اور گوشت کے اعتبار سے پہلے غلام کے قائم مقام ہو گیا۔

تشریح :[٣] یہ تیسرا مسئلہ ہے۔ غلام نے مرہون غلام کو قتل کر دیا، جسکی وجہ سے یہ غلام دے دیا گیا تو اب یہ غلام رہن پر رہے گا۔

وجہ : خون اور گوشت کے ساتھ یہ غلام مرہون غلام کی جگہ پر ہو گیا اس لئے اب یہ غلام رہن پر رہے گا۔

ترجمہ :(۵۳۴) عادل نے شیء مرہون کو بیچا اور اس کی قیمت مرتہن کو دے دی، پھر شیء مرہون کا کوئی مستحق نکل گیا اور عادل کو اس کا ضمان دینا پڑا، تو عادل کو اختیار ہے کہ راہن سے ضمان میں شیء مرہون کی قیمت لے، اور چاہے تو مرتہن سے اتنا ثمن کا ضمان لے لے جتنا اس نے دیا ہے، اس سے زیادہ ضمان لینے کا اس کو اختیار نہیں ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ عادل نے شیء مرہون بیچ کر مرتہن کو اس کی قیمت دے دی، بعد میں اس کا مستحق کوئی اور نکل گیا، اور عادل نے اس کا بھی ضمان دیا تو یہ ضمان راہن سے بھی وصول کر سکتا ہے، اور مرتہن سے بھی وصول کر سکتا ہے۔

تشریح : زید عادل تھا اس نے شیء مرہون غلام کو بیچ کر مرتہن عمر کو اس کی قیمت دے دی، بعد میں بکر نے دعوی کیا کہ یہ غلام میرا ہے اور اس کو ثابت بھی کر دیا، اس لئے زید نے غلام کا ضمان بکر کو دیا، تو زید اب یہ ضمان راہن سے بھی وصول کر سکتا ہے، اور مرتہن سے بھی وصول کر سکتا ہے۔ البتہ یہ فرق رہے گا کہ غلام کی جتنی قیمت ہے وہ پوری راہن سے وصول کر سکتا ہے، اور مرتہن میں یہ ہوگا کہ جتنا ثمن مرتہن کو دیا تھا اتنا ہی وصول کر سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔

وجہ : راہن سے اس لئے وصول کر سکتا ہے کہ اصل غلام اسی کا تھا، اور اسی غلام کی وجہ سے عادل ضمان دینے کی مصیبت میں پھنسا ہے۔ اور مرتہن سے اس لئے وصول کر سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ عادل بنا ہے، اور بیچ کر قیمت بھی اسی کو دیا ہے۔۔ آگے

إِذَا اُسْتُحِقَّ إِمَّا أَنْ يَكُونَ هَالِكًا أَوْ قَائِمًا فَفِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ الْمُسْتَحِقُّ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الرَّاهِنَ قِيمَتَهُ؛ لِأَنَّهُ غَاصِبٌ فِي حَقِّهِ، وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الْعَدْلَ؛ لِأَنَّهُ مُتَعَدٍّ فِي حَقِّهِ بِالْبَيْعِ وَالتَّسْلِيمِ ۲ فَإِنْ ضَمَّنَ الرَّاهِنَ نَفَذَ الْبَيْعُ وَصَحَّ الِاقْتِضَاءُ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ أَمَرَهُ بِبَيْعِ مِلْكِ نَفْسِهِ، ۳ وَإِنْ ضَمَّنَ الْبَائِعَ يَنْفُذُ الْبَيْعُ أَيْضًا؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ فَتَبَيَّنَ

اس کی لمبی تفصیل ہے جوصاحب ہدایہ بیان کرر ہے ہیں۔

ترجمہ : ۱ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مرہون مبیع کسی کا مستحق نکل گئی، تو یا وہ مبیع ہلاک ہوگئی ہوگی، یا موجود ہوگی، پہلی صورت [جب مبیع ہلاک ہوگئی ہو] میں مستحق کو اختیار ہے کہ چاہے راہن کو اس کی قیمت کا ضامن بنادے کیونکہ وہی مستحق کے حق کو غصب کیا ہے، اور چاہے تو عادل کو ضامن بنائے، اس لئے کہ شی ءمرہون کو بیچ کر اور اس کو سپرد کر کے اس کے حق میں تعدی کی ہے۔

تشریح : مثلا خالد شی ءمرہون کا مستحق نکل گیا تو اب شی ءمرہون کی دوصورتیں ہیں [۱] ایک یہ کہ شی ءمرہون ہلاک ہوگئی ہو یا ابھی بھی مشتری کے قبضے میں موجود ہے۔ پس اگر شی ءمرہون ہلاک ہوگئی ہو تو مستحق کو دو اختیار ہیں [۱] ایک یہ کہ راہن کو ضامن بنائے، [۲] اور دوسرا یہ کہ عادل کو ضامن بنائے۔

وجہ : راہن کو اس لئے ضامن بنا سکتا ہے کہ اسی نے مستحق کی چیز لی ہے، اور عادل کو دیا ہے۔ اور عادل کو ضامن اس لئے بنا سکتا ہے کہ اسی نے شی ءمرہون بیچی ہے اور مشتری کو دیا بھی ہے اس لئے عادل کو بھی ضامن بنا سکتا ہے۔

ترجمہ : ۲ اگر مستحق نے راہن کو ضامن بنایا تو بیع نافذ ہوجائے گی اور مرتہن کا لینا صحیح ہوگا اس لئے کہ ضمان ادا کرنے کے بعد یہ راہن کی ملک ہوگئی، اور یہ ظاہر ہوا کہ بیچنے کا حکم دینا اپنی ملکیت کے بیچنے کا حکم دینا ہے۔

تشریح : اگر خالد مستحق نے راہن کو ضامن بنایا تو عادل نے جو بیچا تھا وہ بیع نافذ ہوجائے گی، اور مرتہن کا قیمت لینا بھی جائز ہوجائے گا۔

وجہ : جب راہن نے شی ءمرہون کی قیمت ادا کردی تو اب یہ معلوم ہوا کہ یہ چیز راہن کی ہے، اس لئے عادل نے جو بیچا وہ بھی صحیح ہے، اور مرتہن نے جو عادل سے قیمت لی وہ بھی صحیح ہے۔

لغت : اقتضاء: قضی سے مشتق ہے، مرتہن کا قرض کے بدلے رقم وصول کرنا۔

ترجمہ : ۳ اور اگر بائع [یعنی عادل] کو ضامن بنایا تب بھی عادل کی بیع نافذ ہوجائے گی اس لئے کہ ضمان ادا کرنے کے بعد عادل اس کا مالک بن گیا، اور یہ ظاہر ہوا کہ عادل نے اپنی ملکیت بیچی ہے۔

تشریح : اگر مستحق نے عادل کو ضامن بنایا، جو بائع بھی ہے تب بھی اس کی بیع نافذ ہوجائے گی۔

أَنَّـهُ بَـا عَ مِـلْكَ نَفْسِهِ ۴؎ وَإِذَا ضَـمَّـنَ الْعَـدْلَ فَـالْـعَـدْلُ بِالْخِيَارِ، إِنْ شَاءَ رَجَعَ عَلَى الرَّاهِنِ بِـالْقِيـمَةِ؛ لِأَنَّـهُ وَكِيلٌ مِنْ جِهَتِهِ عَامِلٌ لَهُ فَيَرْجِعُ عَلَيْهِ بِمَا لَحِقَهُ مِنْ الْعُهْدَةِ وَنَفَذَ الْبَيْعُ وَصَحَّ الِاقْتِضَـاءُ فَلَا يَرْجِعُ الْمُرْتَهِنُ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ مِنْ دَيْنِهِ، ۵؎ وَإِنْ شَـاءَ رَجَعَ عَلَى الْمُرْتَهِنِ بِالثَّمَنِ؛ لِأَنَّـهُ تَبَيَّـنَ أَنَّـهُ أَخَـذَ الثَّـمَـنَ بِـغَيْرِ حَقٍّ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَ الْعَبْدَ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ وَنَفَذَ بَيْعُهُ عَلَيْهِ فَصَارَ الثَّـمَنُ لَهُ، وَإِنَّمَا أَدَّاهُ إِلَيْهِ عَلَى حُسْبَانِ أَنَّهُ مِلْكُ الرَّاهِنِ، فَإِذَا تَبَيَّنَ أَنَّهُ مِلْكُهُ لَمْ يَكُنْ رَاضِيًا بِهِ

وجہ : کیونکہ جب عادل نے شیء مرہون کی قیمت دے دی تو اب یہ اس کا مالک بن گیا، اور ایسا ہوا کہ عادل نے اپنی ملکیت بیچی ہے اس لئے اس کی بیع درست ہو جائے گی۔

ترجمہ : ۴؎ اگر مستحق نے عادل کو ضامن بنایا تو عادل کو اختیار ہے کہ راہن سے اپنا دیا ہوا ضمان وصول کرے، اس لئے کہ وہ راہن کی جانب سے وکیل ہے اور اسی کے لئے کام کر رہا ہے اس لئے جو نقصان اس کو ہوا ہے وہ راہن سے لے گا، اور عادل کی بیع نافذ ہو جائے گی اور مرتہن کا وصول کرنا بھی صحیح ہوگا، اور مرتہن اب راہن سے کوئی قرض وصول نہیں کرے گا [کیونکہ اس نے اپنا حق وصول کر لیا]

تشریح : عادل کو یہ حق ہے کہ اپنی دی ہوئی رقم راہن سے وصول کرلے اس صورت میں عادل کی بیع نافذ ہو جائے گی، اور مرتہن نے جو رقم لی تھی وہ بھی درست ہو جائے گی، البتہ مرتہن نے اپنا قرض وصول کر لیا ہے اس لئے اب راہن سے کچھ نہیں لے گا۔

وجہ : عادل اصل میں راہن کا وکیل ہے، اور اسی کے لئے کام کر رہا ہے اس لئے عادل کو یہ حق ہے کہ راہن سے اپنی دی ہوئی رقم صول کرلے۔

لغت : عہدۃ: یہاں عہدۃ کا ترجمہ ہے، جسکی وجہ سے اس کو نقصان ہوا ہے۔

ترجمہ : ۵؎ اور اگر چاہے تو عادل مرتہن سے اپنا دیا ہوا ثمن وصول کرے، اس لئے کہ اب ظاہر ہوا کہ مرتہن نے ناحق ثمن لیا ہے، اس لئے کہ ضمان ادا کرنے کی وجہ سے غلام عادل کی ملکیت ہوگئی، اور عادل کی بیع نافذ ہو جائے گی، اور جو ثمن لیا ہے وہ عادل کا ہوگا، کیونکہ اس نے مرتہن کو جو رقم دی تھی وہ اس گمان پر کہ راہن کی ملکیت ہے، پس جب یہ ظاہر ہوا کہ یہ عادل کی ملکیت ہے تو وہ مرتہن کو دینے پر راضی نہیں ہوگا، اس لئے عادل کو یہ حق ہے کہ مرتہن کو دیا ثمن واپس لے لے، اور جب عادل نے مرتہن سے ثمن لے لیا تو اس کا وصول کرنا ختم ہو گیا، اس لئے مرتہن اب راہن سے اپنا قرض وصول کرے گا۔

تشریح : عادل نے غلام بیچ کر مرتہن کو ثمن دیا تھا، اس لئے عادل کو یہ حق ہے کہ مرتہن کو دیا ہوا ثمن اس سے واپس لے لے۔

وجہ : عادل یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ غلام راہن کا ہے، لیکن جب اس نے مستحق کو ضمان ادا کیا اور خود غلام کا مالک بن گیا تو پتہ چلا کہ

فَلَـهُ أَنْ يَـرْجِـعَ بِهِ عَلَيْهِ، وَإِذَا رَجَعَ بَطَلَ الِاقْتِضَاءُ فَيَرْجِعُ الْمُرْتَهِنُ عَلَى الرَّاهِنِ بِدَيْنِهِ ٦ وَفِي الْـوَجْـهِ الثَّانِي وَهُوَ أَنْ يَكُونَ قَائِمًا فِي يَدِ الْمُشْتَرِي فَلِلْمُسْتَحِقِّ أَنْ يَأْخُذَهُ مِنْ يَدِهِ؛ لِأَنَّهُ وَجَدَ عَيْـنَ مَـالِـهِ ثُـمَّ لِـلْـمُشْتَرِي أَنْ يَرْجِعَ عَلَى الْعَدْلِ بِالثَّمَنِ؛ لِأَنَّهُ الْعَاقِدُ فَتَتَعَلَّقُ بِهِ حُقُوقُ الْعَقْدِ، وَهَـذَا مِـنْ حُـقُـوقِـهِ حَيْثُ وَجَبَ بِالْبَيْعِ، وَإِنَّمَا أَدَّاهُ لِيُسَلِّمَ لَهُ الْمَبِيعَ وَلَمْ يُسَلِّمْ ۷ ثُمَّ الْعَدْلُ بِـالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ رَجَعَ عَلَى الرَّاهِنِ بِالْقِيمَةِ؛ لِأَنَّهُ هُوَ الَّذِي أَدْخَلَهُ فِي هَذِهِ الْعُهْدَةِ فَيَجِبُ عَلَيْهِ تَخْلِيصُهُ وَإِذَا رَجَعَ عَلَيْهِ صَحَّ قَبْضُ الْمُرْتَهِنِ؛ لِأَنَّ الْمَقْبُوضَ سُلِّمَ لَهُ،

یہ غلام میرا ہے، اور مرتہن نے جو ثمن لیا تھا وہ ناحق لیا تھا، اس لئے عادل کو یہ حق ہے کہ اپنا دیا ہوا ثمن مرتہن سے واپس لے لے۔ اس صورت میں مرتہن راہن سے اپنا قرض وصول کرے گا، کیونکہ پہلا وصول کیا ہوا اب نہیں رہا۔

ترجمہ :٦ اور دوسری صورت، یعنی مبیع مشتری کے پاس موجود ہو تو مستحق کو یہ حق ہے کہ مشتری سے لے لے اس لئے کہ اپنے عین مال کو پا لیا ہے، پھر مشتری کو یہ حق ہے کہ عادل سے ثمن وصول کرے، اس لئے کہ عقد کرنے والا وہی ہے، اس لئے عقد کے حقوق کا تعلق اسی سے ہوگا اور یہ ثمن واپس لینا بیع کے حقوق میں سے ہے جو بیع سے واجب ہوا ہے، مشتری نے ثمن اس لئے دیا تھا کہ اس کو مبیع صحیح سالم مل جائے، حالانکہ مبیع اس کو نہیں ملی۔

تشریح : دوسری صورت یہ ہے کہ مبیع مشتری کے پاس ابھی موجود ہے، تو مستحق کو یہ حق ہے کہ مشتری سے وہ مبیع لے لے، کیونکہ یہ اس کا اپنا مال ہے

پھر مشتری کو یہ حق ہے کہ اپنا دیا ہوا ثمن عادل سے لے لے۔

وجہ : (۱) عادل ہی عاقد اور بیع کرنے والا ہے اس لئے مشتری عادل ہی سے اپنا ثمن واپس لیگا۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ مشتری نے اس امید پر ثمن دیا تھا کہ اس کو صحیح سالم مبیع مل جائے، اور اس کو مبیع نہیں ملی اس لئے اپنا ثمن عادل سے واپس لیگا۔

ترجمہ :۷ پھر عادل کو اختیار ہے کہ قیمت راہن سے لے لے اسلئے کہ اس نے ہی اس نقصان میں ڈالا ہے اس لئے اس پر راہن کو چھڑانا واجب ہوگا، اور جب عادل نے راہن سے قیمت لے لی تو مرتہن کا قبضہ صحیح رہے گا، اس لئے کہ جس ثمن پر قبضہ کیا تھا وہ اس کے لئے محفوظ رہا۔

تشریح : عادل کو اب دو اختیار ہیں [۱] ایک یہ کہ راہن سے اپنا دیا ہوا ضمان وصول کرے [۲] اور دوسرا یہ کہ مرتہن سے وصول کرے۔

وجہ: راہن سے اس لئے وصول کرے گا کہ اسی نے عادل کو بیچنے کا وکیل بنایا تھا اس لئے اسی سے وصول کرے گا، اور جب راہن نے ضمان دے دیا تو مرتہن کا لیا ہوا ثمن اسی کے پاس رہا، اور گویا کہ اس نے اپنا قرض وصول کر لیا، اس لئے وہ اب راہن

۸؎ وَإِنْ شَاءَ رَجَعَ عَلَى الْمُرْتَهِنِ؛ لِأَنَّهُ إذَا انْتَقَضَ الْعَقْدُ بَطَلَ الثَّمَنُ وَقَدْ قَبَضَهُ ثَمَنًا فَيَجِبُ نَقْضُ قَبْضِهِ ضَرُورَةً، وَإِذَا رَجَعَ عَلَيْهِ وَانْتُقِضَ قَبْضُهُ عَادَ حَقُّهُ فِي الدَّيْنِ كَمَا كَانَ فَيَرْجِعُ بِهِ عَلَى الرَّاهِنِ۹؎ وَلَوْ أَنَّ الْمُشْتَرِيَ سَلَّمَ الثَّمَنَ إلَى الْمُرْتَهِنِ لَمْ يَرْجِعْ عَلَى الْعَدْلِ؛ لِأَنَّهُ فِي الْبَيْعِ عَامَلَ لِلرَّاهِنِ، وَإِنَّمَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ إذَا قَبَضَ وَلَمْ يَقْبِضْ فَبَقِيَ الضَّمَانُ عَلَى الْمُوَكِّلِ، ۱۰؎ وَلَوْ كَانَ التَّوْكِيلُ بَعْدَ عَقْدِ الرَّهْنِ غَيْرَ مَشْرُوطٍ فِي الْعَقْدِ فَمَا لَحِقَ الْعَدْلَ مِنْ الْعُهْدَةِ يَرْجِعُ بِهِ عَلَى الرَّاهِنِ قَبَضَ الثَّمَنَ الْمُرْتَهِنُ أَمْ لَا؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهَذَا التَّوْكِيلِ حَقُّ الْمُرْتَهِنِ فَلَا

سے کچھ نہیں لے گا۔

ترجمہ :۸؎ اور اگر چاہے تو عادل مرتہن سے اپنا دیا ضمان واپس لے، اس لئے کہ جب عقد بیع ختم ہو گیا تو ثمن باقی نہیں رہا ،حالانکہ مرتہن نے ثمن کی وجہ سے اس پر قبضہ کیا تھا اس لئے اس کا قبضہ توڑنا ضروری ہوا، اور جب مرتہن کا قبضہ ختم ہو گیا تو قرض میں اس کا حق واپس ہو گیا جیسا کہ پہلے تھا اس لئے اب راہن سے قرض لیگا۔

تشریح: اگر عادل چاہے تو مرتہن سے اپنا دیا ہوا ثمن واپس لے لے۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عادل نے مشتری کو اس کا ثمن دے دیا تو بیع ختم ہوگئی، اور مرتہن کو جو رقم دی تھی وہ یہ کہہ کر دی تھی کہ غلام بک چکا ہے، اور یہ غلام کا ثمن ہے، لیکن بیع ختم ہونے کے بعد اب وہ ثمن نہیں رہا، وہ رقم عادل کی ہوگئی اس لئے عادل مرتہن سے اپنی رقم واپس لے سکتا ہے۔ پس جب مرتہن کا قرض ادا نہیں ہوا تو وہ راہن سے اپنا قرض وصول کر سکتا ہے۔

ترجمہ :۹؎ اگر مشتری نے ثمن مرتہن کو دیا ہے تو اب عادل سے وصول نہیں کرے گا، اس لئے کہ عادل تو بیچنے میں راہن کے لئے کام کر رہا ہے، اور عادل سے اس وقت لیتا جبکہ اسی کو ثمن دیا ہوتا، اور اس کو دیا نہیں ہے اس لئے مرتہن ضمان باقی رہے گا

تشریح: مشتری نے غلام کی قیمت عادل کو نہیں دیا بلکہ مرتہن کو دیا تو اب مستحق نکلنے کے بعد مرتہن ہی سے ثمن وصول کرے گا

وجہ: کیونکہ مشتری نے مرتہن ہی کو ثمن دیا تھا اس لئے اسی سے وصول کرے گا۔

ترجمہ :۱۰؎ اگر عقد رہن میں وکالت کی شرط نہیں تھی، بلکہ بعد میں وکالت دی تو عادل کو جو نقصان ہوا وہ راہن سے لیگا مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نہیں، اس لئے کہ اس وکالت کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق نہیں ہے اس لئے اس سے وصول بھی نہیں کرے گا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مرتہن نے بیچنے کی شرط نہیں لگائی ہے تو اس کے پیسے لینے کے باوجود عادل اس سے وصول نہیں کرے گا

تشریح :رہن رکھتے وقت مرتہن نے یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ وقت آنے پر وکیل اس شیء مرہون کو بیچے گا اور مجھے قیمت دیگا،

رُجُوعَ، ۱۱ كَمَا فِي الْوَكَالَةِ الْمُفْرَدَةِ عَنْ الرَّهْنِ إِذَا بَاعَ الْوَكِيلُ وَدَفَعَ الثَّمَنَ إِلَى مَنْ أَمَرَهُ الْمُوَكِّلُ ثُمَّ لَحِقَهُ عُهْدَةٌ لا يَرْجِعُ بِهِ عَلَى الْمُقْتَضَى، ۱۲ بِخِلافِ الْوَكَالَةِ الْمَشْرُوطَةِ فِي الْعَقْدِ؛ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْمُرْتَهِنِ فَيَكُونُ الْبَيْعُ لِحَقِّه ۱۳ قَالَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -: هَكَذَا ذَكَرَ الْكَرْخِيُّ، وَهَذَا يُؤَيِّدُ قَوْلَ مَنْ لا يَرَى جَبْرَ هَذَا الْوَكِيلِ عَلَى الْبَيْعِ(۵۳۵) قَالَ: وَإِنْ مَاتَ

بعد میں راہن نے خود وکیل بنایا اور عادل کو کہا کہ شیء مرہون کو بیچ کر مرتہن کو قرض ادا کردو، اب یہ شیء مرہون کسی کا مستحق نکل گئی تو عادل راہن سے یہ نقصان وصول کرے گا، مرتہن سے وصول نہیں کرے گا، چاہے اس کو رقم دی ہو۔

وجه: مرتہن نے بیچنے کی شرط نہیں لگائی تھی تو بیچوانے میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے اس لئے عادل اس سے وصول نہیں کرے گا

ترجمه :۱۱ جیسا کہ رہن کے علاوہ کوئی وکیل بنایا ہو، اور وکیل بیچ دے اور اس کا ثمن اس کو دے دے جسکو موکل نے دینے کہا ہو، پھر وکیل کو نقصان ہو گیا تو وہ دئے ہوئے آدمی سے وصول نہیں کرے گا

تشریح : یہ اوپر کے لئے مثال ہے۔ رہن کے علاوہ وکیل کی شکل ہو، مثلا زید نے عمر کو گائے بیچنے کا وکیل بنایا اور کہا کہ گائے بیچ کر اس کی قیمت خالد کو دے دینا، بعد میں یہ گائے کسی کی مستحق نکل گئی تو عمر یہ تاوان خالد سے وصول نہیں کرے گا، بلکہ یہ تاوان زید سے وصول کرے گا، کیونکہ اس نے ہی خالد کو دینے کہا تھا۔ اسی طرح رہن کی صورت میں مرتہن نے بیع کی شرط نہیں لگائی ہے تو عادل تاوان راہن سے لیگا، مرتہن سے نہیں لیگا۔

لغت: مقتضی: جس نے وصول کیا ہے اور تقاضی کیا ہے اس کو مقتضی، کہا ہے، یہاں مرتہن مراد ہے۔

ترجمه :۱۲ بخلاف وہ وکالت جس کی مرتہن نے شرط لگائی ہو اس لئے کہ اس سے مرتہن کا حق متعلق ہو گیا ہے اس لئے اس کے حق کے لئے بیع ہوئی ہے۔

تشریح : مرتہن نے شرط لگائی کہ وقت آنے پر شیء مرہون کو بیچ کر مجھے رقم دی جائے تو اس صورت میں مرتہن کے دباو سے شیء مرہون بیچی گئی ہے اس لئے عادل کو یہ حق ہوگا کہ مرتہن سے اپنا نقصان وصول کرے، اور اس کا بھی اختیار ہے کہ راہن سے اپنا نقصان وصول کرے۔

ترجمه :۱۳ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ امام کرخی نے بھی ایسا ہی ذکر کیا، اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ وکیل کو اس کے بیچنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

تشریح: امام کرخی نے فرمایا کہ مرتہن نے وکالت کی شرط نہیں لگائی تو عادل مرتہن سے رقم وصول نہیں کرے گا۔ اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ یہ فرمایا کہ اگر مرتہن نے بیچنے کی شرط نہ لگائی ہو تو وکیل کو بیچنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

ترجمه :(۵۳۵) اگر مرہون غلام مرتہن کے قبضے میں مر گیا اس کے بعد کوئی آدمی اس کا مستحق نکلا تو مستحق کو اختیار ہے

الْعَبْدُ الْمَرْهُونُ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ ثُمَّ اسْتَحَقَّهُ رَجُلٌ فَلَهُ الْخِيَارُ، إنْ شَاءَ ضَمَّنَ الرَّاهِنَ، وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الْمُرْتَهِنَ ﴿۱﴾ لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مُتَعَدٍّ فِي حَقِّهِ بِالتَّسْلِيمِ أَوْ بِالْقَبْضِ(۵۳۶) فَإِنْ ضَمَّنَ الرَّاهِنَ فَقَدْ مَاتَ بِالدَّيْنِ ﴿۱﴾ ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ فَصَحَّ الْإِيفَاءُ (۵۳۷)وَإِنْ ضَمَّنَ الْمُرْتَهِنَ يَرْجِعُ عَلَى الرَّاهِنِ بِمَا ضَمِنَ مِنْ الْقِيمَةِ وَبِدَيْنِهِ ﴿۱﴾ أَمَّا بِالْقِيمَةِ فَلِأَنَّهُ مَغْرُورٌ مِنْ جِهَةِ الرَّاهِنِ، وَأَمَّا بِالدَّيْنِ فَلِأَنَّهُ انْتَقَضَ اقْتِضَاؤُهُ فَيَعُودُ حَقُّهُ كَمَا كَانَ

کہ چاہے راہن کو ضامن بنائے ،اور چاہے تو مرتہن کو ضامن بنائے ۔

ترجمہ :۱ اس لئے کہ دونوں مستحق کے حق میں زیادتی کرنے والا ہے، راہن نے اس لئے کہ اس کو ناحق سپرد کیا، اور مرتہن کو اس لئے کہ اس نے ناحق قبضہ کیا ہے۔

تشریح : مرہون غلام مرتہن کے پاس تھا اور اس کے قبضے میں رہتے ہوئے غلام مر گیا، اس کے بعد کوئی اس کا مستحق نکلا تو اس مستحق کو دو اختیار ہیں [۱] ایک یہ کہ راہن کو قیمت کا ضامن بنا دے، [۲] اور دوسرا یہ کہ مرتہن کو قیمت کا ضامن بنا دے۔

وجہ : راہن کو اس لئے ضامن بنا سکتا ہے کہ اس کا غلام حقیقت میں نہیں تھا اس کے باوجود اس کو مرتہن کو دے دیا۔ اور مرتہن کو اسلئے ضامن بنا سکتا ہے اس نے دوسرے کے غلام پر قبضہ کیا تھا۔ اس لئے دونوں میں سے کسی ایک کو ضامن بنا سکتا ہے۔

لغت:بتسلیم: غلام کو سپرد کرنا۔ قبض: قبضہ کرنا۔

ترجمہ :(۵۳۶) پس اگر راہن کو ضامن بنایا تو غلام کے مرنے سے مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا،

ترجمہ:۱ اس لئے کہ ضمان کے ادا کرنے سے راہن غلام کا مالک بن گیا اس لئے مرتہن کو غلام کا دینا صحیح ہو گیا۔

تشریح : مستحق نے راہن کو ضامن بنایا ،تو ضمان دینے کی وجہ سے راہن اس غلام کا مالک بن گیا اور گویا کہ اپنا غلام راہن نے مرتہن کو دیا، اب مرتہن کے ہاتھ میں ہلاک ہوا، تو گویا کہ غلام کی وجہ سے مرتہن کا قرض ادا ہو گیا، اب مرتہن راہن سے اپنا قرض نہیں لے سکتا ہے۔

لغت : مات بالدین: کا ترجمہ ہے کہ غلام کے مرنے کی وجہ سے مرتہن کا قرض ادا ہو گیا۔ صح الایفاء: کا ترجمہ ہے، راہن نے اپنا غلام قرض میں بھرا اس لئے قرض ادا ہونا صحیح ہو گیا۔

ترجمہ:(۵۳۷) اگر مستحق نے مرتہن کا ضامن بنایا تو جتنی قیمت کا ضامن بنا وہ راہن سے لیگا، اور اپنا قرض بھی واپس لیگا

ترجمہ:۱ قیمت اس لئے لیگا کہ راہن نے اس کو دھوکہ دیا ہے اور قرض اس لئے لیگا کہ پہلا کیا ہوا قبضہ ٹوٹ گیا، اس لئے پہلے کی طرح اس کا حق واپس آ گیا۔

تشریح : مستحق نے مرتہن نے غلام کا ضمان لے لیا تو اب مرتہن کو دو حق ملیں گے [۱] جو ضمان اس نے مستحق کو دیا وہ بھی راہن

۲ فَإِنْ قِيلَ: لَمَّا كَانَ قَرَارُ الضَّمَانِ عَلَى الرَّاهِنِ بِرُجُوعِ الْمُرْتَهِنِ عَلَيْهِ، وَالْمِلْكُ فِي الْمَضْمُونِ يَثْبُتُ لِمَنْ عَلَيْهِ قَرَارُ الضَّمَانِ فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ رَهَنَ مِلْكَ نَفْسِهِ فَصَارَ كَمَا إِذَا ضَمَّنَ الْمُسْتَحِقُّ الرَّاهِنَ ابْتِدَاءً قُلْنَا: هَذَا طَعْنُ أَبِي خَازِمٍ الْقَاضِي ۳ وَالْجَوَابُ عَنْهُ أَنَّهُ يَرْجِعُ عَلَيْهِ بِسَبَبِ الْغُرُورِ وَالْغُرُورُ بِالتَّسْلِيمِ كَمَا ذَكَرْنَاهُ، أَوْ بِالِانْتِقَالِ مِنَ الْمُرْتَهِنِ إِلَيْهِ كَأَنَّهُ وَكِيلٌ عَنْهُ، وَالْمِلْكُ بِكُلِّ ذَلِكَ مُتَأَخِّرٌ عَنْ عَقْدِ الرَّهْنِ، ۴ بِخِلَافِ الْوَجْهِ الْأَوَّلِ؛ لِأَنَّ الْمُسْتَحِقَّ

سے وصول کرے گا۔[۲] اور جو اس کا قرض راہن پر تھا وہ بھی واپس لیگا۔

وجہ: ضمان تو اس لئے وصول کرے گا کہ راہن نے یہ کہہ کر غلام دیا تھا کہ یہ غلام میرا ہے، حالانکہ یہ مستحق کا تھا، تو گویا کہ راہن نے مرتہن کو دھوکہ دیا اس لئے جو ضمان اس نے مستحق کو دیا وہ ضمان اب راہن سے وصول کرے گا۔ اور قرض اس لئے لیگا کہ غلام پر مرتہن کا قبضہ ٹوٹ گیا، تو گویا کہ راہن نے کوئی غلام مرتہن کو دیا ہی نہیں، اس لئے جو قرض مرتہن کا تھا وہ واپس لیگا۔

لغت: مغرور من جہۃ الراہن: راہن کی جانب سے مرتہن کو دھوکہ ہوا۔ انتقض اقتضاؤہ: مرتہن کا وصول کیا ہوا قبضہ ٹوٹ گیا، تو گویا کہ راہن نے کوئی غلام مرتہن کو دیا ہی نہیں۔

ترجمہ: ۲ پس اگر اعتراض کرے کہ مرتہن کے لینے سے راہن پر ضمان آئے گا ہی، اور ضمان میں ملک اس کی ہوتی ہے جس پر ضمان لاگو ہوتا ہے تو یہ پتہ چلا کہ راہن نے اپنی ملکیت کو رہن پر رکھا تو ایسا ہو گیا کہ مستحق شروع ہی سے راہن کو ہی ضامن بنایا ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اشکال ابو خازم قاضی کا ہے۔

تشریح: اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ مرتہن نے جب راہن سے اپنا دیا ہوا ضمان لیا، تو راہن غلام کا مالک بن گیا تو گویا کہ راہن نے اپنا غلام مرتہن کو دیا، اس لئے راہن کا قرض ادا ہو جانا چاہئے، جیسے شروع ہی میں مستحق راہن کو ضامن بناتے تو راہن کا قرض ادا ہو جاتا ہے۔ یہ اعتراض عبد المجید ابن عبد العزیز قاضی بغداد کا ہے

ترجمہ: ۳ اس کا جواب یہ ہے کہ مرتہن راہن سے اس کے دھوکے سے سبب سے وصول کرتے ہیں، اور دھوکہ ہوا دوسرے کے غلام سپرد کرنے سے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، یا مرتہن سے راہن کی طرف ملکیت منتقل ہوئی ہے، گویا کہ مرتہن راہن کا وکیل ہے، اور دونوں صورتوں میں عقد رہن کے بعد راہن کی ملکیت ہوئی ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ پہلے راہن مالک بنے اور وہ اپنی ملکیت مرتہن کو دے تو مرتہن کا قرض ادا ہو جائے گا۔

اصول: پہلے مرتہن غلام کا مالک بنے بعد میں ضمان وصول کرنے کی وجہ سے راہن غلام کا مالک بنے تو راہن نے اپنی ملکیت مرتہن کو نہیں دی اس لئے مرتہن کا قرض ادا نہیں ہوگا۔

تشریح: یہاں دو صورتیں یاد رکھیں۔[۱] ایک ہے پہلے راہن غلام کا مالک بنے پھر مرتہن کو دے اس صورت میں مرتہن کا

يَضْـمَـنُهُ بِاعْتِبَارِ الْقَبْضِ السَّابِقِ عَلَى الرَّهْنِ فَيَسْتَنِدُ الْمِلْكُ إلَيْهِ فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ رَهَنَ مِلْكَ نَفْسِهِ وَقَدْ طَوَّلْنَا الْكَلَامَ فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى. و الله اعلم بالصواب

قرض ادا ہو جائے گا، کیونکہ راہن کا غلام مرتہن کے یہاں مرا۔

[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ ضمان ادا کرنے کی وجہ سے پہلے مرتہن غلام کا مالک بنے اس کے بعد مرتہن راہن سے ضمان لے، اور راہن مالک بنے تو اس صورت میں راہن نے اپنا غلام مرتہن کو نہیں دیا اس لئے مرتہن کا قرض ادا نہیں ہوگا۔

وجہ: جب مستحق نے مرتہن سے ضمان وصول کیا۔۔ پھر مرتہن نے راہن سے ضمان وصول کیا تو یہاں عقد رہن کے بعد راہن غلام کا مالک بنتا ہے، تو گویا کہ راہن نے اپنا غلام مرتہن کو نہیں دیا اس لئے مرتہن کا قرض ادا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ بخلاف پہلی شکل کے اس لئے کہ مستحق راہن کو ضامن بنایا ہو رہن پر پہلے قبضے کی وجہ سے اس لئے راہن کی ملک ہوگی اس لئے ظاہر ہوا کہ راہن کی ملکیت ہے۔ اس پر لمبی بحث میں نے کفایۃ المنتہی میں کی ہے۔

تشریح: پہلی شکل میں جب مستحق نے راہن سے ضمان لیا تو پہلے راہن مالک بنا، اور اپنی ملکیت کو مرتہن کو دیا، اس لئے مرتہن کا قرض ادا ہو جائے گا۔

﴿باب التصرف فی الرهن و الجناية عليه و جنايته علی غيره﴾

(۵۳۸)قَالَ :وَإِذَا بَاعَ الرَّاهِنُ الرَّهْنَ بِغَيْرِ إِذْنِ الْمُرْتَهِنِ فَالْبَيْعُ مَوْقُوفٌ﴾ ١ لِتَعَلُّقِ حَقِّ الْغَيْرِ بِهِ وَهُوَ الْمُرْتَهِنُ فَيَتَوَقَّفُ عَلَى إجَازَتِهِ، وَإِنْ كَانَ الرَّاهِنُ يَتَصَرَّفُ فِي مِلْكِهِ ٢ كَمَنْ أَوْصَى

﴿باب التصرف فی الرهن والجناية عليه و جنايته علی غيره﴾

ضروری نوٹ:اس باب میں رہن پر تصرف کے احکام،رہن پر جنایت کے احکام،اور مرہون اگر کسی پر جنایت کر دے تو اس کو کیا کیا جائے وہ احکام بیان کئے جائیں گے۔

مسائل رہن ان دو حدیثوں سے متفرع ہیں۔(۱)عن ابی سعید الخدری ان رسول الله ﷺ قال لا ضرر ولا ضرار من ضار ضره الله ومن شاق شق الله عليه (دار قطنی، کتاب البیوع ج ثالث ص۶۴ نمبر ۳۰۶۰) کہ کسی کو نقصان نہیں دینا چاہئے۔(۲)اور دوسری حدیث ہے۔عن عمرو بن يثربی قال شهدت رسول الله ﷺ فی حجة الوداع بمنی فسمعته يقول لا يحل لامرء من مال اخيه شیء الا ما طابت به نفسه (دار قطنی، کتاب البیوع ج ثالث ص۲۲ نمبر ۲۸۶۰) اس حدیث میں ہے کہ بغیر خوشی کے کسی کا مال کھانا حلال نہیں ہے۔اسی لئے مسائل رہن میں اس کی رعایت رکھی کہ بغیر راہن اور مرتہن کی رضامندی کے شیء مرہون میں تصرف کرنا یا اس کی شرطوں میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ:(۵۳۸)اگر راہن نے رہن کو مرتہن کی اجازت کے بغیر بیچ دیا تو بیع موقوف رہے گی۔

ترجمہ:١ کیونکہ شیء مرہون کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق ہو گیا ہے،اس لئے اس کی اجازت پر موقوف رہے گی،چاہے راہن نے اپنے ہی ملک میں تصرف کیا ہے۔

اصول:یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جس چیز کے ساتھ دوسرے کا حق متعلق ہو گیا ہو تو اس کی اجازت کے بغیر بیع موقوف رہے گی۔

تشریح:اگر راہن نے مرتہن کی اجازت کے بغیر شیء مرہون بیچ دی تو بیع موقوف رہے گی۔اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی تو بیع جائز ہو جائے گی۔اور اگر نہیں دی تو بیع فاسد ہو جائے گی۔

وجہ: شیء مرہون کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق ہے اس لئے اس کی اجازت کے بغیر بیع موقوف رہے گی۔ہاں! راہن مرتہن کا دین ادا کر دے تو چونکہ اب شیء مرہون کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق نہیں رہا اس لئے بیع جائز ہو جائے گی۔

ترجمہ:٢ جیسے کسی نے پورے مال کی وصیت کی تو تہائی سے جو زیادہ ہو وہ ورثہ کی اجازت پر موقوف رہے گی،اس لئے کہ

بِجَمِيعِ مَالِهِ تَقِفُ عَلَى إجَازَةِ الْوَرَثَةِ فِيمَا زَادَ عَلَى الثُّلُثِ لِتَعَلُّقِ حَقِّهِمْ بِهِ (۵۳۹)فَإِنْ أَجَازَ الْمُرْتَهِنُ جَازَ﴾ ا لِأَنَّ التَّوَقُّفَ لِحَقِّهِ وَقَدْ رَضِيَ بِسُقُوطِهِ (۵۴۰)وَإِنْ قَضَاهُ الرَّاهِنُ دَيْنَهُ جَازَ أَيْضًا﴾ ا لِأَنَّهُ زَالَ الْمَانِعُ مِنْ النُّفُوذِ وَالْمُقْتَضِي مَوْجُودٌ وَهُوَ التَّصَرُّفُ الصَّادِرُ مِنْ الْأَهْلِ فِي الْمَحَلِّ (۵۴۱)وَإِذَا نَفَذَ الْبَيْعُ بِإِجَازَةِ الْمُرْتَهِنِ يَنْتَقِلُ حَقُّهُ إلَى بَدَلِهِ هُوَ الصَّحِيحُ﴾ ا لِأَنَّ حَقَّهُ تَعَلَّقَ بِالْمَالِيَّةِ، وَالْبَدَلُ لَهُ حُكْمُ الْمُبْدَلِ فَصَارَ ۲ كَالْعَبْدِ الْمَدْيُونِ الْمَأْذُونِ إذَا بِيعَ بِرِضَا

ورثہ کا حق مال کے ساتھ متعلق ہو گیا ہے۔

تشریح : یہ اوپر کے مسئلے کے لئے ایک مثال ہے۔زید نے اپنے پورے مال کو صدقہ کرنے کی وصیت کی تو تہائی مال سے جو زیادہ ہو وہ ورثہ کی اجازت پر موقوف رہے گا،اگر وہ اجازت دیں تو صدقہ ہوگا،اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو صرف تہائی مال صدقہ ہوگا،کیونکہ اس مال کے ساتھ اب ورثہ کا حق متعلق ہو گیا ہے۔

ترجمہ:(۵۳۹) :پس اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی تو جائز ہو جائے گی۔

ترجمہ:ا اس لئے کہ مرتہن کے حق کی وجہ سے توقف تھا،اور وہ اپنے حق کو ساقط کرنے پر راضی ہو گیا۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ:(۵۴۰)اور اگر راہن نے مرتہن کا دین ادا کر دیا تب بھی بیع جائز ہو جائے گی۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ بیع نافذ ہونے کے جو مانع ہے وہ زائل ہو گیا اور بیع کا جو تقاضہ ہے وہ موجود ہے اور وہ ہے عاقل بالغ آدمی سے بیع کا تصرف صادر ہوا ہے۔

تشریح : بکنے کی دو وجہ بیان کر رہے ہیں[ا] مرتہن کا قرض یہ بیع کے لئے مانع تھا،جب وہ ادا کر دیا تو اب بکنے میں کوئی حرج نہیں ہے،[۲] دوسری بات یہ ہے کہ عاقل بالغ آدمی سے مملوک چیز بیچی گئی ہے اس لئے مبیع بک جائے گی۔اسی کو مقتضی کہا ہے

لغت : صادر من الاهل فی المحل :یہ ایک محارہ ہے،اہل سے مراد ہے عاقل بالغ آدمی،اور محل سے مراد ہے کہ اس کا مال ہے،اور مطلب یہ ہے کہ عاقل بالغ آدمی سے مبیع بیچی گئی ہے اس لئے وہ چیز بک جائے گی۔

ترجمہ :(۵۴۱)مرتہن کی اجازت سے اگر بیع نافذ ہوئی ہے تو مرتہن کا حق اس کے بدل[یعنی ثمن] کی طرف منتقل ہو جائے گا،صحیح بات یہی ہے۔

ترجمہ:ا اس لئے کہ مرتہن کا حق مرہون کی قیمت کے ساتھ متعلق ہے اور بدل کا حکم اصل کا حکم ہے۔

الْغُرَمَاءِ يَنْتَقِلُ حَقُّهُمْ إِلَى الْبَدَلِ؛ لِأَنَّهُمْ رَضُوا بِالِانْتِقَالِ دُونَ السُّقُوطِ رَأْسًا فَكَذَا هَذَا(۵۴۲) وَإِنْ لَمْ يُجِزْ الْمُرْتَهِنُ الْبَيْعَ وَفَسَخَهُ انْفَسَخَ فِي رِوَايَةٍ، حَتَّى لَوْ افْتَكَّ الرَّاهِنُ الرَّهْنَ لَا سَبِيلَ لِلْمُشْتَرِي عَلَيْهِ ﴿۱ لِأَنَّ الْحَقَّ الثَّابِتَ لِلْمُرْتَهِنِ بِمَنْزِلَةِ الْمِلْكِ فَصَارَ كَالْمَالِكِ لَهُ أَنْ يُجِيزَ وَلَهُ أَنْ يَفْسَخَ (۵۴۳) وَفِي أَصَحِّ الرِّوَايَتَيْنِ لَا يَنْفَسِخُ بِفَسْخِهِ ﴿۱ لِأَنَّهُ لَوْ ثَبَتَ حَقُّ الْفَسْخِ لَهُ إِنَّمَا يُثْبِتُ ضَرُورَةَ صِيَانَةِ حَقِّهِ، وَحَقُّهُ فِي الْحَبْسِ لَا يَبْطُلُ بِانْعِقَادِ هَذَا الْعَقْدِ فَبَقِيَ مَوْقُوفًا،

اصول: مرہون کی جو قیمت ہے اب وہ رہن پر رہے گی، اور مرتہن کا حق اس کے ساتھ متعلق ہو جائے گا۔

تشریح: مرتہن کی اجازت سے شیء مرہون بکی ہے، تو جو اس کی قیمت ہے اب وہ رہن پر رہے گی۔

وجہ: مرتہن کا حق اصل مرہون کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ اس کی مالیت کے ساتھ ہے، اس لئے شیء مرہون بک کر جو اس کی قیمت آئی ہے اس کے ساتھ حق متعلق ہو گیا اس لئے اب قیمت رہن پر رہے گی، مرتہن کا حق ساقط نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ جیسے مقروض غلام اگر قرض خواہوں کی اجازت سے بیچ دیا جائے تو قرض خواہوں کا حق اس کی قیمت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، اسلئے کہ یہ لوگ حق کے منتقل ہونے پر راضی ہیں حق ساقط ہو جانے پر راضی نہیں ہیں، ایسے ہی یہ مسئلہ بھی ہے

تشریح: زید کا غلام تجارت کی وجہ سے مقروض ہو گیا تھا، اب قرض والوں نے اس کے بیچنے کی اجازت دی تو اب قرض خواہوں کا حق غلام کی قیمت کے ساتھ متعلق ہو جائے گا، اور اس قیمت میں سب قرض دینے والے حصہ دار بنیں گے، اسی طرح یہاں مرتہن کا حق قیمت کے ساتھ متعلق ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۵۴۲) مرتہن نے بیع کی اجازت نہیں دی اور اس کو فسخ کر دیا تو ایک روایت میں فسخ ہو جائے گا، یہاں تک کہ اگر راہن نے قرض ادا کر کے رہن کو چھڑا لیا تو مشتری کو لینے کا حق نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ مرتہن کو جو حق ثابت ہے وہ ملک کے درجے میں ہے تو مرتہن مالک کی طرح ہو گیا چنانچہ چاہے تو بیع کو جائز کر دے اور چاہے تو فسخ کر دے۔

تشریح: مرتہن بیع فسخ کرنا چاہے تو ایک روایت میں ہے کہ کر سکتا ہے۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن کا حق مالک کی طرح ہے، اس لئے جائز بھی کر سکتا ہے اور فسخ بھی کر سکتا ہے۔

ترجمہ (۵۴۳) صحیح روایت میں یہ ہے کہ مرتہن بیع فسخ نہیں کر سکتا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ فسخ کا حق ثابت ہوگا تو مرہون کو محبوس کرنے کے لئے ثابت ہوگا، اور بیع ہونے سے حق حبس باطل نہیں ہوتا ہے اس لئے بیع موقوف رہے گی۔

تشریح: صحیح روایت یہ ہے کہ مرتہن بیع کو فسخ کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا، صرف بیع کو موقوف کر سکتا ہے۔

۲؎ فَإِنْ شَاءَ الْمُشْتَرِي صَبَرَ حَتَّى يَفُتَكَّ الرَّاهِنُ الرَّهْنَ؛ إِذِ الْعَجْزُ عَلَى شَرَفِ الزَّوَالِ، وَإِنْ شَاءَ رَفَعَ الْأَمْرَ إِلَى الْقَاضِي، وَلِلْقَاضِي أَنْ يَفْسَخَ لِفَوَاتِ الْقُدْرَةِ عَلَى التَّسْلِيمِ، وَوِلَايَةُ الْفَسْخِ إِلَى الْقَاضِي لَا إِلَيْهِ، ۳؎ وَصَارَ كَمَا إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ الْمُشْتَرَى قَبْلَ الْقَبْضِ فَإِنَّهُ يَتَخَيَّرُ الْمُشْتَرِي لِمَا ذَكَرْنَا كَذَلِكَ هَذَا(۵۴۴) وَلَوْ بَاعَهُ الرَّاهِنُ مِنْ رَجُلٍ ثُمَّ بَاعَهُ بَيْعًا ثَانِيًا مِنْ غَيْرِهِ قَبْلَ أَنْ يُجِيزَهُ الْمُرْتَهِنُ فَالثَّانِي مَوْقُوفٌ أَيْضًا عَلَى إِجَازَتِهِ ﴿۱﴾ لِأَنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يَنْفُذْ وَالْمَوْقُوفُ لَا يَمْنَعُ تَوَقُّفَ الثَّانِي، فَلَوْ أَجَازَ الْمُرْتَهِنُ الْبَيْعَ الثَّانِي جَازَ الثَّانِي۲؎ وَلَوْ بَاعَ الرَّاهِنُ ثُمَّ أَجَّرَ أَوْ وَهَبَ

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن کا حق مالک کی طرح نہیں ہے، صرف مبیع کو محبوس کرنے کا حق ہے، اور اس حق سے صرف بیع کو موقوف کر سکتا ہے فسخ نہیں کر سکتا۔

ترجمہ: ۲؎ پس اگر مشتری چاہے تو صبر کرے یہاں تک کہ راہن قرض ادا کر کے رہن کو چھڑا لے، اس لئے کہ ابھی کی عاجزی زوال کے قریب ہے، اور چاہے تو قاضی کے پاس مقدمہ لے جائے، اور قاضی کو چاہئے کہ اس بیع کو فسخ کر دے کیونکہ راہن اس کو سپرد کرنے پر قدرت نہیں رکھتا، اور فسخ کرنے کی ولایت قاضی کو ہے نہ کہ مرتہن کو۔

تشریح: مرتہن بیع کو فسخ نہیں کر سکتا ہے، البتہ موقوف کر سکتا ہے، اب مشتری کے لئے یہ دو اختیار ہیں [۱] ایک یہ کہ صبر کرے تا کہ راہن قرض دیکر شیء مرہون کو مرتہن سے چھڑا لے، جب وہ چھڑا لے گا تو اب مشتری اس کو لے لے۔ [۲] دوسرا اختیار یہ ہے کہ قاضی کے پاس جائے تا کہ وہ بیع توڑ دے، قاضی کو بھی چاہئے کہ بیع کو توڑ دے، کیونکہ راہن مرتہن کی وجہ سے اس مبیع کو سپرد نہیں کر سکتا، اس لئے وہ بیع توڑ دے۔

لغت: یفتک: قرض ادا کر کے شیء مرہون چھڑا لے۔

ترجمہ: ۳؎ اور ایسا ہو گیا کہ۔ خریدا ہوا غلام قبضے سے پہلے بھاگ گیا تو مشتری کو اختیار ہے، اسی طرح یہ مسئلہ ہے

تشریح: یہ ایک مثال ہے۔ مشتری نے غلام خریدا، اور اس پر قبضہ سے پہلے غلام بھاگ گیا تو مشتری کو دو اختیار ہیں۔ [۱] ایک یہ کہ اس کے واپس آنے تک صبر کرے، اور جب وہ آجائے تو اس کو لے لے، [۲] دوسرا یہ کہ قاضی کے پاس جا کر بیع توڑنے کا مقدمہ کرے۔ اسی طرح اوپر کے مسئلے میں چاہے تو شیء مرہون چھڑانے تک صبر کرے، اور چاہے تو قاضی کے پاس بیع توڑنے کا مقدمہ کرے، اور بیع توڑ والے۔

ترجمہ: (۵۴۴) اگر راہن نے کسی آدمی سے شیء مرہون بیچی، پھر مرتہن کی اجازت سے پہلے دوسرے آدمی سے دوسری بیع کر لی تو دوسری بیع بھی اس کی اجازت دینے پر موقوف رہے گی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ پہلی بیع موقوف ہے اور پہلی کی موقوف بیع دوسرے کے موقوف ہونے کو نہیں روکتی، پس اگر مرتہن

أَوْ رَهَنَ مِنْ غَيْرِهِ، وَأَجَازَ الْمُرْتَهِنُ هَذِهِ الْعُقُودَ جَازَ الْبَيْعُ الْأَوَّلُ ٣ وَالْفَرْقُ أَنَّ الْمُرْتَهِنَ ذُو حَظٍّ مِنْ الْبَيْعِ الثَّانِي؛ لِأَنَّهُ يَتَعَلَّقُ حَقُّهُ بِبَدَلِهِ فَيَصِحُّ تَعْيِينُهُ لِتَعَلُّقِ فَائِدَتِهِ بِهِ، أَمَّا لَا حَقَّ لَهُ فِي هَذِهِ الْعُقُودِ؛ لِأَنَّهُ لَا بَدَلَ فِي الْهِبَةِ وَالرَّهْنِ، وَالَّذِي فِي الْإِجَارَةِ بَدَلُ الْمَنْفَعَةِ لَا بَدَلُ الْعَيْنِ، وَحَقُّهُ فِي مَالِيَّةِ الْعَيْنِ لَا فِي الْمَنْفَعَةِ فَكَانَتْ إجَازَتُهُ إسْقَاطًا لِحَقِّهِ فَزَالَ الْمَانِعُ فَنَفَذَ الْبَيْعُ الْأَوَّلُ فَوَضَحَ الْفَرْقُ (٥٤٥)قَالَ وَلَوْ أَعْتَقَ الرَّاهِنُ عَبْدَ الرَّهْنِ نَفَذَ عِتْقُهُ﴾ ١ وَفِي بَعْضِ

نے دوسری بیع کی اجازت دی تو دوسری ہی بیع نافذ ہوگی

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بیع میں مرتہن کا فائدہ ہے اس لئے اس کی اجازت دینے کا حقدار ہے، اور ہبہ وغیرہ میں مرتہن کا فائدہ نہیں ہے اس لئے اس کی اجازت دینے کا حقدار نہیں ہے۔

تشریح : راہن نے ایک آدمی سے شیء مرہون کی بیع کی مرتہن نے ابھی اس کی اجازت بھی نہیں دی تھی کہ اسی مرہون کی بیع دوسرے آدمی سے کر لی، تو دونوں بیع مرتہن کی اجازت پر موقوف رہے گی، کیونکہ اس کا حق دونوں بیع کے ساتھ متعلق ہے، پھر جس بیع کی اجازت دیگا وہ بیع ہوگی، اور جس کی اجازت نہیں دیگا وہ بیع نہیں ہوگی، مثلا دوسری بیع کی اجازت دی تو صرف دوسری بیع نافذ ہوگی، پہلی بیع نافذ نہیں ہوگی۔

وجه : دونوں بیع کی الگ الگ اجازت دینے کا حق اس لئے ہے کہ دونوں کا ثمن جب آئے گا تو اس ثمن کو رہن پر رکھا جائے گا تو چونکہ دونوں کی قیمت سے مرتہن کا فائدہ ہے اس لئے دونوں کی اجازت دینے کا حق ہوگا۔

ترجمه : ٢ اور اگر راہن نے پہلے شیء مرہون کا بیچا، پھر اس کو اجرت پر رکھا، یا ہبہ کیا، یا دوسرے کے پاس رہن پر رکھا، اور مرتہن نے ان تینوں عقدوں کی اجازت دی تو پہلے جو بیع کی ہے وہ جائز ہوجائے گی [اور اجازت دینے سے ان عقدوں میں کوئی فرق نہیں پڑیگا]

ترجمه : ٣ بیع اور ہبہ میں فرق یہ ہے کہ مرتہن کو بیع ثانی میں بھی حصہ ملے گا، اس لئے کہ اس کا حق اس کی قیمت سے متعلق ہوجائے گا [کیونکہ اب قیمت رہن پر رہے گی] اس لئے دوسرے بیع کا تعین صحیح ہے اس لئے کہ مرتہن کا فائدہ دوسری بیع کے ساتھ ہے، اور ان تین عقدوں میں مرتہن کا کوئی حق نہیں ہے، اس لئے کہ ہبہ، اور رہن میں تو کوئی بدلہ ہی نہیں آتا، اور اجرت میں نفع بدلے میں آتا ہے یہ عین غلام کا کوئی بدل نہیں ہے، اور مرتہن کا حق عین غلام کی مالیت میں ہے، منفعت میں نہیں ہے اس لئے مرتہن کی اجازت دینا اپنے حق کو ساقط کرنا ہے اس لئے بیع کا مانع زائل ہوگیا تو پہلی کی ہوئی بیع نافذ ہوجائے گی، اور فرق واضح ہوگیا۔

تشریح : راہن نے پہلے شیء مرہون کو ایک آدمی سے بیچا، اس کے بعد اسی شیء مرہون کو دوسرے آدمی کو ہبہ کر دیا، یا اجرت

أَقْوَالِ الشَّافِعِيِّ لا يَنفُذُ إِذَا كَانَ الْمُعْتِقُ مُعْسِرًا؛ لِأَنَّ فِي تَنفِيذِهِ إِبْطَالَ حَقِّ الْمُرْتَهِنِ فَأَشْبَهَ الْبَيْعَ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ مُوسِرًا حَيْثُ يَنفُذُ عَلَى بَعْضِ أَقْوَالِهِ؛ لِأَنَّهُ لا يَبْطُلُ حَقُّهُ مَعْنًى بِالتَّضْمِينِ،

پر رکھ دیا، یا اس کو دوسرے آدمی کے پاس رہن پر رکھ دیا، پھر مرتہن نے ان تینوں عقدوں کی اجازت دی تو یہ تین عقد جائز نہیں ہوں گے، لیکن اس اجازت کی وجہ سے پہلے جو بیع کی تھی وہ جائز ہو جائے گی۔

وجہ: اسکی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں عقدوں سے مرتہن کا کوئی فائدہ نہیں ہے، مثلا ہبہ کیا تو مرتہن کو کچھ نہیں ملے گا، دوسرے کے پاس رہن پر رکھا تب بھی مرتہن کو کچھ نہیں ملے گا، اور اجرت پر رکھا تو اس کا نفع راہن کو ملے گا، لیکن یہ نفع چیز کی قیمت نہیں ہے، بلکہ چیز کا نفع ہے اس لئے اس کو اس مرتہن کے پاس رہن نہیں رکھا جائے گا، تو چونکہ مرتہن کا اس میں کوئی فائدہ نہیں، اس لئے اس کی اجازت دینے سے یہ تینوں جائز نہیں ہوں گے، لیکن اس اجازت سے یہ معلوم ہوا کہ مرتہن اپنا حق ساقط کر رہا ہے اس لئے پہلے جو بیع کی تھی وہ جائز ہو جائے گی، حالانکہ اس بیع کے لئے باضابطہ اجازت نہیں دی ہے۔

ترجمہ: (۵۴۵) اگر راہن نے مرہون غلام بغیر مرتہن کی اجازت کے آزاد کر دیا تو اس کی آزادگی نافذ ہو جائے گی۔

اصول: آزادگی انسان کا فطری حق ہے اس لئے اس کا شائبہ بھی آئے گا تو آزادگی نافذ کر دی جائے گی۔

وجہ: (۱) شریعت ہمیشہ چاہتی ہے کہ غلام آزاد ہو جائے اس لئے راہن کے آزاد کرتے ہی غلام آزاد ہو جائے گا۔ اور مرتہن کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگی۔ بیع کا معاملہ اور ہے۔ اس کے نافذ کرنے کے لئے شریعت کا تقاضا اتنا نہیں ہے جتنا آزادگی نافذ کرنے کے لئے ہے (۲) غلام شرکت میں ہو اور دوسرا شریک مالدار ہو تو ایک شریک کے آزاد کرنے سے دوسرے شریک کا حصہ بھی آزاد ہو جاتا ہے حالانکہ دوسرے شریک نے آزاد نہیں کیا ہے۔ حدیث میں ہے۔ **عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ من اعتق شرکا له فی مملوک فعلیه عتقه کله ان کان له مال یبلغ ثمنه** (بخاری شریف، باب اذا اعتق عبدا بین اثنین، ص ۴۰۷، نمبر ۲۵۲۳) جب دوسرے کا حصہ آزاد ہو سکتا ہے تو اپنا غلام بدرجۂ اولی آزاد ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ کے بعض قول میں یہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والا راہن تنگ دست ہو تو اس کی آزادگی نافذ نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس کے نافذ کرنے میں مرتہن کا حق باطل ہو جائے گا، اس لئے یہ بیع کے مشابہ ہو گیا، بخلاف جبکہ راہن مالدار ہو تو انکے بعض قول پر ہے کہ نافذ ہوگی اس لئے کہ راہن کو ضامن بنانے سے معنوی طور پر اس کا حق باطل نہیں ہوگا۔

تشریح: راہن آزاد کر دے تو امام شافعیؒ کے اس بارے میں تین قول ہیں [۱] ایک قول ہے کہ راہن مالدار ہو یا غریب آزدگی نافذ ہو جائے گی، جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا

[۲] دوسرا قول یہ ہے کہ راہن مالدار ہو یا غریب آزدگی نافذ نہیں ہوگی۔

۲؎ وَبِخِلَافِ إعْتَاقِ الْمُسْتَأْجِرِ؛ لِأَنَّ الْإِجَارَةَ تَبْقَى مُدَّتُهَا؛ إذْ الْحُرُّ يَقْبَلُهَا، أَمَّا مَا لَا يَقْبَلُ الرَّهْنَ فَلَا يَبْقَى ۳؎ وَلَنَا أَنَّهُ مُخَاطَبٌ أَعْتَقَ مِلْكَ نَفْسِهِ فَلَا يَلْغُو بِصَرْفِهِ بِعَدَمِ إذْنِ الْمُرْتَهِنِ كَمَا إذَا أَعْتَقَ الْعَبْدُ الْمُشْتَرَى قَبْلَ الْقَبْضِ أَوْ أَعْتَقَ الْآبِقَ أَوْ الْمَغْصُوبَ، ۴؎ وَلَا خَفَاءَ فِي قِيَامِ

[۳] اور تیسرا قول یہ ہے جو یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ راہن مالدار ہوتو آزادگی نافذ ہوجائے گی، کیونکہ مالدار کوشیء مرہون کا ضمان لازم ہوگا اور وہ ضمان رہن پر رہے گا، اس صورت میں مرتہن کا حق ضائع نہیں ہوا۔ اور راہن غریب ہوتو آزادگی نافذ نہیں ہوگی، کیونکہ غریب ہونے کی وجہ سے اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا اور غلام آزاد ہونے کی وجہ سے کوئی چیز رہن پر بھی نہیں رہی، اس طرح مرتہن کا حق ضائع ہوا اس لئے آزادگی نافذ نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ بخلاف اجرت پر رکھے ہوئے غلام کے آزاد کرنے کے [یعنی اجرت پر رکھے ہوئے غلام کو آزاد کرنے سے غلام آزاد ہوجائے گا] اس لئے کہ اجارہ پوری مدت تک باقی رہے گی، اس لئے کہ آزاد ہونے کے بعد بھی اجرت قبول کرتی ہے، اور رہن آزاد ہونے کے بعد قبول نہیں کرتا، اس لئے رہن باقی نہیں رہے گا۔

تشریح: آزاد آدمی بھی اجرت پر کام کرتا ہے اس لئے اگر زید نے اپنے غلام کو دس دن کے لئے اجرت پر رکھا تھا، اور اس درمیان غلام کو آزاد کر دیا تو امام شافعیؒ کے یہاں بھی غلام آزاد ہوجائے گا، کیونکہ آزاد ہونے کے بعد بھی غلام کام کر سکتا ہے اس لئے آزاد کرنے سے اجرت پر لینے والے کا کائی نقصان نہیں ہوا، اس لئے اجرت کے غلام کو آزاد کر سکتا ہے۔ اور رہن کی صورت میں غلام آزاد کرے گا تو رہن ہی ختم ہوجائے گا، کیونکہ غلام کے علاوہ آزاد رہن پر نہیں رہتا، اس لئے اس میں مرتہن کا حق باطل ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ راہن مخاطب ہے [یعنی عاقل بالغ ہے] اور اپنی ملکیت کو آزاد کیا ہے اس لئے مرتہن کی اجازت نہ دینے کی وجہ سے اس کا تصرف لغو نہیں کیا جائے گا، جیسے خریدا ہو غلام قبضے سے پہلے آزاد کر دے۔ بھا گا ہو غلام آزاد کر دے، یا غصب کیا ہوا غلام آزاد کر دے۔

اصول: غلام پر ملکیت ہو چاہے قبضہ نہ ہو تب بھی وہ آزاد ہوجائے گا۔

ہاں بیع نہیں ہو سکے گی کیونکہ بیع کے لئے سپرد کرنا پڑتا ہے اور یہاں مرتہن کا قبضہ ہے، اس لئے راہن سپرد نہیں کر پائے گا اس لئے اس کی اجازت کے بغیر بیع بھی نہیں ہوگی۔

تشریح: یہاں غلام پر راہن کا قبضہ نہیں ہے، بلکہ مرتہن کا قبضہ ہے، لیکن ملکیت ہے، اور آزاد کرنے میں صرف ملکیت کی ضرورت پڑتی ہے، اس لئے راہن عاقل بالغ آدمی ہے اس نے اپنی ملکیت کو آزاد کیا ہے تو آزاد ہوجائے گا، اس کی تین مثالیں دے رہے ہیں

[۱] غلام کو خریدا لیکن ابھی تک قبضہ نہیں کیا ہے اس سے پہلے آزاد کرے تو غلام آزاد ہوجائے گا۔ یہاں غلام پر قبضہ نہیں ہے،

مِلْكِ الرَّقَبَةِ لِقِيَامِ الْمُقْتَضِي، وَعَارِضُ الرَّهْنِ لَا يُنْبِءُ عَنْ زَوَالِهِ ۵ ثُمَّ إذَا زَالَ مِلْكُهُ فِي الرَّقَبَةِ بِإِعْتَاقِهِ يَزُولُ مِلْكُ الْمُرْتَهِنِ فِي الْيَدِ بِنَاءً عَلَيْهِ كَإِعْتَاقِ الْعَبْدِ الْمُشْتَرَكِ، بَلْ أَوْلَى؛ لِأَنَّ مِلْكَ الرَّقَبَةِ أَقْوَى مِنْ مِلْكِ الْيَدِ، فَلَمَّا لَمْ يُمْنَعُ الْأَعْلَى لَا يُمْنَعُ الْأَدْنَى بِالطَّرِيقِ الْأَوْلَى،٦ وَامْتِنَاعُ النَّفَاذِ فِي الْبَيْعِ وَالْهِبَةِ لِانْعِدَامِ الْقُدْرَةِ عَلَى التَّسْلِيمِ،٧ وَإِعْتَاقُ الْوَارِثِ

لیکن مشتری کی ملکیت ہےاس لئے غلام آزاد ہوجائے گا۔

[۲] بھاگا ہوا غلام پر قبضہ نہیں ہے لیکن اس پر ملکیت ہے اس لئے اس کو آزاد کرے گا تو آزاد ہوجائے گا۔

[۳] غصب کیا ہوا غلام پر قبضہ نہیں ہے، البتہ اس پر مالک کی ملکیت ہے اس لئے آزاد کرنے سے آزاد ہوجائے گا۔

ان تین مثالوں سے ثابت ہوا کہ راہن کا قبضہ نہیں ہے لیکن اس کی ملکیت ہے اس لئے اس کے آزاد کرنے سے آزاد ہوجائے گا

ترجمہ :۴ اور راہن کا ملک رقبہ ہے اس بارے میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے، کیونکہ مرتہن نے قبضہ جو کیا ہے اور رہن کے عارض ہونے سے ملکیت کے زائل ہونے کی خبر نہیں دیتی۔

تشریح : مرتہن کا قبضہ کرنا ہی اس بات پر دلیل ہے کہ غلام پر راہن کی ملکیت ہے، کیونکہ راہن کی ملکیت نہ ہو تو رہن پر رکھ ہی نہیں سکتا، اور رہن پر رہنے سے راہن کی ملکیت ختم نہیں ہوجاتی، پس جب راہن کی ملکیت ہے تو اس کے آزاد کرنے سے غلام آزاد ہوجائے گا۔

ترجمہ :۵ پھر جب راہن کے آزاد کرنے سے اس کی ملکیت زائل ہوگئی تو اس پر مدار رکھتے ہوئے مرتہن کا قبضہ بھی زائل ہوجائے گا، جیسے مشترک غلام آزاد کردے تو شریک کی ملکیت زائل ہوجاتی ہے، بلکہ رہن میں تو بدرجہ اولی قبضہ زائل ہوجائے گا، اس لئے کہ ملک رقبہ قبضہ سے زیادہ قوی ہے، پس جب اعلی نہیں روک سکتا ہے تو ادنی بدرجہ اولی نہیں روکے گا۔

لغت: ملک رقبہ، ملکیت کو کہتے ہیں۔ اور ملک الید: قبضے کو کہتے ہیں۔

تشریح : آزاد کرنے کی وجہ سے راہن کی ملکیت ختم ہوگئی تو مرتہن کا قبضہ بھی ختم ہوجائے گا، کیونکہ مرتہن کے قبضے کا مدار راہن کی ملکیت پر تھا، جب اس کی ملکیت نہیں رہی تو مرتہن کا قبضہ بھی ختم ہوجائے گا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔ مشترک غلام کو ایک شریک نے آزاد کردیا، تو دوسرے شریک کی ملکیت کے باوجود اس کا حصہ آزاد ہوجائے گا، پس آزاد کرنے سے ملکیت ختم ہوجاتی ہے، تو قبضہ بدرجہ اولی ختم ہوجائے گا۔

ترجمہ :٦ اور بیع اور ہبہ میں نافذ ہونا اس لئے ممتنع ہے کہ سپرد کرنے پر قدرت نہیں ہے۔

تشریح : راہن بیچ دے، یا ہبہ کردے تو مرتہن کی اجازت کے بغیر اس لئے نافذ نہیں ہوگا کہ راہن مشتری کو حوالہ کرنے پر قادر نہیں ہے، کیونکہ اس پر مرتہن کا قبضہ ہے۔

الْعَبْدَ الْمُوصَى بِرَقَبَتِهِ لَا يَلْغُو بَلْ يُؤَخَّرُ إلَى أَدَاءِ السِّعَايَةِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، ۸ وَإِذَا نَفَذَ الْإِعْتَاقُ بَطَلَ الرَّهْنُ لِفَوَاتِ مَحَلِّهِ ۹ ثُمَّ بَعْدَ ذَلِكَ إنْ كَانَ الرَّاهِنُ مُوسِرًا، وَالدَّيْنُ حَالًّا طُولِبَ بِأَدَاءِ الدَّيْنِ ؛ لِأَنَّهُ لَوْ طُولِبَ بِأَدَاءِ الْقِيمَةِ تَقَعُ الْمُقَاصَّةُ بِقَدْرِ الدَّيْنِ فَلَا فَائِدَةَ فِيهِ وَإِنْ كَانَ الدَّيْنُ مُؤَجَّلًا أُخِذَتْ مِنْهُ قِيمَةُ الْعَبْدِ وَجُعِلَتْ رَهْنًا مَكَانَهُ حَتَّى يَحِلَّ الدَّيْنُ ؛ لِأَنَّ سَبَبَ الضَّمَانِ مُتَحَقِّقٌ، وَفِي التَّضْمِينِ فَائِدَةٌ فَإِذَا حَلَّ الدَّيْنُ اقْتَضَاهُ بِحَقِّهِ إذَا كَانَ مِنْ جِنْسِ حَقِّهِ وَرَدَّ

ترجمہ :ے وصیت کیا ہوا غلام کو وارث آزاد کردے تو وہ بیکار نہیں جاتا، بلکہ اپنی قیمت کی ادائیگی تک آزادگی موخر ہوگی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

تشریح :زید مر رہا تھا اس وقت وصیت کی کہ میرا یہ غلام عمر کو دے دینا، وارث نے ابھی غلام دیا نہیں تھا اور اس کو آزاد کردیا تو وہ غلام آزاد ہوجائے گا، البتہ جب تک وہ اپنی قیمت کما کر وصیت والے کو نہیں دیگا اس وقت اس کی آزدگی موخر ہوگی یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک تو جس وقت وارث نے آزاد کیا غلام اسی وقت آزاد ہوجائے گا، اور بعد میں اپنی قیمت کما کو اس کو دیگا جس کے لئے غلام کی وصیت کی تھی۔اس سے پتہ چلا کہ آزاد کرنا لغو اور بیکا نہیں جاتا، بلکہ آزاد ہو ہی جاتا، چاہے کسی کا حق اس کے ساتھ متعلق ہو۔

لغت :سعایہ: یہ ایک محاورہ ہے، غلام آزاد ہوجائے اور کما کر اپنی قیمت آقا کو دے اس کو ,سعایۃ، کہتے ہیں

ترجمہ :۸ اور جب آزادگی نافذ ہوگئی تو رہن باطل ہوجائے گا، کیونکہ رہن کا محل [غلامیت] باقی نہیں رہا۔

تشریح:واضح ہے۔

ترجمہ :۹ پھر اگر راہن مالدار ہو اور دین فوری ہو تو قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے گا، اس لئے کہ اگر قیمت کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے تو قرض کی مقدار مقاصہ ہوجائے گا، اس لئے اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے، اور اگر قرض موخر والا ہو تو راہن سے غلام کی قیمت لے لی جائے گی اور غلام کی جگہ پر رہن دی جائے گی یہاں تک کہ قرض ادا کرنے کا وقت آجائے، اس لئے کہ ضمان کا سبب [آزاد کرنا] متحقق ہے، اور ضمان دلوانے میں فائدہ بھی ہے، پس جب قرض ادا کرنے کا وقت آجائے اور قرض رہن کی جنس سے ہو تو مرتہن اس سے اپنا حق وصول کرلے گا، اور جو قرض سے زیادہ ہو وہ راہن کو واپس کردے گا۔

تشریح:غلام آزاد ہوگیا، اب اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ راہن مالدار ہے اور قرض فوری ادا کرنا لازم ہے تو راہن سے قرض ادا کرنے کا مطالبہ کیا جائے، کیونکہ غلام کی قیمت کا مطالبہ کرے اور قیمت اور قرض ایک ہی جنس کا ہو، مثلا دونوں درہم ہو تو مرتہن اپنے قرض میں وہ قیمت کاٹ لیگا تو قیمت کے مطالبہ کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لئے قرض ادا کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا۔

الْفَضْلَ ١٠؎ وَإِنْ كَانَ مُعْسِرًا سَعَى الْعَبْدُ فِي قِيمَتِهِ وَقَضَى بِهِ الدَّيْنَ إلَّا إذَا كَانَ بِخِلَافِ جِنْسِ حَقِّهِ ؛ لِأَنَّهُ لَمَّا تَعَذَّرَ الْوُصُولُ إلَى عَيْنِ حَقِّهِ مِنْ جِهَةِ الْمُعْتَقِ يَرْجِعُ إلَى مَنْ يَنْتَفِعُ بِعِتْقِهِ وَهُوَ الْعَبْدُ؛ لِأَنَّ الْخَرَاجَ بِالضَّمَانِ ١١؎ قَالَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -: وَتَأْوِيلُهُ إذَا كَانَتْ الْقِيمَةُ أَقَلَّ مِنْ الدَّيْنِ، أَمَّا إذَا كَانَ الدَّيْنُ أَقَلَّ نَذْكُرُهُ إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى ١٢؎ ثُمَّ يَرْجِعُ بِمَا سَعَى عَلَى مَوْلَاهُ إذَا

اوراگر قرض موخر والا ہوتو راہن سے کہا جائے گا کہ غلام کی قیمت ادا کرے اور وہ قیمت رہن پر رکھ دی جائے گی، پھر جب قرض ادا کرنے کا وقت آجائے، اور قرض اور قیمت ایک جنس کی ہو مثلا دونوں درہم ہوں تو یہ قیمت قرض میں کاٹ لی جائے گی، اور اگر قیمت قرض سے زیادہ ہو تو جو زیادہ ہو وہ راہن کی طرف لوٹا دی جائے گی، کیونکہ یہ زائد راہن کی ملکیت ہے۔

ترجمہ: ١٠؎ اور اگر راہن غریب ہے تو غلام اپنی قیمت کے مقدار کمائے گا اور اس سے قرض ادا کرے گا، لیکن اگر کمائی خلاف جنس ہو تو اس کو رہن کے طور پر محبوس کیا جائے گا، اس لئے کہ جب آزاد کرنے والے راہن کی جانب سے عین حق کو وصول کرنا متعذر ہو گیا، تو اس سے وصول کیا جائے گا جس نے آزاد ہو کر اس سے فائدہ اٹھایا اور وہ غلام ہے، اس لئے کہ نفع ضمان کے بدلے میں ہوتا ہے۔

تشریح: اگر آزاد کرنے والا راہن غریب ہے تو جو غلام آزاد کیا گیا ہے اس سے کمائی کرا کر مرتہن کا قرض وصول کیا جائے گا، کیونکہ جب آزاد کرنے والے سے وصول کرنا مشکل ہو گیا تو اس آزادگی سے غلام نے فائدہ اٹھایا ہے اس لئے اس سے وصول کیا جائے گا۔

لغت: الا اذا کان بخلاف جنس حقہ؛ اس عبارت سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر غلام کی کمائی قرض کی جنس سے نہ ہو بلکہ خلاف جنس ہو، مثلا قرض درہم ہے اور گیہوں کمایا ہے تو اس گیہوں کو رہن کے طور پر محبوس کیا جائے گا تا کہ جلد قرض ادا کرے، اور اگر کمائی موافق جنس ہو مثلا درہم کمایا ہے اور قرض بھی درہم ہی ہے تو مرتہم اس درہم کو قرض میں کاٹ لیگا۔ لان الخراج بالضمان: یہ ایک محاورہ ہے، آپ کھیت میں لگائیں گے تو اس سے پیداوار نکال سکیں گے، یعنی کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا پڑتا ہے، یہاں غلام نے آزادگی حاصل کی ہے اس لئے اس کو کما کر راہن کا قرض ادا کرنا ہوگا۔

ترجمہ: ١١؎ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ قیمت کما کر دیگا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب غلام کی قیمت قرض سے کم ہو، اور اگر قرض قیمت سے کم ہو تو اس کو بعد میں ذکر کریں گے ان شاء اللہ۔

تشریح: مثلا غلام کی قیمت پانچ سو درہم ہے اور قرض چھ سو درہم ہے تو پانچ سو درہم ہی کما کر دے گا، کیونکہ غلام کے ذمے اتنا ہی آتا ہے۔ اور اگر قرض پانچ سو ہے اور غلام کی قیمت سات سو ہے تو پانچ سو درہم ہی کما کر دیگا، کیونکہ اسی سے مرتہن کا قرض ادا ہو جاتا ہے، حاصل یہ ہے کہ قیمت اور قرض میں سے جو کم ہو وہ کما کر دیگا۔

أَيُسَرَ ؛ لِأَنَّهُ قَضَى دَيْنَهُ وَهُوَ مُضْطَرٌّ فِيهِ بِحُكْمِ الشَّرْعِ فَيَرْجِعُ عَلَيْهِ بِمَا تَحَمَّلَ عَنْهُ، ۱۳ بِخِلَافِ الْمُسْتَسْعَى فِي الْإِعْتَاقِ؛ لِأَنَّهُ يُؤَدِّي ضَمَانًا عَلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ إِنَّمَا يَسْعَى لِتَحْصِيلِ الْعِتْقِ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُمَا لِتَكْمِيلِهِ، وَهُنَا يَسْعَى فِي ضَمَانٍ عَلَى غَيْرِهِ بَعْدَ تَمَامِ إِعْتَاقِهِ ۱۴ فَصَارَ كَمُعِيرِ

ترجمہ :۱۲ غلام نے جو کچھ کما کر قرض ادا کیا ہے جب راہن مالدار بن جائے تو اس سے وصول کرے گا، اس لئے کہ راہن کا قرض ادا کیا ہے اور شریعت کے حکم سے غلام کما کر دینے میں مجبور تھا اس لئے جتنا کما کر دیا وہ راہن سے وصول کرے گا

تشریح: یہ بات دھیان میں رہے کہ غلام پہلے ہی آزاد ہو چکا ہے، لیکن راہن غریب ہے اس لئے اس کے قرض کو غلام نے کما کر ادا کیا ہے، اس لئے راہن جب مالدار بنے گا تو اپنی دی ہوئی رقم غلام راہن سے وصول کرے گا۔

لغت:: تحمل: غلام نے جتنا برداشت کیا ہے، یعنی راہن کا جتنا قرض ادا کیا ہے۔

ترجمہ :۱۳ بخلاف جبکہ آزاد ہونے صورت میں سعی کر رہا ہو [تو آزاد کرنے والے کے شریک سے وصول نہیں کرے گا] کیونکہ غلام پر جو ضمان تھا وہ ادا کر رہا ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آزادگی حاصل کرنے کے لئے کما رہا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک آزادگی کو مکمل کرنے کے لئے کما رہا ہے۔اور یہاں [رہن کی صورت میں] اپنے آزاد ہونے کے بعد دوسرے پر جو قرض ہے اس کے لئے کما رہا ہے [اس لئے راہن سے وصول کرے گا]

تشریح :غلام دو آدمیوں کے درمیان شریک ہو اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا اور دوسرا شریک غریب ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزیک دوسرے کا حصہ آزاد نہیں ہوگا بلکہ غلام دوسرے کے حصے کو کما کر دیگا اور پھر آزادگی حاصل کرے گا اس کو کہتے ہیں ,**یسعی لتحصیل العتق**، یعنی آزادگی حاصل کرنے کے لئے کما کر دینا۔

اور صاحبینؒ کے یہاں دوسرے شریک کا حصہ آزاد ہو چکا ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کا حصہ کما کر دیگا، اس کو کہتے ہیں ,**یسعی لتکمیل العتق**، آزدگی کو مکمل کرنے کے لئے کما کر دے رہا ہے، لیکن دونوں صورتوں میں یہ بات ضرور ہے کہ غلام اپنے لئے کما رہا ہے، اس لئے آقا سے کچھ نہیں لے سکتا ہے۔

اور رہن کی صورت میں غلام آزاد ہو چکا ہے، البتہ راہن پر جو قرض ہے اس کے لئے کما رہا ہے، اس لئے راہن کے مالدار ہونے کے بعد اس سے اپنی دی ہوئی رقم وصول کرے گا۔

ترجمہ: ۱۴ تو رہن کی عاریت پر دینے والے کی طرح ہو گیا۔

تشریح: یہ اوپر کے مسئلے کے لئے مثال ہے۔زید نے عمر کو اپنی گھڑی دی کہ اس کو رہن پر رکھ کر خالد سے ایک سو درہم لے لو اور اس کو خرچ کر لو، بعد میں عمر نے خالد کا قرض ادا نہیں کیا تو زید نے خالد کا قرض ایک سو درہم ادا کیا اور اپنی گھڑی چھڑا لی، اب زید ایک سو درہم عمر سے لے سکتا ہے، کیونکہ یہ عمر کا قرض تھا، اور زید نے اپنی گھڑی کو چھڑانے کے لئے مجبورا ادا کیا تھا۔اسی طرح غلام نے راہن کا قرض ادا کیا ہے اس لئے راہن سے اپنی رقم واپس لیگا۔یہ معیر الرہن کی تفصیل ہے۔

الرَّهْن ۱۵؎ ثُمَّ أَبُو حَنِيفَةَ أَوْجَبَ السِّعَايَةَ فِي الْمُسْتَسْعَى الْمُشْتَرَكِ فِي حَالَتَيْ الْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ، وَفِي الْعَبْدِ الْمَرْهُونِ شَرَطَ الْإِعْسَارَ؛ لِأَنَّ الثَّابِتَ لِلْمُرْتَهِنِ حَقُّ الْمِلْكِ وَأَنَّهُ أَدْنَى مِنْ حَقِيقَتِهِ الثَّابِتَةِ لِلشَّرِيكِ السَّاكِتِ فَوَجَبَ السِّعَايَةُ هُنَا فِي حَالَةٍ وَاحِدَةٍ إظْهَارُ النُّقْصَانِ رُتْبَتُهُ ۱۶؎ بِخِلَافِ الْمُشْتَرَى قَبْلَ الْقَبْضِ إذَا أَعْتَقَهُ الْمُشْتَرِي حَيْثُ لَا يَسْعَى لِلْبَائِعِ إلَّا رِوَايَةً عَنْ أَبِي يُوسُفَ وَالْمَرْهُونُ يَسْعَى؛ لِأَنَّ حَقَّ الْبَائِعِ فِي الْحَبْسِ أَضْعَفُ؛ لِأَنَّ الْبَائِعَ لَا يَمْلِكُهُ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُسْتَوْفَى مِنْ عَيْنِهِ، وَكَذَلِكَ يَبْطُلُ حَقُّهُ فِي الْحَبْسِ بِالْإِعَارَةِ مِنْ الْمُشْتَرِي، وَالْمُرْتَهِنُ يَنْقَلِبُ حَقُّهُ مِلْكًا، وَلَا يَبْطُلُ حَقُّهُ بِالْإِعَارَةِ مِنْ الرَّاهِنِ حَتَّى يُمْكِنَهُ الِاسْتِرْدَادُ، فَلَوْ أَوْجَبْنَا السِّعَايَةَ فِيهِمَا لَسَوَّيْنَا بَيْنَ الْحَقَّيْنِ وَذَلِكَ لَا يَجُوزُ

ترجمہ :۱۵؎ پھرامام ابوحنیفہؒ مستسعی میں کما کر دیناواجب کرتے ہیں مالداری کی حالت میں اورغریب ہونے کی حالت میں، اورمرہون غلام میں غریب ہونے کی شرط ہے، اس لئے کہ مرتہن کو مالک بننے کا حق ثابت ہے اور یہ حقیقت میں ملکیت سے کم درجہ ہے جو چپ رہنے والے شریک کو ثابت ہے، اس لئے رہن کی صورت مین ایک ہی حالت میں [جب راہن غریب ہو] کما کر دیناواجب ہے اس کے رتبے کے نقص کو ظاہر کرنے کے لئے۔

لغت :سعایۃ: کام کرنا، کوشش کرنا، دوشریک میں سے ایک نے غلام کو آزاد کردیا تو دوسرے شریک کے حصے میں آزادگی کا شائبہ آچکا ہے، اس لئے اس کے حصے کی رقم کما کر غلام دے اس کو سعایۃ، کہتے ہیں اوراسی کو مستسعی، کہتے ہیں

تشریح: یہاں شریک کے لئے کمانا، اورراہن کے لئے کمانے میں فرق بیان کرنا چاہتے ہیں، پھرآگے مرتہن کے قبضے اور بائع کے قبضے کے درمیان فرق بیان کرنا چاہتے ہیں؛

سعایہ کی صورت میں غلام پر شریک کی ملکیت ہے، اس لئے شریک چاہے مالدار ہو چاہے غریب دونوں صورتوں میں کما کر دینا ہے، کیونکہ شریک کی ملکیت موجود ہے۔ اورراہن نے آزاد کیا ہے تو مرتہن کی ملکیت نہیں ہے، البتہ مالک بننے کا حق رکھتا ہے کہ غلام کو بیچ کر اپنا قرض وصول کرلے، اس لئے راہن غریب ہو تو مرتہن کے لئے کمائے گا، اورراہن مالدار ہو تو مرتہن کے لئے نہیں کمائے گا، سعایہ اورمرتہن میں یہ فرق ہو گیا۔ آگے بائع اورمرہون میں فرق بیان کر رہے ہیں۔

ترجمہ :۱۶؎ بخلاف مشتری نے قبضہ کر دینے سے پہلے آزاد کر دیا ہو تو بائع کو کما کر نہیں دے گا، ہاں ایک روایت امام ابو یوسفؒ کی ہے [کہ کما کر دیگا] اورمرہون غلام کما کر دیگا، اس لئے کہ حبس کرنے میں بائع کا حق کمزور ہے اس لئے کہ بائع کبھی مالک نہیں بنے گا، نہ عین غلام سے وصول کرے گا، ایسے ہی مشتری کو عاریت پر دینے سے بائع کے روکنے کا حق باطل ہو جائے گا۔ اورمرتہن پلٹ کر مالک بن جاتا ہے، اورراہن کو عاریت پر دینے سے مرتہن کا حق حبس ختم نہیں ہوتا، چنانچہ مرتہن کو واپس

٧؎ وَلَوْ أَقَرَّ الْمَوْلَى بِرَهْنِ عَبْدِهِ بِأَنْ قَالَ لَهُ رَهَنْتُكَ عِنْدَ فُلَانٍ وَكَذَّبَهُ الْعَبْدُ ثُمَّ أَعْتَقَهُ تَجِبُ السِّعَايَةُ عِنْدَنَا خِلَافًا لِزُفَرَ، وَهُوَ يُعْتَبَرُ، بِإِقْرَارِهِ بَعْدَ الْعِتْقِ وَنَحْنُ نَقُولُ أَقَرَّ بِتَعَلُّقِ الْحَقِّ فِي حَالٍ يَمْلِكُ التَّعْلِيقَ فِيهِ لِقِيَامِ مِلْكِهِ فَيَصِحُّ، بِخِلَافِ مَا بَعْدَ الْعِتْقِ؛ لِأَنَّهُ حَالَ انْقِطَاعِ الْوِلَايَةِ

لینے کا حق ہوتا ہے، پس اگر بائع کے لئے کمانے کا حکم دیں تو دونوں حق میں برابری ہوگی اور یہ جائز نہیں ہے۔

تشریح : یہاں سے بائع کے قبضے اور مرتہن کے قبضے کے درمیان تین فرق بیان کر رہے ہیں، اور یہ بھی بیان کر رہے ہیں کہ مشتری قبضہ کرنے سے پہلے غلام آزاد کر دے اور مشتری غریب ہو تب بھی وہ بائع کو کما کر نہیں دے گا، اور راہن غریب ہو تو مرتہن کو کما کر دیگا، دونوں کے درمیان یہ فرق ہے۔

مشتری نے غلام پر قبضہ نہیں کیا اور بائع کو غلام کی قیمت بھی نہیں دی ہے اس سے پہلے غلام کو آزاد کر دیا، اور مشتری غریب ہے تب بھی غلام بائع کو کما کر نہیں دے گا، جبکہ راہن غریب ہے تو مرتہن کو غلام کما کر دیگا۔ کیونکہ بائع کا قبضہ شیء مرہون پر قبضے سے کم ہے۔ اس بارے میں بائع اور مرتہن میں تین فرق ہیں۔

[۱] **لا یملکہ فی الاخرۃ**: بائع کو یہ حق ہے کہ ثمن لینے کے لئے مبیع کو محبوس کر لے، لیکن دوبارہ مبیع کا مالک نہیں بن سکے گا۔ اور مرتہن کی صورت میں یہ ہے کہ اگر شیء مرہون مرتہن کے یہاں ہلاک ہو جائے تو یوں سمجھا جاتا ہے کہ مرتہن قرض کے بدلے میں شیء مرہون کا مالک بن گیا۔ یہ **ینقلب حقه ملکا**، کا ترجمہ ہے۔

[۲] لا یستوفی من عینہ: یہ دوسرا فرق ہے۔ مبیع کو بیچنے کے بعد بائع چاہے کہ اس سے ثمن وصول کر لے تو ایسا نہیں کر سکتا۔ جبکہ مرتہن کو یہ حق ہے کہ شیء مرہون کو بیچ کر اپنا قرضہ وصول کر لے۔ یہ دوسرا فرق ہوا۔

[۳] **یبطل حقہ فی الحبس بالاعارۃ من المشتری** : یہ تیسرا فرق ہے۔ بائع ثمن لینے کے لئے مبیع کو محبوس کئے ہوا تھا، اس درمیان مشتری کو عاریت پر دے دیا تو اب حبس کرنے کا حق ختم ہو گیا۔ لیکن مرتہن نے عاریت کے طور پر راہن کو دے دیا تو اس کا حق ختم نہیں ہوا، بلکہ دوبارہ لیکر رہن پر رکھ سکتا ہے۔ **لا یبطل حقه بالاعارۃ من الراهن**، کا یہی مطلب ہے۔ ان تینوں فرق سے یہ ثابت کیا کہ بائع کا حق حبس کمزور ہے اس لئے مشتری غریب بھی ہو تو مبیع بائع کے لئے کما کر نہیں دے گا۔

ترجمہ: ٧؎ غلام کے آزاد ہونے سے پہلے آقا نے یہ اقرار کیا میں اس کو فلاں کے پاس رہن رکھا تھا، اور غلام اس کی تکذیب کرتا ہے تو ہمارے نزدیک غلام پر کما کر دینا واجب ہے، خلاف امام زفرؒ کے وہ اعتبار کرتے ہیں آزاد ہونے کے بعد اقرار کرنے کو، ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ آقا نے ایسے وقت میں حق کو متعلق کیا جب متعلق کرنے کا مالک ہے، کیونکہ آقا کی ملکیت قائم ہے اس لئے آقا کا اقرار کرنا صحیح ہوگا، برخلاف جب آزاد ہونے کے بعد اقرار کرتا ہو [تو آقا کے اقرار کا اعتبار نہیں ہوگا] اس لئے کہ ولایت کے منقطع ہونے کے بعد کی حالت ہے۔

تشریح : ابھی غلام کو آزاد نہیں کیا ہے اور آقا یہ اقرار کر رہا ہے کہ میں نے اس غلام کو فلاں کے پاس رہن پر رکھا تھا اس کے

قَالَ ۱۸؎ وَلَوْ دَبَّرَهُ الرَّاهِنُ صَحَّ تَدْبِيرُهُ بِالِاتِّفَاقِ أَمَّا عِنْدَنَا فَظَاهِرٌ، وَكَذَا عِنْدَهُ؛ لِأَنَّ التَّدْبِيرَ لَا يَمْنَعُ الْبَيْعَ عَلَى أَصْلِهِ ۱۹؎ وَلَوْ كَانَتْ أَمَةً فَاسْتَوْلَدَهَا الرَّاهِنُ صَحَّ الِاسْتِيلَادُ بِالِاتِّفَاقِ ؛ لِأَنَّهُ يَصِحُّ بِأَدْنَى الْحَقَّيْنِ وَهُوَ مَا لِلْأَبِ فِي جَارِيَةِ الِابْنِ فَيَصِحُّ بِالْأَعْلَى ۲۰؎ وَإِذَا صَحَّا خَرَجَا مِنْ

بعد آزاد کیا، اور راہن غریب ہے تو آقا کی بات مانی جائے گی اور غلام کو کما کر مرتہن کا قرض ادا کرنا ہوگا۔ ہاں غلام آزاد ہو چکا ہے اس کے بعد آقا اقرار کرتا ہے کہ غلام کو فلاں کے پاس رہن پر رکھا تھا تو اب آقا کی بات نہیں مانی جائے گی اور غلام پر کما کر قرض ادا کرنا لازم نہیں ہوگا۔

وجہ : پہلی صورت جب غلام ابھی آزاد نہیں ہوا ہے تو آقا اقرار کرنے کا حق رکھتا ہے اس لئے غلام پر سعایہ واجب ہوگا۔ اور دوسری صورت میں جب غلام آزاد ہو چکا ہے تو اب آقا کو غلام کے خلاف اقرار کرنے کا حق نہیں ہے اس لئے غلام پر کما کر دینا واجب نہیں ہے۔

امام زفرؒ دونوں صورتوں میں غلام پر کما کر دینا واجب قرار نہیں دیتے ۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ پہلی صورت میں غلام غلامیت کی حالت میں ہے اس لئے اس کے خلاف اقرار کر سکتا ہے۔ اور دوسری صورت میں غلام آزاد ہو چکا ہے اس لئے اب اس کے خلاف کچھ اقرار نہیں کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ۱۸؎ اگر راہن نے مدبر بنا دیا تو بالاتفاق مدبر بنانا صحیح ہوگا، ہمارے نزدیک تو ظاہر ہے اور ایسے ہی امام شافعیؒ کے نزدیک بھی، اس لئے کہ مدبر بنانے سے انکے نزدیک بیچنا نہیں رک سکتا۔

لغت: مدبر: آقا یوں کہے کہ یہ غلام میرے مرنے کے بعد آزاد ہے تو اس کو، مدبر بنانا، کہتے ہیں۔

تشریح : راہن نے مدبر بنا دیا تو اس کا مدبر بنانا صحیح ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک جب آزاد کرنا جائز ہے تو مدبر بنانا بھی جائز ہے۔ اور امام شافعیؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ مدبر کو بیچ سکتا ہے اس لئے انکے یہاں بھی مدبر بنانا درست ہوگا۔

ترجمہ : ۱۹؎ اگر باندی رہن پر ہو اور راہن نے اس کو ام ولد بنا لیا تو بالاتفاق اس کو ام ولد بنانا درست ہے، اس لئے کہ دو حق میں سے ادنی سے جب ام ولد بنانا درست ہے، اور وہ ہے کہ باپ بیٹے کی باندی کو ام ولد بنا سکتا ہے تو اعلی حق سے بدرجہ اولی ام ولد بنا سکتا ہے۔

تشریح: ایک قاعدہ یاد رکھیں۔ باپ کا حق بیٹے پر بہت کم ہے پھر بھی وہ بیٹے کی باندی کو ام ولد بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے، اور راہن تو باندی کا حقیقی مالک ہے اس لئے وہ بدرجہ اولی باندی کو ام ولد بنا سکتا ہے۔

ترجمہ : ۲۰؎ اور جب مدبر بنانا اور ام ولد بنانا صحیح ہوا تو دونوں اب رہن سے نکل جائیں گے، کیونکہ اب رہن کا محل باقی نہیں رہا، اس لئے کہ دونوں کو بیچ کر قرض حاصل کرنا صحیح نہیں رہا۔

تشریح : حنفیہ کے نزدیک مدبر اور ام ولد کو بیچ نہیں سکتا، اب ان میں آزادگی کا شائبہ آ چکا ہے، اس لئے جب مدبر بنانا اور ام

الـرَّهْـنِ لِبُطْلَانِ الْمَحَلِّيَّةِ؛ إذْ لا يَصِحُّ اسْتِيفَاءُ الدَّيْنِ مِنْهُمَا ۲۱ فَإِنْ كَانَ الرَّاهِنُ مُوسِرًا ضَمِنَ قِيـمَتَهُمَا عَلَى التَّفْصِيلِ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ فِي الْإِعْتَاقِ وَإِنْ كَانَ مُعْسِرًا اسْتَسْعَى الْمُرْتَهِنُ الْمُدَبَّرَ وَأُمَّ الْـوَلَـدِ فِي جَـمِيـعِ الدَّيْنِ) ؛ لِأَنَّ كَسْبَهُمَا مَالُ الْمَوْلَى، بِخِلَافِ الْمُعْتَقِ حَيْثُ يَسْعَى فِي الْأَقَلِّ مِنْ الدَّيْنِ وَمِنْ الْقِيمَةِ؛ لِأَنَّ كَسْبَهُ حَقُّهُ، وَالْمُحْتَبَسُ عِنْدَهُ لَيْسَ إلَّا قَدْرَ الْقِيمَةِ فَلا يُزَادُ عَـلَيْهِ، وَحَقُّ الْمُرْتَهِنِ بِقَدْرِ الدَّيْنِ فَلا تَلْزَمُهُ الزِّيَادَةُ ۲۲ وَلا يَـرْجِعَانِ بِمَا يُؤَدِّيَانِ عَلَى الْمَوْلَى بَـعْـدَ يَسَـارِهِ؛ لِأَنَّهُـمَا أَدَّيَاهُ مِنْ مَالِ الْمَوْلَى، وَالْمُعْتَقُ يَرْجِعُ؛ لِأَنَّهُ أَدَّى مِلْكَهُ عَنْهُ وَهُوَ مُضْطَرٌّ

ولد بنانا صحیح ہوا تو اب وہ رہن میں رہیں گے

ترجمہ ۲۱ پس اگر راہن مالدار ہو تو ان دونوں کی قیمت کا ضامن ہوگا اس تفصیل پر جو ہم نے آزادگی والی صورت میں بیان کی ، اور اگر راہن غریب ہے تو ام ولد اور مدبر راہن کا پورا قرض کما کر ادا کریں گے، اس لئے کہ دونوں کی کمائی آقا کا مال ہے، بخلاف آزاد کے وہ قرض اور اس کی قیمت میں سے جو کم ہو وہ کما کر دیگا، اس لئے کہ آزاد کی کمائی اس کا اپنا حق ہے۔ اور مرتہن کے محبوس ہے وہ قیمت کی مقدار ہے اس لئے قیمت سے زیادہ لازم نہیں ہوگا ، اور مرتہن کا حق قرض کی مقدار ہے اس لئے اس سے زیادہ لازم نہیں ہوگا

تشریح :اگر راہن مالدار ہے تب مدبر اور ام ولد کی قیمت ادا کرے اور یہ قیمت مرتہن کے یہاں رہن رہے گی، اور اگر راہن غریب ہے تو مدبر اور ام ولد کما کر پورا قرض ادا کریں گے۔

وجہ :مدبر اور ام ولد ابھی تک آزاد نہیں ہوئے ہیں، بلکہ صرف آزادگی کا شائبہ آیا ہے، یہ ابھی بھی آقا کے مال ہیں اور معتق ،آزاد کرنے کی شکل میں وہ مکمل آزاد ہو چکا ہے اس لئے مدبر اور ام ولد پورا قرض ادا کریں گے، جبکہ آزاد اس کی قیمت میں اور قرض میں سے جو کم ہو وہ ادا کرے گا۔

وجہ:(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام آزاد ہو چکا ہے البتہ اس کی قیمت محبوس ہے اس لئے اگر قیمت کم ہے تو قیمت کی مقدار ہی کما کر دیگا، اور مرتہن کا حق قرض کی مقدار ہے اس لئے قرض کم ہے تو وہ کما کر دیگا (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ مدبر اور ام ولد آقا کا مال ہے، اس لئے جو کچھ کمائے گا وہ آقا کا مال ہوتا جائے گا اس لئے ان دونوں کو آقا کا پورا قرض ادا کرنا ہوگا ، اور آزاد غلام جو کچھ کمائے گا وہ اس کی اپنی ملکیت ہوگی اس لئے جتنی ضرورت ہے اتنا ہی کما کر آقا کا قرض ادا کرے گا۔

ترجمہ :۲۲ مدبر اور ام ولد نے جو کچھ ادا کیا وہ آقا کے مالدار ہونے کے بعد اس سے وصول نہیں کریں گے، اس لئے کہ ان دونوں نے آقا کے مال ہی کو ادا کیا ہے، اور آزاد شدہ غلام آقا سے وصول کرے گا اس لئے کہ اس نے اپنا مال ادا کیا ہے، البتہ وہ ادا کرنے میں مجبور تھا، جیسا کہ پہلے تفصیل گزر چکی۔

عَلَى مَا مَرَّ ۲۳؎ وَقِيلَ الدَّيْنُ إذَا كَانَ مُؤَجَّلًا يَسْعَى الْمُدَبَّرُ فِي قِيمَتِهِ قِنًّا؛ لِأَنَّهُ عِوَضُ الرَّهْنِ حَتَّى تُحْبَسَ مَكَانَهُ فَيَتَقَدَّرُ بِقَدْرِ الْعِوَضِ، بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَ حَالًّا؛ لِأَنَّهُ يَقْضِي بِهِ الدَّيْنَ، ۲۴؎ وَلَوْ أَعْتَقَ الرَّاهِنُ الْمُدَبَّرَ وَقَدْ قَضَى عَلَيْهِ بِالسِّعَايَةِ أَوْ لَمْ يَقْضِ لَمْ يَسْعَ إلَّا بِقَدْرِ الْقِيمَةِ؛ لِأَنَّ كَسْبَهُ بَعْدَ الْعِتْقِ مِلْكُهُ، وَمَا أَدَّاهُ قَبْلَ الْعِتْقِ لَا يَرْجِعُ بِهِ عَلَى مَوْلَاهُ لِأَنَّهُ أَدَّاهُ مِنْ مَالِ الْمَوْلَى(۵۴۶) قَالَ: وَكَذَلِكَ لَوْ اسْتَهْلَكَ الرَّاهِنُ الرَّهْنَ﴾ ۱؎ لِأَنَّهُ حَقٌّ مُحْتَرَمٌ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ بِالْإِتْلَافِ، وَالضَّمَانُ رَهْنٌ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ لِقِيَامِهِ مَقَامَ الْعَيْنِ

تشریح: واضح ہے ۔

ترجمہ: ۲۳؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر قرض تاخیر والا ہوتو مدبر بھی اپنی قیمت کما کر دیگا اس لئے کہ یہ رہن کا بدلہ ہیا ور یہ قیمت غلام کی جگہ پر رہن پر رکھی جائے گی اس لئے معوض کی مقدار کا اندازہ ہوگا ، بخلاف جبکہ قرض فوری والا ہو [تو پورا قرض ادا کرنا ہوگا] کیونکہ اس سے قرض ادا کیا جائے گا۔

تشریح :بعض حضرات نے یہ فرمایا کہ اگر قرض موخر والا ہےتو مدبر بھی اپنی قیمت کما کر دیگا اور یہ قیمت غلام کی جگہ پر رہن رہے گی ،اور اگر قرض فی الحال ادا کرنا ہےتو پورا قرض کما کر دیگا تا کہ اس سے آقا کا قرض ادا کیا جائے۔

وجہ : پہلے رہن میں غلام تھا ،اور مدبر بننے سے وہ فوت ہو گیا تو اب اس کی قیمت ادا کرے گا تا کہ غلام کی جگہ پر رہن ہو جائے ۔یتقدر بقدر المعوض: کا یہی مطلب ہے۔

ترجمہ: ۲۴؎ اگر راہن نے مدبر کو آزاد کر دیا تو اس پر کمائی کا فیصلہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہوتو وہ اپنی قیمت کی مقدار ہی کما کر دیگا ،اس لئے آزاد ہونے کے بعد اس کی کمائی اس کی ملکیت ہوگئی ،اور آزاد ہونے سے پہلے جو کچھ کمایا کر دیا ہے وہ اپنے آقا سے نہیں لیگا ،اس لئے کہ وہ آقا ہی کا مال تھا۔

تشریح : مدبر رہن پر تھا آقا نے اس کو آزاد کر دیا تو اس پر کما کر دینے کا فیصلہ ہوا ہو یا نہ ہووہ اپنی قیمت کے مطابق ہی کما کر دیگا ، کیونکہ وہ اب آزاد ہو چکا ہے اور اس کا حکم آزاد کا حکم ہوگا ،اور آزاد ہونے سے پہلے جو کچھ کما کر مرتہن کو دیا ہے وہ آقا سے وصول نہیں کرے گا ، کیونکہ غلامت کی حالت میں جو کچھ کمایا وہ آقا ہی کا مال تھا اس لئے اب آقا سے واپس لینے کا حق نہیں ہے

ترجمہ:(۵۴۶) ایسے ہی اگر راہن نے رہن ہلاک کر دیا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ رہن محترم حق ہے اور ہلاک ہونے پر اس کا ضمان لازم ہوتا ہے ،اور یہ ضمان مرتہن کے ہاتھ میں رہن رہے گا ، کیونکہ یہ عین مرہون کے قائم مقام ہے۔

تشریح :اگر راہن نے مرتہن کے پاس سے رہن ہلاک کر دیا تو راہن کو اس کی قیمت مرتہن کے پاس رہن رکھنا ہوگا تا کہ

(۵۴۷) فَإِنْ اسْتَهْلَكَهُ أَجْنَبِيٌّ فَالْمُرْتَهِنُ هُوَ الْخَصْمُ فِي تَضْمِينِهِ فَيَأْخُذُ الْقِيمَةَ وَتَكُونُ رَهْنًا

وثیقہ بحال رہے۔

وجہ: رہن ایک قرض وصول کرنے کا ایک وثیقہ تھا اور محترم مال تھا جس کے ہلاک کرنے پر ضمان لازم آتا تھا اس لئے اس نے شیء مرہون کو ہلاک کیا تو اس کا ضمان دینا ہوگا، اور وہ قیمت اب رہن کی جگہ پر رہے گی۔

ترجمہ: (۵۴۷) اور اگر رہن کو اجنبی نے ہلاک کر دیا تو مرتہن ہی اس کے ضمان لینے میں مدعی ہوگا۔ اور یہ قیمت مرتہن کے قبضے میں رہن رہے گی۔

تشریح: مرتہن کے قبضہ میں شیء مرہون تھی۔ اسی حال میں کسی اجنبی نے اس کو ہلاک کر دیا تو مرتہن ہی اس کا ضمان لینے کا مدعی بنے گا۔ اور وہی ضمان لینے کی ساری کاروئی کرے گا۔ اور جب یہ قیمت اس کے ہاتھ میں آئی گی تو یہ اس کے یہاں رہن رہے گی۔

وجہ: شیء مرہون اسی کی ضمانت میں اور قبضہ میں تھی۔ اس لئے وہی ضمان لینے اور کاروائی کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔

اصول: جو کسی چیز کا ذمہ دار ہوتا ہے وہی ساری کاروائی کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔

وجہ: (۱) یہ سب اصول اور احکام ان احادیث سے مستنبط ہیں جن میں یہ ہے کہ ایسی شرطیں لگانا جائز ہیں جن سے کسی فریق کو نقصان سے بچایا جائے۔ حدیث میں ان کا ثبوت ہے۔ **عن ابن عباس قال کان العباس ابن عبد المطلب اذا دفع مالا مضاربة اشترط علی صاحبه ان لا یسلک به بحرا ولا ینزل به وادیا ولا یشتری به ذا کبد رطبة فان فعله فهو ضامن فرفع شرطه الی رسول الله ﷺ فاجازه** (دار قطنی، کتاب البیوع ج ثالث ص۶۴ نمبر ۳۰۶۲) اس حدیث میں حضرت عباسؓ نے مضارب سے یہ شرط لگائی کہ اس مال کو لیکر سمندر میں سفر نہیں کریں گے نہ وادی میں مقیم ہوں گے اور نہ جاندار چیز کو خریدیں گے۔ اور حضورؐ نے ان کو جائز قرار دیا۔ یہ شرطیں لگانا یا ان کی رعایت کرنا جائز ہیں جن سے کسی فریق کو نقصان سے بچایا جائے۔

مسائل رہن انہیں اصول پر متفرع ہیں۔ اس کے علاوہ ان دو حدیثوں سے بھی مسائل متفرع ہیں۔ (۱) **عن ابی سعید الخدری ان رسول الله ﷺ قال لا ضرر ولا ضرار من ضار ضره الله ومن شاق شق الله علیه** (دار قطنی، کتاب البیوع ج ثالث ص۶۴ نمبر ۳۰۶۰) کہ کسی کو نقصان نہیں دینا چاہئے۔ (۲) اور دوسری حدیث ہے۔ **عن عمرو بن یثربی قال شهدت رسول الله ﷺ فی حجة الوداع بمنی فسمعته یقول لا یحل لامرء من مال اخیه شیء الا ما طابت به نفسه** (دار قطنی، کتاب البیوع ج ثالث ص۲۲ نمبر ۲۸۶۰) اس حدیث میں ہے کہ بغیر خوشی کے کسی کا مال کھانا حلال نہیں ہے۔ اسی لئے مسائل رہن میں اس کی رعایت رکھی کہ بغیر راہن اور مرتہن کی رضامندی کے شیء مرہون میں تصرف کرنا یا اس کی شرطوں میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

فِي يَدِهِ﴾ ١ لِأَنَّهُ أَحَقُّ بِعَيْنِ الرَّهْنِ حَالَ قِيَامِهِ فَكَذَا فِي اسْتِرْدَادِ مَا قَامَ مَقَامَهُ، ٢ وَالْوَاجِبُ عَلَى هَذَا الْمُسْتَهْلِكِ قِيمَتُهُ يَوْمَ هَلَكَ، فَإِنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ يَوْمَ اسْتَهْلَكَهُ خَمْسَمِائَةٍ وَيَوْمَ رَهَنَ أَلْفًا غَرِمَ خَمْسَمِائَةٍ وَكَانَتْ رَهْنًا وَسَقَطَ مِنْ الدَّيْنِ خَمْسُمِائَةٍ فَصَارَ الْحُكْمُ فِي الْخَمْسِمِائَةِ الزِّيَادَةَ كَأَنَّهَا هَلَكَتْ بِآفَةٍ سَمَاوِيَّةٍ، ٣ وَالْمُعْتَبَرُ فِي ضَمَانِ الرَّهْنِ الْقِيمَةُ يَوْمَ الْقَبْضِ لَا يَوْمَ الْفِكَاكِ؛ لِأَنَّ الْقَبْضَ السَّابِقَ مَضْمُونٌ عَلَيْهِ؛ لِأَنَّهُ قَبْضُ اسْتِيفَاءٍ، ٤ إلَّا أَنَّهُ يَتَقَرَّرُ عِنْدَ الْهَلَاكِ

ترجمہ: ١ اس لئے کہ مرتہن عین رہن کا زیادہ حقدار تھا جب وہ موجود تھا تو جو اس کے قائم مقام ہے اس کے لوٹانے میں بھی وہ زیادہ حقدار ہوگا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ شی ءمرہون کا زیادہ حقدار مرتہن تھا، اس لئے اس کی قیمت کے لوٹانے کا زیادہ حقدار بھی وہی ہوگا، یعنی مرتہن ہی کو قیمت لوٹنے کی کاروائی کرنی پڑے گی۔

ترجمہ: ٢ ہلاک کرنے والے پر ہلاک کرنے کے دن کی قیمت واجب ہوگی، مثلا جس دن ہلاک کیا اس دن اس کی قیمت پانچ سو درہم تھی، اور رہن رکھنے کے دن کی قیمت ایک ہزار تھی، تو پانچ سو ہی کا ضمان لیگا اور وہ رہن پر رہے گا، اور باقی پانچ سو ساقط ہو جائے گا، اور جو پانچ سو زیادہ تھا گویا کہ وہ آفت سے ہلاک ہو گیا۔

تشریح: جس اجنبی نے ہلاک کیا اس سے جس دن ہلاک کیا ہے اس دن کی قیمت لیگا، اور وہ قیمت اگر کم ہے تو یہ مرتہن کا گیا۔ مثلا جس دن رہن پر رکھا تھا اس دن اس غلام کی قیمت ایک ہزار ہے، اور جس دن ہلاک کیا اس دن اس کی قیمت پانچ سو ہے تو ہلاک کرنے والے سے پانچ سو ہی لیگا اور باقی جو پانچ سو کا گھاٹا ہوا یہ مرتہن کا گیا، کیونکہ پہلے یہ گزر چکا ہے کہ آفت سماوی سے شی ءمرہون ہلاک ہو جائے تو مرتہن کا قرض اس سے ساقط ہو جاتا ہے، اس لئے یہاں بھی مرتہن کا پانچ سو کا گھاٹا ہوگا۔

ترجمہ: ٣ اور رہن کے ضمان لگانے میں قبضے کے دن کا اعتبار ہے، چھڑانے کے دن کا اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ شروع میں جو قبضہ ہوا اسی ضمان کا اعتبار ہوتا ہے، اس لئے یہ قبضہ وصول کرنے کا قبضہ ہے۔

تشریح: مثلا جون میں رہن کے غلام پر قبضہ کیا اور اس وقت اس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی تو اسی دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے، راہن جس دن چھڑا رہا ہے اس دن کی قیمت کا اعتبار نہیں ہے۔

وجہ: مرتہن قرض وصول کرنے کے لئے غلام رہن پر رکھ رہا ہے اس لئے جس دن قبضہ کر رہا ہے اس دن کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا۔

ترجمہ: ٤ مگر یہ کہ غلام کے ہلاک ہونے کے وقت یہ قیمت ثابت ہوگی۔

(۵۴۸)وَلَوْ اسْتَهْلَكَهُ الْمُرْتَهِنُ وَالدَّيْنُ مُؤَجَّلٌ غَرِمَ الْقِيمَةَ[؛ لِأَنَّهُ أَتْلَفَ مِلْكَ الْغَيْرِ] (وَكَانَتْ رَهْنًا فِي يَدِهِ حَتَّى يَحِلَّ الدَّيْنُ﴾ا لِأَنَّ الضَّمَانَ بَدَلُ الْعَيْنِ فَأَخَذَ حُكْمَهُ(۵۴۹) وَإِذَا حَلَّ الدَّيْنُ وَهُوَ عَلَى صِفَةِ الْقِيمَةِ اسْتَوْفَى الْمُرْتَهِنُ مِنْهَا قَدْرَ حَقِّهِ[لِأَنَّهُ جِنْسُ حَقِّهِ] (ثُمَّ إِنْ كَانَ فِيهِ فَضْلٌ يَرُدُّهُ عَلَى الرَّاهِنِ﴾ا لِأَنَّهُ بَدَلُ مِلْكِهِ وَقَدْ فَرَغَ عَنْ حَقِّ الْمُرْتَهِنِ (۵۵۰)وَإِنْ نَقَصَتْ عَنْ الدَّيْنِ بِتَرَاجُعِ السِّعْرِ إِلَى خَمْسِمِائَةٍ وَقَدْ كَانَتْ قِيمَتُهُ يَوْمَ الرَّهْنِ أَلْفًا وَجَبَ

تشریح : یہ ایک اشکال کا جواب ہے۔اشکال یہ ہے کہ جب قبضے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے،اور درمیان میں غلام کی قیمت گھٹ جائے تو راہن گھٹی ہوئی قیمت دیکر غلام واپس لے لے،تو اس کا جواب دیا کہ غلام ہلاک ہوگا تب گھٹی ہوئی قیمت ثابت ہوگی ،اور مقرر ہوگی ،لیکن اگر غلام ہلاک نہیں ہوا تو گھٹی ہوئی قیمت کا پتہ نہیں چلے گا اس صورت میں پورا ہی قرض ادا کر کے غلام چھڑائے گا۔

ترجمہ :(۵۴۸)اگر مرتہن نے شیء مرہون کو ہلاک کر دیا،اور قرض موخر والا تھا تو اس سے اس کی قیمت لی جائے گی [کیونکہ دوسرے کی چیز ہلاک کی ہے]اور قرض ادا کرنے کے وقت یہ قیمت مرتہن کے ہاتھ میں رہن رہے گی۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ ضمان عین کا بدل ہے،اس لئے ضمان کو عین کی جگہ پر لیا جائے گا۔

تشریح : مرتہن نے رہن کے غلام کو ہلاک کر دیا تو اس سے غلام کی قیمت لی جائے گی، کیونکہ دوسرے کے غلام کو ہلاک کیا ہے،اوراس قیمت کو مرتہن کے ہاتھ میں رہن پر رکھی جائے گی۔

وجہ :عین غلام مرتہن کے ہاتھ میں رہن تھا تو اس کا جو بدل ہے،یعنی اس کی قیمت تو اب یہ اس کی جگہ پر رہن رہے گی۔اس لئے کہ بدل کا حکم وہی ہوتا ہے جو عین کا حکم ہے۔

ترجمہ :(۵۴۹)پس جب قرض ادا کرنے کا وقت آ جائے اور قیمت قرض کی جنس سے ہو تو مرتہن اپنے حق کے برابر وصول کر لے گا،[اس لئے کہ اسکے قرض کی جنس میں سے ہے] پھر اگر اس سے زیادہ ہو گیا تو اس کو راہن پر واپس کر دیگا۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ یہ راہن کی ملک کا بدل ہے اور مرتہن اپنا حق لے چکا ہے۔

تشریح :غلام کے ہلاک ہونے پر مرتہن نے ضمان دیا تھا اور وہ ضمان مرتہن کے پاس رہن پر تھا،اور جس جنس کا قرض تھا اسی جنس کا ضمان بھی تھا مثلا قیمت درہم تھی اور ضمان بھی درہم ہی تھا اور قرض ادا کرنے کا وقت آ گیا تو مرتہن اس قیمت سے اپنے قرض کی مقدار لے لے گا اور جو باقی بچے گا وہ راہن کو واپس کر دیگا، کیونکہ یہ مال راہن ہی کا ہے۔

ترجمہ :(۵۵۰)اور اگر غلام کی قیمت بھاو کے الٹ پھیر سے پانچ سو ہو گیا، جبکہ رہن رکھنے کے دن اس کی قیمت ایک ہزار تھی تو مرتہن پر ہلاک کرنے کی وجہ سے پانچ سو لازم ہوگی ،اور قیمت کم ہونے کی وجہ سے پانچ سو قرض میں سے ساقط

بـالاستهلاک خمسمائة وسقط من الدين خمسمائة ۞ ل لأن ما انتقص كالهالک وسقط الدين بقدره، وتعتبر قيمته يوم القبض فهو مضمون بالقبض السابق لا بتراجع السعر، ووجب عليه الباقي بالإتلاف وهو قيمته يوم أتلف (۱۵۵) قال وإذا أعار المرتهن الرهن للراهن ليخدمه أو ليعمل له عملا فقبضه خرج من ضمان المرتهن ۞ ل لمنافاة بين يد

ہو جائے گا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ جو قیمت کم ہوئی وہ بھی گویا کہ ہلاک ہی ہوئی ہے، اس لئے اس کی مقدار قرض ساقط ہو جائے گا، اور قبضے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ اور بھاو کے الٹ پھیر کا اعتبار نہیں ہوگا، اور ہلاک کرنے کی وجہ سے باقی قیمت واجب ہوگی ، اور وہ ہلاک کرنے کے دن کی قیمت ہے۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ رہن رکھنے کے دن غلام کی قیمت ایک ہزار ہے، اور ہلاک ہونے کے دن پانچ سو ہے تو ایک ہی ہزار شمار کر کے مرتہن کا پورا ایک ہزار ادا کیا ہوا مانا جائے گا۔

تشریح : رہن رکھنے کے دن غلام کی قیمت ایک ہزار تھی، جس دن مرتہن سے ہلاک ہوا اس کی قیمت پانچ سو درہم تھی، اب یہاں دو باتیں ہیں [۱] ایک غلام کی قیمت پانچ سو گھٹ گئی یہ رقم مرتہن کے قرض سے ساقط ہو جائے گی اور گویا کہ مرتہن نے اپنا پانچ سو وصول کر لیا [۲] دوسرا مرتہن نے غلام ہلاک کیا جس کی قیمت ابھی پانچ سو رہ گئی تھی، یہ پانچ سو بھی مرتہن نے پا لیا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ مرتہن نے اپنا ایک ہزار وصول کر لیا۔

وجہ: رہن رکھنے کے دن کی قیمت اصل ہے، اور بعد میں جو کمی آئی یہ مرتہن کے ذمے ہے، راہن کے ذمے نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۵۵) اگر مرتہن نے شیء مرہون راہن کو عاریت پر دی تا کہ اس کی خدمت کرے یا اس کا کوئی کام کر یا ور راہن نے غلام پر قبضہ کر لیا تو اب غلام مرتہن کی ذمے داری سے نکل گیا۔

تشریح: مرتہن نے شیء مرہون راہن کو عاریت کے طور پر دیدی اور راہن نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تو جس کی چیز تھی اس کے پاس واپس آ گئی۔ اور مرتہن کے قبضہ سے نکل گئی۔ اس لئے وہ چیز مرتہن کے ضمان میں نہیں رہی۔ اب اگر ہلاک ہوگئی تو راہن کی چیز ہلاک ہوگی۔ مرتہن کی ہلاک نہیں ہوگی۔

وجہ: کیونکہ اس کے قبضہ میں شیء مرہون آ گئی ہے۔

ترجمہ: ل کیونکہ عاریت کے قبضے میں اور رہن کے قبضے میں منافات ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔ عاریت میں ہلاک ونے سے ضمان لازم نہیں ہوتا، اور رہن میں ہلاک ہونے سے ضمان لازم ہوتا ہے، اور مرتہن کا قبضہ رہن کا ہے اس لئے جب راہن کو عاریت پر دے دیا تو اب وہ غلام رہن پر نہیں رہے گا، کیونکہ دونوں

الْعَارِيَّةِ وَيَدِ الرَّهْنِ (۵۵۲)فَإِنْ هَلَكَ فِي يَدِ الرَّاهِنِ هَلَكَ بِغَيْرِ شَيْءٍ ﴾ ۱ لِفَوَاتِ الْقَبْضِ الْمَضْمُونِ ۲ وَلِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يَسْتَرْجِعَهُ إِلَى يَدِهِ ؛ لِأَنَّ عَقْدَ الرَّهْنِ بَاقٍ إِلَّا فِي حُكْمِ الضَّمَانِ فِي الْحَالِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ هَلَكَ الرَّاهِنُ قَبْلَ أَنْ يَرُدَّهُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ كَانَ الْمُرْتَهِنُ أَحَقَّ بِهِ مِنْ سَائِرِ الْغُرَمَاءِ، وَهَذَا؛ لِأَنَّ يَدَ الْعَارِيَّةِ لَيْسَتْ بِلَازِمَةٍ ۳ وَالضَّمَانُ لَيْسَ مِنْ لَوَازِمِ الرَّهْنِ عَلَى كُلِّ حَالٍ؛ أَلَا تَرَى أَنَّ حُكْمَ الرَّهْنِ ثَابِتٌ فِي وَلَدِ الرَّهْنِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَضْمُونًا بِالْهَلَاكِ،

کے درمیان منافات ہے۔

ترجمہ:(۵۵۲)پس اگر راہن کے ہاتھ میں ہلاک ہوئی تو بغیر کسی چیز کے ہلاک ہوگی۔

ترجمہ :۱ کیونکہ عاریت کے قبضے سے ضمان کا قبضہ فوت ہو چکا ہے۔

تشریح :شی ءمرہون راہن کی چیز تھی قبضہ کرنے کی وجہ سے راہن کے پاس آ گئی اور اس کے پاس ہلاک ہوگئی تو اس کو کچھ بھی نہیں دینا پڑے گا۔

وجہ: کیونکہ اسی کی چیز تھی اسی کے پاس ہلاک ہوئی ہے۔اس کی قیمت کس کو دے گا؟

ترجمہ :۲ مرتہن کے لئے یہ جائز ہے شی ءمرہون کو پھر سے واپس لے لے اس لئے کہ رہن کا عقد ابھی بھی باقی ہے، ہاں جب تک واپس نہیں لیتا مرتہن پر ضمان لازم نہیں ہوگا، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ مرتہن کو واپس لینے سے پہلے راہن مر جائے تو اور قرض خواہوں سے مرتہن کا حق زیادہ ہوگا،اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عاریت پر دینے کی وجہ سے ہمیشہ دے دینا لازم نہیں آتا۔

تشریح :اس لمبی عبارت میں تین باتیں بتانا چاہتے ہیں[۱]ایک بات تو یہ کہ مرتہن نے راہن کو اس کے مانگنے پر دیا ہے، اس لئے اس کو واپس بھی لے سکتا ہے،مرتہن کا حق اس کے ساتھ ابھی متعلق ہے۔[۲]دوسری بات یہ بتا رہے ہیں کہ مرتہن نے جب تک واپس اپنی ذمہ داری میں نہیں لیا ہے مرتہن پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا[۳]اور تیسری بات یہ کہ بعض ایسی بھی صورت ہے کہ چیز رہن پر رہتے ہوئی مرتہن پر اس کا ضمان لازم نہیں آتا۔

لغت:لو ھلک الراھن الخ :مرتہن کو شی ءمرہون دینے سے پہلے خود راہن مر جائے تو شی ءمرہون کا سب سے زیادہ حقدار مرتہن ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شی ءمرہون کو راہن کو دینے کے باوجود مرتہن اس کا زیادہ حقدار ہے۔

ترجمہ :۳ ضمان دینا ہر حال میں رہن کے لوازم میں سے نہیں ہے،کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ رہن کے بچے میں رہن کا حکم ثابت ہے لیکن اس کے ہلاک ہونے سے ضمان نہیں ہے۔

تشریح :ہر حال میں رہن پر ضمان ہو ایسا نہیں ہے،اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔زید نے گائے رہن پر رکھا،اس گائے کو بچہ ہوا تو وہ بچہ بھی رہن پر رہے گا،لیکن اس کے ہلاک ہونے پر ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ یہ بچہ امانت کے طور پر ہے،اس

۴ وَإِذَا بَقِيَ عَقْدُ الرَّهْنِ فَإِذَا أَخَذَهُ عَادَ الضَّمَانُ؛ لِأَنَّهُ عَادَ الْقَبْضُ فِي عَقْدِ الرَّهْنِ فَيَعُودُ بِصِفَتِهِ (٥٥٣)وَكَذٰلِکَ لَوْ أَعَارَهُ أَحَدُهُمَا أَجْنَبِيًّا بِإِذْنِ الْآخَرِ سَقَطَ حُكْمُ الضَّمَانِ﴾ ١ لِمَا قُلْنَا وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يَرُدَّهُ رَهْنًا كَمَا كَان ؛ لِأَنَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَقًّا مُحْتَرَمًا فِيهِ ٢ وَهٰذَا بِخِلَافِ الْإِجَارَةِ وَالْبَيْعِ وَالْهِبَةِ مِنْ أَجْنَبِيٍّ إِذَا بَاشَرَهَا أَحَدُهُمَا بِإِذْنِ الْآخَرِ حَيْثُ يَخْرُجُ عَنْ الرَّهْنِ فَلَا يَعُودُ إِلَّا بِعَقْدٍ مُبْتَدَإٍ ٣ وَلَوْ مَاتَ الرَّاهِنُ قَبْلَ الرَّدِّ إِلَى الْمُرْتَهِنِ يَكُونُ الْمُرْتَهِنُ

مثال سے ثابت ہوا کہ رہن ہر حال میں ضمان کے لئے نہیں ہے۔

ترجمہ :۴ اور جب رہن باقی ہے تو مرتہن جب شیء مرہون کو واپس لیگا تو ضمان لوٹ آئے گا، اس لئے کہ عقد رہن میں قبضہ لوٹا آیا تو وہ اپنی صفت کے ساتھ لوٹے گا۔

تشریح: راہن کو عاریت پر دی ہوئی شیء مرہون کو مرتہن نے واپس لے لیا تو اب مرتہن پر اس کا ضمان لازم ہوگا، اور شیء مرہون ہلاک ہونے سے اس کا قرض ساقط ہو جائے گا۔

وجہ: مرتہن کا قبضہ واپس ہو گیا تو اس پر ضمان بھی واپس لازم ہوگا۔

ترجمہ :(۵۵۳) ایسے ہی اگر راہن اور مرتہن میں سے کوئی ایک دوسرے کی اجازت سے اجنبی آدمی کو عاریت پر دے دیا تو ضمان کا حکم ساقط ہو جائے گا۔

ترجمہ :١ اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کیا، اور دونوں کو یہ حق ہوگا کہ واپس لا کر رہن پر رکھے جیسے پہلے رہن پر تھا اس لئے کہ دونوں کا محترم حق ہے۔

تشریح : پہلے تھا کہ راہن کو عاریت پر دیا، یہاں یہ ہے کہ دونوں کی رضامندی سے کسی تیسرے آدمی کو شیء مرہون عاریت پر دیا، تو اب نہ مرتہن کے ضمان میں رہے گا اور نہ راہن کے ضمان میں رہے گا، کیونکہ یہ چیز تیسرے کے ہاتھ میں جا چکی ہے اور وہ بھی عاریت پر جا چکی ہے، جو امانت کی چیز ہوتی ہے، اس لئے شیء مرہون کے ہلاک ہونے سے کسی پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔ البتہ راہن اور مرتہن دونوں کو یہ حق ہوگا کہ یہ شیء مرہون واپس لائیں اور رہن پر رکھ دیں، کیونکہ ابھی بھی رہن کا عقد باقی ہے، ختم نہیں ہوا ہے، اور دونوں کا حق متعلق ہے۔

ترجمہ :٢ بخلاف غلام کو اجنبی کو اجرت پر دینے، اور بیچ دینے اور ہبہ پر دینے کے، اگر راہن اور مرتہن میں سے ایک نے دوسرے کی اجازت سے یہ کیا تو شیء مرہون رہن سے نکل جائے گی اور نئے سرے سے رہن پر رکھے بغیر واپس نہیں آئے گی۔

تشریح : یہاں سے عاریت پر دینے اور بیچنے، اجرت پر دینے اور ہبہ کرنے کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں۔ بیع اور اجرت اور ہبہ عقد لازم ہیں اس لئے یہ کرنے سے رہن ٹوٹ جائے گا، اور جب تک دوبارہ رہن پر نہیں رکھے شیء مرہون رہن

أُسْوَةً لِلْغُرَمَاءِ ؛ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِالرَّهْنِ حَقٌّ لَازِمٌ بِهَذِهِ التَّصَرُّفَاتِ فَيَبْطُلُ بِهِ حُكْمُ الرَّهْنِ، أَمَّا بِالْعَارِيَّةِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ حَقٌّ لَازِمٌ فَافْتَرَقَا(۵۵۴)وَإِذَا اسْتَعَارَ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ مِنْ الرَّاهِنِ لِيَعْمَلَ بِهِ فَهَلَكَ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ فِي الْعَمَلِ هَلَكَ عَلَى ضَمَانِ الرَّهْنِ[لِبَقَاءِ يَدِ الرَّهْنِ]وَكَذَا إذَا هَلَكَ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ الْعَمَلِ[لِارْتِفَاعِ يَدِ الْعَارِيَّةِ]وَلَوْ هَلَكَ فِي حَالَةِ الْعَمَلِ هَلَكَ بِغَيْرِ ضَمَانٍ۞ا لِثُبُوتِ يَدِ الْعَارِيَّةِ بِالِاسْتِعْمَالِ، وَهِيَ مُخَالِفَةٌ لِيَدِ الرَّاهِنِ فَانْتَفَى الضَّمَانُ

پرنہیں ہوگی۔اس کے برخلاف عاریت عقدلازم نہیں اس لئے عاریت پر دینے سے رہن نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ :۳؎ اوراگر رہن کومرتہن کے پاس لوٹانے سے پہلے مرگیا تو مرتہن سب قرض خواہوں کے برابر ہوگا اس لئے کہ ان تصرافات کی وجہ سے سب کا حق متعلق ہوگیا اور رہن کا حکم ختم ہوگیا۔

تشریح :مثلا راہن نے شیء مرہون کو بیچ دیا،اورشیء مرہون کو دوبارہ مرتہن کے پاس رہن کے طور پرنہیں رکھا تو پہلا رہن ٹوٹ چکا ہے،اوردوسری بات یہ ہے کہ مشتری کا حق اس شیء مرہون کے ساتھ لازم ہو چکا ہے۔اس درمیان راہن مرگیا تو یہ شیء مرہون مرتہن کو نہیں ملے گی بلکہ جس طرح اور قرض خواہ کو راہن کے مال میں حصہ ملے گا اسی طرح مرتہن کو بھی حصہ ہی ملے گا پوری شیء مرہون نہیں ملے گی

وجہ :(۱)اس لئے کہ شیء مرہون کے ساتھ مرتہن کا کوئی تعلق باقی نہیں رہا،اس کے برخلاف عاریت کی صورت میں رہن نہیں ٹوٹا اس لئے اس میں مرتہن کا حق موجود ہے اس لئے اس لئے شیء مرہون مرتہن کو ملے گی۔(۲)دوسری بات یہ ہے کہ بیع، ہبہ اوراجرت کی صورت میں دوسرے کا حق اس کے ساتھ لازم ہو چکا ہے اس لئے مرتہن کو پوری شیء مرہون نہیں ملے گی بلکہ دوسرے قرض خواہوں کے ساتھ حصہ دار بنے گا۔

لغت: اسوۃ للغرماء: یہ محارہ ہے، جتنا حق اورقرض خواہ کو ملے گا اتنا ہی اس کو بھی ملے گا اس کو ,اسوۃ للغرماء، کہتے ہیں۔

ترجمہ :۴؎ بہرحال عاریت تو وہ حق لازم نہیں ہے[اسلئے اس سے رہن نہیں ٹوٹا]اس لئے بیع سے اس کا مسئلہ جدا ہوگیا

تشریح:عاریت پراجنبی کو دیا تو اس سے اجنبی کا حق لازم نہیں ہوگیا،اس لئے جب چاہے اس سے لیکر رہن پر رکھ سکتا ہے اس لئے رہن ٹوٹا ہی نہیں اسلئے اگر اس درمیان راہن مرا تو شیء مرہون پوری کی پوری مرتہن کو مل جائے گی، کیونکہ اسی کی ہے

ترجمہ :(۵۵۴)مرتہن نے راہن سے شیء مرہون عاریت پر لی تا کہ اس سے کام لیا جائے اور کام میں لگنے سے پہلے شیء مرہون ہلاک ہوگئی تو رہن والا ضمان پر ہلاک ہوگی[کیونکہ رہن کا قبضہ باقی ہے]ایسے ہی کام سے فارغ ہونے کے بعد ہلاک ہوئی تو ضمان کا ہلاک ہوگا[اس لئے کہ عاریت کا قبضہ ختم ہوگیا اوراگر کام کی حالت میں شیء مرہون ہلاک ہوئیتو بغیر ضمان کے ہلاک ہوگی۔

(۵۵۵) وَكَذَا إِذَا أَذِنَ الرَّاهِنُ لِلْمُرْتَهِنِ بِالِاسْتِعْمَالِ ﴿١﴾ لِمَا بَيَّنَّاهُ (۵۵۶) وَمَنْ اسْتَعَارَ مِنْ غَيْرِهِ ثَوْبًا لِيَرْهَنَهُ فَمَا رَهَنَهُ بِهِ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ فَهُوَ جَائِزٌ ﴿١﴾ لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ بِإِثْبَاتِ مِلْكِ الْيَدِ

ترجمہ:۱؎ اسلئے کہ استعمال کرتے وقت عاریت کا ثبوت ہے اور وہ رہن کے قبضے کے مخالف ہے اس لئے ضمان نہیں ہوگا

اصول: شیء مرہون کو استعمال کر رہا ہو تو وہ عاریت کا استعمال ہوگا، اور استعمال سے پہلے اور استعمال کے بعد رہن کا قبضہ شمار کیا جائے گا،

اصول: اور پہلے قاعدہ گزر چکا ہے کہ رہن کے قبضے کے وقت ہلاک ہوگا تو مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا۔ اور عاریت کے قبضے کے وقت ہلاک ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ وہ امانت کی چیز ہوتی ہے۔

تشریح: مرتہن نے شیء مرہون کو کام کے لئے راہن سے عاریت پر لی، اب یہاں تین حالت ہیں [۱] کام میں لگانے سے پہلے اس پر رہن کا قبضہ ہے اس حالت میں ہلاک ہوگا تو مرتہن کو ضمان دینا ہوگا، اور مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا۔

[۲] کام سے فارغ ہونے کے بعد بھی رہن کا قبضہ ہوگا، اس حالت میں ہلاک ہوگا تو مرتہن کو ضمان دینا ہوگا، اور مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا۔

[۳] کام کرتے وقت میں عاریت کا قبضہ شمار ہوگا، اور شیء مرہون ہلاک ہوگی تو مرتہن کو ضمان نہیں دینا ہوگا، اور نہ اس کا قرضہ ساقط ہوگا، کیونکہ عاریت کا قبضہ امانت کا قبضہ شمار ہوتا ہے۔

ترجمہ: (۵۵۵) ایسے ہی راہن نے مرتہن کو استعمال کی اجازت دی [تو تینوں صورتیں بنے گی] اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے اوپر بیان کی۔

تشریح: اوپر کی صورت یہ تھی کہ راہن نے شیء مرہون کو عاریت پر دی، اس صورت میں یہ ہے کہ شیء مرہون رہن پر ہی تھی، لیکن استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔ تو استعمال کرتے وقت عاریت ہوگی، اور استعمال سے پہلے اور استعمال سے فارغ ہونے کے بعد رہن شمار ہوگا اور اس وقت میں ہلاک ہونے پر مرتہن پر ضمان لازم ہوگا، اور اس کا قرضہ ساقط ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۵۵۶) کسی نے دوسرے سے کپڑا مانگ کر لیا تا کہ اس کو رہن پر رکھے تو تھوڑے یا زیادہ پر رہن پر رکھنا جائز ہے

تشریح: مثلا زید نے عمر سے کپڑا مانگا کہ اس کو رہن پر رکھ کر کچھ قرض لوں گا، اور عمر نے کم بیش رقم کی قید نہیں لگائی تو زید کے لئے جائز ہے زیادہ اور کم میں رہن رکھ دے۔

وجہ: کپڑا عمر کا ہے اس کو دیکر قرض بھی ادا کر سکتا ہے تو اس کو رہن پر رکھنے کے لئے بھی دے سکتا ہے۔ پھر کم بیش کی قید نہیں لگائی ہے اس لئے زید کے لئے جائز ہے کہ کم میں رہن پر رکھے اور یہ بھی جائز ہے کہ زائد لیکر رہن پر رکھے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ قبضے کے ثابت کرنے میں تبرع کر رہا ہے تو مالک بنانے پر قیاس کیا جائے گا اور وہ قرض کا ادا کر دینا ہے، اور یہ جائز ہے کہ قبضہ ہو اور عین کا مالک نہ ہو جیسے کہ مرتہن کے لئے ثابت ہے اور بائع کے حق میں ہے زائل ہونے کے

فَيُعْتَبَرُ بِالتَّبَرُّعِ بِإِثْبَاتِ مِلْكِ الْعَيْنِ وَالْيَدِ وَهُوَ قَضَاءُ الدَّيْنِ، وَيَجُوزُ أَنْ يَنْفَصِلَ مِلْكُ الْيَدِ عَنْ مِلْكِ الْعَيْنِ ثُبُوتًا لِلْمُرْتَهِنِ كَمَا يَنْفَصِلُ زَوَالًا فِي حَقِّ الْبَائِعِ، ٢ وَالْإِطْلَاقُ وَاجِبُ الِاعْتِبَارِ خُصُوصًا فِي الْإِعَارَةِ؛ لِأَنَّ الْجَهَالَةَ فِيهَا لَا تُفْضِي إِلَى الْمُنَازَعَةِ (۵۵۷)وَلَوْ عَيَّنَ قَدْرًا لَا يَجُوزُ لِلْمُسْتَعِيرِ أَنْ يَرْهَنَهُ بِأَكْثَرَ مِنْهُ، وَلَا بِأَقَلَّ مِنْهُ ۱ ؛ لِأَنَّ التَّقْيِيدَ مُفِيدٌ، وَهُوَ يَنْفِي الزِّيَادَةَ؛ لِأَنَّ غَرَضَهُ الِاحْتِبَاسُ بِمَا تَيَسَّرَ أَدَاؤُهُ، وَيَنْفِي النُّقْصَانَ أَيْضًا؛ لِأَنَّ غَرَضَهُ أَنْ يَصِيرَ

اعتبار سے۔

لغت : یہاں محارے کو یاد رکھیں ۔۔ملک العین: عین چیز کے مالک ہونے کو ,ملک العین، کہتے ہیں اسی کو ,ملک رقبہ، کہتے ہیں ۔ملک الید: قبضے کو ,ملک الید، کہتے ہیں ۔مرتہن کے لئے ملک الید ہے ثابت ہونے کے اعتبار سے ۔یعنی اس کا قبضہ ابھی ثابت ہوا ہے . ینفصل زوالا فی حق البائع اور بائع نے مبیع بیچ دیا اور ابھی تک مشتری کو قبضہ نہیں دیا ہے تو، بائع کا مبیع پر قبضہ ہے لیکن وہ زائل ہونے کے قریب ہے۔اور مشتری کا ملک العین ہے، لیکن ابھی تک اس کو ملک الید نہیں ہے ۔کیونکہ ابھی اس پر قبضہ نہیں ہوا ہے۔

تشریح : یہاں الفاظ کی پیچیدگی ہے، بات صرف اتنی سی ہے کہ عمر کی اپنی چیز ہے، اس لئے اس کو دیگر قرض ادا کر سکتا ہے تو اس کو رہن پر رکھنے کے لئے بھی دے سکتا ہے۔

ترجمہ : ٢ عمر مالک کا مطلق چھوڑنا اس کا اعتبار کرنا واجب ہے خصوصا عاریت میں اس لئے کہ اس میں جہالت جھگڑے تک نہیں پہونچائے گی۔

تشریح : عمر مالک نے کپڑا دیتے وقت یہ قید نہیں لگائی کہ اتنی رقم میں رہن پر رکھنا اور اتنی رقم میں رہن پر نہیں رکھنا تو زید کے لئے جائز ہے کہ کم میں رہن پر رکھے اور اس کی بھی اجازت ہوگی کہ زیادہ میں رہن پر رکھے۔

وجہ : (۱) کیونکہ زید کا جملہ مطلق ہے اس لئے اپنے اطلاق پر جاری ہوگا، (۲) اور اس لئے کہ عاریت میں کمی بیشی میں جھگڑا نہیں ہوتا، عموما وسعت سے کام لیتے ہیں۔

ترجمہ : (۵۵۷) عاریت پر دینے والے نے ایک مقدار متعین کردی تو عاریت پر لینے والے کے لئے اس سے زیادہ، یا اس سے کم میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ مقید کرنے کا فائدہ ہے، اس لئے کہ زیادہ میں نفی کرتا ہے اس لئے کہ اس غرض ہے کہ اتنا ہی رقم میں رکھو جس کو آسانی سے ادا کر کے چھڑا اسکو، اور کم کی بھی نفی کرتا ہے اس لئے کہ اس کا غرض یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں ہلاک کے وقت زیادہ رقم وصول کیا جائے۔

مُسْتَوْفِيًا لِلْأَكْثَرِ بِمُقَابَلَتِهِ عِنْدَ الْهَلَاكِ لِيَرْجِعَ بِهِ عَلَيْهِ (۵۵۸)وَكَذَلِكَ التَّقْيِيدُ بِالْجِنْسِ وَبِالْمُرْتَهِنِ وَبِالْبَلَدِ ﴿۱ ؛ لِأَنَّ كُلَّ ذَلِكَ مُفِيدٌ لِتَيَسُّرِ الْبَعْضِ بِالْإِضَافَةِ إِلَى الْبَعْضِ وَتَفَاوُتِ الْأَشْخَاصِ فِي الْأَمَانَةِ وَالْحِفْظِ فَإِذَا خَالَفَ كَانَ ضَامِنًا، ۲ ثُمَّ إِنْ شَاءَ الْمُعِيرُ ضَمَّنَ الْمُسْتَعِيرَ وَيَتِمُّ عَقْدُ الرَّهْنِ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمُرْتَهِنِ ؛ لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ فَتَبَيَّنَ أَنَّهُ رَهَنَ مِلْكَ

تشریح :زید عاریت پر دینے والا تھا اس نے مثلا یہ قید لگا دی کہ پانچ سو درہم میں اس گھڑی کو رہن پر رکھو تو پانچ سو سے زیادہ میں بھی نہیں رکھ سکتا اور پانچ سو سے کم میں بھی نہیں رکھ سکتا۔

وجہ :زیادہ میں اس لئے نہیں رکھ سکتا، کہ زید کا مقصد یہ ہے کہ کم پیسے میں رکھے گا تو جلدی سے ادا کر کے میری گھڑی چھڑا کر لے آئے گا، اور زیادہ میں رکھے گا تو جلدی میں میری گھڑی نہیں چھڑائے گا، اس لئے زیادہ میں نہیں رکھ سکتا۔

اور کم میں اس لئے نہیں رکھ سکتا کہ۔مثلا گھڑی کی قیمت پانچ سو درہم ہے اور اس کو ایک سو درہم کے بدلے رہن پر رکھ دیا، اور گھڑی ہلاک ہوگئی تو مرتہن کا ایک سو ہی ساقط ہوگا، اور باقی چار سو امانت کی ہے اس لئے وہ اس کا کچھ نہیں دیگا، یہ چار سو درہم عاریت پر دینے والے کا ضائع گیا، اس ضائع سے بچنے کے لئے زید نے قید لگائی تھی کہ اس گھڑی کو پانچ سو میں رہن پر رکھنا اس لئے اس سے کم میں نہیں رکھ سکتا۔اس تفصیل کو عبارت کے ساتھ لگا کر سمجھیں۔

لغت : یصیر مستوفیا للاکثر بمقابلتہ عند الھلاک :زیادہ رقم میں رہن رکھے گا تو جب وہ ہلاک ہوگا تو اس کے بدلے میں قرض کی زیادہ رقم ساقط ہوگی۔

ترجمہ :(۵۵۸)ایسے ہی جنس کی مرتہن کی اور شہر کی قید لگائی [تو مفید ہے۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ یہ سب قید مفید ہیں بعض میں آسانی ہوتی ہے اور بعض میں آسانی نہیں ہوتی ہے، امانت میں فرق ہوتا ہے، حفاظت میں فرق ہوتا ہے اور اگر راہن نے معیر سے مخالفت کی تو وہ ضامن ہو جائے گا۔

لغت: معیر :عاریت پر دینے والا. مستعیر :عاریت پر لینے والا۔

تشریح : جنس کی قید۔زید معیر نے کہا کہ گیہوں کے بدلے میں رہن پر رکھنا تو اس کی یہ شرط لگانا مفید ہے، کیونکہ کاشتکار لوگ گیہوں سے قرض کو جلدی ادا کرتے ہیں۔مرتہن کی قید: زید معیر نے کہا کہ فلاں آدمی کے پاس رہن پر رکھنا تو یہ قید لگانا مفید ہے، کیونکہ بعض آدمی امانت دار ہوتے ہیں اور اس کے پاس رہن کی چیز زیادہ محفوظ رہتی ہے، اس لئے مرتہن کو متعین کرنا بھی مفید ہے۔شہر کی قید۔ایسا ہوتا ہے کہ قریب کے شہر سے جلدی شیء مرہون چھڑا سکے، اور دور کے شہر سے نہ چھڑا سکے اس لئے شہر کو متعین کرنا بھی مفید ہے۔اور مستعیر ان شرطوں کی مخالفت کرے تو وہ چیز کا ضامن بن جائے گا۔

ترجمہ :۲ پھر اگر معیر نے مستعیر کو ضامن بنایا تو مرتہن اور راہن کے درمیان رہن کا عقد پورا ہو جائے گا، اس لئے کہ

نَفْسِهِ ۳؎ وَإِنْ شَاءَ ضَمَّنَ الْمُرْتَهِنَ، وَيَرْجِعُ الْمُرْتَهِنُ بِمَا ضَمِنَ وَبِالدَّيْنِ عَلَى الرَّاهِنِ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ فِي الِاسْتِحْقَاقِ ۴؎ وَإِنْ وَافَقَ بِأَنْ رَهَنَهُ بِمِقْدَارِ مَا أَمَرَهُ بِهِ إِنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ مِثْلَ الدَّيْنِ أَوْ أَكْثَرَ فَهَلَكَ عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ يَبْطُلُ الْمَالُ عَنِ الرَّاهِنِ لِتَمَامِ الِاسْتِيفَاءِ بِالْهَلَاكِ وَوَجَبَ مِثْلُهُ لِرَبِّ الثَّوْبِ عَلَى الرَّاهِنِ ؛ لِأَنَّهُ صَارَ قَاضِيًا دَيْنَهُ بِمَالِهِ بِهَذَا الْقَدْرِ وَهُوَ الْمُوجِبُ لِلرُّجُوعِ دُونَ الْقَبْضِ بِذَاتِهِ؛ لِأَنَّهُ بِرِضَاهُ،

مستعیر ضمان ادا کر کے چیز کا مالک بن گیا اور یوں ظاہر ہوا کہ مستعیر نے اپنی چیز رہن پر رکھی ہے۔

تشریح: مستعیر نے معیر کی مخالفت کی جس کی وجہ سے معیر نے مستعیر کو ضامن بنا دیا، تو مستعیر ضمان دیکر اس چیز کا مالک بن گیا، اب مستعیر نے اپنی چیز رہن پر رکھی ہے اس لئے مستعیر اور مرتہن کے درمیان رہن کا عقد مکمل ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر چاہے تو معیر مرتہن کو ضامن بنا دے، پھر جتنا مرتہن نے ضمان ادا کیا اور جتنا قرض ہے وہ سب راہن [مستعیر] سے وصول کرے گا، اس بات کو میں باب الاستحقاق میں بیان کر چکا ہوں۔

تشریح: معیر کو یہ بھی حق ہے، اپنی دی ہوئی چیز کی قیمت مرتہن سے وصول کرے، اس صورت میں مرتہن نے چیز کا ضمان بھی ادا کیا، اور پہلے سے اس کا قرض بھی راہن پر ہے اس لئے مرتہن راہن سے دو چیز وصول کرے گا، اپنا قرض، اور دیا ہوا ضمان۔ اس کی پوری تفصیل باب الاستحقاق میں بیان ہو چکی ہے۔

ترجمہ: ۴؎ اگر مستعیر نے معیر کی موافقت کی، اس طرح کہ جتنے میں رہن رکھنے کہا تھا اتنے ہی میں رہن پر رکھا۔ اور عاریت کی چیز کی قیمت قرض کے برابر تھی یا اس سے زیادہ تھی اور وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو راہن سے قرض ختم ہو گیا، کیونکہ ہلاک ہونے سے مرتہن نے پورا وصول کر لیا تو معیر کے لئے راہن پر کپڑے کی مثل واجب ہے اس لئے کہ مستعیر نے معیر کے مال سے اپنا قرض ادا کیا اور مال وصول کرنے کا سبب یہی ہے نہ کہ کپڑے پر قبضہ، اس لئے کہ معیر کی رضامندی سے مرتہن کو دی تھی۔

اصول: مستعیر نے معیر کی رقم سے جتنا قرض ادا کیا ہے، معیر اتنا رقم لینے کا حقدار ہے۔

اصول: جو رقم عاریت کی ہے وہ امانت کی ہوتی ہے اس کے ہلاک ہونے سے معیر کو کچھ نہیں ملے گا۔

تشریح: مستعیر نے جتنے روپئے میں رہن رکھنے کے لئے کہا تھا اتنے ہی روپئے میں رہن پر رکھا، لیکن مرتہن کے پاس شیء مرہون ہلاک ہوگئی، اور شیء مرہون کی قیمت اتنی تھی جتنا قرض تھا، مثلا قرض پانچ سو درہم تھا اور شیء مرہون کی قیمت بھی پانچ سو درہم تھا، تو گویا کہ مرتہن نے اپنا قرض وصول کر لیا۔ پہلے یہ قاعدہ گزر چکا ہے کہ مرتہن کے پاس شیء مرہون ہلاک ہو جائے تو اتنا قرض ساقط ہو جاتا ہے جتنی اس چیز کی قیمت ہے۔ اور یوں سمجھا جائے گا کہ راہن نے معیر کے مال سے اپنا قرض پانچ سو

۵؎ وَكَذٰلِكَ إنْ أَصَابَهُ عَيْبٌ ذَهَبَ مِنَ الدَّيْنِ بِحِسَابِهِ وَوَجَبَ مِثْلُهُ لِرَبِّ الثَّوْبِ عَلَى الرَّاهِنِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ. ٦؎ وَإنْ كَانَتْ قِيمَتُهُ أَقَلَّ مِنَ الدَّيْنِ ذَهَبَ بِقَدْرِ الْقِيمَةِ وَعَلَى الرَّاهِنِ بَقِيَّةُ دَيْنِهِ لِلْمُرْتَهِنِ) ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَقَعْ الِاسْتِيفَاءُ بِالزِّيَادَةِ عَلَى قِيمَتِهِ وَعَلَى الرَّاهِنِ لِصَاحِبِ الثَّوْبِ مَا صَارَ

درہم ادا کیا، اس لئے معیر اپنا پانچ سو راہن [مستعیر] سے وصول کرے گا۔

لغت: وھو الموجب للرجوع دون القبض بذاته لانه برضاه :اس عبارت کا مطلب یہ ہے۔معیر نے عاریت کے طور پر مرتہن کو اپنا کپڑا دیا ہے، اس لئے اگر وہ کپڑا ہلاک ہو گیا تو معیر مرتہن سے کچھ نہیں لے سکے گا کیونکہ عاریت کی چیز امانت کے طور ہوتی ہے، اور امانت ہلاک ہونے سے کچھ نہیں لیا جا سکتا، اس لئے معیر مرتہن سے کچھ نہیں لے سکے گا۔لیکن چونکہ راہن نے معیر کی رقم سے اپنا قرض ادا کرنے والا ہوا اس لئے معیر راہن سے یہ رقم وصول کرے گا۔

ترجمہ :۵؎ ایسے ہی اگر شی ءمرہون کو عیب لگ گیا اور اس کے حساب سے قرض کم ہو گیا تو راہن پر کپڑے والے کا اتنا ہی واجب ہوگا جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

تشریح :معیر نے پانچ سو کا کپڑا دیا تھا مرتہن کے پاس اس کو چوہے نے کاٹا تو اس کی قیمت تین سو رہ گئی، اور گویا کہ مرتہن نے دو سو روپئے قرض میں سے وصول کر لئے ،تو معیر مستعیر سے دو سو روپئے وصول کرے گا، کیونکہ مستعیر نے معیر کی رقم سے دو سو کا قرض ادا کیا ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ مرتہن کے پاس شی ءمرہون عیبدار ہو گئی تو جتنی قیمت عیب کی وجہ سے گھٹے گی گویا کہ اتنا قرضہ مرتہن نے وصول کر لیا۔ یہاں دو سو روپئے قیمت گھٹی ہے تو گویا کہ مرتہن نے دو سو روپیہ وصول کر لیا ہے۔

ترجمہ :٦؎ اگر شی ءمرہون کی قیمت قرض سے کم ہو تو قیمت کی مقدار قرض ادا ہو جائے گا، اور مرتہن کا باقی قرض راہن پر رہے گا، اس لئے کہ قیمت سے زیادہ وصول نہیں کیا ہے، اور راہن پر کپڑا دینے والے کے لئے اتنا ہوگا جتنا قرض ادا ہوا، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے بیان کی۔

اصول: یہ مسئلہ بھی اسی اصول پر ہے کہ راہن کا جتنا قرض ادا ہوا معیر اتنا راہن [مستعیر] سے وصول کرے گا۔

تشریح :مثلا قرض پانچ سو تھا اور مانگے ہوئے کپڑے کی قیمت ایک سو تھی، اور وہ مرتہن کے پاس ہلاک ہو گیا تو گویا کہ مرتہن نے ایک سو درہم وصول کر لیا، باقی چار سو درہم راہن پر باقی رہے گا، اور معیر راہن سے ایک سو درہم وصول کرے گا، کیونکہ راہن نے اتنی ہی رقم سے قرض ادا کیا ہے۔

لغت :و علی الراھن لصاحب الثوب ما صار موفیا :اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ، کپڑے والے کا راہن پر اتنا ہی ہوگا جتنا اس کا قرض ادا ہوا یعنی ایک سو درہم۔

ترجمہ :(۵۵۹) اگر کپڑے کی قیمت قرض کے برابر ہے اب معیر یہ چاہتا ہے کہ راہن کی اجازت کے بغیر قرض ادا

بِهِ مُوفِيًا لِمَا بَيَّنَّاهُ (۹ ۵ ۵)وَلَوْ كَانَتْ قِيمَتُهُ مِثْلَ الدَّيْنِ فَأَرَادَ الْمُعِيرُ أَنْ يَفْتَكَّهُ جَبْرًا عَنْ الرَّاهِنِ لَمْ يَكُنْ لِلْمُرْتَهِنِ إذَا قَضَى دَيْنَهُ أَنْ يَمْتَنِعَ﴾ ا ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَبَرِّعٍ حَيْثُ يُخَلِّصُ مِلْكَهُ وَلِهَذَا يَرْجِعُ عَلَى الرَّاهِنِ بِمَا أَدَّى الْمُعِيرُ فَأُجْبِرَ الْمُرْتَهِنُ عَلَى الدَّفْعِ ٢ بِخِلَافِ الْأَجْنَبِيِّ إذَا قَضَى الدَّيْنَ ؛ لِأَنَّهُ مُتَبَرِّعٌ؛ إذْ هُوَ لَا يَسْعَى فِي تَخْلِيصِ مِلْكِهِ وَلَا فِي تَفْرِيغِ ذِمَّتِهِ فَكَانَ لِلطَّالِبِ أَنْ

کر کے اپنا کپڑا چھڑا لے تو مرتہن کو انکار کا حق نہیں ہے اگر اس کا قرض ادا کر رہا ہو۔

ترجمہ :ا اس لئے کہ یہ تبرع اور احسان نہیں کر رہا ہے، کیونکہ یہ اپنا مال چھڑا رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ جتنا ادا کیا وہ راہن سے واپس لیگا، اس لئے مرتہن کو واپس دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مرتہن سے اپنا مال چھڑانا ہو تو مرتہن اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

اصول: اگر اجنبی آدمی قرض ادا کر کے چیز چھڑائے تو مرتہن کو اس سے انکار کرنے کا حق ہے، کیونکہ چیز اس کی نہیں ہے۔

تشریح: معیر نے جو کپڑا دیا اس کی قیمت قرض کے برابر ہے اور اب معیر مرتہن کا قرض ادا کر کے راہن کی اجازت کے بغیر اپنا کپڑا چھڑانا چاہتا ہے تو مرتہن کو اس سے انکار کرنے کا حق نہیں ہے۔

وجہ :(۱) معیر اس وقت کوئی اجنبی نہیں ہے بلکہ اپنا کپڑا اعاریت پر دیکر اس عقد میں دخل انداز ہے، یہ متبرع نہیں ہے، اس لئے اس کے مانگنے سے مرتہن انکار نہیں کر سکتا۔(۲) معیر اپنی چیز چھڑانا چاہ رہا ہے اور اس کے بدلے میں مرتہن کو اس کا قرض بھی ادا کر رہا ہے اس لئے بھی اس کو انکار کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ اپنی چیز لینے کا ہر ایک کو حق ہے۔

لغت :متبرع: یہاں متبرع کا معنی ہے اجنبی، یعنی وہ اجنبی نہیں ہے، بلکہ دخل انداز ہے۔لھذا یرجع علی الراھن بما ادی: یہ دخل انداز ہونے کی دوسری دلیل ہے، کہ معیر راہن سے اپنی دی ہوئی رقم وصول کرتا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اجنبی نہیں ہے، بلکہ اس عقد میں دخل انداز ہے۔

ترجمہ :۲ بخلاف اجنبی کے اگر وہ قرض ادا کرے تو [اس کو چیز نہیں دی جائے گی] اس لئے کہ وہ اجنبی ہے وہ اپنی ملک کو چھڑانے کی کوشش نہیں کر رہا ہے اور نہ راہن کا ذمہ فارغ کر رہا ہے اس لئے جس سے چیز کا مطالبہ کر رہا ہے اس کے لئے گنجائش ہے کہ اس کی بات قبول نہ کرے۔

اصول: دوسرے کا مال کوئی لینا چاہے تو اس پر انکار کیا جا سکتا ہے۔

تشریح :کوئی ایسا آدمی جو اس عقد میں دخل انداز نہیں ہے وہ مرتہن کا قرض ادا کرنے کے کپڑا واپس لینا چاہتا ہے تو مرتہن کے لئے گنجائش ہے کہ اس کو انکار کر دے۔

وجہ :(۱) وہ اجنبی ہے اس کو دوسرے کا کپڑا کیسے دیا جائے گا!(۲) وہ اپنا کپڑا نہیں چھڑا رہا ہے، بلکہ دوسرے کا کپڑا لینا چاہتا

لَا يَقْبَلُهُ (٥٦٠)وَلَوْ هَلَكَ الثَّوْبُ الْعَارِيَّةُ عِنْدَ الرَّاهِنِ قَبْلَ أَنْ يَرْهَنَهُ أَوْ بَعْدَ مَا افْتَكَّهُ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ ﴿١﴾ ؛ لِأَنَّهُ لَا يَصِيرُ قَاضِيًا بِهَذَا، وَهُوَ الْمُوجِبُ عَلَى مَا بَيَّنَّا (٥٦١)وَلَوْ اخْتَلَفَا فِي ذَلِكَ فَالْقَوْلُ لِلرَّاهِنِ ﴿١﴾ لِأَنَّهُ يُنْكِرُ الْإِيفَاءَ بِدَعْوَاهُ الْهَلَاكَ فِي هَاتَيْنِ الْحَالَتَيْنِ.(٥٦٢)

ہےاس لئے اس کو کیسے دیا جائے گا(۳) وہ راہن کا قرض بھی ادانہیں کر رہا ہے اس لئے مرتہن کو انکار کر دینے کی گنجائش ہے

ترجمہ :(۵۶۰) راہن کے پاس کپڑا ہلاک ہو گیا رہن رکھنے سے پہلے، یا رہن سے چھڑانے کے بعد تو راہن پر کوئی ضمان نہیں ہے۔

ترجمہ :﴿١﴾ اس لئے کہ اس کپڑے سے قرض ادا نہیں کیا ہے، اور راہن سے رقم لینے کا سبب وہی ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ معیر نے عاریت کی چیز دی ہے تو اس کے ہلاک ہونے سے کوئی ضمان نہیں لے سکتا، کیونکہ وہ امانت کی چیز ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ عاریت کے کپڑے سے راہن نے قرض ادا کیا ہو تو وہ رقم عاریت والا راہن سے لے سکتا ہے۔

تشریح :عاریت کا کپڑا ابھی رہن پر نہیں رکھا تھا کہ راہن کے پاس سے ہلاک ہو گیا تو معیر راہن سے کچھ وصول نہیں کر پائے گا۔ اسی طرح راہن نے اپنا مال دیکر مرتہن سے کپڑا چھڑا کر لایا اور راہن کے پاس ہلاک ہو گیا تو معیر راہن سے کچھ وصول نہیں کر پائے گا۔

وجہ : ان دونوں صورتوں میں راہن نے اس کپڑے سے اپنا قرض ادا نہیں کیا تھا، اسلئے یہ کپڑا عاریت کا رہا اور اسی عاریت کی حالت میں ہلاک ہو گیا تو امانت کا ہلاک ہوا اس لئے معیر راہن سے کچھ نہیں لے گا۔

لغت: افتکہ :فتک سے مشتق ہے، قرض ادا کر کے اپنا کپڑا چھڑا لانا۔

ترجمہ:(۵۶۱) اور اگر اختلاف ہو گیا تو راہن کی بات مانی جائے گی۔

ترجمہ:﴿١﴾ اس لئے کہ وصول کرنے کا انکار کر رہا ہے، کیونکہ وہ دعوی کر رہا ہے کہ ان دونوں حالتوں میں کپڑا ہلاک ہوا۔

تشریح :معیر کہتا ہے کہ رہن کی حالت میں کپڑا ہلاک ہوا ہے اس لئے مجھے راہن سے رقم لینے کا حق ہے، اور راہن اس کا انکار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ رہن رکھنے سے پہلے ہلاک ہوا ہے، یا رہن سے چھڑانے کے بعد ہلاک ہوا، تو قسم کے ساتھ راہن کی بات مانی جائے گی۔

وجہ : معیر مدعی ہے اور مستعیر [راہن] منکر ہے اور گواہ نہیں ہے اس لئے قسم کے ساتھ منکر کی بات مان لی جائے گی، ہاں گواہ ہو تو پھر معیر کی بات مانی جائے گی۔

كَمَا لَوْ اخْتَلَفَا فِي مِقْدَارِ مَا أَمَرَهُ بِالرَّهْنِ بِهِ فَالْقَوْلُ لِلْمُعِيرِ﴾ لے ؛ لِأَنَّ الْقَوْلَ قَوْلُهُ فِي إِنْكَارِ أَصْلِهِ فَكَذَا فِي إِنْكَارِ وَصْفِهِ (۵۶۳)وَلَوْ رَهَنَهُ الْمُسْتَعِيرُ بِدَيْنٍ مَوْعُودٍ وَهُوَ أَنْ يَرْهَنَهُ بِهِ لِيُقْرِضَهُ كَذَا فَهَلَكَ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ قَبْلَ الْإِقْرَاضِ وَالْمُسَمَّى وَالْقِيمَةُ سَوَاءٌ يَضْمَنُ قَدْرَ الْمَوْعُودِ الْمُسَمَّى﴾ لے) لِمَا بَيَّنَّا أَنَّهُ كَالْمَوْجُودِ وَيَرْجِعُ الْمُعِيرُ عَلَى الرَّاهِنِ بِمِثْلِهِ؛ لِأَنَّ سَلَامَةَ

ترجمہ :(۵۶۲) جس مقدار میں رہن رکھنے کے لئے کہا اس میں اختلاف ہو گیا تو عاریت پر دینے والے کے قول کا اعتبار ہوگا۔

ترجمہ لے اس لئے کہ اصل رہن کا انکار کر دے تو معیر کی بات مانی جاتی ہے اس لئے اس کی وصف کے انکار میں بھی اسی کی بات مانی جائے گی۔

اصول:اصل کے بارے میں جسکی بات مانی جاتی ہے تو اس صفت کے بارے میں بھی اسی کی بات مانی جائے گی۔

تشریح :معیر کہتا ہے کہ پانچ سو کے بدلے میں رہن رکھنے کے لئے کہا تھا اور مستعیر کہتا ہے کہ تین سو کے بدلے میں رہن رکھنے کے لئے کہا تھا، اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہے تو اس اختلاف میں معیر کی بات مانی جائے گی۔

وجہ :معیر سرے سے انکار کر دے کے میں نے رہن رکھنے کے لئے کہا ہی نہیں تو اس کی بات مانی جاتی ہے، کیونکہ کپڑا اسی کا ہے، تو مقدار کے سلسلے میں ایک بات کہہ رہا تو بدرجہ اولی اس کی بات مانی جائے گی، کیونکہ اصل کے بارے میں جسکی بات مانی جاتی ہے، اس کی صفت کے بارے میں بھی اسی کی بات مانی جاتی ہے

ترجمہ :(۵۶۳)مستعیر نے وعدے والے قرض کے بدلے میں رہن پر رکھ دیا تا کہ بعد میں اس کو اتنا قرض دیگا، اس درمیان مرتہن کے ہاتھ میں شیء مرہون ہلاک ہوگئی، متعین قرض اور چیز کی قیمت برابر ہے، وعدہ کئے ہوئے کی مقدار مرتہن ضامن ہو جائے گا۔

ترجمہ لے پہلے ہم نے بیان کیا ہے کہ وعدہ موجود کی طرح ہے، اور معیر راہن سے اتنا لیگا جتنا ہلاک ہوا، کیونکہ راہن نے مرتہن سے رہن کی مالیت وصول کیا ہے، تو ایسا کہ مرتہن کے ذمے سے بری کر دیا گیا۔

اصول :اس عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرتہن قرض دے چکا ہو تب بھی وہ ضمان ہوگا، اور قرض کا وعدہ کر چکا ہو تب بھی وہ ضمان ہوگا، امانت کی چیز نہیں ہوگی۔

تشریح :یہاں عبارت بہت پیچیدہ ہے۔ زید نے عمر کو ایک ہزار کا کپڑا دیا، عمر نے بکر مرتہن کو کپڑا دے دیا اس وعدے پر کہ وہ ایک ہزار قرض دے گا، ابھی قرض دیا نہیں تھا کہ کپڑا ہلاک ہو گیا، تو مرتہن کو ایک ہزار واپس کرنا ہوگا، کیونکہ قرض دینا اور قرض کا وعدہ دونوں ایک ہی درجے میں ہے، اگر بکر قرض دیتا تو وہ کپڑے کے بدلے میں ساقط ہو جاتا، یہاں قرض نہیں دیا

مَالِيَّةِ الرَّهْنِ بِاسْتِيفَائِهِ مِنْ الْمُرْتَهِنِ كَسَلَامَتِهِ بِبَرَائَةِ ذِمَّتِهِ عَنْهُ(۵٦۴) وَلَوْ كَانَتْ الْعَارِيَّةُ عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ الْمُعِيرُ جَازَ﴾ ل لِقِيَامِ مِلْكِ الرَّقَبَةِ (۵٦۵)ثُمَّ الْمُرْتَهِنُ بِالْخِيَارِ إنْ شَاءَ رَجَعَ بِالدَّيْنِ عَلَى الرَّاهِنِ﴾ل لِأَنَّهُ لَمْ يَسْتَوْفِهِ (۵٦٦)وَإِنْ شَاءَ ضَمِنَ الْمُعِيرُ قِيمَتَهُ﴾ل لِأَنَّ الْحَقَّ قَدْ تَعَلَّقَ بِرَقَبَتِهِ بِرِضَاهُ وَقَدْ أَتْلَفَهُ بِالْإِعْتَاقِ

ہےاس لئے کپڑے کی قیمت واپس کرنا ہوگا، یہ قیمت راہن کے پاس آئے گا،اور وہاں سے معیر واپس لیگا۔

اس عبارت میں یہ فرق بتانا چاہتا ہے قرض دینا اور قرض کا وعدہ کرنا دونوں ایک ہی درجے میں ہیں، دونوں صورتوں میں امانت کی چیز نہیں ہوگی، بلکہ ضمانت کی چیز ہوگی۔

لغت:سلامة مالية الرهن باستيفائه من المرتهن كسلامته ببرائة ذمته عنه :مرتہن سے قرض کی رقم لے لی تو وہ محفوظ ہوگئی اور ضمان کی چیز بن گئی،اسی طرح اس کے ذمے سے بری ہوگیا، کیونکہ اس نے کپڑے کی قیمت دے دی تو وہ بھی ضمان کی چیز بن گئی،اب امانت کی چیز نہیں رہی۔

ترجمہ:(۵٦۴)عاریت کا غلام تھا عاریت پر دینے والے نے اس کو آزاد کر دیا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔

ترجمہ:ل اس لئے کہ عاریت پر دینے والے کی ملکیت ہے

تشریح :عاریت پر دینے والے کا غلام رہن پر تھا، عاریت پر دینے والے نے اس کو آزاد کیا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔کیونکہ یہ غلام اسی کا تھا۔

ترجمہ :(۵٦۵) پھر مرتہن کو اختیار ہے کہ چاہے تو راہن سے اپنا قرض وصول کر لے،

ترجمہ:ل اس لئے کہ اس نے قرض نہیں دیا ہے[اور نہ اب رہن کی چیز ہے]

تشریح:مرتہن کو اب دو اختیار ہیں[۱]ایک تو یہ کہ راہن سے اپنا قرض وصول کر لے

وجہ :(۱) کیونکہ ابھی تک اس نے قرض واپس نہیں کیا ہے۔(۲)اور غلام کو آزاد کرنے کی وجہ سے کوئی چیز رہن پر بھی نہیں رہی اس لئے مرتہن اپنا قرض واپس لے سکتا ہے۔

ترجمہ :(۵٦٦)اور چاہے تو معیر سے غلام کی قیمت لے لے۔

ترجمہ:ل اس لئے کہ معیر کی رضامندی سے غلام کی گردن کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق ہو چکا ہے،اور معیر نے آزاد کر کے اس کو ضائع کیا ہے[اس لئے معیر سے غلام کی قیمت لینے کا حق دار ہے۔

تشریح:مرتہن کو دوسرا اختیار یہ ہے کہ معیر سے غلام کی قیمت لے لے۔

وجہ :معیر کی رضامندی سے غلام کو رہن پر رکھا تھا،اور رہن رکھنے کی وجہ سے مرتہن نے قرض دیا تھا۔اب معیر نے غلام کو آزاد

(٥٦٧) وَتَكُونُ رَهْنًا عِنْدَهُ إِلَى أَنْ يَقْبِضَ دَيْنَهُ فَيَرُدَّهَا إِلَى الْمُعِيرِ ﴾ ل ؛ لِأَنَّ اسْتِرْدَادَ الْقِيمَةِ كَاسْتِرْدَادِ الْعَيْنِ (٥٦٨)وَلَوْ اسْتَعَارَ عَبْدًا أَوْ دَابَّةً لِيَرْهَنَهُ فَاسْتَخْدَمَ الْعَبْدَ أَوْ رَكِبَ الدَّابَّةَ قَبْلَ أَنْ يَرْهَنَهُمَا ثُمَّ رَهَنَهُمَا بِمَالٍ مِثْلِ قِيمَتِهِمَا ثُمَّ قَضَى الْمَالَ فَلَمْ يَقْبِضْهُمَا حَتَّى هَلَكَا عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ فَلَا ضَمَانَ عَلَى الرَّاهِنِ ﴾ ل لِأَنَّهُ قَدْ بَرِءَ مِنْ الضَّمَانِ حِينَ رَهَنَهُمَا، فَإِنَّهُ كَانَ أَمِينًا

کر کے مرتہن کا حق تلف کیا اس لئے مرتہن کو حق ہے کہ مرتہن سے غلام کی قیمت لے لے۔

ترجمہ:(٥٦٧)اور یہ قیمت قرض کے ادا کرتے وقت تک مرتہن کے پاس رہن رہے گی، پھر وہ معیر کو واپس کر دیا جائے گا

ترجمہ:ل اس لئے کہ قیمت کو واپس کرنا ایسا ہے کہ عین غلام کو واپس کر دیا

تشریح :معیر سے جو غلام کی قیمت وصول کی یہ قیمت مرتہن کے پاس رہن رہے گی ،اور راہن جب قرض ادا کرے گا،تو یہ قیمت معیر کو واپس کر دے گا۔

وجہ : یہ قیمت غلام کی جگہ پر ہے،اور غلام کا قاعدہ یہ تھا کہ مرتہن کے پاس رہن رہتا اور جب راہن قرض ادا کرتا تو یہ غلام معیر کو واپس کر دیتا،اسی طرح اس کی قیمت کو معیر کو واپس کر دیا جائے گا،**استرداد القیمۃ کا سترداد العین** کا یہی مطلب ہے

تشریح :(٥٦٨)زید نے غلام،یا سواری عاریت پر دیا تا کہ اس کو رہن پر رکھ دیا اس نے رہن رکھنے سے پہلے غلام سے خدمت لے لی،یا جانور پر سوار ہو گیا پھر جتنی قیمت تھی اس کے بدلے میں رہن پر رکھا، پھر قرض ادا کیا اور ابھی غلام،اور جانور پر قبضہ بھی نہیں کیا تھا کہ مرتہن کے پاس دونوں ہلاک ہو گئے تو راہن پر ضمان نہیں ہے۔

ترجمہ :ل اس لئے کہ جب رہن پر رکھ دیا تو ضمان سے بری ہو گیا،اس لئے کہ معیر سے مخالفت کے بعد موافقت کی طرف لوٹ آیا تو وہ امین بن گیا۔

تشریح :یہاں دو باتیں سمجھانا چاہتے ہیں[ا] ایک بات تو یہ کہ معیر کی مخالفت کی لیکن بعد میں موافقت کر لی تو وہ دوبارہ آمین بن جائے گا۔[۲] اور دوسری بات یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ راہن نے معیر کے غلام سے قرض ادا نہیں کیا، بلکہ اپنے پیسے سے قرض ادا کیا تو غلام امانت کا ہی رہا اس لئے اس کے ہلاک ہونے سے غلام کی قیمت معیر کو نہیں دے گا۔

زید سے غلام یا جانور عاریت پر لی کہ اس کو رہن پر رکھے گا،اس درمیان معیر کی مخالفت کر لی کہ جانور پر سوار ہو گیا،اور غلام سے خدمت لے لی،لیکن ابھی کوئی نقصان نہیں ہوا تھا کہ معیر کی موافقت کر لی اور جانور کو رہن پر رکھ دیا، پھر اس جانور کو اپنے پیسے سے چھڑا لیا،ابھی جانور پر قبضہ بھی نہیں کیا تھا کہ غلام مرتہن کے پاس ہلاک ہو گیا،تو راہن پر اس کا بدلہ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ :(ا) راہن نے مخالفت تو کی تھی کہ غلام سے خدمت لے لی،لیکن اس نے کوئی نقصان کرنے سے پہلے معیر کی موافقت کر لی اس لئے اس پر کوئی ضمان لازم نہیں آئے گا۔(۲) دوسری بات یہ ہے کہ راہن نے اپنے پیسے سے قرض ادا کیا ہے،معیر

خَالَفَ ثُمَّ عَادَ إلَى الْوِفَاقِ (۵۶۹) وَكَذَا إذَا افْتَكَّ الرَّهْنَ ثُمَّ رَكِبَ الدَّابَّةَ أَوْ اسْتَخْدَمَ الْعَبْدَ فَلَمْ يَعْطَبْ ثُمَّ عَطِبَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ صُنْعِهِ لَا يَضْمَنُ) ۱؎ ؛ لِأَنَّهُ بَعْدَ الِافْتِكَاكِ بِمَنْزِلَةِ الْمُودَعِ لَا بِمَنْزِلَةِ الْمُسْتَعِيرِ لِانْتِهَاءِ حُكْمِ الِاسْتِعَارَةِ بِالِافْتِكَاكِ وَقَدْ عَادَ إلَى الْوِفَاقِ فَيَبْرَأُ عَنْ الضَّمَانِ، ۲؎ وَهَذَا بِخِلَافِ الْمُسْتَعِيرِ؛ لِأَنَّ يَدَهُ يَدُ نَفْسِهِ فَلَا بُدَّ مِنْ الْوُصُولِ إلَى يَدِ الْمَالِكِ، أَمَّا الْمُسْتَعِيرُ فِي الرَّهْنِ فَيَحْصُلُ مَقْصُودُ الْآمِرِ وَهُوَ الرُّجُوعُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْهَلَاكِ

کے غلام، یا جانور سے قرض ادا نہیں کیا، اس لئے وہ امانت کی چیز رہی اس لئے اس کے ہلاک ہونے پر راہن پر اس کی قیمت لازم نہیں ہوگی۔

ترجمہ :(۵۶۹) ایسے ہی شیء مرہون کو چھڑا لیا پھر جانور پر سوار ہوا، یا غلام سے خدمت لی، جانور اس وقت خراب نہیں ہوا، بعد میں بغیر راہن کی کسی حرکت کے جانور ہلاک ہو گیا تو راہن ضامن نہیں ہوگا۔

ترجمہ :۱؎ اس لئے کہ اس لئے کہ شیء مرہون کو چھڑا لینے کے بعد امانت کے درجے میں ہو گیا، مانگی ہوئی چیز کے درجے میں نہیں رہی، کیونکہ چھڑانے کی وجہ سے استعارہ کا حکم ختم ہو گیا، اور موافقت بھی کر لی اس لئے ضمان سے بری ہو جائے گا۔

اصول : یہاں یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ رہن کے لئے عاریت پر لیا ہے تو مخالفت کے بعد موافقت پر آ گیا تو وہ چیز امانت کی طرف لوٹ آئی اس لئے اس کے بعد ہلاک ہونے سے ضمان لازم نہیں ہوگا۔

اصول :اس کے برخلاف اپنا کام کرنے کے لئے چیز عاریت پر لی ہے تو مخالفت کرنے کے بعد چاہے بعد میں موافقت کر لے وہ چیز اب امانت کی طرف نہیں لوٹے گی، اب بعد میں بھی ہلاک ہو جائے تو ضمان لازم ہوگا۔

تشریح :شیء مرہون کو چھڑا لیا، پھر معیر کی مخالفت کی کہ غلام سے خدمت لے لی، یا جانور پر سوار ہو گیا، لیکن اس سے جانور ہلاک نہیں ہوا، بعد میں جب جانور اس کے قبضے میں تھا تو اپنے آپ ہلاک ہو گیا تو یوں سمجھا جائے گا کہ امانت کی چیز ہلاک ہوئی اس لئے راہن پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا۔

وجہ:(۱) مخالفت کے بعد جب موافقت کر لی تو اب چیز امانت کی سمجھی جائے گی، اس لئے اس کے ہلاک ہونے پر ضمان لازم نہیں ہوگا (۲) جب مرتہن سے شیء مرہون واپس لے لیا تو اب یہ عاریت کی چیز نہیں رہی، بلکہ یہ امانت کی چیز ہوگئی اس لئے اس کے ہلاک ہونے سے ضمان لازم نہیں ہوگا۔ (۳) راہن [مستعیر] کے ہاتھ میں جب یہ امانت کی چیز ہے تو گویا کہ معیر کا قبضہ ہو گیا، اس لئے بھی ضمان لازم نہیں ہوگا۔

لغت:عطب: جانور کا ہلاک ہونا، جانور کا عیب دار ہونا۔ صنع: حرکت، کوئی کارگری۔ فکاک: چھڑانا۔

ترجمہ :۲؎ یہ بخلاف مستعیر کے اس لئے کہ اس کا قبضہ خود اپنے لئے ہے اس لئے خلاف کرنے کے بعد مالک تک پہنچنا

وَتَحَقُّقِ الِاسْتِيفَاءِ (۵۷۰)قَالَ :وَجِنَايَةُ الرَّاهِنِ عَلَى الرَّهْنِ مَضْمُونَةٌ ﴿١ لِأَنَّهُ تَفْوِيتُ حَقٍّ لَازِمٍ مُحْتَرَمٍ، وَتَعَلُّقُ مِثْلِهِ بِالْمَالِ يَجْعَلُ الْمَالِكَ كَالْأَجْنَبِيِّ فِي حَقِّ الضَّمَانِ ٢ كَتَعَلُّقِ حَقِّ الْوَرَثَةِ بِمَالِ الْمَرِيضِ مَرَضَ الْمَوْتِ يَمْنَعُ نَفَاذَ تَبَرُّعِهِ فِيمَا وَرَاءَ الثُّلُثِ،

ضروری ہے،اور مستعیر فی الرہن کا معاملہ یہ ہے کہ حکم دینے کا مقصد حاصل ہو رہا ہے اور وہ ہے ہلاکت کے وقت راہن سے قیمت وصول کرنا اور وصول کرنے کو متحقق کرنا۔

تشریح : یہاں بھی عبارت پیچیدہ ہے۔اپنے نفع اٹھانے کے لئے جو مانگا ہے اس پر خود مستعیر کا قبضہ ہے اس لئے ایک مرتبہ مخالفت کے بعد جب تک اس چیز کو مالک کے حوالہ نہیں کرے گا اس کے ہلاک ہونے پر اس کو ضمان لازم ہو جائے گا۔اور رہن کے لئے جو مانگا ہے اس پر ہمیشہ مستعیر کا قبضہ نہیں ہے، بلکہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ مرتہن کا قبضہ ہوتا ہے اسلئے جب مرتہن کے قبضے سے لے آیا تو گویا کہ معیر کا قبضہ ہو گیا اس لئے اب ہلاک ہوگا تو ضمان لازم نہیں ہوگا۔ یہ بھی قاعدہ گزر چکا ہے کہ اپنے لئے مانگا ہو تو ایک مرتبہ مخالفت کرنے کے بعد دوبارہ امانت کی طرف نہیں لوٹے گا، اس لئے بعد میں بھی ہلاک ہوگا تو مستعیر پر ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ :(۵۷۰)راہن کی جنایت شیء مرہون پر سبب ضمان ہے۔

تشریح:مثلا سو پونڈ کی شیء مرہون تھی۔راہن نے اس کو خراب کر دیا اب وہ اسی ۸۰ پونڈ کی رہ گئی تو راہن نے بیس پونڈ کا نقصان کیا یہ بیس پونڈ مرتہن کو دے تا کہ وہ دین ادا ہونے تک اس کو رہن پر رکھے۔

وجہ : اگر چہ شیء مرہون راہن کی ہی ہے لیکن ابھی اس کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق ہے اس لئے رہن میں سے راہن نے جتنا نقصان کیا ہے وہ رہن کے لئے دینا ہوگا۔

لغت: مضمونۃ : سبب ضمان ہے۔

ترجمہ :۱ اس لئے کہ ایک لازم اور محترم حق کو فوت کیا ہے اور مرتہن کا حق شیء مرہون کے ساتھ اس طرح متعلق ہو گیا کہ ضمان کے حق میں مالک کو بھی اجنبی کی طرح کر دیا۔

تشریح:شیء مرہون کے ساتھ مرتہن کا محترم حق متعلق ہو گیا ہے،اور یہ ایسا حق ہے کہ خود مالک [راہن] کو بھی اس طرح ضمان دینا پڑا جیسے اجنبی کو نقصان کرنے پر ضمان دینا پڑتا ہے۔آگے اس کی دو مثالیں دے رہے ہیں۔

ترجمہ :۲ جیسے مرض الموت میں مریض کے مال کے ساتھ وارث کا حق متعلق ہو گیا،اس لئے تہائی مال سے زیادہ میں اس کا تبرع کا نافذ کرنا ممنوع ہے۔

تشریح :ایک آدمی مر رہا ہے اس وقت اس کی ملکیت اس کا مال ہے،لیکن اس کے مال کے ساتھ ورثہ کا حق متعلق ہو گیا ہے،

۳؎ وَالْعَبْدُ الْمُوصَى بِخِدْمَتِهِ إذَا أَتْلَفَهُ الْوَرَثَةُ ضَمِنُوا قِيمَتَهُ لِيُشْتَرَى بِهَا عَبْدٌ يَقُومُ مَقَامَهُ(۱۷۵) قَالَ: وَجِنَايَةُ الْمُرْتَهِنِ عَلَيْهِ تَسْقُطُ مِنْ دَيْنِهِ بِقَدْرِهَا﴿۱؎ وَمَعْنَاهُ أَنْ يَكُونَ

اس لئے تہائی مال سے زیادہ یہ صدقہ نہیں کر سکتا، حالانکہ مال اسی کا ہے، ٹھیک اسی طرح مال راہن کا ہے لیکن اس کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق ہو گیا ہے اس لئے راہن اپنے ہی شیء مرہون میں نقصان کرے گا تو اس کو اس کا ضمان دینا ہوگا۔

ترجمہ :۳؎ خدمت کے لئے وصیت کیا ہوا غلام وارث نے ہلاک کر دیا تو اس غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا تا کہ اس کے بدلے میں غلام خریدا جائے اور اس کی جگہ پر خدمت کرے۔

تشریح : یہ دوسری مثال ہے، زید مرنے والا تھا اس نے وصیت کی کہ میرا غلام ایک ماہ تک عمر کی خدمت کرے گا، زید کے مرنے کے بعد یہ غلام ورثہ کی ملکیت ہو گئی، ان ورثہ نے غلام کو ہلاک کر دیا تو ورثہ پر لازم ہوگا کہ دوسرا غلام خریدے جو پہلے غلام کی جگہ پر عمر کی خدمت ایک ماہ تک کرے۔ یہ غلام اگر چہ ورثہ کی ملکیت ہے اور اس نے اپنی ملکیت کو تلف کیا ہے، لیکن عمر کی خدمت اس کے ساتھ متعلق ہو گئی ہے اس لئے ورثہ کو دوسرا غلام خرید کر عمر کی خدمت کروانی ہوگی۔ اسی طرح مرتہن کا حق شیء مرہون کے ساتھ متعلق ہو گیا ہے اس لئے راہن نے اپنی چیز میں بھی نقصان کیا ہے تو اس کا بدلہ راہن کو دینا ہوگا، تا کہ اس بدلے کو دوبارہ رہن پر رکھ دیا جائے۔

ترجمہ :(۱۷۵) اور مرتہن کی جنایت رہن پر ساقط کرتی ہے دین سے اس کی مقدار۔

تشریح : مثلا سو پونڈ مرتہن کا دین تھا اور سو پونڈ کی چیز رہن پر رکھی ہوئی تھی۔ مرتہن نے اس میں سے بیس پونڈ کا نقصان کیا اور اب شیء مرہون اسی ۸۰ پونڈ کی رہ گئی تو یہ بیس پونڈ دین سے ساقط ہو جائیں گے اور راہن پر مرتہن کا دین اب اسی پونڈ ہی رہے گا۔

وجہ :(۱) مرتہن نے شیء مرہون پر جنایت کی تو جنایت کے نقصان کی مقدار دین سے ساقط ہو جائے گی، (۲) حدیث میں ہے۔ **قال سمعت عطاء یحدث ان رجلا رھن فرسا فنفق فی یدہ فقال رسول اللہ ﷺ للمرتھن ذھب حقہ.** (سنن للبیھقی، باب من قال الرھن مضمون، ج سادس، ص ۶۴، نمبر ۱۱۲۲۵) اس حدیث مرسل میں ہے کہ مرتہن سے گھوڑا ہلاک ہوا تو آپ ؐ نے فرمایا کہ اس کا حق چلا گیا۔ اس لئے اگر شیء مرہون میں کوئی نقصان کرے گا تو نقصان کی مقدار مرتہن کا حق ختم ہو جائے گا۔

ترجمہ :۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ جب ضمان قرض کی جنس میں سے ہو تو قرض ساقط ہوگا۔

تشریح : مثلا قرض درہم ہے اور مرتہن پر جو ضمان لازم ہوا ہے وہ بھی درہم ہے تو مرتہن کا قرض ساقط ہوگا، لیکن اگر قرض کیلی مثلا گیہوں ہے اور ضمان درہم لازم ہوا ہے تو مرتہن کا قرض ساقط نہیں ہوگا، بلکہ یہ ضمان بھی مرہون کے ساتھ رہن پر رکھ دیا جائے گا، اور جب راہن قرض ادا کرے گا تو شیء مرہون اور یہ ضمان دونوں راہن واپس لیگا، کیونکہ یہ ضمان کی چیز راہن کی

الضَّمَانُ عَلَى صِفَةِ الدَّيْنِ، ٢ وَهٰذَا؛ لِأَنَّ الْعَيْنَ مِلْكُ الْمَالِكِ، وَقَدْ تَعَدَّى عَلَيْهِ الْمُرْتَهِنُ فَيَضْمَنُهُ لِمَالِكِهِ (٢٧٥)قَالَ :وَجِنَايَةُ الرَّهْنِ عَلَى الرَّاهِنِ وَالْمُرْتَهِنِ وَعَلَى مَالِهِمَا هَدْرٌ ﴿١ وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ ٢ وَقَالَا: جِنَايَتُهُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ مُعْتَبَرَةٌ، وَالْمُرَادُ بِالْجِنَايَةِ عَلَى النَّفْسِ مَا

ملکیت ہوگئی ہے۔

ترجمہ : ٢ یہ قرض کا ساقط ہونا اس لئے ہے کہ عین چیز راہن کی ملکیت ہے اور مرتہن نے اس پر زیادتی کی ہے اس لئے مالک کے لئے ضامن بن جائے گا۔

تشریح : نقصان کرنے کی وجہ سے مرتہن کا قرض ساقط ہوگا اس کی یہ دلیل ہے، کہ راہن کے مال کو نقصان پہنچایا ہے اس لئے راہن کو اس کا نقصان دینا ہوگا۔

ترجمہ : (۵۷۲) اور رہن کی جنایت راہن پر یا مرتہن پر اور ان دونوں کے مال پر ساقط الاعتبار ہے۔

ترجمہ : ١ یہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے۔

تشریح : شیء مرہون مثلا غلام ہے۔ اس نے راہن کا نقصان کر دیا تو یہ نقصان ہدر ہے۔ غلام سے کچھ نہیں لے سکے گا۔ اور مرتہن کا نقصان کیا تو وہ بھی غلام سے کچھ نہیں لے سکے گا۔

وجہ : غلام تو راہن ہی کا ہے اب اس کو بیچ کر نقصان وصول کرے گا تو اپنا ہی مال بیچے گا۔ اس لئے غلام کے اس نقصان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور اگر مرتہن کا نقصان کیا تو مرتہن کی ذمہ داری تھی کہ غلام کی حفاظت کرتا۔ اس نے حفاظت نہیں کی تو اس کی غلطی ہے۔ اور اگر مرتہن غلام بیچ کر نقصان وصول کرے تو غلام میں یا اس کی قیمت میں جتنی کمی آتی جائے گی اتنا ہی اس کے دین سے کٹتا جائے گا۔ تو غلام بیچ کر نقصان وصول کرنے کا مرتہن کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لئے غلام مرتہن کا نقصان کرے تو کچھ وصول نہیں کر پائے گا۔

نوٹ : یہاں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چار صورتیں ہیں

[۱] جان کر قتل کر دے اور شیء مرہون پر قصاص لازم ہوتا ہو تو مرہون پر قصاص لازم ہوگا۔ اس میں سب کا اتفاق ہے

[۲] مرہون نے قتل خطاء کی جس کی وجہ سے مال لازم ہوتا ہو تو مرہون پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا۔

[۳] مرہون نے مرتہن یا راہن کا عضو کاٹ دیا تو مرہون پر کوئی ضمان نہیں ہے۔

[۴] مرہون نے راہن، یا مرتہن کا مال ضائع کر دیا تو مرہون پر کوئی ضمان نہیں ہے۔

آخیر کی تین صورتوں میں راہن کا نقصان کرے تو مرہون پر ضمان نہیں ہے، لیکن مرتہن کا نقصان کرے تو صاحبینؒ کے نزدیک مرہون پر نقصان کا ضمان ہے۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

یُوجِبُ الْمَالَ، ۳؎ أَمَّا الْوِفَاقِيَّةُ فَلِأَنَّهَا جِنَايَةُ الْمَمْلُوكِ عَلَى الْمَالِكِ؛ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ مَاتَ كَانَ الْكَفَنُ عَلَيْهِ، ۴؎ بِخِلَافِ جِنَايَةِ الْمَغْصُوبِ عَلَى الْمَغْصُوبِ مِنْهُ؛ لِأَنَّ الْمِلْكَ عِنْدَ أَدَاءِ الضَّمَانِ يَثْبُتُ لِلْغَاصِبِ مُسْتَنِدًا حَتَّى يَكُونَ الْكَفَنُ عَلَيْهِ، فَكَانَتْ جِنَايَةً عَلَى غَيْرِ الْمَالِكِ

ترجمہ :۲؎ صاحبینؒ نے فرمایا کہ شیء مرہون کی جنایت مرتہن پر قابل اعتبار ہے، اور اس سے مراد نفس پر ایسی جنایت جس سے مال مال واجب کرتی ہو۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مالک پر جنایت کرے تو وہ جنایت ہدر ہے کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا، اور اجنبی پر جنایت کرے تو اس کا ضمان لازم ہوتا ہے، جنایت ہدر اس لئے کہ غلام اسی کا ہے تو اس سے کیا وصول کرے گا

اصول : مرتہن بعض موقع پر شیء مرہون کا مالک بن جاتا ہے اس لئے مرتہن پر جنایت کرے گا تو ہدر ہو جائے گا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک مرتہن غلام کا مالک نہیں ہے اس لئے جنایت کرنے سے ضمان لیا جائے گا۔

اصول : غلام قتل کر دے اور قصاص لازم ہوتا ہو تو راہن کو قتل کرے تو اس کا بھی قصاص ہے اور مرتہن کو قتل کرے تو اس پر بھی قصاص ہے، اوپر کا جو اختلاف ہے وہ اس صورت میں ہے جب جنایت کرنے سے مال لازم ہوتا ہو، قصاص لازم نہ ہوتا ہو۔ ان تین اصولوں پر یہ سب مسائل متفرع ہیں۔

تشریح: صاحبینؒ نے فرمایا کہ مرتہن پر ایسی جنایت کی جس سے مال لازم ہوتا ہو تو اس کا ضمان دینا ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ مرتہن کی جان پر جنایت کی ہو تو اگر قصاص لازم ہوتا ہو تو بالاتفاق مرہون پر قصاص لازم ہوگا، لیکن اگر اس سے مال لازم ہوتا ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ضمان لازم نہیں ہوگا، اور صاحبینؒ کے نزدیک ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ :۳؎ اتفاق والے مسئلے میں یہ ہے کہ مملوک کی جنایت مالک پر ہے [اس لئے ضمان لازم نہیں ہوگا] کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر مرہون مر گیا تو اس کا کفن راہن پر ہوتا ہے۔

تشریح :اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کا اتفاق ہے کہ مرہون نے راہن کی جنایت کی تو اور جنایت مال کی ہو تو دونوں کے یہاں ضمان نہیں ہے۔

وجہ : یہ غلام راہن کا مملوک ہے، اور ابھی قاعدہ گزر چکا ہے کہ مملوک اپنے مالک پر مال کی جنایت کرے تو ضمان نہیں ہے۔ اور یہ مرہون راہن کی ملکیت ہے اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ یہ مرہون مر جائے تو اس کا کفن راہن پر ہوتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ مرہون راہن کی ملکیت ہے۔

لغت :وفاقیۃ: یہاں وفاقیۃ کا ترجمہ ہے وہ مسئلہ جس میں امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین کا اتفاق ہے، اور وہ ہے کہ راہن کا مرہون نقصان کر دے تو کسی کے یہاں مرہون پر ضمان لازم نہیں ہوتا ہے۔

ترجمہ :۴؎ بخلاف مغصوب کی جنایت مغصوب منہ پر [ضمان لازم ہوگا] اس لئے کہ غاصب نے جب ضمان ادا کیا تو

فَاعْتُبِرَتْ ۵ وَلَهُمَا فِي الْخِلافِيَّةِ أَنَّ الْجِنَايَةَ حَصَلَتْ عَلَى غَيْرِ مَالِكِهِ وَفِي الاعْتِبَارِ فَائِدَةٌ وَهُوَ دَفْعُ الْعَبْدِ إِلَيْهِ بِالْجِنَايَةِ فَتُعْتَبَرُ ثُمَّ إِنْ شَاءَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ أَبْطَلا الرَّهْنَ وَدَفَعَاهُ بِالْجِنَايَةِ إِلَى الْمُرْتَهِنِ، وَإِنْ قَالَ الْمُرْتَهِنُ لا أَطْلُبُ الْجِنَايَةَ فَهُوَ رَهْنٌ عَلَى حَالِهِ ٦ وَلَهُ أَنَّ هَذِهِ الْجِنَايَةَ لَوْ اعْتَبَرْنَا لِلْمُرْتَهِنِ كَانَ عَلَيْهِ التَّطْهِيرُ مِنْ الْجِنَايَةِ؛ لِأَنَّهَا حَصَلَتْ فِي ضَمَانِهِ فَلا يُفِيدُ وُجُوبُ الضَّمَانِ لَهُ مَعَ وُجُوبِ التَّخْلِيصِ عَلَيْهِ، ۷ وَجِنَايَتُهُ عَلَى مَالِ الْمُرْتَهِنِ لا تُعْتَبَرُ بِالِاتِّفَاقِ إِذَا

جس وقت سے غصب کیا اسی وقت سے غاصب مغصوب کا مالک بن گیا، یہی وجہ ہے کہ کفن غاصب پر لازم ہوتا ہے، اس لئے مالک کے علاوہ پر جنایت ہوئی اس لئے جنایت کا اعتبار ہوگا۔

تشریح : زید نے عمر کا غلام غصب کیا، پھر زید نے غلام کی قیمت ادا کر دی تو جس دن سے غصب کیا تھا اسی دن سے زید غلام کا مالک بن گیا، اور عمر اجنبی بن گیا، اس لئے غلام نے عمر کی جنایت کی تو اجنبی کی جنایت کی اس لئے غلام پر ضمان لازم ہوگا، زید کا غلام ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ غلام مرے گا تو زید پر اس کا کفن لازم ہوگا، جس سے معلوم ہوا کہ یہ غلام زید کا تھا عمر کا نہیں تھا۔

لغت: مغصوب: غصب کیا ہوا غلام۔ مغصوب منہ: جس مالک سے غلام غصب کیا ہے

ترجمہ : ۵ اختلافی صورت میں صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جنایت مالک کے علاوہ پر ہے، اور اس کے اعتبار کرنے میں فائدہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ جنایت کی وجہ سے غلام مرتہن کو دے دیا جائے گا، پھر اگر راہن اور مرتہن چاہے تو رہن کو ختم کر دے اور جنایت کی وجہ سے غلام مرتہن کو دے دے، اور اگر مرتہن کہے کہ مجھے جنایت کی وجہ سے غلام نہیں چاہئے تو غلام رہن پر برقرار رہے گا۔

تشریح : مرتہن پر جنایت کرے تو صاحبین جنایت کا تاوان دلوانا چاہتے ہیں، اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مرتہن غلام کا مالک نہیں ہے، اس لئے گلام نے غیر مالک پر جنایت کیا ہے اس لئے جنایت کا تاوان دینا ہوگا۔

آگے فرماتے ہیں کہ مرتہن چاہے گا تو غلام کا مالک بن جائے گا، اس صورت میں تاوان بھی ادا ہو جائے گا اور مرتہن کا قرض بھی ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر مرتہن غلام کا مالک بننا نہیں چاہے گا تو غلام پہلے کی طرح رہن پر موجود رہے گا۔

ترجمہ: ۶ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اگر مرتہن کے لئے جنایت کا اعتبار کریں تو وہ جنایت سے پاک ہو جائے گا حالانکہ اسی کی ذمہ داری میں جنایت کی ہے اس لئے ضمان واجب کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ اس سے چھڑانا بھی اسی پر ہے۔

تشریح: یہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے کہ مرتہن کے پاس رہتے ہوئے مرہون نے جنایت کی ہے، حالانکہ جنایت سے

كَانَتْ قِيمَتُهُ وَالدَّيْنُ سَوَاءً؛ لِأَنَّهُ لَا فَائِدَةَ فِي اعْتِبَارِهَا؛ لِأَنَّهُ لَا يَتَمَلَّكُ الْعَبْدَ وَهُوَ الْفَائِدَةُ، ٨ وَإِنْ كَانَتِ الْقِيمَةُ أَكْثَرَ مِنَ الدَّيْنِ؛ فَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يُعْتَبَرُ بِقَدْرِ الْأَمَانَةِ؛ لِأَنَّ الْفَضْلَ لَيْسَ فِي ضَمَانِهِ فَأَشْبَهَ جِنَايَةُ الْعَبْدِ الْوَدِيعَةَ عَلَى الْمُسْتَوْدَعِ ٩ وَعَنْهُ أَنَّهَا لَا تُعْتَبَرُ؛ لِأَنَّ حُكْمَ الرَّهْنِ وَهُوَ الْحَبْسُ فِيهِ ثَابِتٌ فَصَارَ كَالْمَضْمُونِ، ١٠ وَهَذَا بِخِلَافِ جِنَايَةِ الرَّهْنِ عَلَى ابْنِ الرَّاهِنِ أَوْ ابْنِ الْمُرْتَهِنِ؛ لِأَنَّ الْأَمْلَاكَ حَقِيقَةٌ مُتَبَايِنَةٌ فَصَارَ كَالْجِنَايَةِ عَلَى الْأَجْنَبِي

روکنا مرتہن کی ہی ذمہ داری تھی اس لئے مرہون نے مرتہن کا نقصان کیا ہے تو وہ ہدر ہے۔

ترجمہ : ۷ مرتہن کے مال پر جنایت کی ہو تو بالا تفاق اس کا اعتبار نہیں ہے جبکہ اس کی قیمت اور قرض برابر ہو، اس لئے کہ اس کے اعبار کرنے میں فائدہ نہیں ہے، اس لئے کہ غلام کا مالک تو بنے گا نہیں جو اصل فائدہ ہے۔

تشریح: مثلا دو ہزار قرض تھا اور غلام کی قیمت بھی دو ہزار تھی، اور غلام نے مرتہن کا نقصان کر دیا تو یہ نقصان ہدر ہو گا۔

وجہ: قرض کی وجہ سے مرتہن پورے غلام بچوائے گا اور رقم لے لیگا تو اس میں کچھ بچے گا ہی نہیں تو غلام پر نقصان ڈالنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لئے یہ نقصان بالا تفاق ہدر ہو گا

لغت: ہدر: کا ترجمہ ہے بیکار۔

ترجمہ : ۸ اگر غلام کی قیمت قرض سے زیادہ ہے تو امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ امانت کی مقدار میں نقصان کا اعتبار کیا جائے گا، اس لئے کہ قرض سے جو زیادہ ہے وہ مرتہن کی ذمہ داری میں ہے اس لئے ایسا ہو گیا کہ امانت والے غلام نے امانت پر رکھنے والے پر جنایت کی ہو۔

تشریح : مثلا ایک ہزار قرض تھا اور غلام کی قیمت دو ہزار تھی، تو امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ ایک ہزار جو زیادہ ہے اس میں نقصان کرنے کا اعتبار کیا جائے گا۔

وجہ : کیونکہ یہ ایک ہزار امانت کی ہے اس میں مرتہن کی ذمہ داری نہیں ہے۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ زید کے پاس امانت کا غلام ہو، اور غلام نے زید کا نقصان کر دیا ہو تو غلام کو نقصان ادا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح غلام کا اجتنا حصہ امانت کا ہے اتنے حصے کا نقصان بھرنا پڑے گا۔

ترجمہ : ۹ امام ابو حنیفہؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ امانت کے حصے میں بھی جنایت کا اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ رہن کا حکم حبس ہے جو امانت کے حصے میں بھی ثابت ہے اس لئے امانت کا حصہ بھی مضمون کی طرح ہو گیا۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ غلام کا جو حصہ امانت کا ہے وہ بھی رہن کی وجہ سے مرتہن کی ذمہ داری میں ہے، یعنی اس کی ذمہ داری ہے کہ نقصان نہ کرنے دے اس لئے غلام نے نقصان کر دیا تو وہ ہدر ہو گا۔

(۵۷۳) قَالَ :وَمَنْ رَهَنَ عَبْدًا يُسَاوِي أَلْفًا بِأَلْفٍ إلَى أَجَلٍ فَنَقَصَ فِي السِّعْرِ فَرَجَعَتْ قِيمَتُهُ إلَى مِائَةٍ ثُمَّ قَتَلَهُ رَجُلٌ وَغَرِمَ قِيمَتَهُ مِائَةً ثُمَّ حَلَّ الْأَجَلُ فَإِنَّ الْمُرْتَهِنَ يَقْبِضُ الْمِائَةَ قَضَاءً عَنْ حَقِّهِ وَلَا يَرْجِعُ عَلَى الرَّاهِنِ بِشَيْءٍ﴿۱﴾ وَأَصْلُهُ أَنَّ النُّقْصَانَ مِنْ حَيْثُ السِّعْرُ لَا يُوجِبُ سُقُوطَ

ترجمہ :۱۰ یہ بخلاف جبکہ راہن کے بیٹے پر یا مرتہن کے بیٹے پر جنایت کر دیا ہو[تو ضمان لازم ہوگا]اس لئے کہ باپ بیٹے کی ملکیت الگ الگ ہوتی ہے، تو ایسا ہو گیا کہ اجنبی پر جنایت کی ہو۔

تشریح : قاعدہ یہ ہے کہ بیٹے کی ملکیت الگ ہوتی ہے اور باپ کی ملکیت الگ ہوتی ہے، اس لئے غلام نے راہن کے بیٹے، یا مرتہن کے بیٹے کا نقصان کیا تو یہ نقصان دینا ہوگا، کیونکہ اجنبی کا نقصان کیا ہے، اور قاعدہ گزر چکا ہے کہ اجنبی کا نقصان کیا تو غلام کو وہ نقصان بھرنا ہوگا۔

ترجمہ :(۵۷۳) کسی نے غلام کو رہن پر رکھا جسکی قیمت ایک ہزار تھی ایک مدت کے لئے پھر اس کی قیمت گھٹ کر ایک سو ہو گئی، پھر کسی نے غلام کو قتل کر دیا اور ایک سو اس پر ضمان لازم ہوا، پھر قرض ادا کرنے کا وقت آیا تو مرتہن اپنا حق وصول کرنے کے لئے ایک سو ہی لیگا اور راہن سے مزید کچھ نہیں لیگا۔

ترجمہ: ۱ اصل قاعدہ یہ ہے کہ بھاو کی وجہ سے نقصان ہمارے نزدیک قرض کو ساقط نہیں کرتا۔

نوٹ : یہاں یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ رہن کے رکھنے کے دن غلام کی جتنی قیمت تھی اسی قیمت کا اعتبار ہوگا، بعد میں قیمت گھٹ جانے کا اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ قیمت تو گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔

اصول :غلام کی ذات اصل ہے، اس کی قیمت اصل نہیں ہے قرض ساقط ہونے میں غلام کی ذات کا اعتبار کیا جائے گا اس کی گھٹتی بڑھتی قیمت کا نہیں ہے، انہیں دو اصولوں پر آگے کا مسئلہ متفرع ہے۔

تشریح :غلام کو جس دن رہن پر رکھا گیا تھا اس دن اس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی، اور قرض بھی ایک ہزار تھا، تین ماہ کے بعد اس کی قیمت گھٹ کر ایک سو درہم ہو گئی، اسی درمیان کسی نے غلام کو قتل کر دیا، اور مرتہن کو ایک سو درہم ضمان کا مل گیا، یہ ایک سو درہم رہن پر رہا، اب قرض کی ادائیگی کا وقت آیا تو یہی ایک سو درہم مرتہن کو ملے گا، اور اسی سے اس کا ایک ہزار قرض ادا ہو گیا باقی نو سو درہم راہن سے نہیں لے پائے گا۔

وجہ:(۱) ابھی قاعدہ گزرا کہ غلام کی ذات اصل ہے اور رہن رکھنے کے دن کی جو قیمت ہے وہی بنیاد بنے گی، بعد میں قیمت گھٹ گئی یہ بنیاد نہیں بنے گی، کیونکہ یہ تو گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، اب جب غلام مقتول ہوا تو گویا کہ مرتہن نے ایک ہزار وصول کر لیا ، کیونکہ غلام اس کے پاس ہلاک ہوا ہے۔(۲) مرتہن کو ضمان کا ایک سو ملا تو یوں سمجھو کہ پورا غلام اس کو مل گیا، کیونکہ قیمت گھٹنے کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے راہن سے اب کچھ وصول نہیں کر پائے گا۔

الدَّيْنِ عِنْدَنَا ۲؎ خِلَافًا لِزُفَرَ، وَهُوَ يَقُولُ: إِنَّ الْـمَالِيَّةَ قَدْ انْتَقَصَتْ فَأَشْبَهَ انْتِقَاصَ الْعَيْنِ ۳؎ وَلَنَا أَنَّ نُقْصَانَ السِّعْرِ عِبَارَةٌ عَنْ فُتُورِ رَغَبَاتِ النَّاسِ وَذَلِكَ لَا يُعْتَبَرُ فِي الْبَيْعِ حَتَّى لَا يَثْبُتَ بِهِ الْخِيَارُ وَلَا فِي الْغَصْبِ حَتَّى لَا يَجِبَ الضَّمَانُ، ۴؎ بِخِلَافِ نُقْصَانِ الْعَيْنِ؛ لِأَنَّ بِفَوَاتِ جُزْءٍ مِنْهُ يَتَقَرَّرُ الِاسْتِيفَاءُ فِيهِ؛ إذْ الْيَدُ يَدُ الِاسْتِيفَاءِ، ۵؎ وَإِذَا لَمْ يَسْقُطْ شَيْءٌ مِنْ الدَّيْنِ بِنُقْصَانِ

لغت:سعر : بھاو۔غرم: تاوان دینا۔

ترجمہ :۲؎ خلاف امام زفرؒ کے وہ فرماتے ہیں کہ بھاو کے گھٹنے سے قرض کی مالیت کم ہو جائے گی جیسے عین غلام کے کم ہونے سے مالیت کم ہو جاتی ہے۔

تشریح :امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ مثلا غلام کی قیمت کم ہوگئی اور ایک سو ہوگئی تو مرتہن کا نو سو ساقط ہو گیا ،جیسے غلام کا ہاتھ کاٹ دے اور غلام کی قیمت ایک سو رہ جائے تو باقی نو سو مرتہن کا ساقط ہو جاتا ہے اسی طرح یہاں بھاو کے گھٹنے سے مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا۔

ترجمہ :۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ بھاو گھٹنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی رغبت کم ہوگئی،اور بیع میں اس کا اعتبار نہیں ہے اسی لئے اس سے خیار ثابت نہیں ہوگا،اور نہ غصب میں اس کا اعتبار ہے یہی وجہ ہے کہ بھاو گھٹنے سے غاصب پر ضمان لازم نہیں ہوگا

تشریح : بھاو گھٹنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی رغبت کم ہوگئی، چنانچہ اس کا اعتبار نہ بیع میں ہے اور نہ غصب میں ہے اس لئے رہن میں بھی اس کا اعتبار نہیں ہوگا

بیع کی صورت: زید نے پانچ سو میں گائے بیچی ،مشتری نے ابھی قبضہ نہیں کیا تھا کہ گائے کی قیمت ایک سو ہوگئی تو قیمت کم ہونے کی وجہ سے مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہیں ہوگا

غصب کی صورت: زید نے عمر کی گائے غصب کی اس وقت اس کی قیمت پانچ سو تھی، بعد میں اس کی قیمت ایک سو ہوگئی تو قیمت کم ہونے کی وجہ سے عمر کو یہ حق نہیں ہوگا کہ گائے کے ساتھ چار سو بھی لے، بلکہ صرف گائے کو واپس کر دینا کافی ہوگا۔اسی طرح رہن میں قیمت کم ہوگئی تو مرتہن راہن سے کم قیمت وصول نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ قیمت کی کمی زیادتی کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ :۴؎ بخلاف عین کے نقصان کے [اس کا اعتبار ہوگا] اس لئے کہ اس میں ایک جز وفوت ہونے کی وجہ سے وصول یابی ہو جاتی ہے،اس لئے کہ یہ وصولیابی کا قبضہ ہے۔

تشریح : یہ امام زفرؒ کو جواب ہے۔فرماتے ہیں کہ غلام کا ہاتھ کاٹ دیا جسکی وجہ سے اس کا بدلہ لیا تو یہاں ایک عضو کا بدلہ ہے اسلئے اس کو وصول کرنا شمار کیا جائے گا،اس کو بھاو کے گھٹنے بڑھنے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ وہاں کوئی عین چیز آتی نہیں ہے

ترجمہ :۵؎ بھاو کے کم ہونے سے قرض میں سے کچھ ساقط نہیں ہوگا تو شیء مرہون پورے قرض کے بدلے رہن میں رہے

السِّعْرِ بَقِيَ مَرْهُونًا بِكُلِّ الدَّيْنِ، فَإِذَا قَتَلَهُ حُرٌّ غَرِمَ قِيمَتَهُ مِائَةً؛ لِأَنَّهُ تُعْتَبَرُ قِيمَتُهُ يَوْمَ الْإِتْلَافِ فِي ضَمَانِ الْإِتْلَافِ؛ لِأَنَّ الْجَابِرَ بِقَدْرِ الْفَائِتِ، وَأَخَذَهُ الْمُرْتَهِنُ؛ لِأَنَّهُ بَدَلُ الْمَالِيَّةِ فِي حَقِّ الْمُسْتَحِقِّ وَإِنْ كَانَ مُقَابَلًا بِالدَّمِ عَلَى أَصْلِنَا حَتَّى لَا يُزَادَ عَلَى دِيَةِ الْحُرِّ؛ لِأَنَّ الْمَوْلَى اسْتَحَقَّهُ بِسَبَبِ الْمَالِيَّةِ وَحَقُّ الْمُرْتَهِنِ مُتَعَلِّقٌ بِالْمَالِيَّةِ فَكَذَا فِيمَا قَامَ مَقَامَهُ، ثُمَّ لَا يُرْجَعُ عَلَى الرَّاهِنِ بِشَيْءٍ؛ لِأَنَّ يَدَ الرَّهْنِ يَدُ الِاسْتِيفَاءِ مِنَ الِابْتِدَاءِ وَبِالْهَلَاكِ يَتَقَرَّرُ، وَقِيمَتُهُ كَانَتْ فِي الِابْتِدَاءِ أَلْفًا فَيَصِيرُ مُسْتَوْفِيًا لِلْكُلِّ مِنَ الِابْتِدَاءِ ٦ؒ أَوْ نَقُولُ: لَا يُمْكِنُ أَنْ يُجْعَلَ مُسْتَوْفِيًا الْأَلْفَ بِمِائَةٍ؛ لِأَنَّهُ يُؤَدِّي إِلَى الرِّبَا فَيَصِيرُ مُسْتَوْفِيًا الْمِائَةَ وَبَقِيَ تِسْعُمِائَةٍ فِي الْعَيْنِ، فَإِذَا

گا، پس اگر اس کو کسی آزاد نے قتل کر دیا، اور اس کی قیمت ایک سو درہم وصول کی اس لئے کہ ضمان لگانے میں تلف کرنے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا، اس لئے کہ جتنا فوت ہوا ہے اسی کی مقدار بھر پائی ہوگی، تو مرتہن ایک سو لیگا اس لئے کہ مستحق کے حق میں مالیت کا بدل ہے، اگر چہ یہ خون کا بدلہ ہے ہمارے قاعدے پر یہی وجہ ہے کہ ایک آزاد آدمی کی دیت سے زیادہ نہ ہو اس لئے کہ آقا مالیت کے سبب سے مستحق ہوا ہے، اور مرتہن کا حق مالیت کے اعتبار سے متعلق ہوا ہے، ایسے ہی جو اس کے قائم مقام ہوا ہے، پھر مرتہن راہن سے کچھ نہیں لیگا اس لئے کہ رہن پر جو قبضہ ہے وہ وصولیابی کا قبضہ ہے شروع دن سے، اور غلام ہلاک ہونے سے یہ قبضہ اور مضبوط ہو گیا، اور اس کی قیمت شروع میں ایک ہزار تھی تو گویا کہ شروع سے ایک ہزار وصول کر لیا۔

تشریح: اس لمبی عبارت میں تین باتیں بتا رہے ہیں۔

[۱] ایک ہزار قرض تھا اور غلام کو جس دن رہن پر رکھا تھا اس دن اس کی قیمت ایک ہزار تھی، اور جس دن اس کو ہلاک کیا اس کی قیمت ایک سو تھی، اب جو مرتہن کو ایک سو ملا تو گویا کہ پورا غلام مل گیا، اور پورا غلام مل جائے تو راہن سے کچھ نہیں لے سکتا اسی طرح یہاں بھی راہن سے باقی نو سو وصول نہیں کر سکتا ہے۔

[۲] دوسری بات یہ بیان کر رہے ہیں کہ غلام کی جو قیمت ہے وہ ایک اعتبار سے اس کے خون کا بدلہ ہے، یہی وجہ ہے کہ آزاد آدمی کی جو دیت ہے اس سے زیادہ اس کی قیمت نہ لگائی جائے۔

[۳] اور تیسری بات یہ بیان کر رہے ہیں کہ رہن کے دن جو قیمت ہے اسی کا اعتبار ہوگا، بعد میں اس کی قیمت کم بیش ہو جائے اس کا اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک اعتباری چیز ہے۔ تینوں باتوں کو عبارت سے غور سے نکالیں۔

ترجمہ: ٦ؒ یا ہم یوں کہیں کہ ایک سو کے بدلے میں ایک ہزار وصول کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ تو سود ہو جائے گا، پس یوں کہیں کہ ایک سو پہلے وصول کیا اور عین غلام میں سے نو سو باقی رہا پس جب غلام ہلاک ہو گیا تو ہلاکت کی وجہ سے نو سو بھی وصول کرنا پایا گیا۔

هَـلَـکَ يَـصِيرُ مُسْتَوْفِيًا تِسْعَمِائَةٍ بِالْهَلَاکِ، ے بِـخِلَافِ مَـا إِذَا مَاتَ مِنْ غَيْرِ قَتْلِ أَحَدٍ؛ لِأَنَّهُ يَـصِيـرُ مُسْتَـوْفِيًـا الْكُلَّ بِالْعَبْدِ؛ لِأَنَّهُ لا يُؤَدِّي إِلَى الرِّبَا(۵۷۴) قَالَ :وَإِنْ كَانَ أَمَرَهُ الرَّاهِنُ أَنْ يَبِيعَـهُ فَبَـاعَـهُ بِـمِـائَةٍ وَقَبَضَ الْمِائَةَ قَضَاءً مِنْ حَقِّهِ فَيَرْجِعُ بِتِسْعِمِائَةٍ ۞ا لِأَنَّـهُ لَـمَّا بَاعَهُ بِإِذْنِ الـرَّاهِـنِ صَارَ كَأَنَّ الرَّاهِنَ اسْتَرَدَّهُ وَبَاعَهُ بِنَفْسِهِ، وَلَوْ كَانَ كَذَلِکَ يَبْطُلُ الرَّهْنُ وَيَبْقَى الدَّيْنُ إِلَّا بِـقَـدْرِ مَـا اسْتَـوْفَـى، وَكَـذَا هَذَا (۵۷۵)قَالَ :وَإِنْ قَتَلَهُ عَبْدٌ قِيمَتُهُ مِائَةٌ فَدُفِعَ مَكَانَهُ افْتَكَّهُ

تشریح: یہ ایک لفظی اشکال ہے اور اس کا جواب ہے۔ اشکال یہ ہے کہ ایک سو کے بدلے میں ایک ہزار وصول کر رہا ہے یہ تو سود ہو گیا، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ قتل کے وقت ایک سو وصول کیا، اور نو سو باقی رہا، پھر جب غلام ہلاک ہوا تو گویا کہ ہلاکت کے بدلے میں نو سو وصول کیا اس لئے اب سود نہیں ہوا۔

ترجمہ: ے بخلاف بغیر قتل کے غلام مر گیا تو غلام کے بدلے میں پورا ایک ہزار وصول کرنے والا ہو گیا، اس صورت میں سود نہیں ہوگا۔

تشریح: مرتہن کے یہاں غلام خود بخود مر گیا تو مرتہن کا پورا قرض ساقط ہو جائے گا، چاہے اس وقت غلام کی قیمت کم ہوئی ہو یا زیادہ ہوئی ہو، اس صورت میں سود کی صورت نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۵۷۴) اگر راہن نے نرتہن کو حکم دیا کہ شیءمرہون کو بیچ دے، اس نے سو میں ہی بیچ دیا، اور اپنے حق کی ادائیگی کے لئے سو پر قبضہ کر لیا تو وہ نو سو راہن سے لیگا۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ جب راہن کی اجازت سے بیچا تو ایسا ہو گیا کہ راہن نے شیءمرہون کو واپس لیا اور خود راہن نے بیچا، اگر ایسا ہو تو رہن کا عقد ختم ہو جاتا ہے اور جتنا وصول کیا ہے اس کے علاوہ قرض باقی رہتا ہے، ایسے ہی یہاں بھی ہوگا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ راہن کے حکم سے مرتہن نے بیچا ہے تو جتنی قیمت میں بکا ہے وہ وصول ہوگا اور جو باقی رہ گیا وہ راہن سے دوبارہ وصول کرے گا۔ کیونکہ مرتہن کا بیچنا گویا کہ راہن کا بیچنا ہوا۔

تشریح: ایک ہزار قرض تھا اور رہن رکھنے کے دن غلام کی قیمت ایک ہزار تھی، درمیان میں راہن نے مرتہن کو حکم دیا کہ اس کو بیچ کر اپنا قرض وصول کر لو، مرتہن نے اس کو ایک سو میں بیچ دیا اور وہ ایک سو رکھ لیا تو مرتہن باقی نو سو راہن سے وصول کرے گا۔

وجہ: جب راہن کے حکم سے بیچا تو ایسا ہو گیا کہ راہن نے غلام کو واپس لے لیا اور خود راہن نے بیچا، پس اگر راہن سو میں بیچے اور یہ سو مرتہن کو دے تو اب نو سو قرض باقی رہ گیا ہے جو بعد میں راہن سے لیگا، اسی طرح یہاں باقی نو سو راہن سے لیگا۔
(۲) یہاں مرتہن نے راہن کے حکم سے بیچا ہے اس لئے مرتہن راہن کا وکیل بن گیا، اس لئے مرتہن کا بیچنا راہن کا بیچنا ہوا۔

ترجمہ: (۵۷۵) اگر مرہون غلام کو کسی دوسرے غلام نے قتل کر دیا، اس قاتل غلام کی قیمت ایک سو درہم ہے، اس غلام کو

بِجَمِيعِ الدَّيْنِ﴾ ل وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُف(٥٧٦) وَقَالَ مُحَمَّدٌ: هُوَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ افْتَكَّهُ بِجَمِيعِ الدَّيْنِ، وَإِنْ شَاءَ سَلَّمَ الْعَبْدَ الْمَدْفُوعَ إِلَى الْمُرْتَهِنِ بِمَالِهِ﴾ ل وَقَالَ زُفَرُ: يَصِيرُ رَهْنًا بِمِائَةٍ لَهُ أَنَّ يَدَ الرَّهْنِ يَدُ اسْتِيفَاءٍ وَقَدْ تَقَرَّرَ بِالْهَلَاكِ، إِلَّا أَنَّهُ أُخْلِفَ بَدَلًا بِقَدْرِ الْعُشْرِ فَيَبْقَى الدَّيْنُ بِقَدْرِهِ

مقتول غلام کی جگہ پر دے دیا، تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک راہن پورا قرض ادا کر کے چھڑائے گا۔

تشریح: جس غلام کو رہن پر رکھا تھا وہ ایک ہزار کا تھا، اس کو کسی غلام نے قتل کر دیا، اس غلام کی قیمت ایک سو درہم ہے، اس غلام کو پہلے کی جگہ پر دے دیا، تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ راہن ایک ہزار درہم دیکر اس غلام کو مرتہن سے چھڑائے گا۔

وجہ: یہ دوسرا غلام ہر اعتبار سے پہلے غلام کے قائم مقام ہے، پس پہلے غلام کی قیمت کم ہو جاتی تب بھی ایک ہزار دیکر ہی چھڑانا پڑتا، اسی طرح اس غلام کی قیمت کم ہے تب بھی ایک ہزار ہی دیکر چھڑانا پڑے گا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دوسرا غلام پہلے غلام کے قائم مقام ہے، اور قیمت کے گھٹنے اور بڑھنے کا اعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: (٥٧٦) امام محمدؒ نے کہا کہ اس کو اختیار ہے کہ تمام قرض دیکر غلام چھڑا لے، اور یہ بھی اختیار ہے کہ مال کے بدلے میں غلام کو مرتہن کے حوالے کر دے۔

تشریح: امام محمدؒ کے نزدیک راہن کو دو اختیار ہیں [۱] ایک اختیار تو یہ ہے کہ پورا ایک ہزار دیکر یہ غلام مرتہن سے لے لے، [۲] اور دوسرا اختیار یہ ہے کہ قرض کے بدلے میں غلام مرتہن کو ہی دے دے۔

وجہ: اصل غلام کو جو قتل کیا ہے اور دوسرا غلام اس کے بدلے میں دیا گیا ہے یہ سب مرتہن کی ذمہ داری میں ہوا ہے، یہ غلطی مرتہن کی ہے، اس لئے راہن پر صرف ایک ہی اختیار ہو کہ ایک ہزار دیکر غلام لے یہ نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اس کو یہ بھی اختیار ملنا چاہئے کہ یہ غلام قرض کے بدلے میں مرتہن کو دے دے۔ اس کی دو مثالیں آگے آرہی ہیں

ترجمہ: ل امام زفرؒ نے فرمایا کہ یہ دوسرا غلام سو کے بدلے میں رہن رہے گا، انکی دلیل یہ ہے کہ رہن کا قبضہ وصول یابی کا قبضہ ہے اور غلام ہلاک کی وجہ سے یہ قبضہ مضبوط ہو گیا، مگر یہ کہ اس کے بدلے میں دسواں حصہ مل گیا ہے اس لئے قرض اسی کی مقدار باقی رہے گا۔

تشریح: امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ مرتہن کا ایک سو باقی رہ گیا، اور راہن چاہے تو ایک سو دیکر غلام لے لے اور باقی نو سو ساقط ہو گیا۔

وجہ: امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ مرتہن کا قبضہ وصول یابی کا قبضہ ہے، اور جب غلام ہلاک ہو گیا تو گویا کہ اس نے غلام وصول کر لیا

۲؎ وَلِأَصْحَابِنَا عَلَى زُفَرَ أَنَّ الْعَبْدَ الثَّانِيَ قَائِمٌ مَقَامَ الْأَوَّلِ لَحْمًا وَدَمًا، وَلَوْ كَانَ الْأَوَّلُ قَائِمًا وَانْتَقَصَ السِّعْرُ لَا يَسْقُطُ شَيْءٌ مِنْ الدَّيْنِ عِنْدَنَا لِمَا ذَكَرْنَا، فَكَذَلِكَ إذَا قَامَ الْمَدْفُوعُ مَكَانَهُ ۳؎ وَلِمُحَمَّدٍ فِي الْخِيَارِ أَنَّ الْمَرْهُونَ تَغَيَّرَ فِي ضَمَانِ الْمُرْتَهِنِ فَيُخَيَّرُ الرَّاهِنُ كَالْمَبِيعِ إذَا قُتِلَ قَبْلَ الْقَبْضِ وَالْمَغْصُوبِ إذَا قُتِلَ فِي يَدِ الْغَاصِبِ يُخَيَّرُ الْمُشْتَرِي، وَالْمَغْصُوبُ مِنْهُ كَذَا هَذَا ۴؎ وَلَهُمَا أَنَّ التَّغَيُّرَ لَمْ يَظْهَرْ فِي نَفْسِ الْعَبْدِ لِقِيَامِ الثَّانِي مَقَامَ الْأَوَّلِ لَحْمًا وَدَمًا كَمَا

،اوراس کا پورا قرض ادا ہو گیا، ہاں موجودہ غلام کی قیمت ایک سو ہے تو یوں سمجھا جائے گا کہ مرتہن کا قرض ایک سو ہی باقی رہا۔

ترجمہ :۲؎ ہمارے امام کی دلیل امام زفرؒ کے خلاف یہ ہے کہ دوسرا غلام خون اور گوشت کے اعتبار سے پہلے کے قائم مقام ہے، اور پہلا غلام قائم رہتا اور قیمت کم ہو جاتی تو ہمارے نزدیک قرض کچھ کم نہیں ہوتا تو ایسے دیا گیا غلام جو اس کے قائم مقام ہوا۔

تشریح :امام زفرؒ کے جواب میں ہماری دلیل یہ ہے کہ دوسرا غلام پہلے کے مکمل قائم مقام ہے، اور پہلا غلام قائم رہتا اور اس کی قیمت کم ہو جاتی تب بھی قرض میں کمی نہیں آتی اسی طرح یہاں بھی قرض میں کمی نہیں آئے گی، راہن ایک ہزار دیکر یہ غلام مرتہن سے واپس لیگا۔

ترجمہ :۳؎ راہن کو اختیار دینے کے بارے میں امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ، مرتہن کی ذمہ داری میں شیء مرہون میں تبدیلی آئے ہے اس لئے راہن کو اختیار ہوگا، جیسے مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے قتل کر دیا جائے، یا مغصوب غلام کو غاصب کے قبضے میں رہتے ہوئے قتل کر دیا جائے، تو مشتری کو اور مالک کو اختیار ہوتا ہے ایسے ہی یہاں راہن کو اختیار ہوگا۔

تشریح :امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ شیء مرہون کو جو قتل کیا گیا ہے وہ مرتہن کی ذمہ داری میں قتل کیا گیا ہے اس لئے راہن کو دو اختیار ہوں گے، اس کی دو مثال دیتے ہیں [۱] زید نے غلام بیچا، ابھی مشتری نے قبضہ بھی نہیں کیا تھا کہ غلام کو قتل کر دیا اور اس کے بدلے میں کم قیمت والا غلام دے دیا گیا ،تو مشتری کو اختیار ہوگا، چاہے تو پوری قیمت دیکر یہ غلام لے لے، اور چاہے تو بیع فسخ کر دے۔ [۲] دوسری مثال۔ زید نے عمر کا غلام غصب کیا تھا، زید کے ہاتھ میں رہتے ہوئے غلام قتل کر دیا اور اس کے بدلے میں کم قیمت والا غلام دے دیا گیا تو عمر کو دو اختیار ہوں گے یا تو یہ غلام لے لے، یا اپنا اصل غلام کی قیمت غاصب سے لے لے، اسی طرح یہاں راہن کو دو اختیار ہوں گے، اس غلام کو قرض کے بدلے میں مرتہن کو دے دے، اور دوسرا اختیار یہ کہ ایک ہزار قرض ادا کر کے اس غلام کو مرتہن سے لے لے۔

ترجمہ :۴؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ پہلے غلام میں کوئی تغیر ظاہر نہیں ہوا کیونکہ دوسرا غلام خون اور گوشت کے ساتھ پہلے غلام کے قائم مقام ہو گیا، جیسا کہ ہم نے ابھی امام زفرؒ کے جواب میں ذکر کیا۔

ذَكَرْنَاهُ مَعَ زُفَرَ، ۵ وَعَيْنُ الرَّهْنِ أَمَانَةٌ عِنْدَنَا فَلَا يَجُوزُ تَمْلِيكُهُ مِنْهُ بِغَيْرِ رِضَاهُ، ٦ وَلِأَنَّ جَعْلَ الرَّهْنِ بِالدَّيْنِ حُكْمٌ جَاهِلِيٌّ، وَأَنَّهُ مَنْسُوخٌ، ٧ بِخِلَافِ الْبَيْعِ؛ لِأَنَّ الْخِيَارَ فِيهِ حُكْمُهُ الْفَسْخُ وَهُوَ مَشْرُوعٌ ٨ وَبِخِلَافِ الْغَصْبِ؛ لِأَنَّ تَمَلُّكَهُ بِأَدَاءِ الضَّمَانِ مَشْرُوعٌ، ٩ وَلَوْ كَانَ الْعَبْدُ

تشریح : یہ امام محمدؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ مرتہن کے یہاں غلام میں تبدیلی آئی، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ دوسرا غلام پہلے غلام کے مکمل قائم مقام ہو گیا، اس لئے کوئی تبدیلی نہیں مانی جائے گی، اس لئے راہن کو ایک ہی اختیار ہے کہ ایک ہزار دیکر غلام واپس لے لے۔

ترجمہ: ۵ ہمارے نزدیک عین رہن مرتہن کے پاس امانت ہے اسلئے مرتہن کی رضامندی کے بغیر اس کو مالک نہیں بنا سکتا

تشریح : ہماری جانب سے یہ دوسری دلیل ہے کہ شیء مرہون مرتہن کے پاس امانت ہے اس لئے جب تک وہ نہ لینا چاہے اس کو مالک نہیں بنا سکتے۔

ترجمہ : ٦ اور رہن کو قرض کے بدلے میں دے دینا یہ جاہلی حکم ہے اور وہ منسوخ ہے۔

تشریح : زمانہ جاہلیت میں ایسا تھا کہ شیء مرہون کو قرض کے بدلے میں دے دیتے تھے، اب ایسا نہیں ہے اب تو یہ ہے کہ قرض ادا نہیں کر رہا ہو تو شیء مرہون کو بیچ کر اس کا قرض ادا کیا جائے گا۔ اس لئے امام محمدؒ نے جو یہ کہا کہ راہن کو یہ اختیار ہے کہ قرض کے بدلے میں غلام دے دے یہ صحیح نہیں کہا۔

وجہ : قرض کے بدلے میں شیء مرہون کو نہیں دیا جائے گا ایسا عمل اب اس حدیث سے منسوخ ہے۔ **عن ابن المسیب قال قال رسول اللہ ﷺ لا یغلق الرھن لک غنمہ و علیک غرمہ** (دار قطنی، باب کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۳۰، نمبر ۲۹۰۳) اس حدیث مرسل میں ہے کہ قرض کے بدلے میں شیء مرہون کو نہیں رکھا جائے گا۔

ترجمہ : ۷ بخلاف بیع کے اس لئے کہ اس میں جو اختیار ہے وہ بیع کو فسخ کرنے کا اختیار ہے، اور وہ مشروع ہے۔

تشریح : یہ امام محمدؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ بیع میں مشتری کو فسخ کرنے کا اختیار ہے، اس کا جواب دیا کہ بیع میں مشتری کے لئے فسخ کرنا مشروع ہے، اور راہن کے لئے جائز نہیں ہے کہ بغیر مرتہن کی رضامندی کے اس کو کم قیمت کا غلام دے دے، اس لئے یہ قیاس مع الفارق ہے۔

ترجمہ : ۸ بخلاف غصب کے غاصب ضمان ادا کر دے تو مغصوب کا مالک بن جاتا ہے یہ مشروع ہے۔

تشریح : یہ بھی امام محمدؒ کو جواب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ مالک کو دو اختیار ہیں، یا اس غلام کو لے لے، یا اصلی غلام کی قیمت کو لے لے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ غاصب شیء مغصوب کا ضمان ادا کر دے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے، اور مرتہن اپنے قرض کی وجہ سے شیء مرہون کا مالک نہیں بنتا تو دونوں میں ایک علت نہیں ہے اس لئے یہ بھی قیاس مع الفارق ہے۔

تَـرَاجَـعَ سِـعْـرُهُ حَتَّـى صَـارَ يُسَـاوِي مِـائَةً ثُـمَّ قَتَـلَـهُ عَبْدٌ يُسَاوِي مِائَةً فَدُفِعَ بِهِ فَهُوَ عَلَى هَذَا الْـخِلَافِ(۵۷۷) وَإِذَا قَتَلَ الْعَبْدُ الرَّهْنُ قَتِيلًا خَطَأً فَضَمَانُ الْجِنَايَةِ عَلَى الْمُرْتَهِنِ وَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَدْفَعَ﴾ل لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ التَّمْلِيكَ(۵۷۸) وَلَوْ فُدِيَ طَهُرَ الْمَحَلُّ فَبَقِيَ الدَّيْنُ عَلَى حَالِهِ وَلَا يَـرْجِـعُ عَـلَـى الرَّاهِنِ بِشَيْءٍ مِنْ الْفِدَاءِ﴾ل لِأَنَّ الْـجِـنَـايَةَ حَـصَـلَـتْ فِي ضَمَانِهِ فَكَانَ عَلَيْهِ

ترجمہ: ۹؎ اور اگر غلام کی قیمت گھٹ کر ایک سو ہوگئی، پھر اس کو ایسے غلام نے قتل کیا جو ایک سو قیمت کی تھی اور اس غلام کو اس کے بدلے میں دے دیا تو یہ مسئلہ بھی اوپر والے اختلاف پر ہے۔

تشریح: اوپر یہ مسئلہ تھا کہ غلام کی قیمت ایک ہزار تھی اس کو ایک سو قیمت والے غلام نے قتل کیا تھا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ خود غلام کی قیمت گھٹ کر ایک سو ہوگئی، اور اس کو ایک ایسے غلام نے قتل کیا جس کی قیمت ایک سو تھی، اور اس غلام کو اس کے بدلے میں دے دیا تو اس بارے میں بھی اوپر کا اختلاف ہے۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں ایک ہزار مرتہن کو دے اور ایک سو والا غلام لے لے۔ اور امام محمدؒ کے یہاں دو اختیار ہیں [۱] ایک ہزار دیکر غلام کو لے [۲] اور دوسرا اختیار ہے کہ یہ غلام قرض کے بدلے میں مرتہن ہی کے پاس رہنے دے۔ اور امام زفرؒ کے یہاں مرتہن کا نو سو ساقط ہوگیا اور اب اس کا قرض صرف ایک سو رہ گیا۔ یہ تینوں اختلاف اس مسئلے میں بھی ہیں۔

لغت: تراجع سعرہ: اس کی قیمت کم ہوگئی۔

ترجمہ: (۵۷۷) مرہون غلام نے کسی کو غلطی سے قتل کر دیا تو جنایت کا ضمان مرتہن پر ہوگا، لیکن وہ غلام کو دے نہیں سکے گا،

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ مرتہن کی ملکیت نہیں ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مرتہن کی ذمہ داری میں غلام نے جنایت کی تو مرتہن ہی کو اس کا ضمان ادا کرنا ہوگا۔

تشریح: مرہون غلام نے قتل کیا تب تو قصاص غلام پر ہوگا، لیکن قتل خطاء کیا تو اس کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا، یہ بات بھی ہے کہ مرتہن غلام کو مقتول کے ورثہ کو دے نہیں سکے گا، کیونکہ اس کی ملکیت نہیں ہے۔

وجہ: مرتہن کی ذمہ داری میں قتل کیا ہے اس لئے ضمان مرتہن پر ہوگا۔

ترجمہ: (۵۷۸) اگر مرتہن نے فدیہ دے دیا تو مرہون فدیہ سے پاک ہو جائے گا اور قرض اپنی حالت پر رہے گا اور راہن سے کوئی فدیہ نہیں لے سکے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ مرتہن کی ذمہ داری میں غلام نے جنایت کی ہے، اس لئے مرتہن ہی پر اس کی اصلاح واجب ہے۔

تشریح: یہاں چار باتیں بیان کر رہے ہیں [۱] مرتہن نے غلام کا فدیہ دے دیا تو اب غلام پر کوئی فدیہ نہیں رہے گا وہ فدیہ سے پاک ہو جائے گا، [۲] مرتہن کا قرض راہن پر پہلے کی طرح برقرار رہے گا، [۳] اور غلام مرتہن کے پاس رہن پر ہی رہے گا

إِصْلَاحُهَا(۵۷۹) وَلَوْ أَبَى الْمُرْتَهِنُ أَنْ يَفْدِيَ قِيلَ لِلرَّاهِنِ ادْفَعِ الْعَبْدَ أَوْ افْدِهِ بِالدِّيَةِ﴾ ﴿ لِأَنَّ الْمِلْكَ فِي الرَّقَبَةِ قَائِمٌ لَهُ، ٢ وَإِنَّمَا إلَى الْمُرْتَهِنِ الْفِدَاءُ لِقِيَامِ حَقِّهِ فَإِذَا امْتَنَعَ عَنْ الْفِدَاءِ يُطَالَبُ الرَّاهِنُ بِحُكْمِ الْجِنَايَةِ وَمِنْ حُكْمِهَا التَّخْيِيرُ بَيْنَ الدَّفْعِ وَالْفِدَاءِ (۵۸۰)فَإِنْ اخْتَارَ الدَّفْعَ سَقَطَ الدَّيْنُ﴾ ١ لِأَنَّهُ اُسْتُحِقَّ لِمَعْنًى فِي ضَمَانِ الْمُرْتَهِنِ فَصَارَ كَالْهَلَاكِ(۵۸۱)

[۴] لیکن یہ دیا ہوا فدیہ راہن سے نہیں لے سکے گا، کیونکہ خود مرتہن کی ذمہ داری میں یہ فدیہ لازم ہوا تھا۔

ترجمہ :(۵۷۹) مرتہن نے فدیہ دینے سے انکار کر دیا تو راہن سے کہا جائے گا کہ غلام دے دو یا دیت کا فدیہ دے دو۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ راہن کی ملکیت غلام میں قائم ہے۔

تشریح :مرتہن فدیہ نہ دے تو راہن سے کہا جائے گا کہ یا تو آپ فدیہ میں غلام ہی حوالہ کر دیں، کیونکہ غلام راہن کی ملکیت ہے اس لئے غلام بھی حوالہ کر سکتا ہے، اور یہ بھی کر سکتا ہے کہ دیت کی رقم دے دے۔

ترجمہ:٢ مرتہن پر فدیہ اس کے حق کو قائم رکھنے کے لئے ہے، پس جب وہ فدیہ سے رک گیا تو جنایت کی وجہ سے راہن سے مطالبہ کیا جائے گا، اور اس کو دو اختیار ملیں گے، غلام کو حوالہ کر دے یا اس کا فدیہ ادا کر دے۔

تشریح :مرتہن سے فدیہ کے لئے اس لئے کہا گیا کہ اس کی ذمہ داری میں رہتے ہوئے غلام نے جنایت کی ہے، اب وہ فدیہ نہیں دیتا ہے تو راہن سے کہا جائے گا کہ فدیہ دے، اور اس کو دو اختیار ہیں، خود غلام کو مقتول کے حوالہ کر دے، یا دیت کی رقم دے دے۔

ترجمہ :(۵۸۰) اگر راہن نے غلام کو حوالہ کرنا اختیار کیا تو مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا۔

ترجمہ:١ اس لئے کہ یہ فدیہ مرتہن کی ذمہ داری کے وقت ہوا تھا، تو ایسا ہوا کہ شیء مرہون ہلاک ہو گئی ہو۔

تشریح :یہ فدیہ مرتہن کی ذمہ داری میں لازم ہوا تھا اور اس نے ادا نہیں کیا، اب راہن نے غلام ہی فدیہ میں دے دیا تو یوں سمجھو کہ غلام ہلاک ہو گیا، اور قاعدہ یہ گزرا کہ غلام ہلاک ہو جائے تو غلام کی قیمت کی مقدار قرض ساقط ہو جاتا ہے، اس لئے یہاں مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا، کیونکہ غلام کی قیمت اتنی ہی تھی جتنا قرض تھا۔

وجہ:(۱)عن ابراھیم قال فی الرھن اذا کان اکثر ثم ذھب منه شیء ذھب من الحق بقدر ما ذھب من الرھن (مصنف عبد الرزاق، باب الرہن یہلک بعضہ او کلہ، ج ثامن، ص ۱۸۶، نمبر ۱۵۱۳۴)(۲)عن الشریح قال ذھبت الرھن بما فیھا (مصنف عبد الرزاق، باب الرہن یہلک، ج ثامن، ص ۱۸۴، نمبر ۱۵۱۱۷)اس قول تابعی میں ہے کہ شیء مرہون ہلاک ہو جائے تو جتنا ہلاک ہوا اس مقدار قرض ساقط ہو جائے گا۔ یہاں غلام کو فدیہ میں دینے کی وجہ سے گویا کہ وہ ہلاک ہو گیا، اس لئے مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا۔

وَكَذَلِكَ إِنْ فَدَى ﴿١﴾ لِأَنَّ الْعَبْدَ كَالْحَاصِلِ لَهُ بِعِوَضٍ كَانَ عَلَى الْمُرْتَهِنِ، وَهُوَ الْفِدَاءُ، ٢ بِخِلَافِ وَلَدِ الرَّهْنِ إذَا قَتَلَ إنْسَانًا أَوْ اسْتَهْلَكَ مَالًا حَيْثُ يُخَاطَبُ الرَّاهِنُ بِالدَّفْعِ أَوْ الْفِدَاءِ فِي الِابْتِدَاءِ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مَضْمُونٍ عَلَى الْمُرْتَهِنِ، ٣ فَإِنْ دَفَعَ خَرَجَ مِنْ الرَّهْنِ وَلَمْ يَسْقُطْ شَيْءٌ مِنْ الدَّيْنِ كَمَا لَوْ هَلَكَ فِي الِابْتِدَاءِ، وَإِنْ فَدَى فَهُوَ رَهْنٌ مَعَ أُمِّهِ عَلَى حَالِهِمَا (۵۸۲) وَلَوْ اسْتَهْلَكَ الْعَبْدُ الْمَرْهُونُ مَالًا يَسْتَغْرِقُ رَقَبَتَهُ، فَإِنْ أَدَّى الْمُرْتَهِنُ الدَّيْنَ

ترجمہ: (۵۸۱) ایسے ہی اگر راہن نے فدیہ دے دیا تو [تو قرض ساقط ہو جائے گا۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ غلام جو حاصل ہوا ہے وہ اس کے بدلے میں ہوا ہے جو مرتہن پر تھا اور وہ فدیہ ہے۔

تشریح: راہن نے اپنی جیب سے فدئے کی رقم دے دی اور غلام کو اپنے پاس رکھ لیا تو مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا۔

وجہ: کیونکہ یہ فدیہ مرتہن پر تھا اور راہن نے اپنی جیب سے فدیہ دیکر غلام چھڑایا ہے، یہ گلام مفت نہیں ملا ہے، تو گویا کہ غلام ہلاک ہو گیا، اس لئے مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا۔

ترجمہ: ٢ بخلاف شیء مرہون کا بچہ کسی انسان کو قتل کر دے یا کسی کا مال ہلاک کر دے تو دینے کا تقاضہ راہن سے ہوگا، یا شروع سے فدیہ دے دے، اس لئے کہ مرتہن اس کا ذمہ دار نہیں ہے۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جو چیز رہن پر ہے اس نے جنایت کی تو اس کا بدلہ مرتہن دے گا، لیکن جو چیز رہن پر نہیں ہے رہن کے ساتھ امانت پر ہے اس نے جنایت کی تو اس کا بدلہ مرتہن نہیں دے گا بلکہ راہن دیگا، کیونکہ یہ چیز راہن کی ہے۔

تشریح: ایک باندی رہن پر تھی اس کا بچہ ہوا تو وہ بھی رہن پر رہ گیا [حقیقت میں وہ امانت پر ہے] اس بچے نے کسی کو چھری مار کر قتل کر دیا تو اس کی دیت راہن دیگا،

وجہ: یہ بچہ راہن کا ہے اور مرتہن کے یہاں گویا کہ امانت کے طور پر ہے اس لئے مرتہن اس کی دیت نہیں دیگا۔

ترجمہ: ٣ پس اگر بچے کو دے دیا تو وہ رہن سے نکل جائے گا اور قرض کچھ ساقط نہیں ہوگا جیسے کہ شروع میں بچہ ہلاک ہو جاتا، اور اگر بچہ کے بدلے میں فدیہ دے دیا تو وہ اپنی ماں کے ساتھ پہلے کی طرح رہن پر رہے گا۔

تشریح: یہ بچہ راہن کی ملکیت ہے اس لئے اس کو دو اختیار ہیں [١] یہ بچہ ہی دیت میں دے دے، اگر ایسا کیا تو بچہ رہن سے نکل جائے گا، کیونکہ وہ تو مقتول کے پاس چلا گیا، البتہ مرتہن کا جو قرض تھا وہ بحال رہے گا،، کیونکہ بچے کی دیت کو ادا کرنا مرتہن کی ذمہ داری نہیں تھی، اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ راہن نے اپنا فدیہ ادا کیا۔ اور اگر راہن نے اپنی جیب سے فدیہ کی رقم دے دی تو بچہ ماں کے ساتھ رہن پر رہے گا۔

ترجمہ: (۵۸۲) مرہون غلام نے اتنا مال ہلاک کر دیا کہ اس کی گردن گھر گئی تو اگر مرتہن نے غلام والا قرض ادا کر دیا تو

الَّـذِي لَـزِمَ الْعَبْدَ فَدَيْنُهُ عَلَى حَالِهِ كَمَا فِي الْفِدَاءِ،(۵۸۳) وَإِنْ أَبَى قِيلَ لِلرَّاهِنِ بِعْهُ فِي الدَّيْنِ[إلَّا أَنْ يَـخْتَـارَ أَنْ يُـؤَدِّيَ عَـنْـهُ]، فَإِنْ أَدَّى بَـطَلَ دَيْنُ الْمُرْتَهِنِ﴾ا كَـمَـا ذَكَـرْنَـا فِـي الْفِدَاءِ (۵۸۴)وَإِنْ لَـمْ يُـؤَدِّ وَبِيـعَ الْـعَبْدُ فِيهِ يَأْخُذُ صَاحِبُ دَيْنِ الْعَبْدِ دَيْنَه﴾ا لِأَنَّ دَيْـنَ الْعَبْدِ مُقَدَّمٌ

مرتہن کا قرض اپنی حالت پر رہے گا۔

اصول : یہ مسئلہ بھی اسی اصول پر ہے کہ مرتہن کی نگرانی میں رہتے ہوئے غلام نے کسی کا مال ہلاک کیا ہے تو اس کے ادا کرنے کی ذمہ داری مرتہن کی ہے۔

تشریح : اوپر یہ مسئلہ تھا کہ غلطی سے قتل کر دیا، اب یہ مسئلہ ہے کہ غلام نے کسی کا اتنا مال ہلاک کر دیا کہ اس کی قیمت کے برابر ہے، تو مرتہن کو کہا جائے گا کہ یہ مال تم بھرو، کیونکہ تمہاری نگرانی میں یہ نقصان ہوا ہے، اگر وہ بھر دیتا ہے تو غلام رہن میں رہے گا اور راہن پر اس کا قرضہ بحال رہے گا۔

ترجمہ : (۵۸۳) اگر مرتہن ضمان دینے سے انکار کر دے تو راہن سے کہا جائے گا کہ اس غلام کو بیچ دے۔ مگر راہن کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ اپنی جیب سے ضمان ادا کر دے، پس اگر اس نے ضمان ادا کر دیا تو مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا۔

ترجمہ:ا جیسا کہ ہم نے فدیہ کی صورت میں بیان کیا۔

تشریح : مرتہن نے ضمان ادا نہیں کیا تو راہن سے کہا جائے گا کہ اس غلام کو بیچ کر اس کا ضمان ادا کر دئیں، اگر ایسا کر دیا تو مرتہن کا قرض ختم ہو جائے گا، کیونکہ غلام گویا کہ ہلاک ہو گیا، اس لئے مرتہن کا قرضہ بھی ساقط ہو گیا، اور دوسرا اختیار یہ ہے کہ اپنی جیب سے ضمان ادا کر دے اگر ایسا کیا تب بھی مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا۔

وجہ : راہن کے پاس اگر چہ غلام موجود ہے، لیکن مفت نہیں ہے، بلکہ مرتہن کا قرض ادا کر کے ہے اس لئے مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا، جیسے قتل خطاء میں دیت دینے سے مرتہن کا قرض ساقط ہو جاتا ہے۔

ترجمہ : (۵۸۴) اگر راہن نے بھی ضمان ادا نہیں کیا اور غلام بیچا گیا تو غلام پر جو حالیہ قرض ہے اس کا مالک پہلے لیگا۔

ترجمہ:ا اس لئے کہ غلام کے اوپر قرض ہے وہ مرتہن کے قرض سے مقدم ہے، اسی طرح جنایت کا ولی ہے اس کا حق آقا کے حق سے مقدم ہے۔

تشریح : راہن نے غلام بیچ دیا، اب یہاں چار قسم کے لینے والے ہیں ان کو اس ترتیب سے ملے گا[۱] غلام نے جو بھی مال کا نقصان کیا ہے پہلے اس کو ملے گا۔

[۲] اس سے بچے گا تو غلام نے جو اور کسی کی جنایت کی ہے اب اس کو ملے گا

[۳] اس سے بھی بچے گا تو راہن کو ملے گا، اس ترتیب سے سب کو ملے گا

عَلَى دَيْنِ الْمُرْتَهِنِ وَحَقِّ وَلِيِّ الْجِنَايَةِ لِتَقَدُّمِهِ عَلَى حَقِّ الْمَوْلَى، ۲ فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ وَدَيْنُ غَرِيمِ الْعَبْدِ مِثْلُ دَيْنِ الْمُرْتَهِنِ أَوْ أَكْثَرُ فَالْفَضْلُ لِلرَّاهِنِ وَبَطَلَ دَيْنُ الْمُرْتَهِنِ ؛ لِأَنَّ الرَّقَبَةَ اُسْتُحِقَّتْ لِمَعْنًى هُوَ فِي ضَمَانِ الْمُرْتَهِنِ فَأَشْبَهَ الْهَلَاكَ (۵۸۵)وَإِنْ كَانَ دَيْنُ الْعَبْدِ أَقَلَّ سَقَطَ مِنْ دَيْنِ الْمُرْتَهِنِ بِقَدْرِ دَيْنِ الْعَبْدِ وَمَا فَضَلَ مِنْ دَيْنِ الْعَبْدِ يَبْقَى رَهْنًا كَمَا كَانَ، ثُمَّ إنْ كَانَ دَيْنُ الْمُرْتَهِنِ قَدْ حَلَّ أَخَذَهُ بِهِ) ؛[لِأَنَّهُ مِنْ جِنْسِ حَقِّهِ](وَإِنْ كَانَ لَمْ يَحِلَّ أَمْسَكَهُ حَتَّى يَحِلَّ،

[۴]اور مرتہن کا قرض ساقط ہوجائے گا، کیونکہ اس کی نگرانی میں غلام نے نقصان کیا ہے

وجہ :غلام پر جو قرض ہے، یا غلام نے جو جنایت کی ہے اس کا حق آقا سے بھی زیادہ ہے اس لئے پہلے غلام کے قرض والے کو ملے گا۔

ترجمہ :۲ پس اگر کچھ رقم بچ گئی، غلام کے قرض والے کا قرض اور مرتہن کا قرض دونوں برابر ہیں، یا غلام والے کا قرض زیادہ ہے تو جو بچا وہ راہن کا ہے اس لئے کہ مرتہن کی ذمہ داری میں غلام کی گردن گھر چکی تھی تو ایسا ہوگیا کہ غلام ہلاک ہوگیا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مرتہن کا قرض ساقط ہوگا

تشریح :یہاں تین صورتیں ہیں[ا]غلام پر قرض ہے ایک ہزار۔اس کی قیمت بھی ایک ہزار ملی ،اور مرتہن کا قرض بھی ایک ہزار تھا تو مرتہن کو کچھ نہیں ملے گا،

[۲]دوسری صورت یہ ہے کہ غلام پر جو قرض ہے وہ پندرہ سو ہے اور بکا ایک ہزار میں تو بھی مرتہن کو کچھ نہیں ملے گا

[۳]غلام پر قرض ہے ایک ہزار۔اس کی قیمت پندرہ سو ملی ،اور مرتہن کا قرض بھی ایک ہزار تھا تو مرتہن کو کچھ نہیں ملے گا، البتہ پانچ سو راہن کو مل جائے گا

وجہ: کیونکہ مرتہن کی ذمہ داری میں غلام نے ایک ہزار کا نقصان کیا ہے اس لئے مرتہن کا ایک ہزار ساقط ہوگیا، اور جو پانچ سو بچا وہ راہن کی چیز ہے اس کو مل جائے گی۔

ترجمہ :(۵۸۵)اگر غلام کا قرض مرتہن کے قرض سے کم ہے تو غلام کے قرض کی مقدار مرتہن کا قرض ساقط ہوجائے گا، اور جو غلام کے قرض سے بچے گا وہ رہن پر رہے گا، جیسے پہلے تھا پھر اگر مرتہن کے قرض ادا کرنے کا وقت آچکا ہے تو مرتہن اس کو لے لیگا، اس لئے کہ اس کے حق کی جنس سے ہے۔اور اگر قرض ادا کرنے کا وقت نہیں آیا ہے تو یہ رقم وقت آنے تک روکے رکھے گا۔

تشریح :مثلا مرتہن کا قرض ایک ہزار تھا، اور غلام نے چار سو کا نقصان کیا تھا، اور غلام ایک ہزار میں بکا، تو مرتہن کا چار سو ساقط ہوگیا، کیونکہ اس کی ذمہ داری میں غلام نے چار سو کا نقصان کیا تھا، باقی جو چھ سو ہے یہ مرتہن کے پاس رہن پر رہے گا،

(۵۸۶)وَإِنْ كَانَ ثَمَنُ الْعَبْدِ لا يَفِي بِدَيْنِ الْغَرِيمِ أَخَذَ الثَّمَنَ ﴾ ١ وَلَمْ يَرْجِعْ بِمَا بَقِيَ عَلَى أَحَدٍ حَتَّى يُعْتَقَ الْعَبْدُ ؛ لِأَنَّ الْحَقَّ فِي دَيْنِ الِاسْتِهْلَاكِ يَتَعَلَّقُ بِرَقَبَتِهِ وَقَدْ اسْتُوفِيَتْ فَيَتَأَخَّرُ إلَى مَا بَعْدَ الْعِتْقِ (ثُمَّ إذَا أَدَّى بَعْدَهُ لَا يَرْجِعُ عَلَى أَحَدٍ) ؛ لِأَنَّهُ وَجَبَ عَلَيْهِ بِفِعْلِهِ ٢ وَإِنْ كَانَتْ قِيمَةُ الْعَبْدِ أَلْفَيْنِ وَهُوَ رَهْنٌ بِأَلْفٍ وَقَدْ جَنَى الْعَبْدُ يُقَالُ لَهُمَا افْدِيَاه ؛ لِأَنَّ النِّصْفَ مِنْهُ مَضْمُونٌ، وَالنِّصْفُ أَمَانَةٌ، وَالْفِدَاءُ فِي الْمَضْمُونِ عَلَى الْمُرْتَهِنِ، وَفِي الْأَمَانَةِ عَلَى الرَّاهِنِ، فَإِنْ أَجْمَعَا

پس اگراس کے قرض وصول کرنے کا وقت آچکا تھا تو یہ چھ سوقرض میں کاٹ لے گا، کیونکہ دونوں کی جنس ایک ہے، اور اگر ابھی قرض کے وصول کا وقت نہیں آیا ہے تو یہ چھ سو ابھی رہن پر رہے گا، جب وقت آئے گا تو یہ چھ سو اپنے قرض میں کاٹ لیگا۔

ترجمہ:(۵۸۶)اور اگر غلام کی قیمت سے قرض والے کا قرض پورا نہیں ہوتا تو جتنی قیمت آئی ہے اتنی لے لے۔

ترجمہ:١ اور جو باقی رہ گیا ہے وہ کسی سے نہ لے یہاں تک کہ غلام آزاد ہو جائے، اس لئے کہ غلام نے جو ہلاک کیا ہے وہ اسی کی گردن پر ہے، اور گردن بیچ کر وصول کر چکا ہے، اس لئے آزاد ہونے تک موخر ہوگا، پھر اگر بعد میں غلام نے ادا کیا تو وہ کسی سے نہیں لے سکے گا اس لئے کہ اسی کی کرتوت کی وجہ سے اس پر لازم ہوا تھا۔

تشریح: غلام نے اپنی قیمت سے بھی زیادہ نقصان کر دیا، مثلا غلام کی قیمت ایک ہزار تھی اور اس نے پچیس ۲۵ سو کسی کا ہلاک کر دیا، غلام ایک ہزار میں بکا وہ قرض والے کو دے دیا، اب پندرہ سو اس کی گردن پر رہا، یہ پندرہ سو راہن سے بھی نہیں لے سکتا ہے، کیونکہ اس نے تو غلام دے دیا، اور مرتہن سے بھی نہیں لے سکتا، کیونکہ اس کا بھی ایک ہزار قرض ساقط ہو چکا ہے ، اب یہ پندرہ سو غلام کی گردن پر رہے گا، جب وہ آزاد ہوگا تو اس سے وصول کیا جائے گا۔ غلام آزاد ہونے کے بعد یہ پندرہ سو ادا کرے گا تو غلام کسی سے نہیں لے سکے گا، کیونکہ یہ پندرہ سو اس کی کرتوت سے اس پر لازم ہوا تھا۔

ترجمہ :٢ اور اگر غلام کی قیمت دو ہزار ہو اور ایک ہزار پر رہن رکھا ہو اور غلام نے دو ہزار کی جنایت کی تو راہن اور مرتہن دونوں سے کہا جائے گا کہ فدیہ دے، اس لئے کہ آدھا مرتہن پر ضمان کا ہے اور آدھا راہن کے لئے امانت کا ہے، اور جتنا ضمان کا ہے اس کا فدیہ مرتہن پر ہے، اور جتنا امانت کا ہے اس کا فدیہ راہن پر ہے، پس اگر دونوں غلام کو ہی دے دینے پر راضی ہو جائے تو غلام اس کو دے دیا جائے گا جسکی جنایت کی ہے، اس صورت میں مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جتنا حصہ مرتہن کے ضمان کا ہے اتنا حصہ اس کا جائے گا، اور جتنا حصہ راہن کی امانت کا ہے اتنا حصہ راہن کا جائے گا۔

تشریح : غلام دو ہزار کا تھا، اور وہ ایک ہزار کے بدلے میں رہن پر تھا، اس غلام نے دو ہزار کا نقصان کر دیا۔ تو اس میں ایک ہزار کے حصے کا مرتہن کا ہے اور ایک ہزار کے حصے کا راہن کا ہے جو گویا کہ مرتہن کے پاس امانت ہے۔

عَلَى الدَّفْعِ دَفَعَاهُ وَبَطَلَ دَيْنُ الْمُرْتَهِنِ، ۳؎ وَالدَّفْعُ لا يَجُوزُ فِي الْحَقِيقَةِ مِنْ الْمُرْتَهِنِ لِمَا بَيَّنَّا، وَإِنَّمَا مِنْهُ الرِّضَا بِهِ ۴؎ فَإِنْ تَشَاحَّا فَالْقَوْلُ لِمَنْ قَالَ أَنَا أَفْدِي رَاهِنًا كَانَ أَوْ مُرْتَهِنًا أَمَّا الْمُرْتَهِنُ فَلِأَنَّهُ لَيْسَ فِي الْفِدَاءِ إبْطَالُ حَقِّ الرَّاهِنِ، وَفِي الدَّفْعِ الَّذِي يَخْتَارُهُ الرَّاهِنُ إبْطَالُ الْمُرْتَهِنِ، ۵؎ وَكَذَا فِي جِنَايَةِ الرَّهْنِ إذَا قَالَ الْمُرْتَهِنُ أَنَا أَفْدِي لَهُ ذَلِكَ وَإِنْ كَانَ الْمَالِكُ يَخْتَارُ الدَّفْعَ؛ لِأَنَّهُ إنْ لَمْ يَكُنْ مَضْمُونًا فَهُوَ مَحْبُوسٌ بِدَيْنِهِ وَلَهُ فِي الْفِدَاءِ غَرَضٌ صَحِيحٌ، وَلَا ضَرَرَ عَلَى

اب راہن سے کہا جائے گا کہ اپنے حصے کا فدیہ ادا کرو، اور مرتہن سے بھی کہا جائے گا کہ اپنے حصے کا فدیہ ادا کرو۔ اور اگر دونوں اتفاق کرلے کہ غلام ہی دے دو، تو غلام اس آدمی کو دے دیا جائے گا جس کا نقصان کیا ہے، اس صورت میں مرتہن کا قرض ساقط ہوجائے گا، اور راہن کا امانت والا حصہ گیا۔

ترجمہ: ۳؎ مرتہن کی جانب سے حقیقت میں غلام کو دینا نہیں ہے، کیونکہ اس کی ملکیت ہی نہیں ہے، اس کی جانب سے صرف راضی ہونا ہے۔

تشریح: یہ ایک جملے کی تصریح ہے، اوپر فرمایا کہ مرتہن غلام دیگا [دفعاہ]، حالانکہ مرتہن کی ملکیت ہی نہیں ہے اس لئے وہ غلام کیا دیگا، اس لئے اس کا مطلب یہ ہے کہ غلام دے دینے پر راضی ہوجائے گا، کیونکہ مرتہن کا بھی ایک ہزار ساقط ہوگا، اس لئے دینے پر راضی ہونا کافی ہے۔

ترجمہ: ۴؎ اگر دونوں اختلاف ہوجائے تو اس کے قول کا اعتبار ہے جو کہتا کہ میں رہن کا فدیہ دوں گا، چاہے راہن کہے یا مرتہن کہے، بہر حال مرتہن تو اس لئے کہ اس سے راہن کا حق باطل نہیں ہوتا، اور راہن غلام دینے کو پسند کرلے تو اس میں مرتہن کا حق باطل ہوتا ہے۔

تشریح: اگر راہن اور مرتہن میں اختلاف ہوجائے، ایک کہتا کہ غلام دے دو، دوسرا کہتا ہے کہ ضمان کا فدیہ دے دو، تو جو فدیہ دینے کے لئے کہتا ہے اس کی بات مانی جائے گی۔

وجہ: فدیہ دینے میں راہن یا مرتہن دونوں میں سے کسی کا نقصان نہیں ہے، اس سے غلام بچ جائے گا، اور مرتہن کا قرض بھی ساقط نہیں ہوگا۔ اور راہن کہے کہ غلام دے دو تو اس میں مرتہن کا نقصان ہے اس کا قرض ساقط ہوجائے گا، اور غلام کا مالک بھی نہیں ہو پائے گا، اس لئے جو غلام دینے کی بات کرتا ہے اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔

لغت: تشاحا: شح سے مشتق ہے، آپس میں اختلاف کرلیا۔

ترجمہ: ۵؎ ایسے ہی اگر رہن کے بچے کی جنایت کے بارے میں اختلاف ہوگیا [تو فدیہ دینے والے کے قول کا اعتبار ہوگا] اگر مرتہن کہے کہ میں فدیہ دوں گا تو اس کو اس کا حق ہے۔ اگر چہ مالک [راہن] غلام دے دینا چاہتا ہو اس لئے کہ غلام اگر چہ

الـرَّاهِنِ، فَكَانَ لَهُ أَنْ يَفْدِيَ،٦ وَأَمَّـا الـرَّاهِنُ فَلِأَنَّهُ لَيْسَ لِلْمُرْتَهِنِ وِلَايَةُ الدَّفْعِ لِمَا بَيَّنَّا فَكَيْفَ يَخْتَارُهُ ے وَيَـكُونُ الْمُرْتَهِنُ فِي الْفِدَاءِ مُتَطَوِّعًا فِي حِصَّةِ الْأَمَانَةِ حَتَّى لَا يَرْجِعَ عَلَى الرَّاهِنِ ؛ لِأَنَّهُ يُمْكِنُهُ أَنْ لَا يَخْتَارَهُ فَيُخَاطِبُ الرَّاهِنُ، فَلَمَّا الْتَزَمَهُ، وَالْحَالَةُ هَذِهِ كَانَ مُتَبَرِّعًا، وَهَذَا عَلَى مَا رُوِيَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – أَنَّهُ لَا يَرْجِعُ مَعَ الْحُضُورِ، وَسَنُبَيِّنُ الْقَوْلَيْنِ إنْ شَاءَ اللَّهُ

ممون نہیں ہے لیکن مرتہن کے قرض میں محبوس تو ہے، اور فدیہ دینے میں صحیح غرض ہے اور راہن پر کوئی نقصان نہیں ہے اس لئے اس کو فدیہ دینے کا حق ہے

تشریح : باندی رہن پر تھی اس کا بچہ امانت کے طور پر مرتہن کے پاس تھا، اس نے جنایت کی، اور مرتہن یہ کہے کہ میں فدیہ دوں گا، اور راہن فدیہ نہ دینا چاہے تو اس کو یہ حق ہے۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن پر اس کا فدیہ دینا ضروری نہیں ہے، لیکن اس کے پاس محبوس ہے اس لئے وہ فدیہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے، (۲) اس سے مرتہن کا قرضہ مضبوط ہو جائے گا، فدیہ دینے سے مرتہن کا یہ فائدہ ہے، البتہ یہ اس کا تبرع ہے اس لئے اس رقم کو راہن سے وصول نہیں کر سکے گا۔

ترجمہ : ٦ راہن فدیہ دے سکتا ہے کہ، کیونکہ مرتہن کو غلام حوالہ کرنے کا حق نہیں ہے، کیونکہ اس کی ملکیت نہیں ہے، تو وہ دے کیسے سکتا ہے۔

تشریح : راہن فدیہ دینے کی بات کرے تو مرتہن اس کا انکار نہیں کر سکتا، اور وہ دینے کی بات نہیں کر سکتا، کیونکہ بچہ مرتہن کی ملکیت نہیں ہے، اب راہن بچے کا فدیہ دینے کی بات کرے تو اس کو مان لیا جائے گا،

وجہ : کیونکہ اس میں مرتہن کا فائدہ ہے کہ بچہ بچ بھی جائے گا اور مرتہن کے پاس رہن پر رہے گا، اور اس کا قرضہ بھی مضبوط ہوگا، اس لئے راہن کی بات مان لی جائے گی۔

ترجمہ : ے اور مرتہن امانت کے حصے کا فدیہ دینے میں متبرع ہے یہی وجہ ہے کہ وہ راہن سے نہیں لے سکے گا، یہ ممکن تھا کہ مرتہن فدیہ نہ دیتا تو راہن سے لیا جاتا، لیکن جب مرتہن ہی نے دے دیا اور حالت یہ ہے تو مرتہن تبرع کرنے والا ہوگا، ایسے ہی امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت ہے کہ راہن حاضر ہو تو مرتہن نہیں لے سکے گا، اور بعد میں ان شاء اللہ دونوں قولوں کو بیان کروں گا

تشریح : اس لمبی عبارت میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امانت کا جو حصہ تھا، یا بچہ جو امانت کے طور پر مرتہن کے پاس تھا اس کے فدئے کا مطالبہ راہن سے کیا جاتا، کیونکہ یہ اسی کی چیز ہے، لیکن اس کے ہوتے ہوئے مرتہن نے فدیہ دے دیا، جبکہ اس پر لازم نہیں تھا تو یہ اس کی جانب سے تبرع ہوگا، اس لئے راہن سے اس کو وصول نہیں کر سکے گا، ہاں خود راہن دے دے تو اس کی

تَعَالَی (۵۸۷)وَلَوْ أَبَی الْمُرْتَهِنُ أَنْ يَفْدِيَ وَفَدَاهُ الرَّاهِنُ فَإِنَّهُ يَحْتَسِبُ عَلَی الْمُرْتَهِنِ نِصْفَ الْفِدَاءِ مِنْ دَيْنِهِ ۱ ؛ لِأَنَّ سُقُوطَ الدَّيْنِ أَمْرٌ لَازِمٌ فَدَی أَوْ دَفَعَ فَلَمْ يُجْعَلْ الرَّاهِنُ فِي الْفِدَاءِ مُتَطَوِّعًا، ۲ ثُمَّ يُنْظَرُ إنْ كَانَ نِصْفُ الْفِدَاءِ مِثْلَ الدَّيْنِ أَوْ أَكْثَرَ بَطَلَ الدَّيْنُ، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ سَقَطَ مِنْ الدَّيْنِ بِقَدْرِ نِصْفِ الْفِدَاءِ، وَكَانَ الْعَبْدُ رَهْنًا بِمَا بَقِيَ؛

مرضی ہے، یا راہن کے حکم سے مرتہن نے دیا ہو تو اب مرتہن راہن سے لے سکتا ہے، کیونکہ اس کے حکم سے دیا تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے، اس کو بعد میں بیان کیا جائے گا۔

ترجمہ: (۵۸۷) اگر مرتہن نے فدیہ دینے سے انکار کر دیا اور راہن نے فدیہ دے دیا مرتہن پر کا آدھا فدیہ قرض میں سے کاٹ لیا جائے گا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مرتہن پر بھی آدھا فدیہ دینا لازم ہے اس لئے اس کا حصہ راہن دے دے گا تو یہ تبرع نہیں ہوگا، بلکہ جتنا راہن نے دیا ہے مرتہن کا اتنا قرض ساقط ہو جائے گا۔

تشریح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ غلام کی قیمت دو ہزار ہے، اور دو ہزار کا نقصان کیا ہے، لیکن غلام ایک ہزار کے بدلے میں رہن پر ہے، جس کا مطلب یہ نکلا کہ ایک ہزار مرتہن کا ضمان ہے اور ایک ہزار راہن کی امانت ہے، اس لئے اس میں آدھا فدیہ راہن دے اور آدھا فدیہ مرتہن دے۔ اب مرتہن نے اپنا فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن نے مرتہن کا فدیہ بھی ادا کر دیا تو یہ آدھا فدیہ مرتہن کے قرض میں سے کاٹ لیا جائے گا۔ یہ راہن کی جانب سے تبرع نہیں مانا جائے گا۔

وجہ: مرتہن پر فدیہ دینا لازم تھا اور وہ دے نہیں رہا تھا اس لئے اپنی چیز کو بچانے کے لئے راہن نے فدیہ دے دیا اس لئے یہ تبرع نہیں مانا جائے گا، بلکہ مجبوراً دینا کہا جائے گا، اس کے قرض سے کاٹ لیا جائے گا۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ مرتہن کے قرض کا ساقط ہونا لازمی امر ہے، چاہے فدیہ دے، چاہے غلام کو دے دے، اس لئے راہن فدیہ دینے میں تبرع نہیں کر رہا ہے۔

تشریح: راہن غلام کا فدیہ دے گا تب بھی مرتہن کا قرض ساقط ہو جائے گا، اور غلام کو دے دے گا تب بھی مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائے گا، اس لئے راہن نے جو مرتہن کی جانب سے فدیہ دیا ہے وہ تبرع نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ اس کو قرض سے کاٹ لیا جائے گا۔

ترجمہ: ۲ پھر دیکھے کہ آدھا فدیہ مرتہن کے قرض کے برابر ہے، یا اس سے زیادہ ہے تو پورا قرض کٹ جائے گا، اور اگر کم ہے تو آدھے فدیہ کی مقدار قرض سے کٹ جائے گا، اور باقی قرض کے بدلے میں غلام رہن پر رہے گا۔

تشریح: یہاں قرض کی تین صورتیں بیان کر رہے ہیں [۱] مثلاً آدھا فدیہ جو مرتہن کے ذمے آ رہا تھا وہ ایک ہزار تھا اور قرض

٣؎ أَنَّ الْفِدَاءَ فِي نِصْفٍ كَانَ عَلَيْهِ، فَإِذَا أَدَّاهُ الرَّاهِنُ، وَهُوَ لَيْسَ بِمُتَطَوِّعٍ كَانَ لَهُ الرُّجُوعُ عَلَيْهِ فَيَصِيرُ قِصَاصًا بِدَيْنِهِ كَأَنَّهُ أَوْفَى نِصْفَهُ فَيَبْقَى الْعَبْدُ رَهْنًا بِمَا بَقِيَ ٤؎ وَلَوْ كَانَ الْمُرْتَهِنُ فَدَى، وَالرَّاهِنُ حَاضِرٌ فَهُوَ مُتَطَوِّعٌ، وَإِنْ كَانَ غَائِبًا لَمْ يَكُنْ مُتَطَوِّعًا وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ – وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَالْحَسَنُ وَزُفَرُ – رَحِمَهُمُ اللَّهُ –: الْمُرْتَهِنُ مُتَطَوِّعٌ فِي

بھی ایک ہزار تھا تو فدیہ کے بدلے میں یہ ایک ہزار کٹ جائے گا۔[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ فدیہ بارہ سو تھا اور مرتہن کا قرض ایک ہزار تھا تب بھی فدیہ کے بدلے میں ایک ہزار کٹ جائے گا، اور باقی دو غلام کی گردن پر رہے گا، جب آزاد ہوگا اس وقت ادا کرے گا[۳] تیسری صورت یہ ہے کہ مرتہن کے فدیہ کی رقم پانچ سو تھی، اور قرض ایک ہزار ہے تو فدیہ میں پانچ سو قرض کٹ جائے گا، اور باقی جو قرض رہا اس کے بدلے میں غلام ابھی بھی رہن پر رہے گا۔

ترجمہ: ٣؎ اس لئے کہ آدھا فدیہ مرتہن پر تھا، پس جب اس کو راہن نے ادا کر دیا، اور وہ تبرع کرنے والا نہیں ہے تو راہن مرتہن سے لیگا اس لئے قرض ہی سے کٹ جائے گا اور گویا کہ مرتہن نے آدھا ادا کر دیا، اب جو باقی قرض رہا اس کے بدلے میں غلام رہن پر رہے گا۔

تشریح: مرتہن پر آدھا فدیہ دینا لازم تھا، پس جب راہن نے اس کو ادا کر دیا، اور یہ اس کی جانب سے تبرع نہیں تھا تو قرض سے کاٹ لیگا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ مرتہن نے آدھا فدیہ ادا کیا، اب جو باقی قرض رہا اس کے بدلے میں یہ غلام رہن پر رہے گا۔

ترجمہ: ٤؎ اگر مرتہن نے فدیہ ادا کر دیا اور راہن موجود ہے تو یہ مرتہن کی جانب سے تبرع ہوگا، اور اگر راہن غائب ہے تو تبرع نہیں ہوگا، یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے، اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ، اور حسنؒ اور زفرؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں مرتہن تبرع کرنے والا ہوگا، اس لئے کہ بغیر اس کے حکم کے دوسرے کا فدیہ دینا ایسا ہے کہ اجنبی کا فدیہ دیا اس لئے تبرع ہوگا

تشریح: مرتہن نے بغیر راہن کے حکم کے اس کا فدیہ ادا کر دیا، اور راہن موجود تھا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ تبرع شمار کیا جائے گا اور راہن سے نہیں لے سکے گا، اور اگر راہن غائب تھا تو تبرع نہیں ہوگا، راہن سے فدیہ لے سکے گا، اس کی دلیل آگے آرہی ہے۔

اور امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ امام حسنؒ اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ راہن حاضر ہو یا غائب دونوں صورتوں میں مرتہن کی جانب سے تبرع شمار کیا جائے گا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ راہن کے حکم کے بغیر اس کے فدیہ کو ادا کیا تو یہ تبرع ہی ہوگا، اس لئے اب راہن سے یہ فدیہ وصول نہیں کر پائے گا۔

الْوَجْهَيْنِ؛ لِأَنَّهُ فَدَى مِلْكَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ أَمْرِهِ فَأَشْبَهَ الْأَجْنَبِيَّ ۵ وَلَهُ أَنَّهُ إذَا كَانَ الرَّاهِنُ حَاضِرًا أَمْكَنَهُ مُخَاطَبَتُهُ، فَإِذَا فَدَاهُ الْمُرْتَهِنُ فَقَدْ تَبَرَّعَ كَالْأَجْنَبِيِّ، فَأَمَّا إذَا كَانَ الرَّاهِنُ غَائِبًا تَعَذَّرَ مُخَاطَبَتُهُ، وَالْمُرْتَهِنُ يَحْتَاجُ إلَى إصْلَاحِ الْمَضْمُونِ، وَلَا يُمْكِنُهُ ذَلِكَ إلَّا بِإِصْلَاحِ الْأَمَانَةِ فَلَا يَكُونُ مُتَبَرِّعًا (٥٨٨)قَالَ وَإِذَا مَاتَ الرَّاهِنُ بَاعَ وَصِيُّهُ الرَّهْنَ وَقَضَى الدَّيْنَ﴾ ١ لِأَنَّ الْوَصِيَّ قَائِمٌ مَقَامَهُ، وَلَوْ تَوَلَّى الْمُوصَى حَيًّا بِنَفْسِهِ كَانَ لَهُ وِلَايَةُ الْبَيْعِ بِإِذْنِ الْمُرْتَهِنِ فَكَذَا لِوَصِيِّهِ (٥٨٩)وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَصِيٌّ نَصَّبَ الْقَاضِي لَهُ وَصِيًّا وَأَمَرَهُ بِبَيْعِهِ﴾ ١ لِأَنَّ الْقَاضِيَ نُصِّبَ نَاظِرًا لِحُقُوقِ الْمُسْلِمِينَ إذَا عَجَزُوا عَنْ النَّظَرِ لِأَنْفُسِهِمْ، وَالنَّظَرُ فِي نَصْبِ الْوَصِيِّ

ترجمہ :۵ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اگر راہن حاضر ہے تو اس کو کہنا ممکن ہے، لیکن کہے بغیر کہے مرتہن نے خود دے دیا تو تبرع ہوگا، جیسے اجنبی آدمی کا فدیہ دے تو تبرع ہوتا ہے، اور جب راہن غائب ہے تو اس کو کہنا ممکن نہیں اور مرتہن کو شیء مرہون کی اصلاح کی ضرورت ہے اور امانت کی اصلاح کئے بغیر ممکن نہیں اس لئے تبرع نہیں ہوگا۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ راہن موجود ہے اس لئے اس کو یہ کہنا ممکن ہے کہ اپنا فدیہ ادا کرو، لیکن اس کو نہیں کہا اور خود ادا کر دیا تو یہی سمجھا جائے گا کہ یہ تبرع کر رہا ہے، لیکن اگر راہن موجود نہیں ہے تو اپنی رہن کی چیز بچانے کے لئے راہن کے فدیہ کرنے میں مجبور ہے، کیونکہ وہ حاضر بھی نہیں ہے کہ اس کو اپنے حصے کے فدئے کے لئے کہے، اسلئے یہ تبرع نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ اپنی چیز بچانے کے لئے مجبوری کے درجے میں ادا کرنا سمجھا جائے گا۔

ترجمہ: (۵۸۸) اگر راہن مر جائے تو راہن کا وصی شیء مرہون بیچے گا اور دین ادا کرے گا۔

ترجمہ :۱ اس لئے کہ وصی راہن کے قائم مقام ہے، اور موصی [راہن] زندہ ہوتا تو اس کو مرتہن کی اجازت سے بیچنے کی ولایت تھی تو ایسے ہی اس کے وصی کو بھی بیچنے کی ولایت ہوگی۔

تشریح: راہن مر گیا تو راہن کے وصی کو حق ہے کہ شیء مرہون کو بیچ کر مرتہن کا قرض ادا کرے۔

وجہ: راہن اپنی زندگی میں شیء مرہون کو بیچ کر دین ادا کرنے کا حق تھا تو اس کے مرنے کے بعد جو اس کے قائم مقام ہے اس کو بھی بیچ کر قرض ادا کرنے کا حق ہوگا

ترجمہ :(۵۸۹) پس اگر راہن کا وصی نہ ہو تو قاضی اس کے لئے وصی متعین کرے گا اور اس کو حکم دے گا شیء مرہون کے بیچنے کا۔

ترجمہ :۱ اس لئے کہ قاضی مسلمانوں کے حقوق کا نگراں متعین کیا گیا ہے اگر وہ خود مصلحت کے کام کرنے سے عاجز ہو، اور وصی متعین کرنے میں مصلحت ہے، اس پر کسی کا ہو تو وہ ادا کرے، اور غیر سے اس کے لئے وصول کرے۔

لِيُؤَدِّيَ مَا عَلَيْهِ لِغَيْرِهِ وَيَسْتَوْفِيَ مَالَهُ مِنْ غَيْرِهِ(۵۹۰) وَإِنْ كَانَ عَلَى الْمَيِّتِ دَيْنٌ فَرَهَنَ الْوَصِيُّ بَعْضَ التَّرِكَةِ عِنْدَ غَرِيمٍ مِنْ غُرَمَائِهِ لَمْ يَجُزْ وَلِلْآخَرِينَ أَنْ يَرُدُّوهُ﴿۱ لِأَنَّهُ آثَرَ بَعْضَ الْغُرَمَاءِ بِالْإِيفَاءِ الْحُكْمِيِّ فَأَشْبَهَ الْإِيثَارَ بِالْإِيفَاءِ الْحَقِيقِيِّ(۵۹۱) فَإِنْ قَضَى دَيْنَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَرُدُّوهُ جَازَ﴿۱ لِزَوَالِ الْمَانِعِ بِوُصُولِ حَقِّهِمْ إِلَيْهِمْ

تشریح : راہن کا انتقال ہو گیا اور دین ادا نہیں کر پایا تھا اور شیء مرہون کے بیچنے کا وصی بھی نہیں متعین کیا تھا کہ وہ بیچ کر مرتہن کا دین ادا کرے۔ ایسی صورت میں قاضی شیء مرہون کو بیچنے کے لئے اور مرتہن کا دین ادا کرنے کے لئے وصی متعین کرے۔ وہ بیچ کر مرتہن کا دین ادا کریں گے۔

وجہ : قاضی اس لئے ہے کہ کسی کا حق ضائع نہ ہو۔ یہاں مرتہن کا حق ضائع ہونے کا خطرہ تھا اس لئے قاضی اس کے لئے وصی متعین کرے گا تا کہ مرتہن کا حق وصول ہو جائے۔

اصول: حق ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو قاضی اس کی نگرانی کریں گے۔ یہ اصول لاضرر ولاضرار حدیث کے تحت ہے۔

لغت : ناظر: دیکھنا، نگرانی کرنا۔ نصب: متعین کرنا۔

ترجمہ :(۵۹۰) اگر میت پر قرض تھا تو وصی نے کچھ ترکے کو کچھ قرض خواہ کے پاس رہن رکھ دیا تو یہ جائز نہیں ہے، اور دوسرے قرض خواہوں کو حق ہے کہ اس رہن کو لوٹوا لیا جائے۔

ترجمہ:۱ اس لئے کہ رہن رکھ کر بعض قرض خواہ کو ترجیح دی ہے تو حقیقی قرض ادا کرنے کے مشابہ ہو گیا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ قرض خواہوں میں سے بعض کو قرض ادا کرنے میں ترجیح نہیں دے سکتے، سب کو برابر قرض ادا کرنا ہوگا۔

تشریح : مثلا پانچ آدمیوں کا قرض تھا، وصی نے ایک کے پاس اس کے قرض کے بدلے میں کچھ ترکہ کا مال رہن پر رکھ دیا تو یہ جائز نہیں ہے، باقی چار قرض خواہوں کو حق ہوگا کہ یہ رہن کا مال لوٹا لے۔

وجہ: جس طرح یہ حق نہیں ہے کہ کسی ایک کا قرض ادا کرے اور باقی کو چھوڑ دے اسی طرح یہ بھی حق نہیں ہے کہ کسی کے پاس رہن رکھے اور باقی کو چھوڑ دے، کیونکہ اس سے باقی کا حق مارا جاتا ہے، اس لئے سب کے ساتھ برابر کا معاملہ کرنا پڑے گا۔

لغت : ایفاء حکمی: رہن رکھنے کو ایفاء حکمی، کہتے ہیں، کیونکہ اس سے قرض وصول کرنا آسان ہوتا ہے۔ ایفاء حقیقی: قرض ادا کر دینا۔ غرماء: غریم کی جمع ہے، قرض دینے والے، قرض خواہ۔ ایثار: ترجیح دینا۔

ترجمہ :(۵۹۱) رہن کو واپس کرنے سے پہلے سب کا قرضہ ادا کر دیا تو اب ایک کے پاس رہن رکھنا جائز ہے۔

ترجمہ:۱ مانع زائل ہو گیا، کیونکہ سب کو انکا حق مل گیا۔

(۵۹۲) وَلَوْ لَمْ يَكُنْ لِلْمَيِّتِ غَرِيمٌ آخَرُ جَازَ الرَّهْنُ ﴿ ١ اعْتِبَارًا بِالْإِيفَاءِ الْحَقِيقِيِّ ٢ وَبِيعَ فِي دَيْنِهِ ؛ لِأَنَّهُ يُبَاعُ فِيهِ قَبْلَ الرَّهْنِ فَكَذَا بَعْدَهُ (۵۹۳)وَإِذَا ارْتَهَنَ الْوَصِيُّ بِدَيْنٍ لِلْمَيِّتِ عَلَى رَجُلٍ جَازَ ﴿ ١ ؛ لِأَنَّهُ اسْتِيفَاءٌ وَهُوَ يَمْلِكُهُ قَالَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -: وَفِي رَهْنِ الْوَصِيِّ تَفْصِيلَاتٌ نَذْكُرُهَا فِي كِتَابِ الْوَصَايَا إنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى

تشریح : شی ءمرہون کوواپس کرنے سے پہلے سب کا قرضہ ادا کردیا تواب رہن پر رہنے دینا جائز ہے، کیونکہ سب کواس کا قرضہ مل گیا ہےتواب کسی کا اعتراض نہیں رہا۔

ترجمہ :(۵۹۲)اگر میت کا کوئی اور قرض خواہ نہیں ہےتواب جائز ہے۔

ترجمہ:١ اس لئے کہ اس کوقرض بھی ادا کرسکتا ہےتو رہن پر بھی دے سکتا ہے۔

تشریح :صرف ایک ہی قرض خواہ ہےتواس کے پاس رہن پر رکھنا جائز ہے، کیونکہ دوسرا ہے ہی نہیں تو کسی کا حق نہیں مارا گیا ،اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ اس کوقرضہ ادا کردینا بھی جائز ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے اس کے پاس رہن پر رکھنا بھی جائز ہوگا۔

ترجمہ :٢ قرض خواہوں کے قرض میں شی ءمرہون بیچا بھی جائے گا،اس لئے کہ رہن سے پہلے بھی بیچا جا سکتا ہےتو رہن کے بعد بھی بیچا جاسکتا ہے۔

تشریح :ایک ہی قرض خواہ ہےاس لئے اس شی ءمرہون کوقرض ادا کرنے کرنے کے لئے بیچا بھی جا سکتا ہے، جیسے رہن پر رکھنے سے پہلے قرض ادا کرنے کے لئے بیچا جا سکتا ہے ایسے رہن پر رکھنے کے بعد بھی بیچا جا سکتا ہے۔کیونکہ قرض ادا کرنا ضروری ہے۔

ترجمہ :(۵۹۳)میت کا کسی پر قرض تھا وصی نے اس کے بدلے میں شی ءمرہون لے لیا تو جائز ہے۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ یہ بھی قرض وصول کرنے کی ایک شکل ہے،اور وصی اس کا مالک ہےتو رہن پر بھی لے سکتا ہے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ وی کے رہن پر لینے کے سلسلے میں کچھ تفصیل ہےاس کوان شاءاللہ کتاب الوصایا میں ذکر کروں گا۔

تشریح:میت کا کسی پر قرض تھا وصی نے اس کے قرض کے بدلے میں کوئی چیز رہن پر لے لیا تو یہ جائز ہے۔

وجہ : کیونکہ یہ بھی قرض وصول کرنے کا ایک طریقہ ہے،اور وصی کوقرض وصول کرنے کا حق ہےتو یہ طریقہ اپنانے کا بھی حق ہوگا۔

﴿فَصْلٌ﴾

(۵۹۴)قَالَ :وَمَنْ رَهَنَ عَصِيرًا بِعَشَرَةٍ قِيمَتُهُ عَشَرَةٌ فَتَخَمَّرَ ثُمَّ صَارَ خَلًّا يُسَاوِي عَشَرَةً فَهُوَ رَهْنٌ بِعَشَرَةٍ﴾ ١ لِأَنَّ مَا يَكُونُ مَحَلًّا لِلْبَيْعِ يَكُونُ مَحَلًّا لِلرَّهْنِ، إذْ الْمَحَلِّيَّةُ بِالْمَالِيَّةِ فِيهِمَا، ٢ وَالْخَمْرُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَحَلًّا لِلْبَيْعِ ابْتِدَاءً فَهُوَ مَحَلٌّ لَهُ بَقَاءً حَتَّى إنَّ مَنْ اشْتَرَى عَصِيرًا فَتَخَمَّرَ قَبْلَ الْقَبْضِ يَبْقَى الْعَقْدُ إلَّا أَنَّهُ يَتَخَيَّرُ فِي الْبَيْعِ لِتَغَيُّرِ وَصْفِ الْمَبِيعِ بِمَنْزِلَةِ مَا إذَا تَعَيَّبَا

﴿فصل﴾

ضروری نوٹ :اس فصل میں چھوٹے ہوئے مختلف مسئلے بیان کریں گے

ترجمہ:(۵۹۴) کسی نے دس درہم کے بدلے میں انگور کا رس رہن پر رکھا،اس شیرے کی قیمت بھی دس درہم تھی،وہ شراب بن گئی، پھر وہ سرکہ بن گیا اوراس کی قیمت بھی دس درہم رہی تو وہ سرکہ دس درہم کے بدلے میں رہن پر رہے گا۔

اصول :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ شروع میں جائز چیز تھی جس کی وجہ سے رہن پر رکھ سکتے تھے،درمیان میں چیز ناجائز ہوگئی، پھر بدل کر جائز چیز بن گئی تو وہ رہن پر رہے گی،درمیان میں ناجائز ہونے سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اصول:دوسرا اصول یہ ہے کہ ابتداء تو شراب رہن کا محل نہیں ہے،لیکن بقاء رہن کا محل ہے

تشریح :انگور کا رس رہن پر رکھا،اس کی قیمت دس درہم تھی اوردس درہم ہی کے بدلے میں رہن پر رکھا،بعد میں یہ رس شراب بن گئی،لیکن ابھی رہن توڑا ابھی نہیں تھا کہ شراب بدل کر سرکہ بن گیا تو یہ رہن باقی رہے گا۔

وجہ :شروع میں رس کو رہن پر رکھا جو جائز تھا،بعد میں خود بخود یہ شراب بن گئی تو اس کا اعتبار نہیں ہے،کیونکہ بعد میں یہ سرکہ بن کر جائز ہوگیا۔

وجہ:بعد میں شراب بنے تو یہ محل رہن ہے اس لئے یہ رہن میں مخل نہیں ہوگا۔

لغت:عصیر :انگور کا رس،شیرہ انگور۔تخمر :خمر سے مشتق ہے،شراب بن گئی۔

ترجمہ :١ اس لئے کہ جو بیع کا محل ہے وہ رہن کا بھی محل بنے گا،اس لئے کہ دونوں میں محل بننے کی صلاحیت مال ہونا ہے۔

تشریح:انگور کے شیرے سے اگر چہ شراب بنتی ہے،لیکن ابھی تو وہ مال ہے اس لئے اس کی بیع بھی جائز ہے اوراس کو رہن پر رکھنا بھی جائز ہے۔

ترجمہ :٢ ابتداء ہو تو شراب بیع کا محل نہیں ہے،لیکن بقاء بیع کا محل ہے یہی وجہ ہے کہ کسی نے انگور کا رس خریدا اوراس پر قبضہ کرنے سے پہلے شراب بن گئی تو بیع باقی رہے گی،البتہ مبیع کی صفت بدلنے کی وجہ سے مشتری کو اختیار ہوگا،جیسے مبیع میں عیب پیدا ہو جائے تو مشتری کو لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوتا ہے۔

(۵۹۵)وَلَوْ رَهَنَ شَاةً قِيمَتُهَا عَشَرَةٌ بِعَشَرَةٍ فَمَاتَتْ فَدُبِغَ جِلْدُهَا فَصَارَ يُسَاوِي دِرْهَمًا فَهُوَ رَهْنٌ بِدِرْهَمٍ ﴿ ١ لِأَنَّ الرَّهْنَ يَتَقَرَّرُ بِالْهَلَاكِ، فَإِذَا حَيِيَ بَعْضُ الْمَحَلِّ يَعُودُ حُكْمُهُ بِقَدْرِهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا مَاتَتْ الشَّاةُ الْمَبِيعَةُ قَبْلَ الْقَبْضِ فَدُبِغَ جِلْدُهَا حَيْثُ لَا يَعُودُ الْبَيْعُ؛ لِأَنَّ الْبَيْعَ يُنْتَقَضُ بِالْهَلَاكِ قَبْلَ الْقَبْضِ وَالْمُنْتَقَضُ لَا يَعُودُ، أَمَّا الرَّهْنُ يَتَقَرَّرُ بِالْهَلَاكِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ

لغت: ابتداء: شروع سے۔ بقاء: پہلے سے ایسا نہیں تھا، درمیان میں ایسا ہو گیا، اس کو بقاء، کہتے ہیں۔

تشریح: یہاں یہ بتا رہے ہیں کہ شراب از سر نو نہیں بیچی جا سکتی، کیونکہ وہ مال نہیں ہے، لیکن پہلے رس بیچا تھا اور وہ شراب بن گئی تو یہ بقاء عقد ہے اس لئے بیع باقی رہے گی، البتہ مبیع کی صفت بدل گئی ہے اس لئے مشتری کو اختیار ہوگا کہ لے یا نہ لے، البتہ لے گا اسی قیمت میں لیگا جو قیمت پہلے طے ہوئی تھی۔ ٹھیک اسی طرح رہن میں شروع میں شراب کو رہن پر رکھنا جائز نہیں ہے، لیکن رس رہن پر رکھا تھا اور وہ شراب بن گئی تو رہن باقی رہے گی، اس لئے کہ بقاء شراب رہن پر رہی ہے۔

ترجمہ: (۵۹۵) بکری کو رہن پر رکھا جس کی قیمت دس درہم تھی دس درہم کے بدلے میں، پس بکری مر گئی اور اس کی کھال کو دباغت دیا، اور وہ کھال ایک درہم کی ہے تو اب یہ کھال ایک درہم کے بدلے رہن پر رہے گی۔

اصول: یہ مسئلہ اصول پر ہے کہ۔ شیء مرہون ہلاک ہو گئی، لیکن تھوڑی سی باقی رہی تو اب یہ تھوڑے سے کے بدلے میں رہن پر رہے گی۔

تشریح: تح: ایک بکری دس درہم کی تھی وہ دس درہم کے بدلے میں رہن پر تھی، وہ مر گئی اور اس کی کھال کو دباغت دی گئی تو اب وہ ایک درہم کی رہ گئی، تو یوں سمجھا جائے گا کہ کہ پوری بکری ہلاک ہو گئی، جس کی وجہ سے مرتہن کا قرض ساقط ہو گیا، لیکن ایک درہم کی کھال باقی ہے تو ایک درہم قرض رہ گیا، اب راہن لینا چاہے تو ایک درہم دیکر وہ کھال لے لے گا۔

وجہ: بکری ہلاک ہونے کی وجہ سے نو درہم قرض ساقط ہو گیا اور ایک درہم قرض باقی رہ گیا، اس لئے ایک ہی درہم دیکر کھال لے گا۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ رہن ہلاک ہونے سے اور مضبوط ہو جاتا ہے، پس جب بعض محل کو زندہ کر لیا گیا تو اس کی مقدار رہن کا حکم لوٹ آئے گا۔ بخلاف بیچی ہوئی بکری قبضہ کرنے سے پہلے مر جائے اور اس کی کھال کو دباغت دے دے تو بیع واپس نہیں لوٹے گی، اس لئے قبضہ کرنے سے پہلے مبیع ہلاک ہو جائے تو بیع ٹوٹ جاتی ہے، اور ٹوٹی ہوئی بیع واپس نہیں لوٹتی، بہر حال رہن کا معاملہ یہ ہے کہ ہلاک ہونے سے اور مضبوط ہوتا ہے جیسا کہ بیان کیا۔

تشریح: رہن اور بیع میں فرق ہے، بیع میں مبیع ہلاک ہو جائے تو بیع ٹوٹ جاتی ہے، اس لئے کچھ مبیع بعد میں باقی بھی رہ جائے تو دوبارہ بیع نہیں لوٹے گی، اور شیء مرہون ہلاک ہونے کے بعد اور مضبوط ہو جاتی ہے، اس لئے کچھ شیء مرہون باقی رہ جائے تو اس کے حساب سے رہن باقی رہے گا، جیسے اوپر کے مسئلے میں کھال کی ایک درہم رہن باقی رہا تھا۔ اسی فرق کو یہاں

۲ وَمِنْ مَشَايِخِنَا مَنْ يَمْنَعُ مَسْأَلَةَ الْبَيْعِ وَيَقُولُ: يَعُودُ الْبَيْعُ (۵۹٦)قَالَ وَنَمَاءُ الرَّهْنِ لِلرَّاهِنِ وَهُوَ مِثْلُ الْوَلَدِ وَالثَّمَرِ وَاللَّبَنِ وَالصُّوفِ﴾ ؛ ۱ لِأَنَّهُ مُتَوَلِّدٌ مِنْ مِلْكِهِ وَيَكُونُ رَهْنًا مَعَ الْأَصْلِ؛ لِأَنَّهُ تَبَعٌ لَهُ، وَالرَّهْنُ حَقٌّ لَازِمٌ فَيَسْرِي إلَيْهِ(۵۹۷) فَإِنْ هَلَكَ يَهْلَكُ بِغَيْرِ شَيْءٍ ﴾۱ ؛ لِأَنَّ

بیان کررہے ہیں۔

ترجمه:۲ ہمارے مشائخ میں سے کچھ بیع کے مسئلے کو منع کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ بیع دوبارہ لوٹ جائے گی۔

تشریح: کچھ مشائخ، بیع کو اور رہن کو ایک طرح گنتے ہیں، یعنی مبیع کی بکری مرگئی اور اس کی کھال ایک درہم کی رہ گئی تو ایک درہم کی بیع باقی رہے گی، جس طرح ایک درہم کا رہن باقی رہ جاتا ہے، لیکن مشہور پہلا مسئلہ ہے۔

ترجمه :(۵۹٦)اور رہن کی بڑھوتری راہن کی ہوگی۔ جیسے بچہ ہے، پھل ہے۔ دودھ ہے، اون ہے۔

ترجمه :۱ اس لئے کہ راہن کی ملک کی پیدائش ہے، لیکن اصل کے ساتھ یہ بھی رہن پر رہے گی اس لئے کہ یہ اصل کے تابع ہیں، اور رہن لازمی حق ہے اس لئے ان بڑھوتری کی طرف بھی سرایت کرے گی۔

وجه :(۱) بڑھوتری راہن کی اس لئے ہوگی کہ وہ راہن کے مال سے نکلی ہے۔ اور رہن کو بڑھانے کا خرچ راہن پر پڑا ہے اس لئے بڑھوتری بھی راہن کی ہوگی۔ مثلا اس سے بچہ پیدا ہوا یا دودھ نکلا یہ سب راہن کے ہیں (۲) اوپر حدیث گزری عن ابی هریرة قال رسول الله ﷺ لا یغلق الرهن والرهن لمن رهنه له غنمه وعلیه غرمه۔ (دار قطنی، کتاب البیوع، ج ثالث، ص ۳۰ نمبر ۲۹۰۴ رسنن للبیهقی، نمبر ۱۱۲۱۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیء مرہون کی بڑھوتری راہن کی ہوگی اور اس کے اخراجات بھی راہن پر ہونگے۔ (۳) اور بڑھوتری اصل کے ساتھ رہن اس لئے ہوگی کہ یہ تابع ہے۔ جب اصل رہن ہے تو بڑھوتری بھی تابع ہو کر رہن ہوگی۔

اصول: تابع اصل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے اصل راہن کا ہے تو بڑھوتری راہن کی ہوگی۔ اور اصل رہن میں ہے تو بڑھوتری بھی رہن میں ہوگی۔

لغت: نماء : بڑھوتری جیسے بچہ، اون، پھل اور دودھ وغیرہ۔

ترجمه:(۵۹۷) پس اگر بڑھوتری ہلاک ہوگئی تو بغیر کسی چیز کے ہلاک ہوگی۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بڑھوتری رہن پر تو ہے، لیکن وہ ایک طرح کی امانت پر ہے جو مرتہن کے پاس ہے، اس لئے اس کے ہلاک ہونے سے قرض نہیں کٹے گا۔

تشریح :مثلا نو پونڈ قرض تھے۔ جس کے بدلے میں ایک بکری رہن پر رکھی جس کی قیمت دس پونڈ تھی بعد میں بچہ پیدا ہوا جس کی قیمت پانچ پونڈ تھی۔ اب نو پونڈ قرض کے بدلے میں دونوں رہن پر رہے۔ اس کے بعد بچہ ہلاک ہوگیا تو قرض میں سے کچھ نہیں کاٹا جائے گا۔ مرتہن کا نو پونڈ قرض برقرار رہے گا۔ اور اس کے بدلے میں بکری رہن پر رہے گی۔

الْأَتْبَاعَ لا قِسْطَ لَهَا مِمَّا يُقَابَلُ بِالْأَصْلِ؛ لِأَنَّهَا لَمْ تَدْخُلْ تَحْتَ الْعَقْدِ مَقْصُودًا؛ إِذْ اللَّفْظُ لَا يَتَنَاوَلُهَا (۵۹۸)وَإِنْ هَلَكَ الْأَصْلُ وَبَقِيَ النَّمَاءُ افْتَكَّهُ الرَّاهِنُ بِحِصَّتِهِ يُقَسَّمُ الدَّيْنُ عَلَى قِيمَةِ الرَّهْنِ يَوْمَ الْقَبْضِ وَقِيمَةِ النَّمَاءِ يَوْمَ الْفِكَاكِ﴾ لِ لِأَنَّ الرَّهْنَ يَصِيرُ مَضْمُونًا بِالْقَبْضِ،

وجہ : اصل میں رہن تو بکری تھی۔ بچہ تو تابع کے طور پر رہن تھا اور گویا کہ امانت کے طور پر مرتہن کے یہاں تھا اس لئے اس کے ہلاک ہونے سے قرض نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ : لے اس لئے کہ اصل کے مقابلے پر جو تابع ہوتا ہے اس کی کوئی قسط نہیں ہوتی اس لئے مقصود کے طور پر عقد کے تحت میں داخل نہیں ہوتا، کیونکہ عقد کا لفظ اس کو شامل نہیں ہوتا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ۔ تابع جو ہے اس کے مقابلے میں اصل قرض کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، کیونکہ تابع عقد میں شامل نہیں ہوتا وہ تو بعد میں امانت کے طور پر رہن رہتا ہے، اس لئے تابع ہلاک ہوگا تو قرض نہیں کٹے گا۔

ترجمہ :(۵۹۸) اور اگر اصل ہلاک ہوگئی اور بڑھوتری باقی رہی تو راہن اس کو چھڑائے گا اس کا حصہ دیکر اور دین تقسیم کیا جائے گا رہن کی قیمت پر قبضے کے دن اور بڑھوتری کی قیمت پر چھڑانے کے دن۔

تشریح : پہلے یہ گزرا کہ قرض اصل شیء مرہون کے بدلے میں ہوگا، بڑھوتری کے بدلے میں نہیں ہوگا، وہ ایک زائد شیء ہے۔ لیکن یہاں اصل شیء مرہون ہلاک ہوگئی ہے اس لئے اب بڑھوتری کو بھی اصل کے ساتھ شامل کیا گیا ہے، اور قرض دونوں کے مقابل ہو جائے گا، اور دونوں پر حصہ کیا جائے گا۔ جو حصہ اصل شیء مرہون پر پڑے گا وہ ساقط ہو جائے گا، کیونکہ اصل شیء مرہون ہلاک ہو چکی ہے، اور جو حصہ بڑھوتری پر پڑے گا راہن اس کی قیمت دیکر اس کو چھڑائے گا۔ ان سب باتوں کو یاد رکھیں تب جا کر مسئلہ حل ہوگا۔

نوٹ : اصل کی قیمت اس دن کی لگائی جائے گی جس دن مرتہن نے اصل پر قبضہ کیا تھا اور بڑھوتری کی قیمت اس دن کی لگائی جائے گی جس دن بڑھوتری کی قیمت ادا کر کے مرتہن کے ہاتھ سے چھڑا رہا ہے۔ کیونکہ بڑھوتری تو ہر دن بڑھ رہی ہے اس لئے آخری دن کی قیمت لگے گی۔

اس مثال سے مسئلہ سمجھیں۔ مرتہن کے راہن پر نو پونڈ قرض تھے۔ راہن نے دس پونڈ کی بکری رہن پر رکھ دی۔ بعد میں بچہ پیدا ہوا جس کی قیمت چھڑانے کے دن پانچ پونڈ تھی۔ اب گویا کہ نو پونڈ قرض کے بدلے پندرہ پونڈ رہن ہے۔ پھر بکری ہلاک ہوگئی جو دس پونڈ کی تھی۔ اب پندرہ پونڈ کے مقابلے میں دس پونڈ دو تہائی ہوئی۔ تو گویا کہ قرض کی دو تہائی ہلاک ہوگئی تو گویا کہ چھ پونڈ ہلاک ہوئے اور ایک تہائی مرتہن کے پاس باقی ہے۔ قرض کے کل نو پونڈ تھے اس کی دو تہائی ہلاک ہوئی تو گویا کہ چھ پونڈ ہلاک ہوئے اور قرض میں کاٹے گئے اور ایک تہائی یعنی تین پونڈ باقی رہے۔ یہ تین پونڈ راہن مرتہن کو ادا کرے گا اور بکری کا بچہ واپس لے گا۔ اور قرض کے چھ پونڈ بکری ہلاک ہونے کی وجہ سے ساقط ہو گئے۔

وَالزِّيَادَةُ تَصِيرُ مَقْصُودَةً بِالْفِكَاكِ إذَا بَقِيَ إلَى وَقْتِهِ، ۲ وَالتَّبَعُ يُقَابِلُهُ شَيْءٌ إذَا صَارَ مَقْصُودًا كَوَلَدِ الْمَبِيعِ، ۳ فَمَا أَصَابَ الْأَصْلَ يَسْقُطُ مِنْ الدَّيْنِ؛ لِأَنَّهُ يُقَابِلُهُ الْأَصْلُ مَقْصُودًا، وَمَا

اصول: اصل شی ءمرہون ہلاک ہونے کی وجہ سے بڑھوتری کو بھی اصل مان لیا گیا ہے۔

نوٹ : پچھلے قاعدہ کے اعتبار سے دس پونڈ کی بکری ہلاک ہوئی اور نو پونڈ قرض تھے تو نو پونڈ ساقط ہو جانا چاہئے تھا اور ایک پونڈ امانت کا گیا۔ اور بچہ بغیر کچھ دیئے واپس لے آنا چاہئے۔

لغت: نماء: بڑھوتری۔ افتکہ : پونڈ دے کر چھڑائے گا۔

ترجمہ : ۱ اس لئے کہ شی ءمرہون قبضہ سے مضمون ہوتی ہے اور بڑھوتری چھڑانے کے دن سے مقصود ہوتی ہے۔ اگر چھڑانے کے دن تک باقی رہے۔

تشریح : شی ءمرہون پر جس دن قبضہ ہوتا ہے اس دن کی قیمت لگتی ہے۔ اور جو بڑھوتری ہوتی ہے اس کو جب مقصود بنایا جاتا ہے اور اس کو چھڑانے کا دن آتا ہے اس دن کی قیمت کیا ہے اس کا اعتبار ہوتا ہے۔

وجہ: کیونکہ چھڑانے کے دن اس کی قیمت لگانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

لغت : اذا بقی الی وقتہ: اس عبارت میں ایک نکتہ بیان کر رہے ہیں۔ جو بڑھوتری ہے وہ اصل شی ءمرہون کے ہلاک ہونے کے بعد بھی باقی رہے تب اس پر قرض کا حساب آتا ہے، لیکن اگر شی ءمرہون سے پہلے ہی ہلاک ہو جائے تو قرض کا حساب اس پر نہیں آئے گا، بلکہ قرض صرف اصل شی ءمرہون پر ہوگا، اور وہ ہلاک ہوئی تو پورا قرض ساقط ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۲ اور تابع کے مقابلے پر کچھ قرض اس وقت ہوتا جبکہ جبکہ اس کو مقصود بنایا جائے جیسے مبیع کا بچہ۔

تشریح: تابع اور بڑھوتری کے مقابلے پر قرض اس وقت ہوگا جبکہ اس کو اصل اور مقصود بنایا جائے، اس کی ایک مثال دیتے ہیں، زید نے بھینس بیچی، بھینس پر ابھی قبضہ بھی نہیں ہوا تھا کہ اس نے بچہ دیا، پھر بھینس مرگئی، اور مشتری بچہ لینا چاہتا ہے تو بھینس کی جو قیمت تھی اب بچے پر بھی اس کا حساب ہوگا، اور جتنی قیمت بچے پر آئے گی اتنی دیکر بچہ مشتری لے گا، تو یہاں پہلے بچے کی قیمت نہیں لگی تھی، لیکن جب اس کو مقصاد بنایا گیا تو اب بچے پر بھی اس کی قیمت لگی۔ اسی طرح رہن کی صورت میں بچے کی قیمت نہیں تھی لیکن جب اس کو مقصود بنایا گیا تو اس پر بھی قرض کا حساب لگایا، اور اوپر کی مثال میں تین پونڈ دیکر راہن بچہ لیگا

ترجمہ :۳ پس جو حساب اصل پر پڑے گا قرض میں سے وہ ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ قرض اصل کے مقابلے پر مقصود بن کر ہے، اور جو بڑھوتری کے مقابلے ہوگا اس کو راہن رقم دیکر چھڑائے گا، اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کیا۔

تشریح: قرض میں سے جتنی رقم شی ءمرہون کے مقابلے پر پڑے گی وہ ساقط ہو جائے گی، کیونکہ شی ءمرہون ہلاک ہو چکی ہے، اور جتنی رقم بڑھوتری کے مقابلے پر پڑے گی راہن اس کو دیکر چھڑائے گا۔

ترجمہ : ۴ اس قاعدے پر بہت سارے مسائل کا استخراج کیا جا سکتا ہے جن میں کچھ کو کفایۃ المنتہی میں ذکر کیا ہے اور

أَصَابَ النَّمَاءَ افْتَكَّهُ الرَّاهِنُ لِمَا ذَكَرْنَا ﴿٤ وَصُوَرُ الْمَسَائِلِ عَلَى هَذَا الْأَصْلِ تُخَرَّجُ، وَقَدْ ذَكَرْنَا بَعْضَهَا فِي كِفَايَةِ الْمُنْتَهَى، وَتَمَامُهُ فِي الْجَامِعِ وَالزِّيَادَاتِ (٥٩٩) وَلَوْ رَهَنَ شَاةً بِعَشَرَةٍ وَقِيمَتُهَا عَشَرَةٌ وَقَالَ الرَّاهِنُ لِلْمُرْتَهِنِ: احْلِبْ الشَّاةَ فَمَا حَلَبْتَ فَهُوَ لَكَ حَلَالٌ فَحَلَبَ وَشَرِبَ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ﴾ ١ أَمَّا الْإِبَاحَةُ فَيَصِحُّ تَعْلِيقُهَا بِالشَّرْطِ وَالْخَطَرِ؛ لِأَنَّهَا إطْلَاقٌ وَلَيْسَ بِتَمْلِيكٍ فَتَصِحُّ مَعَ الْخَطَرِ (٦٠٠) وَلَا يَسْقُطُ شَيْءٌ مِنْ الدَّيْنِ﴾ ١ ؛ لِأَنَّهُ أَتْلَفَهُ بِإِذْنِ الْمَالِكِ (٦٠١) فَإِنْ لَمْ يَفْتَكَّ الشَّاةَ حَتَّى مَاتَتْ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ قُسِّمَ الدَّيْنُ عَلَى قِيمَةِ اللَّبَنِ الَّذِي شَرِبَ وَعَلَى قِيمَةِ الشَّاةِ، فَمَا أَصَابَ الشَّاةَ سَقَطَ، وَمَا أَصَابَ اللَّبَنَ أَخَذَهُ الْمُرْتَهِنُ مِنْ الرَّاهِنِ﴾ ١ لِأَنَّ اللَّبَنَ تَلِفَ عَلَى مِلْكِ الرَّاهِنِ بِفِعْلِ

پوری بحث جامع کبیر اور زیادات میں ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ :(۵۹۹) اگر دس درہم میں بکری رہن پر رکھا اور بکری کی قیمت بھی دس درہم تھی، اور راہن نے مرتہن سے کہا کہ اس کا دودھ دوہو اور جو پیو وہ تمہارے لئے حلال ہے، پس مرتہن نے دودھ دوہا اور پیا تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہے۔

تشریح: راہن کی چیز تھی اس نے دودھ پینے کے لئے کہا اس لئے مرتہن کے لئے دودھ پیا حلال ہو گیا۔

ترجمہ: ١ مباح ہونے کو شرط اور خطر پر معلق کرنا صحیح ہے اس لئے کہ یہ مطلق کرنا ہے مالک بنانا نہیں ہے اس لئے خطر پر معلق کرنا صحیح ہے۔

تشریح : یہ ایک لفظی بحث ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ مالک بنانے کو معلق کرنا صحیح نہیں ہے، اور متن میں ,فما حلبت ، کے ساتھ معلق کیا ہے تو اس کا جواب دیا کہ یہاں مالک بنانا نہیں ہے، بلکہ مطلق چھوڑنا ہے یعنی دودھ پی بھی سکتے ہو اور نہیں بھی پی سکتے ہو، اس لئے شرط پر معلق کرنا جائز ہے۔

لغت: خطر: کا لفظی ترجمہ ہے ,ہلاکت کے قریب ہونا، یہاں ترجمہ ہے جو ہو بھی اور نہیں بھی ہو۔

ترجمہ :(۶۰۰) اور قرض میں سے کچھ ساقط نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ مالک کی اجازت سے پیا ہے۔

تشریح: واضح ہے۔

ترجمہ :(۶۰۱) بکری کو مرتہن سے چھڑایا نہیں تھا کہ مرتہن کے ہاتھ میں مرگئی تو قرض کو دودھ کی قیمت پر جسکو مرتہن نے پیا ہے اور بکری کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا، پس جتنا قرض بکری پر پڑے وہ ساقط ہو جائے گا اور جو دودھ پر پڑے اتنا راہن مرتہن سے لیگا۔

الْـمُرْتَهِنِ وَالْفِعْلُ حَصَلَ بِتَسْلِيطٍ مِنْ قِبَلِهِ فَصَارَ كَأَنَّ الرَّاهِنَ أَخَذَهُ وَأَتْلَفَهُ فَكَانَ مَضْمُونًا عَلَيْهِ فَيَكُونُ لَهُ حِصَّتُهُ مِنَ الدَّيْنِ فَبَقِيَ بِحِصَّتِهِ، ٢ وَكَذَلِكَ وَلَدُ الشَّاةِ إِذَا أَذِنَ لَهُ الرَّاهِنُ فِي أَكْلِهِ، وَكَـذَلِكَ جَـمِيـعُ الـنَّـمَـاءِ الَّـذِي يَحْدُثُ عَلَى هَذَا الْقِيَاسِ (٦٠٢)قَالَ :وَتَجُوزُ الزِّيَادَةُ فِي

ترجمه: ١ اس لئے کہ دودھ جو پیا ہے وہ راہن کی ملکیت پر پیا ہے، اگر چہ مرتہن کے فعل سے ہوا ہے اور دودھ پینا راہن کی جانب سے مسلط کرنے سے ہوا ہے، تو گویا کہ راہن نے دودھ لیا اور خود اس نے ضائع کیا اس لئے راہن پر مضمون ہوگا اس لئے قرض کا کچھ حصہ دودھ پر بھی آئے گا اس لئے دودھ کا حصہ باقی رہے گا۔

اصول : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ راہن نے مرتہن کو دودھ دوہنے کے لئے کہا تو گویا کہ راہن نے ہی لیکر اس کو استعمال کیا ہے اس لئے قرض کا کچھ حصہ دودھ پر آئے گا، اور راہن کو وہ قرض دینا ہوگا۔

تشریح : مثلا بکری دس درہم کی تھی اور قرض بھی دس درہم تھا، اور جو دودھ دوہا وہ دس درہم کا ہے، اور بکری مرگئی تو یہ دس درہم قرض بیس درہم پر تقسیم ہو جائے گا، دس کا تعلق بیس کے ساتھ آدھے کا ہے، اب بکری مری ہے تو گویا کہ آدھا قرض پانچ درہم ساقط ہو گیا اور آدھا قرض پانچ درہم مرتہن راہن سے وصول کرے گا۔

وجہ : مرتہن نے دودھ پیا ہے تو وہ راہن کے حکم سے پیا ہے، اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ خود راہن نے دودھ پیا۔ اس لئے راہن سے وصول کیا جائے گا۔

نوٹ : یہ تو اصول کا مسئلہ ہے، ورنہ بیچارے راہن کا دودھ بھی گیا اور اب آدھا قرض بھی دینا پڑ رہا ہے، یہ سماجی اعتبار سے ظلم ہے۔

ترجمہ : ٢ ایسے ہی مسئلہ ہوگا بکری کے بچے کا جبکہ راہن اس کے کھانے کی اجازت دے دے، اور تمام بڑھوتری کا جو پیدا ہو وہ سب اسی قیاس پر ہوں گے۔

تشریح : شیء مرہون میں بڑھوتری ہوئی اور راہن نے مرتہن کو اس کے کھانے کا حکم دے دیا، پھر شیء مرہون ہلاک ہوگئی تو قرض بڑھوتری پر بھی لگائی جائے گی اور راہن کو وہ دینا پڑے گا، سب کا حکم اسی قیاس اور اصول پر ہوگا۔

ترجمہ: (٦٠٢) رہن میں زیادہ کرنا جائز ہے۔

تشریح : مثلا پہلے نو پونڈ قرض لئے تھے اور دس پونڈ کی ایک بکری رہن رکھ دی تھی۔ پھر راہن نے اسی نو پونڈ کے بدلے پانچ پونڈ کی ایک اور بکری رہن پر رکھ دی تو جائز ہے۔ اور اب یوں سمجھا جائے گا کہ نو پونڈ کے بدلے پندرہ پونڈ کی بکری رہن پر ہے۔ دس پونڈ کی اصل ہے اور پانچ پونڈ کی فرع ہے۔ اور جب ہلاک ہوگی تو دونوں کی قیمت پر دین کو کاٹا جائے گا۔ اب ایک پر دین کو نہیں کاٹا جائے گا۔

ترجمہ: (٦٠٣) اور نہیں جائز ہے زیادہ کرنا دین میں

الرَّهْنِ﴾(٣٠٢٦) وَلَا تَجُوزُ فِي الدَّيْنِ﴾ا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَلَا يَصِيرُ الرَّهْنُ رَهْنًا بِهَا ٢ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: تَجُوزُ الزِّيَادَةُ فِي الدَّيْنِ أَيْضًا ٣(الف)وَقَالَ زُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: لَا تَجُوزُ فِيهِمَا، وَالْخِلَافُ مَعَهُمَا فِي الرَّهْنِ، وَالثَّمَنُ وَالْمُثَمَّنُ وَالْمَهْرُ وَالْمَنْكُوحَةُ سَوَاءٌ، وَقَدْ

ترجمہ:ا امام ابوحنیفہ اورامام محمد کے نزدیک اورنہیں ہوگا رہن دونوں قرضوں کے بدلے میں۔

تشریح : مثلانو پونڈ قرض لئے تھےاوراس کے بدلے دس پونڈ کی بکری رہن پر رکھی۔اب اس مرہونہ بکری کے بدلے مزید تین پونڈ قرض لینا چاہتا ہےتو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔مرتہن تین پونڈ مزید قرض دیدے وہ ٹھیک ہےلیکن یہ بکری کے بدلے نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ تین پونڈ بغیر رہن کے ہوں گے۔

وجہ :(ا) بکری تو پہلے کے نو پونڈ کے بدلے رہن میں ہے۔اور دوسرا تین پونڈ اس میں شامل کریں تو یہ رہن میں شیوع ہوجائے گا ، اور پہلے قاعدہ گزرا کہ رہن میں شیوع جائز نہیں ہے اس لئے یہ شیء مرہون دوسرے قرض کے بدلے میں مرہون نہیں ہوگی۔جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بکری ہلاک ہوئی تو صرف پہلے دین نو پونڈ میں سے کٹے گا۔دوسرے دین تین پونڈ میں سے کچھ نہیں کٹے گا۔کیونکہ وہ بغیر رہن کے تھا(٢) آیت میں رھان مقبوضة (آیت٢٨٣،سورۃ البقرۃ ٢) ہے۔اس لئے بکری پہلے دین میں مکمل مقبوض ہے۔اس لئے دوسرا دین اس میں شامل نہیں ہوگا۔

ترجمہ :٢ اور امام ابو یوسف نے فرمایا یہ جائز ہے۔

تشریح :امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ دین میں زیادتی کرنا جائز ہے۔یعنی تین پونڈ دوسرا دین بھی مرہونہ بکری کی تحت آجائے گا۔جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر بکری ہلاک ہوئی تو دونوں دین سے اس کی قیمت کٹے گی۔ پہلے دین سے بھی اور دوسرے دین سے بھی۔

وجہ : وہ فرماتے ہین کہ دین ثمن کی طرح ہےاور رہن مبیع کی طرح ہےتو جس طرح ثمن میں بعد میں زیادہ کر سکتے ہیں اور وہ مبیع کے تحت شامل ہوجاتا ہے اسی طرح دین میں بعد میں زیادہ کر سکتے ہیں اور وہ رہن کے تحت شامل ہوجائے گا۔

ترجمہ :٣ (الف)امام زفرؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ان دونوں میں جائز نہیں ہے[یعنی قرض،اور شیء مرہون میں اضافہ کرنا جائز نہیں ہے،اور ان دونوں کے ساتھ ہمارا اختلاف رہن،ثمن،مبیع،مہر،اور منکوحہ میں برابر ہے اور اس مسئلے کو ہم نے کتاب البیوع میں ذکر کیا ہے

تشریح :امام زفر اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نہ رہن میں اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ قرض میں اضافہ کر سکتے ہیں،اور اس کے علاوہ اور چار چیزوں میں اضافہ نہیں کر سکتے

امام شافعیؒ،اور امام زفرؒ کے یہاں ان پانچ چیزوں میں اضافہ جائز نہیں اور ہمارے نزدیک جائز ہے۔

[ا]مرہون کا اضافہ ہمارے نزدیک جائز ہے انکے نزدیک جائز نہیں ہے۔

ذَكَرْنَاهُ فِي الْبُيُوعِ ۳؎ (ب) وَلِأَبِي يُوسُفَ فِي الْخِلَافِيَّةِ الْأُخْرَى أَنَّ الدَّيْنَ فِي بَابِ الرَّهْنِ كَالثَّمَنِ فِي الْبَيْعِ، وَالرَّهْنُ كَالْمُثَمَّنِ فَتَجُوزُ الزِّيَادَةُ فِيهِمَا كَمَا فِي الْبَيْعِ، وَالْجَامِعُ بَيْنَهُمَا الِالْتِحَاقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ لِلْحَاجَةِ وَالْإِمْكَانِ ۴؎ وَلَهُمَا وَهُوَ الْقِيَاسُ أَنَّ الزِّيَادَةَ فِي الدَّيْنِ تُوجِبُ الشُّيُوعَ فِي الرَّهْنِ، وَهُوَ غَيْرُ مَشْرُوعٍ عِنْدَنَا، وَالزِّيَادَةُ فِي الرَّهْنِ تُوجِبُ الشُّيُوعَ فِي الدَّيْنِ،

---

[۲] بیع میں ثمن کا اضافہ ہمارے نزدیک جائز ہے انکے نزدیک جائز نہیں ہے۔
[۳] بیع میں مبیع کا اضافہ ہمارے نزدیک جائز ہے انکے نزدیک جائز نہیں ہے۔
[۴] نکاح میں مہر کا اضافہ ہمارے نزدیک جائز ہے انکے نزدیک جائز نہیں ہے۔
[۵] نکاح میں منکوحہ کا اضافہ ہمارے نزدیک جائز ہے انکے نزدیک جائز نہیں ہے۔
منکوحہ میں اضافہ کی صورت یہ ہے کہ آقا نے ایک ہزار مہر کے بدلے ایک باندی کا نکاح کرایا، اب اسی ایک ہزار میں دوسری باندی کا نکاح اسی آدمی سے ہمارے نزدیک کرا سکتا ہے، اور امام شافعی، اور امام زفرؒ کے نزدیک نہیں کرا سکتا، دونوں کے دلائل آگے آرہے ہیں۔

ترجمہ: ۳؎ (ب) امام ابو یوسفؒ کی دلیل قرض میں اضافہ کے بارے میں یہ ہے کہ رہن میں قرض ایسا ہے جیسے بیع میں ثمن، اور شیء مرہون مبیع کی طرح ہے اس لئے دونوں میں اضافہ جائز ہے، جیسے مبیع اور ثمن دونوں میں اضافہ جائز ہے، اور دونوں کی علت اصل عقد کے ساتھ لاحق کر دینا ہے، اور ضرورت ہے، اور اضافہ کرنا ممکن بھی ہے۔

تشریح: یہاں امام ابو یوسفؒ کی جانب سے تین باتیں بیان کر رہے ہیں [۱] اصل عقد کے ساتھ لاحق کرنا، مثلا ایک بکری دس درہم میں رہن پر دی، اب پانچ درہم اور لینا چاہتا ہے تو یہ پانچ درہم بھی بکری کے بدلے سمجھا جائے گا اور یہ چاپنچ درہم اصل دس درہم کے ساتھ مل کر پندرہ درہم قرض ہو جائے گا اسی کو, التحاق باصل العقد، کہتے ہیں [۲] دوسری بات یہ ہے کہ ایک رہن میں مزید قرض لینے کی آدمی کو ضرورت ہے اس لئے اس کو جائز رکھا جائے . [۳] ایک رہن میں مزید قرض لینا ممکن ہے اس لئے قرض کا اضافہ جائز ہونا چاہئے۔

ترجمہ: ۴؎ ان دونوں کی دلیل [امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے اور قیاس کا تقاضہ بھی وہی ہے کہ قرض میں زیادتی رہن میں شیوع پیدا کرتا ہے جو جائز نہیں ہے، اور رہن میں زیادتی قرض میں شیوع پیدا کرتا ہے اور وہ رہن کے صحیح ہونے کے لئے مانع نہیں ہے۔

لغت: شیوع: رہن دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو، یا دو قرضوں کے درمیان مشترک ہو اس کو شیوع کہتے ہیں، اور رہن کے باب کے شروع میں گزرا کہ رہن محوز ہونا چاہئے، یعنی شائع رہن جائز نہیں ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ قرض میں اضافہ کرے گا تو اب دو قرضوں کے بدلے میں ایک رہن ہوگا

وَهُوَ غَيْرُ مَانِعٍ مِنْ صِحَّةِ الرَّهْنِ؛ ۵؎ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ رَهَنَ عَبْدًا بِخَمْسِمِائَةٍ مِنْ الدَّيْنِ جَازَ، وَإِنْ كَانَ الدَّيْنُ أَلْفًا وَهَذَا شُيُوعٌ فِي الدَّيْنِ، ٦؎ وَالِالْتِحَاقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ غَيْرُ مُمْكِنٍ فِي طَرَفِ الدَّيْنِ؛ لِأَنَّهُ غَيْرُ مَعْقُودٍ عَلَيْهِ وَلَا مَعْقُودٍ بِهِ بَلْ وُجُوبُهُ سَابِقٌ عَلَى الرَّهْنِ، وَكَذَا يَبْقَى بَعْدَ انْفِسَاخِهِ، وَالِالْتِحَاقُ بِأَصْلِ الْعَقْدِ فِي بَدَلَيْ الْعَقْدِ، بِخِلَافِ الْبَيْعِ؛ لِأَنَّ الثَّمَنَ بَدَلٌ يَجِبُ

تو گویا کہ شیء مرہون میں شرکت ہو جائے گی، اور شیوع ہوگا جو جائز نہیں ہے۔اور ایک قرض کے بدلے میں دو چیز رہن پر رکھ دی تو یہاں قرض میں شرکت ہوئی، اور قرض میں شرکت جائز ہے اس لئے رہن میں اضافہ کرنا جائز ہوگا۔

ترجمہ:۵؎ کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ ایک غلام کو پانچ سو قرض کے بدلے میں رہن میں رکھا تو جائز ہے اگر چہ قرض ایک ہزار ہو حالانکہ یہ قرض میں شیوع ہے۔

تشریح: یہ قرض میں شیوع کی ایک مثال ہے۔ایک ہزار درہم قرض تھا اور پانچ سو کے بدلے میں رہن رکھا، تو باقی پانچ سو باقی رہ گیا تو یہاں قرض میں شیوع ہوا جو جائز ہے، اس مثال سے معلوم ہوا کہ قرض میں شیوع جائز ہے۔البتہ رہن میں شیوع جائز نہیں ہے۔

ترجمہ :٦؎ قرض کو اصل عقد کے ساتھ لاحق کرنا ممکن نہیں، اس لئے کہ قرض نہ معقود علیہ ہے اور نہ معقود بہ ہے، بلکہ قرض رہن سے پہلے واجب ہوتا ہے، ایسے ہی رہن کے فسخ ہونے کے بعد بھی قرض باقی رہتا ہے، حالانکہ اصل عقد کے ساتھ جو لاحق ہوتا ہے وہ عقد کے دونوں بدل [معقعد علیہ، اور معقود ہ] میں ہوتا ہے، بخلاف بیع کے اس لئے کہ ثمن بدل ہے جو عقد کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔

لغت: معقود بہ: بیع میں ثمن کو معقود بہ، کہا جاتا ہے، یعنی جسکی وجہ سے عقد ہوا ہو، چنانچہ ثمن نہ ہو تو عقد ہی نہیں ہوگا ۔معقود علیہ: بیع میں مبیع کو معقود علیہ، کہا جاتا ہے، یعنی جس پر عقد ہوا ہو، چنانچہ مبیع نہ ہو تو عقد ہی نہیں ہوگا۔عقد میں معقود بہ، اور معقود علیہ کا ہونا ضروری ہے۔

تشریح : یہ طرفینؒ کی جانب سے امام ابو یوسفؒ پر اعتراض ہے۔امام ابو یوسفؒ نے فرمایا تھا کہ بعد والے قرض کو اصل عقد کے ساتھ ملا دیا جائے گا، اس پر اعتراض یہ کیا جا رہا ہے کہ، اصل عقد کے ساتھ اس کو ملایا جاتا ہے جو معقود بہ، یا معقود علیہ ہو، اور قرض شیء مرہون کے لئے نہ معقود بہ ہے، اور نہ معقود علیہ ہے۔اس لئے کہ قرض پہلے واجب ہوتا ہے، اور رہن بہت بعد میں دیا جاتا ہے۔اسی طرح بعض مرتبہ رہن ختم ہو جاتا ہے اور قرض باقی رہتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ قرض شیء مرہون کے لئے معقود علیہ، یا معقود بہ نہیں ہے اس لئے دوسرے قرض کو پہلے قرض کے ساتھ ملا بھی نہیں سکتے، اس کے برخلاف بیع میں ثمن معقود بہ اور بدل ہے اس لئے بعد میں ثمن میں اضافہ کیا تو اصل عقد کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

لغت: التحاق: لحق سے مشتق ہے، ملا دینا، ملحق کر دینا۔

بِالْعَقْدِ، ۷ ثُمَّ إِذَا صَحَّتْ الزِّيَادَةُ فِي الرَّهْنِ وَتُسَمَّى هَذِهِ زِيَادَةً قَصْدِيَّةً يُقَسَّمُ الدَّيْنُ عَلَى قِيمَةِ الْأَوَّلِ يَوْمَ الْقَبْضِ، وَعَلَى قِيمَةِ الزِّيَادَةِ يَوْمَ قُبِضَتْ، حَتَّى لَوْ كَانَتْ قِيمَةُ الزِّيَادَةِ يَوْمَ قَبْضِهَا خَمْسَمِائَةٍ، وَقِيمَةُ الْأَوَّلِ يَوْمَ الْقَبْضِ أَلْفًا وَالدَّيْنُ أَلْفًا يُقَسَّمُ الدَّيْنُ أَثْلَاثًا، فِي الزِّيَادَةِ ثُلُثُ الدَّيْنِ، وَفِي الْأَصْلِ ثُلُثَا الدَّيْنِ اعْتِبَارًا بِقِيمَتِهِمَا فِي وَقْتَيْ الِاعْتِبَارِ، ۸ وَهَذَا؛ لِأَنَّ الضَّمَانَ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَثْبُتُ بِالْقَبْضِ فَتُعْتَبَرُ قِيمَةُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَقْتَ

ترجمه : ۷ پھر اگر رہن میں زیادتی کرنا صحیح ہوگیا تو اس کا نام زیادت قصدیہ ہے تو قرض کو تقسیم کیا جائے گا پہلے رہن پر قبضے کے دن کی قیمت پر اور زیاتی والے رہن میں بھی اس کے قبضے کے دن کی قیمت پر، یہاں تک کہ زیادتی والے رہن کی قیمت قبضے کے دن پانچ سو درہم ہو، اور پہلے رہن کے قبضے کے دن کی قیمت ایک ہزار ہو، اور قرض ایک ہزار ہو تو قرض کو تقسیم کیا جائے گا دو تہائی اور ایک تہائی کر کے، زیادتی والے میں قرض کی ایک تہائی، اور اصل میں دو تہائی، دونوں کی قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے اعتبار کے وقت میں۔

تشریح: اس عبارت میں تین باتیں بتا رہے ہیں

[۱] صاحبین اور امام ابوحنیفہؒ تینوں اماموں کے نزدیک رہن میں زیادتی کرنا جائز ہے، یعنی ایک ہی قرض کے بدلے میں پہلے رہن رکھا اور اسی کے بدلے میں بعد میں بھی دوسرا رہن رکھا تو یہ جائز ہے، اس دوسرے رہن کا نام زیادتی قصدیہ ہے۔

[۲] دوسری بات یہ بتا رہے ہیں کہ جس دن جس رہن پر قبضہ کیا اس دن کی قیمت کا اعتبار ہے، چنانچہ پہلے رہن پر جس دن قبضہ کیا اس دن اس کی کیا قیمت تھی اس دن کی قیمت کا اعتبار ہے۔ اور دوسرے رہن پر جس دن قبضہ کیا اس دن کی قیمت کا اعتبار ہے۔

[۳] اور تیسری بات یہ بتا رہے ہیں کہ قرض کو دونوں کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا۔ مثلا پہلا رہن رکھا تو اس پر قبضے کی دن ایک ہزار اس کی قیمت تھی۔ اور دوسرا رہن رکھا تو اس پر قبضے کے دن اس کی قیمت پانچ سو تھی، اور دونوں کو ملا کر رہن کی قیمت پندرہ سو ہوگئی، اور قرض ایک ہزار ہے، تو اس میں ایک تہائی اور دو تہائی کی شکل بنے گی، یعنی پہلا رہن دو تہائی قرض کے بدلے میں رہن ہوگا۔ اور دوسرا رہن ایک تہائی قرض کے بدلے میں رہن ہوگا۔

لغت : زیادۃ قصدیہ: یہاں اپنے ارادے سے رہن میں اضافہ کیا، کہ پہلے ایک ہزار کا رہن تھا، بعد میں پانچ سو جمع کیا اور پندرہ سو کا رہن کر دیا۔ اس کے برخلاف رہن کی بکری کو بچہ ہوگیا تو یہ بغیر ارادے کے رہن میں اضافہ ہوگیا۔ اس کا نام زیادۃ ضمنیۃ، ہے۔

ترجمه : ۸ اور یہ قبضے کے دن کی قیمت اس لئے لگائی گئی ہے کہ ہر ایک کا ضمان قبضے سے ثابت ہوتا ہے اس لئے ہر ایک کے قبضے کے دن کی قیمت لازم ہوگی۔

الْقَبْضِ(۲۰۴) وَإِذَا وَلَدَتُ الْمَرُهُونَةُ وَلَدًا ثُمَّ إِنَّ الرَّاهِنَ زَادَ مَعَ الْوَلَدِ عَبْدًا، وَقِيمَةُ كُلِّ وَاحِدٍ أَلْفٌ فَالْعَبُدُ رَهُنٌ مَعَ الْوَلَدِ خَاصَّةً يُقَسَّمُ مَا فِي الْوَلَدِ عَلَيْهِ وَعَلَى الْعَبْدِ الزِّيَادَةُ ﴿ ل ﴾ ؛ لِأَنَّهُ جَعَلَهُ زِيَادَةً مَعَ الْوَلَدِ دُونَ الْأُمِّ (۲۰۵) وَلَوْ كَانَتْ الزِّيَادَةُ مَعَ الْأُمِّ يُقَسَّمُ الدَّيْنُ عَلَى قِيمَةِ الْأُمِّ يَوْمَ الْعَقْدِ وَعَلَى قِيمَةِ الزِّيَادَةِ يَوْمَ الْقَبْضِ، فَمَا أَصَابَ الْأُمَّ قُسِّمَ عَلَيْهَا وَعَلَى

تشریح :رہن پر قبضے کے دن کی قیمت کیاں لگائی اس کی وجہ بتا رہے ہیں کہ، رہن پر قبضے سے اس کا ضمان مرتہن پر لازم ہوتا ہے اس لئے قبضے کے دن کی قیمت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

ترجمہ :(۲۰۴)مرہونہ باندی نے بچہ دیا پھر راہن نے بچے کے ساتھ ایک غلام کو اضافہ کر کے رہن پر رکھ دیا، اور ہر ایک کی قیمت ایک ہزار ہے تو غلام خاص طور پر بچے کے ساتھ رہن ہوگا، اور بچے پر جتنا قرض آئے گا وہ بچے پر اور غلام پر تقسیم کیا جائے گا۔

ترجمہ:ل اس لئے کہ غلام کو بچے کے ساتھ اضافہ کیا ہے، ماں کے ساتھ نہیں۔

اصول : یہاں یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ بچہ اصل رہن نہیں ہے، اصل رہن تو ماں ہے، اب بچہ کے ساتھ کسی غلام کا اضافہ کر دیا، تو بچہ پر جو قرض آئے گا وہ قرض بچہ اور غلام دونوں پر تقسیم ہوگا۔۔اس کا لمبا حساب نیچے دیکھیں۔

تشریح :ماں کو رہن پر رکھا، اس کی قیمت ایک ہزار تھی، بچہ پیدا ہوا یہ بھی رہن پر رہ گیا، اس کی قیمت ہزار درہم ہے، پھر غلام کو خاص طور پر بچے کے تابع کر کے رہن پر رکھ دیا اس غلام کی قیمت بھی ہزار درہم ہے، اور قرض ہزار درہم تھا، اب حساب اس طرح ہوگا

ماں اور بچے دونوں کی قیمت برابر ہے اس لئے دونوں پر قرض پانچ پانچ سو آئے گا

پھر بچے کے ساتھ غلام کو بھی رہن پر رکھ دیا اور اس کی قیمت بھی ایک ہزار ہے اس لئے بچے پر جو پانچ سو آیا تھا وہ بچے پر اور غلام پر تقسیم ہو جائے گا۔ اور دونوں پر دوسو پچاس [۲۵۰]، دوسو پچاس [۲۵۰] درہم لازم آئے گا۔

تبصرہ :اس صورت میں اگر بچہ ماں کو چھڑانے سے پہلے مر گیا، تو پہلے گزر چکا ہے کہ نماء پہلے مر جائے تو اس پر کوئی قرض نہیں آتا، اس لئے یہاں بچے پر کوئی قرض نہیں آئے گا، اس لئے غلام پر بھی کوئی قرض نہیں آئے گا، کیونکہ بچہ جو اصل تھا اس پر کوئی قرض نہیں آیا تو غلام جو اس کے تابع ہے اس پر بھی کوئی قرض نہیں آئے گا۔

راہن ماں کے بدلے میں ایک ہزار دیکر اس کو چھڑائے گا، غلام مفت میں واپس لیگا۔

ترجمہ :(۲۰۵)اور اگر غلام جو زیادہ کیا وہ ماں کے ساتھ کیا تو عقد کے دن ماں کی جو قیمت ہے قرض اس پر تقسیم ہوگا، اور قبضے کے دن جو قیمت ہے زیادتی کی اس قیمت پر تقسیم ہوگا، پھر جو قرض ماں پر پڑے گا، وہ ماں پر اور اس کے بچے پر تقسیم کیا جائے گا۔

وَلَدِهَا﴾ لِ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ دَخَلَتْ عَلَى الْأُم(٢٠٦) قَال: فَإِنْ رَهَنَ عَبْدًا يُسَاوِي أَلْفًا بِأَلْفٍ ثُمَّ أَعْطَاهُ عَبْدًا آخَرَ قِيمَتُهُ أَلْفٌ رَهْنًا مَكَانَ الْأَوَّلِ، فَالْأَوَّلُ رَهْنٌ حَتَّى يَرُدَّهُ إِلَى الرَّاهِنِ، وَالْمُرْتَهِنُ فِي الْآخَرِ أَمِينٌ حَتَّى يَجْعَلَهُ مَكَانَ الْأَوَّلِ﴾ لِ لِأَنَّ الْأَوَّلَ إِنَّمَا دَخَلَ فِي ضَمَانِهِ بِالْقَبْضِ وَالدَّيْنِ وَهُمَا بَاقِيَانِ فَلَا يَخْرُجُ عَنْ الضَّمَانِ إِلَّا بِنَقْضِ الْقَبْضِ مَا دَامَ الدَّيْنُ بَاقِيًا، وَإِذَا بَقِيَ الْأَوَّلُ فِي ضَمَانِهِ لَا يَدْخُلُ الثَّانِي فِي ضَمَانِهِ؛ لِأَنَّهُمَا رَضِيَا بِدُخُولِ أَحَدِهِمَا فِيهِ لَا

ترجمہ: لے اس لئے کہ غلام کو جو زیادہ کیا ہے وہ ماں کے ساتھ تابع کیا ہے۔

تشریح: غلام کا جو اضافہ کیا وہ بچے کے ساتھ نہیں بلکہ ماں کے ساتھ اضافہ کر دیا تو اب حساب یوں بنے گا۔

ایک ہزار قرض میں سے پانچ سو ماں پر اور پانچ سو بچے پر تقسیم ہوگا

پھر ماں پر جو پانچ سو آیا وہ ماں پر اور غلام پر تقسیم ہو جائے، اس لئے ماں کے ذمے دو سو پچاس [۲۵۰] آئے گا۔ اور غلام کے ذمے دو سو پچاس [۲۵۰] آئے گا۔

تبصرہ: اگر ماں پہلے مر جائے تو مرتہن کے قرض میں سے دو سو پچاس [۲۵۰] ساقط ہو جائے گا، اور راہن پانچ سو دیکر بچے کو چھڑائے گا۔ اور دو سو پچاس دیکر غلام کو چھڑائے گا

تبصرہ: اور اگر بچہ پہلے مر جائے تو اس پر کچھ بھی نہیں آئے گا، کیونکہ وہ نما تھا، اب پورا ایک ہزار ماں اور غلام پر تقسیم ہوگا، پانچ سو غلام پر آئے گا اور پانچ سو ماں پر آئے گا۔ اس لئے کہ یہاں غلام ماں کے تابع ہے۔ سمجھ کر حساب سیٹ کریں

ترجمہ: (۲۰۶) ایک غلام کو رہن پر رکھا جسکی قیمت ایک ہزار ہے ایک ہزار قرض کے بدلے میں، پھر مرتہن کو دوسرا غلام دے دیا، اس کی قیمت بھی ایک ہزار ہے پہلے غلام کی جگہ پر، تو پہلا غلام رہن پر رہے گا جب تک کہ راہن کی طرف لوٹا نہ دے، اور مرتہن دوسرے غلام کے بارے میں امین ہوگا جب تک کہ اس دوسرے کو پہلے کی جگہ پر نہ کر دے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ پہلا غلام قبضے اور قرض کی وجہ سے اس کے ضمان میں داخل ہے، اور وہ قبضہ اور قرض ابھی باقی ہے اس لئے پہلا غلام ضمان سے نہیں نکلے گا جب تک کہ قبضہ نہیں توڑے گا اور قرض باقی ہے، اور جب پہلا غلام مرتہن کے ضمان میں ہے تو دوسرا غلام اس کے ضمان میں داخل نہیں ہوگا، اس لئے کہ دونوں میں سے ایک کے داخل ہونے پر راضی ہوا ہے، پس جب پہلے کو واپس کیا تو دوسرا مرتہن کے ضمان میں داخل ہوگا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ۔ جب تک پہلا غلام مرتہن کے ضمان میں ہے دوسرا غلام ضمان میں داخل نہیں ہوگا وہ امانت پر رہے گا، اور اس درمیان دوسرا غلام ہلاک ہوا تو امانت کا ہلاک ہوا اس لئے اس کی وجہ سے مرتہن پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

تشریح: ایک غلام مرتہن کے پاس ہزار کے بدلے میں رہن پر تھا اس کی قیمت ہزار درہم تھی، اب اس کی جگہ پر دوسرا غلام رہن پر دیا جسکی قیمت بھی ہزار درہم ہے، تو جب تک پہلا غلام واپس کر کے راہن کے قبضے میں نہیں دے گا دوسرا غلام امانت

بِدُخُولِهِمَا فَإِذَا رُدَّ الْأَوَّلُ دَخَلَ الثَّانِي فِي ضَمَانِه ٢؎ ثُمَّ قِيلَ: يُشْتَرَطُ تَجْدِيدُ الْقَبْضِ؛ لِأَنَّ يَدَ الْمُرْتَهِنِ عَلَى الثَّانِي يَدُ أَمَانَةٍ وَيَدُ الرَّهْنِ بَعْدَ اسْتِيفَاءٍ وَضَمَانٍ فَلَا يَنُوبُ عَنْهُ، ٣؎ (الف) كَمَنْ لَهُ عَلَى آخَرَ جِيَادٌ فَاسْتَوْفَى زُيُوفًا ظَنَّهَا جِيَادًا ثُمَّ عَلِمَ بِالزِّيَافَةِ وَطَالَبَهُ بِالْجِيَادِ وَأَخَذَهَا فَإِنَّ الْجِيَادَ أَمَانَةٌ فِي يَدِهِ مَا لَمْ يَرُدَّ الزُّيُوفَ وَيُجَدِّدَ الْقَبْضَ ٣؎ (ب) وَقِيلَ لَا يُشْتَرَطُ؛ لِأَنَّ الرَّهْنَ تَبَرُّعٌ كَالْهِبَةِ عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ وَقَبْضُ الْأَمَانَةِ يَنُوبُ عَنْ قَبْضِ الْهِبَةِ،

پر رہے گا، اور اس درمیان ہلاک ہو گیا تو امانت کا ہلاک ہوگا، جسکی وجہ سے مرتہن پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ: راہن دونوں غلام مرتہن کے ضمان میں دینے پر راضی نہیں ہے، اس لئے جب تک پہلا غلام راہن کے قبضے میں نہیں آئے گا دوسرا غلام مرتہن کے ضمان میں داخل نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ٢؎ پھر کہا گیا ہے کہ نیا قبضہ ہونا شرط ہے اس لئے کہ مرتہن کا دوسرے غلام پر قبضہ امانت کا قبضہ ہے، اور رہن کا قبضہ وصولیابی اور ضمان کا قبضہ ہے اس لئے یہ دوسرے کا نائب نہیں بنے گا۔

تشریح: بعض حضرات نے فرمایا کہ دوسرے غلام پر جو مرتہن کا قبضہ ہے وہ امانت کا قبضہ ہے، اور رہن کا قبضہ وصولیابی کا قبضہ ہوتا ہے، دونوں قبضوں میں یہ فرق ہے اس لئے ایک قبضہ دوسرے کے لئے کافی نہیں ہوگا، اس لئے رہن کا قبضہ کرنے کے لئے دوبارہ الگ سے قبضہ کرنا ہوگا۔

ترجمہ: ٣؎ (الف) جیسے کسی کا دوسرے پر جید اور اعلی درہم واجب تھا، اس نے جید سمجھ کر کھوٹے سکے پر قبضہ کر لیا، پھر کھوٹے پن کا علم ہوا اور جید کا مطالبہ کیا اور جید کو لیا بھی تو یہ جید اس کے ہاتھ میں اس وقت تک جب تک کہ کھوٹے کو واپس نہیں کرے گا اور جید پر نیا قبضہ نہیں کرے گا۔

تشریح: دوسرے غلام پر نیا قبضہ کرنا ہوگا اس کی ایک مثال ہے۔ زید کا جید درہم عمر پر تھا، عمر نے کھوٹے درہم زید کو دیا، بعد میں زید کو معلوم ہوا کہ یہ کھوٹے ہیں اس کے بدلے میں جید درہم زید کو دیا گیا تو یہ درہم ابھی امانت شمار کیا جائے گا، پس کھوٹے درہم کو زید واپس کرے گا اور جید درہم پر نئے سرے سے قبضہ کرے گا تب جا کر نئے پر ضمانت کا قبضہ شمار کیا جائے گا۔ اسی طرح دوسرے غلام پر نئے سرے سے رہن کا قبضہ کرے گا تب جا کر رہن کا قبضہ شمار کیا جائے گا۔

لغت: جیاد: اچھے درہم۔ زیوف: کھوٹے درہم۔

ترجمہ: ٣؎ (ب) بعض دوسرے حضرات نے کہا کہ رہن کے لئے نیا قبضہ کرنے کی شرط نہیں ہے اس لئے کہ رہن ہبہ کی طرح ایک تبرع ہے جیسا کہ پہلے اس کا بیان ہوا، اور امانت کا قبضہ ہبہ کے قبضے کا نائب ہوتا ہے۔

تشریح: بعض دوسرے حضرات کی رائے ہے کہ رہن کے لئے الگ سے قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے پہلے جو امانت کا قبضہ ہے وہی قبضہ رہن کے لئے بھی کافی ہو جائے گا۔

٤ وَلِأَنَّ الرَّهْنَ عَيْنَهُ أَمَانَةٌ، وَالْقَبْضُ يُرَدُّ عَلَى الْعَيْنِ فَيَنُوبُ قَبْضُ الْأَمَانَةِ عَنْ قَبْضِ الْعَيْنِ ٥ وَلَوْ أَبْرَأَ الْمُرْتَهِنُ الرَّاهِنَ عَنِ الدَّيْنِ أَوْ وَهَبَهُ مِنْهُ ثُمَّ هَلَكَ الرَّهْنُ فِي يَدِ الْمُرْتَهِنِ يَهْلَكُ بِغَيْرِ شَيْءٍ اسْتِحْسَانًا خِلَافًا لِزُفَرَ؛ لِأَنَّ الرَّهْنَ مَضْمُونٌ بِالدَّيْنِ أَوْ بِجِهَتِهِ عِنْدَ تَوَهُّمِ الْوُجُودِ كَمَا فِي الدَّيْنِ الْمَوْعُودِ وَلَمْ يَبْقَ الدَّيْنُ بِالْإِبْرَاءِ أَوْ الْهِبَةِ وَلَا جِهَتِهِ لِسُقُوطِهِ،

وجه: انکی ایک دلیل یہ ہے کہ پہلے گزرا کہ رہن ایک تبرع ہے، اور یہ بھی گزرا کہ امانت کی چیز ہو اس کو ہبہ کر دیا جائے تو امانت ہی کا قبضہ ہبہ کے لئے کافی ہو جائے گا، الگ سے قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح امانت کا قبضہ ہی رہن کے لئے کافی ہو جائے گا، کیونکہ رہن بھی تبرع ہے۔

ترجمہ: ٤ اور اس لئے کہ رہن کا عین امانت ہے، اور قبضہ عین پر ہوتا ہے اس لئے امانت کا قبضہ عین کے قبضے کے لئے کافی ہوگا

تشریح: عبارت پیچیدہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ رہن میں عین مرہون پر قبضہ ہوتا ہے، اور دوسرے غلام پر جو امانت کا قبضہ کیا ہے وہ بھی عین پر قبضہ ہے، اس لئے عین ہونے کے اعتبار سے دونوں میں قبضہ ہے اس لئے امانت کا قبضہ رہن کا قبضہ ہو جائے گا، دوسرے غلام پر الگ سے قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: ٥ اگر مرتہن نے راہن کو قرضے سے بری کر دیا، یا قرضہ راہن کو ہبہ کر دیا، پھر مرتہن کے ہاتھ میں رہن کی چیز ہلاک ہوگئی تو مرتہن پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا، یہ استحسان کا تقاضہ ہے زفرؒ اس کے خلاف ہیں [وہ فرماتے ہیں کہ مرتہن پر ضمان لازم ہوگا] اس لئے کہ شیء مرہون کا ضمان قرض سے ہوتا ہے، یا قرض کی جہت سے ہوتا ہے، یعنی قرض کا وعدہ کر لیا ہو اس سے ہوتا ہے، اور بری کرنے یا ہبہ کرنے سے نہ قرض باقی رہا اور نہ قرض کی جہت باقی رہی کیونکہ قرض ساقط ہوگیا [اس لئے شیء مرہون اب امانت کے طور پر رہی اس لئے اس کے ہلاک ہونے سے مرتہن پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ مرتہن نے قرض معاف کر دیا، یا قرض کو ہبہ کر دیا تو اب شیء مرہون مرتہن کے پاس امانت کے طور پر رہے گی، اس کے ہلاک ہونے پر مرتہن پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

تشریح: زید نے ہزار درہم کے بدلے میں عمر کے پاس اپنی گھوڑی رہن پر رکھی، عمر نے ہزار درہم معاف کر دیا، یا یہ ہزار درہم زید کو ہبہ کر دیا اب قرض نہیں رہا، اور نہ یہ وعدہ ہے کہ مرتہن قرض دیگا، اس لئے شیء مرہون اب رہن پر نہیں رہی بلکہ امانت ہوگئی اس لئے اس کے ہلاک ہونے پر مرتہن پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا۔

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ ابھی تک مرتہن کا قبضہ موجود ہے، اور ضمان لازم ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے اس لئے مرتہن پر ضمان لازم ہوگا، انکے یہاں مرتہن کا یہ قبضہ ضمان ہے۔

لغت: ابراء: بری کرنا، معاف کرنا۔ بجہتہ: قرضے کی جہت ہو، قرضہ دینے کا وعدہ ہوا ابھی تک قرضہ دیا نہ ہو تو یہ قرضے کی

٦ إِلَّا إِذَا أَحْدَثَ مَنْعًا؛ لِأَنَّهُ يَصِيرُ بِهِ غَاصِبًا إِذَا لَمْ تَبْقَ لَهُ وِلَايَةُ الْمَنْعِ ٧ وَكَذَا إِذَا ارْتَهَنَتْ الْمَرْأَةُ رَهْنًا بِالصَّدَاقِ فَأَبْرَأَتْهُ أَوْ وَهَبَتْهُ أَوْ ارْتَدَّتْ وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ قَبْلَ الدُّخُولِ أَوْ اخْتَلَعَتْ مِنْهُ عَلَى صَدَاقِهَا ثُمَّ هَلَكَ الرَّهْنُ فِي يَدِهَا يَهْلَكُ بِغَيْرِ شَيْءٍ فِي هَذَا كُلِّهِ وَلَمْ تَضْمَنْ شَيْئًا لِسُقُوطِ الدَّيْنِ كَمَا فِي الْإِبْرَاءِ، ٨ وَلَوْ اسْتَوْفَى الْمُرْتَهِنُ الدَّيْنَ بِإِيفَاءِ الرَّاهِنِ أَوْ بِإِيفَاءِ مُتَطَوِّعٍ ثُمَّ هَلَكَ الرَّهْنُ فِي يَدِهِ يَهْلَكُ بِالدَّيْنِ وَيَجِبُ عَلَيْهِ رَدُّ مَا اسْتَوْفَى إِلَى مَا اسْتَوْفَى مِنْهُ وَهُوَ

جہت ہے،اس پر رہن کی چیز شیء مرہون ہوتی ہے۔

ترجمہ :٦ مگر مرتہن دینے سے منع کر دیتو اب غاصب ہو جائے گا[تو ہلاک ہونے پر ضمان دینا ہوگا]اس لئے کہ مرتہن کو روکنے کی ولایت نہیں ہے۔

تشریح :راہن نے اپنی گھوڑی مانگی لیکن مرتہن نے دینے سے انکار کر دیا تو اب یہ غاصب بن گیا اس لئے اب گھوڑی ہلاک ہوئی تو اس کا ضمان دینا ہوگا، کیونکہ غاصب سے ہلاک ہوتا ہے تو اس کو ضمان دینا پڑتا ہے۔

ترجمہ :٧ ایسے ہی عورت نے مہر کے بدلے رہن لیا پھر مہر کو معاف کر دیا، یا ہبہ کر دیا، یا دخول سے پہلے نعوذ باللہ عورت مرتد ہوگئی، یا مہر کے بدلے خلع کر لیا پھر شیء مرہون عورت کے قبضے میں رہتے ہوئے ہلاک ہوگئی تو ان سب میں بغیر کسی ضمان کے ہلاک ہوگی کیونکہ قرض ساقط ہو گیا، جیسے اس سے بری کر دی۔

تشریح: یہاں عورت کے لئے تین صورتیں بیان کر رہے ہیں۔

[١] زید نے ریحانہ سے نکاح کیا اور اس کے مہر کے بدلے میں گھوڑی رہن پر رکھ دی بعد میں عورت نے مہر معاف کر دیا، یا اس کو ہبہ کر دیا، اس کے بعد ابھی زید کو گھوڑی واپس بھی نہیں کی تھی کہ گھوڑی مر گئی، تو عورت اس گھوڑی کا ضمان نہیں دے گی، کیونکہ مہر معاف کرنے کے بعد یہ گھوڑی رہن کی چیز نہیں رہی، بلکہ امانت کی چیز ہوگئی جس کے ہلاک ہونے پر کچھ لازم نہیں آتا ہے۔

[٢] دخول سے پہلے ریحانہ نعوذ باللہ مرتد ہوگئی، جس کی وجہ سے ریحانہ کا مہر ساقط ہو گیا، اور گھوڑی رہن کے بجائے امانت کی رہ گئی تو اس گھوڑی کا ضمان نہیں دے گی۔

[٣] ریحانہ نے مہر کے بدلے میں زید سے خلع کر لیا جس کی وجہ سے مہر ساقط ہو گیا اور گھوڑی امانت کی رہ گئی تو گھوڑی ہلاک ہونے سے عورت پر کچھ لازم نہیں آئے گا۔

وجہ :ان تینوں صورتوں میں مہر جو قرض کے درجے میں تھا ساقط ہو گیا، اور شیء مرہون گھوڑی رہن کی نہیں رہی، بلکہ امانت کی ہوگئی اس لئے اس کے ہلاک ہونے پر عورت پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ٨ اگر مرتہن نے راہن کے دینے سے قرض وصول کیا، یا کسی تبرع کرنے والے کے دینے سے قرض وصول کیا، پھر مرتہن کے ہاتھ میں شیء مرہون ہلاک ہوگئی تو قرض کے بدلے میں ہلاک ہوگی، اور مرتہن نے جتنا لیا ہے اس کو دینے والے

مَنْ عَلَيْهِ أَوْ الْمُتَطَوِّعُ بِخِلَافِ الْإِبْرَاءِ ﴿٩﴾ وَوَجْهُ الْفَرْقِ أَنَّ بِالْإِبْرَاءِ يَسْقُطُ الدَّيْنُ أَصْلًا كَمَا

کی طرف واپس کرنا لازم ہوگا [وہ آدمی ہے جس پر قرض ہے، یا جس نے تبرع کے طور پر ادا کیا تھا] بخلاف مرتہن کے بری کر دینے کے۔

اصول : یہاں دو باتیں یاد رکھیں تو چار مسئلے حل ہوں گے [ا] مرتہن راہن کو قرض سے بری کر دے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سرے سے قرض تھا ہی نہیں، اس لئے شیء مرہون امانت پر ہوگی، اس لئے مرتہن کے پاس ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا۔

اصول :[۲] راہن نے یا راہن کی طرف سے کسی اور نے قرض ادا کرنے کے لئے رقم دی تو شیء مرہون ضمان پر ہوگی اس لئے اگر شیء مرہون ہلاک ہوئی تو قرض ساقط ہو جائے گا، اور مرتہن نے جو رقم لی ہے اس کو واپس کرنا ہوگا، وہ چاہے راہن کو دے یا راہن کی طرف سے جس نے ادا کی تھی اس کو دے۔

نوٹ :اس صورت میں مرتہن کو دو جھٹکے لگیں گے [ا] اس کا قرض ساقط ہو جائے گا [۲] قرض ادا کرنے کے لئے جو رقم لی ہے وہ بھی واپس کرنا ہوگا۔ ان باتوں کو یاد رکھ کر اب مسئلہ سمجھیں

تشریح:[ا] پہلا مسئلہ۔۔ راہن نے مرتہن کو قرض ادا کرنے کے لئے رقم دی

[۲] دوسرا مسئلہ۔۔ راہن کی جانب سے کسی اور نے تبرع کے طور پر قرض ادا کرنے کے لئے مرتہن کو رقم دی، اس کے بعد مرتہن کے ہاتھ سے شیء مرہون ہلاک ہوگئی تو مرتہن نے جو کچھ لیا ہے اس کو واپس کرنا پڑے گا۔

وجہ :مرتہن نے بری نہیں کیا ہے بلکہ رقم دیکر جان چھڑائی ہے اس لئے شیء مرہون کے ہلاک ہونے سے قرض ساقط ہو گیا، اس لئے بعد میں جو قرض ادا کرنے کے لئے رقم دی وہ دوسری مرتبہ رقم دینا ہوا اس لئے اس کو واپس لیا جائے گا۔

ترجمہ ﴿٩﴾ اور فرق کی وجہ یہ ہے کہ بری کرنے سے قرض شروع سے ہوتا ہی نہیں ہے جیسے کہ ہم نے ذکر کیا، اور مرتہن کے وصول کرنے سے قرض ساقط نہیں ہوتا کیونکہ قرض کا سبب موجود ہے،۔

تشریح : یہاں عبارت بہت پیچیدہ ہے۔۔ مرتہن راہن کو قرض سے بری کر دے، اور راہن قرض ادا کرے اور جان چھڑائے ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ بری کرنے سے شروع سے قرض ہوتا ہی نہیں ہے، اس لئے شیء مرہون جو مرتہن کے پاس ہے وہ امانت ہے، اور اس کے ہلاک ہونے سے مرتہن پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

اور استیفاء: قرض ادا کر کے جان چھڑانے میں قرض موجود رہتا ہے، اب شیء مرہون ہلاک ہوئی تو قرض ساقط ہو گیا۔ اس لئے اب جو قرض کی رقم ادا کی وہ دوبارہ دینا ہوا اس لئے اس کو راہن کی طرف واپس کرے۔

لغت: لقیام الموجب: قرض کے قائم رہنے کا سبب موجود ہے، اور وہ ہے قرض لینا۔

ترجمہ :﴿١٠﴾ مگر یہ کہ وصول کرنا متعذر رہے، کیونکہ اس میں فائدہ نہیں ہے، کیونکہ پھر دوبارہ اس کی مثل کا مطالبہ ہوگا، بہر

ذَكَرْنَا، ١٠ وَبِالاسْتِيفَاءِ لا يَسْقُطُ لِقِيَامِ الْمُوجِبِ، إِلَّا أَنَّهُ يَتَعَذَّرُ الاسْتِيفَاءُ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ؛ لِأَنَّهُ يَعْقُبُ مُطَالَبَةَ مِثْلِهِ، فَأَمَّا هُوَ فِي نَفْسِهِ فَقَائِمٌ، فَإِذَا هَلَكَ يَتَقَرَّرُ الاسْتِيفَاءُ الْأَوَّلُ فَانْتَقَضَ الاسْتِيفَاءُ الثَّانِي. ١١ وَكَذَا إِذَا اشْتَرَى بِالدَّيْنِ عَيْنًا ١٢ أَوْ صَالَحَ عَنْهُ عَلَى عَيْنٍ؛ لِأَنَّهُ اسْتِيفَاءٌ ١٣ وَكَذَلِكَ إِذَا أَحَالَ الرَّاهِنُ الْمُرْتَهِنَ بِالدَّيْنِ عَلَى غَيْرِهِ ثُمَّ هَلَكَ الرَّهْنُ بَطَلَتْ الْحَوَالَةُ

حال نفس استیفاء تو قائم ہے، پس جب رہن کی چیز ہلاک ہوگئی تو پہلا یعنی رہن پر قبضہ کرنا ثابت ہوگیا، اب دوسرا جو قرض وصول کیا ہے وہ مزید ہے ۔

تشریح : یہ منطقی عبارت ہے۔اس کا حاصل یہ ہے کہ مرتہن نے جو قرض کی رقم دی تھی راہن وہ رقم واپس نہیں کر رہا ہے، کیونکہ وہ تو خرچ ہو گیا، بلکہ اس کے مثل رقم ادا کی ہے، اس لئے اصلی قرض راہن پر موجود ہے، اور جب شیء مرہون ہلاک ہوئی تو قرض وصول کرنا اور مضبوط ہو گیا، یعنی مرتہن کو اس کا قرض واپس مل گیا، اور قرض کی رقم لی یہ دوسری مرتبہ لینا ہوا اس لئے اس کو واپس کرنا ہوگا۔

لغت :استیفاء: وصول کرنا۔ یعقب مطالبۃ مثلہ: اصل قرض ادا نہیں کیا، بلکہ اس کے مثل ادا کیا تو دوبارہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے، اس طرح تو بار بار مرتہن مطالبہ کرتا رہے گا اس لئے اس میں فائدہ نہیں ہے۔

ترجمہ:١١ ایسے ہی مرتہن نے قرض کے بدلے میں کوئی عین چیز خرید لی۔

تشریح :[۳] یہ تیسرا مسئلہ ہے۔۔مرتہن نے اپنے قرض کے بدلے میں راہن سے کوئی چیز خرید لی، اور راہن نے یہ مبیع مرتہن کو دے بھی دی۔ اس درمیان شیء مرہون ہلاک ہوگئی تو قرض ساقط ہو گیا، اب یہ جو چیز راہن نے دی ہے وہ مرتہن سے واپس لیگا

وجہ :مرتہن نے بری نہیں کیا ہے بلکہ رقم دیکر جان چھڑائی ہے اس لئے شیء مرہون کے ہلاک ہونے سے قرض ساقط ہو گیا ،اس لئے بعد میں جو قرض ادا کرنے کے لئے مبیع دی وہ دوسری مرتبہ رقم دینا ہوا اس لئے اس کو واپس لیا جائے گا۔

ترجمہ :١٢ یا قرض کے بدلے میں کسی عین چیز پر صلح کر لی تو یہ بھی قرض وصول کرنا ہوا۔

تشریح :[۴] یہ چوتھا مسئلہ ہے۔۔مرتہن نے اپنے قرض کے بدلے میں راہن سے کسی چیز پر صلح کر لی اور راہن نے یہ صلح شدہ چیز مرتہن کو دے دی ،اس درمیان شیء مرہون ہلاک ہوگئی تو قرض ساقط ہو گیا، اب یہ جو چیز راہن نے دی ہے وہ مرتہن سے واپس لیگا،

وجہ :مرتہن نے بری نہیں کیا ہے بلکہ رقم دیکر جان چھڑائی ہے اس لئے شیء مرہون کے ہلاک ہونے سے قرض ساقط ہو گیا ،اس لئے بعد میں جو قرض ادا کرنے کے لئے صلح شدہ چیز وہ دوسری مرتبہ رقم دینا ہوا اس لئے اس کو واپس لیا جائے گا۔

ترجمہ :١٣ ایسے ہی جب راہن نے مرتہن کا قرض کسی دوسرے کے حوالے کر دیا، پھر شیء مرہون ہلاک ہوگئی تو حوالہ ختم

وَيَهْلَكُ بِالدَّيْنِ؛ لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْبَرَائَةِ بِطَرِيقِ الْأَدَاءِ؛ لِأَنَّهُ يَزُولُ بِهِ عَنْ مِلْكِ الْمُحِيلِ مِثْلَ مَا كَانَ لَهُ عَلَى الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ، أَوْ مَا يَرْجِعُ عَلَيْهِ بِهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ لِلْمُحِيلِ عَلَى الْمُحْتَالِ عَلَيْهِ دَيْنٌ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْوَكِيلِ ۱۴ وَكَذَا لَوْ تَصَادَقَا عَلَى أَنْ لَا دَيْنَ ثُمَّ هَلَكَ الرَّهْنُ يَهْلَكُ

ہوجائے گا اورشی ءمرہون قرض کے بدلے ہلاک ہوگی ،اس لئے کہ ادا کر کے بری ہونے کے معنی میں ہے ادا کے طور پر اس لئے کہ اس سے حوالہ کرنے والے کی ملکیت زائل ہوجاتی ہے اتنا قرض جتنا محتال علیہ پر تھا، یا اتنا محیل پر رجوع کرے گا اگر محیل کا محتال علیہ پر کچھ قرض نہ ہو اس لئے کہ محتال علیہ وکیل کے درجے میں ہے۔

لغت : محیل: جس نے دوسرے پر قرض ڈالا اس کو محیل کہتے ہیں۔ محتال علیہ: جس پر قرض ڈالا اس کو محتال علیہ، کہتے ہیں۔ حال: قرض کو دوسرے پر حوالہ کیا۔

قاعدہ : محیل کا محتال علیہ پر قرض ہے تو وہ جتنا قرض ادا کرے گا محیل کا اتنا قرض ختم ہوجائے گا۔ اور اگر محتال علیہ پر قرض نہیں ہے، تو وہ جتنا قرض ادا کرے گا اتنا قرض محیل سے بعد میں وصول کرے گا، مثلا محتال علیہ نے پانچ سو ادا کیا تو یہ پانچ سو بعد میں محیل سے لیگا، تو گویا کہ محیل نے ہی قرض ادا کیا۔۔ اس تفصیل کو جاننے کے بعد تشریح دیکھیں۔

تشریح : [۵] یہ پانچواں مسئلہ ہے۔۔ زید پر عمر کا قرض تھا جسکے بدلے میں زید نے گھوڑی رہن پر رکھا، اب زید نے بکر محتال علیہ کو کہا کہ تم قرض ادا کر دو اس نے عمر کا قرض ادا کر دیا، اس صورت میں بھی زید نے ہی رقم دیکر اپنی جان چھڑائی، عمر نے بری نہیں کیا ہے، اس لئے اب شی ءمرہون ہلاک ہوئی تو عمر کا قرض ساقط ہوگیا

اب بکر نے قرض ادا نہیں کیا ہے تو حوالہ باطل ہوجائے گا، اس لئے کہ عمر کو قرض دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے وہ تو ساقط ہوگیا۔ اور اگر بکر نے قرض ادا کر دیا تھا تو یہ قرض زید واپس لیگا، کیونکہ قرض تو پہلے ہی ساقط ہو چکا ہے یہ دوبارہ قرض کی رقم لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ بکھری ہوئی عبارت کو اس تفصیل سے سمجھیں۔

ترجمہ : ۱۴ ایسے ہی راہن اور مرتہن نے تصدیق کر لی کہ قرض نہیں رہا، پھر شی ءمرہون ہلاک ہوئی [تو مرتہن کا قرض ساقط ہوگا] کیونکہ وہم ہے کہ دونوں تصدیق کر لے کہ قرج قسم ہے اس لئے قرض کی جہت باقی ہے، بخلاف بری کرنے کے۔

تشریح : [٦] یہ چھٹا مسئلہ ہے۔۔ اگر راہن اور مرتہن تصدیق کر لے کہ اب راہن پر قرض نہیں رہا تو اس کے اندر یہ بات ہے کہ پہلے قرض تھا، اس سے قرض کا ثبوت ہوا۔ دوسری بات یہ ہے جس کو صاحب ہدایہ نے کہا ہے، کہ ابھی دونوں تصدیق کرتے ہیں کہ قرض نہیں رہا، لیکن اس بات کا وہم ہے کہ شام کو اتفاق کر لے کہ قرض ہے، تو قرض کی جہت، یعنی قرض ہوجانے وہم موجود ہے، تاہم دونوں صورتوں میں راہن پر قرض موجود ہے، سرے سے ختم نہیں ہوا۔

اب شی ءمرہون ہلاک ہوئی تو مرتہن کا قرض ساقط ہوگیا، اس لئے راہن نے جو کچھ دیا ہے وہ واپس لیگا، کیونکہ قرض ساقط ہوجانے کی وجہ سے قرض ادا کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

بِالدَّيْنِ لِتَوَهُّمِ وُجُوبِ الدَّيْنِ بِالتَّصَادُقِ عَلَى قِيَامِهِ فَتَكُونُ الْجِهَةُ بَاقِيَةً بِخِلَافِ الْإِبْرَاءِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ

اصــــــول: ان چھ مسئلوں میں راہن پر قرض کسی نہ کسی طرح ثابت ہے اس لئے شی ءمرہون ہلاک ہونے سے قرض ساقط ہو جائے گا، اور راہن نے جو قرض ادا کیا ہے، یا دوسروں سے ادا کروایا ہے وہ واپس لیگا۔

اصــول: جن صورتوں میں یہ ہے کہ مرتہن نے خود راہن کو قرض سے بری کر دیا تو وہاں سرے سے قرض ہے ہی نہیں اس لئے شی ءمرہون مرتہن کے پاس امانت پر رہے گی، اس لئے ہلاک ہوئی تو مرتہن پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ البتہ راہن نے مرتہن کو کچھ دیا ہوتو وہ واپس لیگا، کیونکہ قرض سے بری ہونے کی بنا پر دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

آخر الدعوان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علیہ وسلم

ثمیر الدین قاسمی غفرلہ

۶/۹ / ۲۰۱۴ء